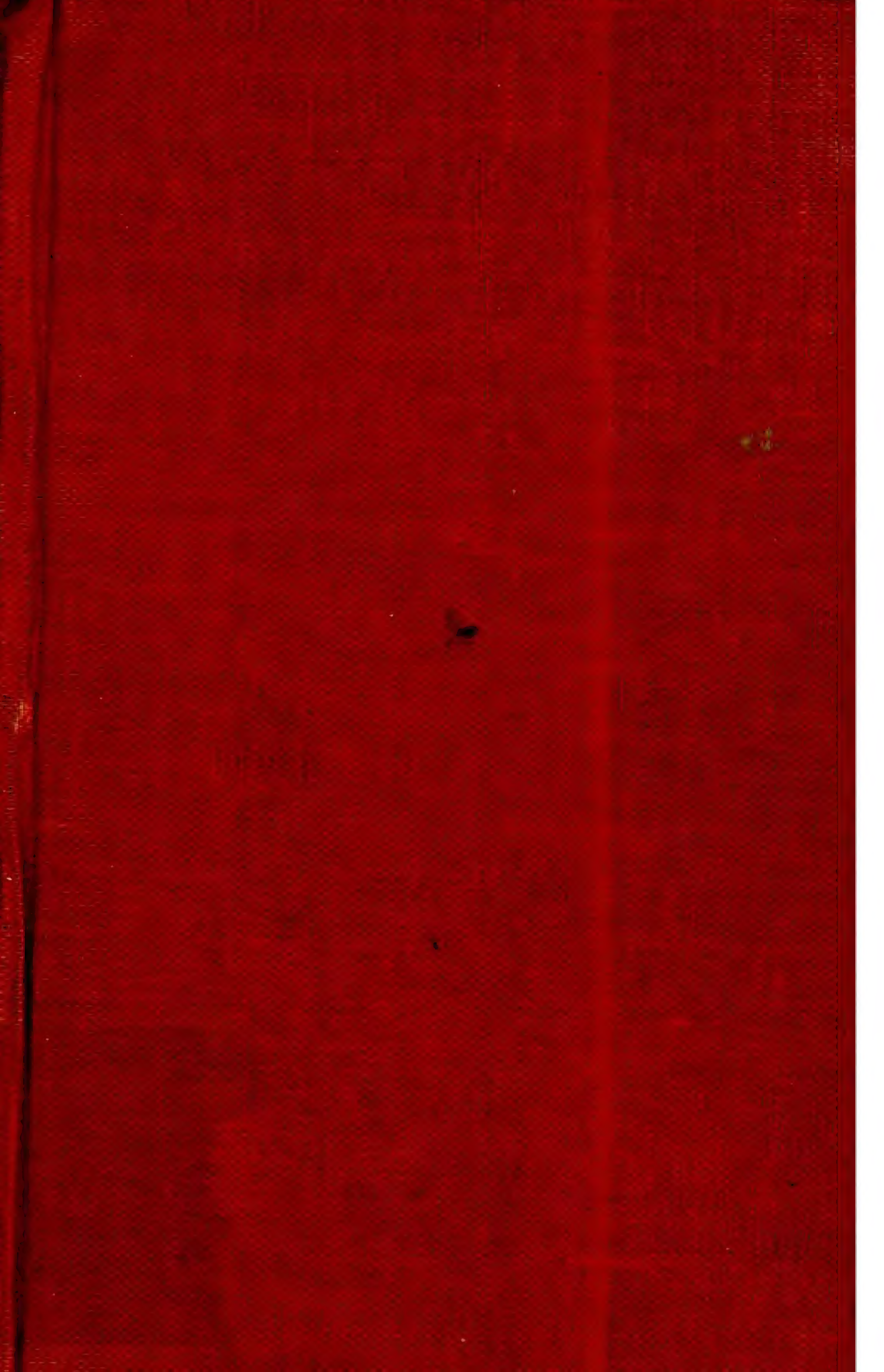
تاریخ
تشیع

۸

۳

۱۸



تاریخ کشمیر

معروف بہ

بہارستانِ شاہی

سال تصنیف ۱۰۲۳ھ ہجری

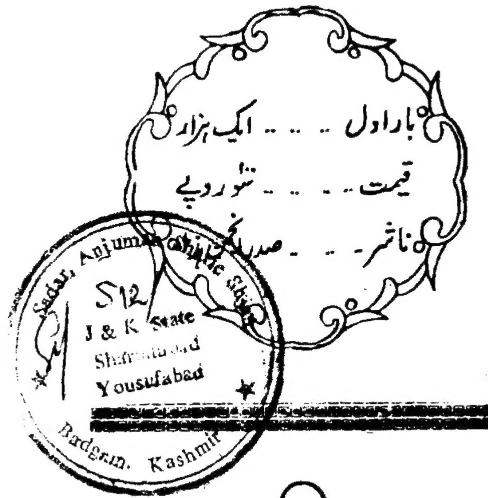
(۱۶۱۴ء عیسوی)

ترتیب و مقدمات

ڈاکٹر اکبر حیدری کاشمیری

ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی۔ڈی لٹ

جملہ حقوق انجمن شرعی شیعیان جموں وکشمیر



بار اول ... ... ایک ہزار

قیمت ... ... سو روپے

ناشر ... ... صدر انجمن

سالِ اشاعت
مئی ۱۹۸۲ء

مطابق رجب ۱۴۰۲ھ

زیر اہتمام

انجمن شرعی شیعیان جموں وکشمیر



حجۃ الاسلام جناب آغا سید یوسف الموسوی الصفوی. صدر انجمن شرعی

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله والصلوة والسلام علی عباده الذین اصطفی محمد و آله الاصفیاء
وبعد مخفی نماند که کتاب بهارستان شاهی تاریخ احوال سادات اشتمال عمدة
العارفین فخر المجاهدین شمس مضیء مبین حضرت خاتم النبیین و بدینیر تشیع لامع
در کشمیر حضرت میر محمد شمس الدین عراقی رفع الله اعلامه و اعلی فی الجنة مقامه و در اینجا
مفقود در دورستان موجود بوده و جناب سعادت اکتساب مورخ خبیر
داکتر اکبر حیدری صاحب سلمه ربه در فقه مراضیه جهد جهید دعوی که خود
نسخه آن دریافت و استنساخ نموده با اضافه مقدمه تحقیقی از مواد
تاریخی بتحریر کتاب پرداخته سحاب ارتیاب را از عیون و انظار کسیر را
معاندین برداشته آثار هدایت و مقام رفعت و سیادت آن مجاهد کبیر را
چون آفتاب جهان تاب ظاهر و روشن ساخته فشکر الله سعیه و اجزل مثوبته
فی الدارین و جاه بکل ما تقر به العین والسلام علی من اتبع الهدی

من خادم خدمة الشریعة الغراء یوسف بن محمد
الموسوی الصفوی النجفی الکشمیری نزیل شریعت آباد
بدغام کشمیر ۱۹ ج ۱۳:۲۱



انتساب

میں تاریخ کشمیر معروف بہ "بہارستان شاہی"
(سال تصنیف سنہ ۱۰۲۳ ہجری)
کا یہ غیر مطبوعہ نایاب اور مستند نسخہ خاندان
میر سید شمس الدین محمد عراقی
مکسر الاصنام کے چشم و چراغ، سیادت پناہ
شریعت مدار، حجۃ الاسلام جناب
آغا سید یوسف الموسوی الصفوی مدظلہ
کے نام گرامی منسوب کرکے اپنے لئے
فخر سمجھتا ہوں۔

• اکبر حیدری

فہرست مضامین

(بہارستانِ شاہی)

صفحہ

تیسرا باب

چوتھا باب

پانچواں باب

فتح شاہ بار سوم

چھٹا باب

ساتواں باب

آٹھواں باب

نواں باب



بہارستانِ شاہی

مختصر تعارف

بہارستانِ شاہی کشمیر کی ایک مستند اور معتبر تاریخ ہے۔ اس کے کئی نسخے برٹش میوزیم اور انڈیا آفس لندن میں محفوظ ہیں۔ ذیل میں ان نسخوں کی تفصیلات درج کی جاتی ہیں۔

نسخۂ اول۔ فہرست مخطوطاتِ فارسی (برٹش میوزیم) جلد اول صفحہ ۲۹۸ مرتبہ چارلس ریو مطبوعہ ۱۸۷۹ء۔ ابتدا۔ "مورخانِ اخبارِ سلاطین ممالکِ کشمیر کہ از جملہ حالات و واقعاتِ ملوک و احکام و احوال اشراف نام را بقلم کشمیری نوشتند"

اس کے بعد انگریزی کی یہ عبارت ہے۔

'The author, whose name is not given, appears to have been a dependent of a Kashmiri Syed Shah Abdul-Ma'ali, to whom he gives a prominent place in the later period of his history. This Syed Shah Abdul Ma'ali was the second son of Syed Mubarik Khan, who was raised for two months to the throne of Kashmir in A.H.986 and died in exile at Firuzabad A.H.999 (see fol.159a) Abdul Ma'ali played an active part in the frequent broils which disturbed Kashmir for some years before the Conquest and was then placed under the command of Raja Man Singh, under whom he served for four and twenty years. After the latter's death, in A.H.1021, he was present with Haider Malik Chadurah, the author of the next work (تاریخ کشمیر) to the Emperor Jahangir, who conferred upon him a Mansab and Jagir in Tattah.

The work begins without any preface, after a short account of the Hindu period, in which the dates of the Hijrah, from A.H.531 downwards, are frequently given, it enters fol.11b, upon the Mohammadan period, which occupies the rest of the

volume. There is after fol.41a lacune extending from the death of Zanulabidin, A.H.873 to that of Mirak Hassan A.H.893.

The narration becomes very full for the later period, especially from the death of Ali Shah, A.H.986, fol 118a, to the end. The last events recorded are the appointment of Haider Malik Chadurah to the Govt. of Kashmir, the death of Raja Man Singh, A.H.1021, and the departure of Syed Shah Ab ul Ma'ali for his Jagir in Tattah, A.H.1023.

The title Baharistan-I-Shahi is found in some verses at the end, which contain also the date of completion, A.H.1023, expressed by the chronogram (نامۂ شاهانِ کشمیر). The same title has also been written by a Contemporary persian hand on the first page.

بہارستان شاہی - نسخۂ دوم - برٹش میوزیم لندن ' سائز ۵½ × ۹ ' سطر ۱۱ ' سال کتابت سترھویں صدی -

یہ نسخہ ناقص الطرفین ہے - ابتدا میں ۲۰ اور آخر میں ۸ اوراق کم ہیں - بیچ میں بھی کچھ ورق غائب ہیں -

کتاب کا آغاز کم و بیش سلطان شہاب الدین کی وفات ۸۰۰ ہجری سے ہوتا ہے - اور عبارت کا سلسلہ یعقوب شاہ کی موت پر ٹوٹتا ہے جو زہر سے واقع ہوئی تھی -

نسخۂ سوم - یہ غیر معتبر اور غلط ہے - اس کی مائکرو فلم زیر نمبر ۳۶ ریاست جموں و کشمیر کے محکمۂ تحقیق و اشاعت میں موجود ہے - ابتدا میں دیباچہ بھی ہے - ذیل میں اس کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے -

" حمد آں مبدع کہ عالم جود ست - گردش چنانکہ بود کشود الحمد للہ رب العالمین والعاقبت للمتقین والصلوٰت والسلام علیٰ رسولہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین بعد از حمد و سپاس بے قیاس مر حضرت رزاق علی الاطلاق دارندۂ جہاں و خالق مخلوقات انس و جانِ جہانیاں برخی از تواریخ نزول حضرت سلیمان علیہ السلام دریں کتاب المسمیٰ بہ رازہ ترنگ بطریق اختصار درج نمودہ مصنف و مولف از مقالات حالات خطۂ کشمیر رنج زاوان و مشقت بے پایاں بسر بردہ - بہ مقتضائے کتب و الہام حقائق غیبی و احادیث زمود - چنانچہ

روایت است کہ از ابن عباس رضی اللہ عنہ شصت ودہ لک صد ہزار و ہشتاد و پنج ہزار سال باشد از آں قرن اول و بست و چہار لک وصد ہزار ہژدہ ہزار سال بود۔ در آں قرن ابداں دریں جہاں دیوان بودہ اند۔ اول واصل آنہا ارم نام داشت و نش مارجہ و از اینہا تناسل بسیار شد "

نسخۂ چہارم۔ نمبر مخطوطہ ۵۰۹۔ فہرستِ مخطوطاتِ فارسی جلد اول ص۲۱۳ مرتبہ ایتھے۔ اس نسخے کے بارے میں مرتب فہرست کہتا ہے۔

is based on Raj Tarangni and other sources by an annonymous author brought doun to A.H.1025 the 8th year of Jahangir's reign(See the Chronogram at the end 1023(نامۂ شاہانِ کشمیر) and beginning without introduction.

" مورخان اخبارِ سلاطین ممالک کشمیر کہ از جملہ حالات و واقعاتِ ملوک و احکام و احوال اشراف انام را بقلم کشمیری نوشتند۔ در دفاتر اخبار و صحائف آثار چنیں ثبت نمودند کہ در کشمیر در زمان

It ends on fol.213a complete;Rieu 1 P.297.On off 214,B 221 a poetical fragment is ended, a peculiar kind of didactic poen, consisting of a series of Kitas,usually two, sometimes three and even four baits long, mised with fards and put together in form of a masnavi being all of the same metre, it begins:-

خواہی ایماں مرد بشناسی	(کذا) رو کن بسوئے ایمانش
کہ بود گر بقولِ خود ثابت	بس بود ایں دلیلِ ایمانش
آں برادر مداں کہ در راحت	روئے خود سودہ پیشِ تو برمیں
ہر کہ در وقتِ سختیت یار ست	آں برادر ترا بود بہ یقیں

No date,The right order of off 160-166 is x 160,162-165,161-166.

نسخۂ پنجم۔ انڈیا آفس لندن

نمبر مخطوطہ ۹۴۳۔ اوراق ۲۲۱، خط نستعلیق، سائز ۵" × ۸½"

نسخۂ ششم۔ یہ بھی ناقص الطرفین ہونے کے علاوہ غلط اور غیر معتبر ہے۔ کتاب کے آخر میں کاتب نے غلطیوں کا اعتراف کیا ہے۔ کہتا ہے کہ:۔

"مخفی نہ ماندکہ کاتبِ ایں کتاب بہ غفلت شعاری در عبارات بسیار مغالطہ مرقوم نمودہ است۔ از آں جملہ در تاریخ جلوسِ سلاطین ہم مبدل تحریر کردہ است بعدم فرصت ترمیم وصحت آں نتوانستم تمام یافت۔ تحریر بتاریخ دوازدہم جمیدالاول سنہ ۱۲۶۴ ہجری"

نسخے کے آخر میں عجائبات کشمیر کے بارے میں بہت سی باتیں درج ہیں۔ اس کی میکروفلم محکمۂ ریسرچ و اشاعت سری نگر میں زیر نمبر ۲۱ دستیاب ہے۔

نسخہ ہفتم۔ بہارستان شاہی کا یہ نسخہ میر شمس الدین حیرت کاملی کی ملکیت میں تھا۔ محکمۂ ریسرچ و اشاعت میں اس کی میکروفلم ہے۔ جب اس کا مقابلہ برٹش میوزیم کے نسخہ ششم سے کیا گیا تو کوئی خاص فرق نظر نہیں آیا۔ یعنی کہ یہ نسخہ بھی غلط اور غیر معتبر ہے۔ کاتب نے جا بجا میر سید شمس الدین عراقی کے نام کے ساتھ بے ادبی کی ہے۔ آخر میں ذیل کا ترقیمہ درج ہے:-

"حمد بے قیاس را سزد کہ بہ الطاف گوناگوں مشت خاکی را ایں ہمہ کرامات عطا فرمود۔ ونعتِ بے پایاں سروری را سزد کہ آیۂ لولاک در شان او نازل شدہ۔ امابعد ۱۱ ربیع الثانی سنہ ۱۳۰۱ھ مسمّٰی بہارستان شاہی از تصنیف ملک حیدر چاڈورہ اختتام یافت۔ راقم الحروف بندہ عبدالعزیز عفی عنہ نقل ہذا در سنہ ۱۳۰۱ھ ...... محمد عبدالعزیز ...... در اثنائے مطالعہ معلوم شد کہ اغلاط خطی بسیار دارد، باز ہم اہتمام نقل ہمچنیں کتب با اندر آں زماں می رسید قابل ستائش۔ والسلام"

پیر غلام حسن کھویہامی مولف تاریخ کشمیر (تاریخ حسن) متوفی ۱۸۹۸ء نے بہارستان شاہی مشہور بہ راجہ ترنگ (راج ترنگنی) کا ذکر اپنے ماخذ میں کیا ہے۔ جہاں جہاں مصنف بہارستان شاہی نے حقیقت پسندی اور حق گوئی کا مظاہرا کیا ہے۔ وہاں پیر غلام حسن نے ان واقعات سے چشم پوشی کی ہے۔ بعض حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ مورخِ موصوف نے بہارستان شاہی سے استفادہ نہیں کیا ہے اور وہ اس کے نام سے ہی واقف تھے۔

بہارستان شاہی کے جو مخطوطے برٹش میوزیم اور انڈیا آفس لندن میں موجود ہیں ان کے عکس پروفیسر حسن شاہ سابق ڈائرکٹر آف لائبریریز نے منگوا کر محکمۂ تحقیق و اشاعت میں محفوظ کرائے ہیں۔ شاہ صاحب کو تاریخ کشمیر کے ساتھ بڑی دلچسپی تھی۔ اسی واسطے انھوں نے کشمیر سے متعلق ان

تمام کتب تواریخ کی میکروفلم اور عکس لندن اور دوسرے مقامات سے منگوائے تھے جو مخطوطات کی شکل میں بیرون ہندوستان مختلف کتاب خانوں میں موجود ہیں اور جن سے استفادہ کرنا طالب علموں کے لئے جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا۔ پروفیسر موصوف نے تاریخ حسن کی دو جلدیں بھی شائع کی ہیں۔ وہ تاریخ حسن کی کتابیات کے سلسلے میں بہارستان شاہی کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں :-

" مصنف نامعلوم - کشمیر کی کشمیری مصنفین کی لکھی ہوئی فارسی تاریخوں میں بہارستان شاہی، تاریخ ملائے نادری، مراۃ الاولیا اور تاریخ سید علی کی صف میں سے ہے۔ ان میں اول الذکر دونوں عنقا ہیں۔ تاریخ سید علی کا ایک نسخہ منشی محمد امین ابن مہجور ہیڈ منشی محکمۂ تحقیق و اشاعت کے پاس راقم کی نظر سے گذرا ہے۔ اسی طرح بہارستان شاہی کا وجود کشمیر میں مفقود تھا۔ سب سے پہلے اس کی ایک ناقص نقل اس دور میں شاعر کشمیر حضرت غلام احمد مہجور مرحوم کے پاس راقم نے دیکھی تھی۔ بعد کے تجسس سے اس کے کئی ایک نسخے یورپ کے کتاب خانوں میں دریافت ہوئے۔ الحمدللہ کہ ان میں اہم نسخوں کی عکسی نقلیں محکمۂ تحقیق و اشاعت کے کتاب خانے میں پہنچ چکی ہیں۔ مصنف کا نام کتاب میں کہیں درج نہیں ہے۔ ویسے عام خیال ہے کہ مرزا مہدی اس کے مصنف تھے۔ لیکن اس کی تصدیق و توثیق یا مصنف کے حالات کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ کتاب میں ایک جگہ مصنف نے خاندانی وجاہت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ مصنف کا خاندان غزنی سے آکر حضرت سلطان زین العابدین کے عہد میں کشمیر میں آباد ہوا تھا۔ بہارستان شاہی کی متذکرہ عبارت یہ ہے ـــ

" جد و پدر مسوّد ایں اوراق کہ ملا حسام الدین نام داشت از غزنی مرید بابا حاجی ادہم شدہ - ہمراہش بودہ در مطبخ وے جماعت درویشاں را خادمی کردہ ایں بابا حاجی ادہم تا زمان سلطان زین العابدین در قید حیات بود "

کتاب میں جا بجا سادات آئمہ طاہرین علیہم السلام اور شیعہ علماء کا تذکرہ غمازی کرتا ہے کہ صاحب تصنیف اہل تشیع میں سے ہے ـــ اس شیعہ کشی کے دور میں ایسی کتاب کا بغیر نام مصنف کے لکھا جانا کچھ ایسا تعجب خیز نہیں۔ کتاب میں ذوالقدر کے حملے کا ذکر کرتے ہوئے مصنف زمانۂ تصنیف کا تعین کرتا ہے۔ اور لکھتا ہے :-

" تا اکنوں کہ دو لیست و ہفتاد سال گزشت "

ذوالقدر کے حملے کی تاریخ ۹۲۴ھ ہجری (۱۵۱۸ء) ہے اس حساب سے جب یہ نقرہ قلمزد (کذا) ۹۹۴ھ یا ۱۵۸۶ء کا سال کھلتا ہے۔ لیکن کتاب کے آخر پر قطعۂ تاریخ یہ ہے ؎

بہ پرسیدم ز عقل راست تدبیر بگفتا " نامۂ شاہانِ کشمیر "
۱۰۲۳ھ

اس حساب سے سال تصنیف ۱۶۱۴ء ہوتا ہے۔

کتاب کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ مصنف شاہانِ چغتائیہ کے حملے اور تسخیر کشمیر کا ہمعصر شاہد اور اس واقعہ کو ایک محبِ وطن کشمیری مسلمان کی نظر سے دیکھ کر بیان کرتا ہے۔ شک اور بے جا غلو اور افسانہ نگاری سے اس کا دامن بالکل پاک ہے۔ یہ کتاب ابھی تک زیورِ طبع سے آراستہ نہیں۔ کاش کوئی صاحبِ ذوق اس کی اشاعت کا بیڑا اٹھالیں "

ڈاکٹر محب الحسن اپنی کتاب "کشمیر انڈر سلطانز (کشمیر سلاطین کے عہد میں) کی ابتدا میں لکھتے ہیں:

" بہارستان شاہی کے مصنف کا نام معلوم نہیں۔ یہ دراصل رنچن کی تخت نشینی سے ۱۶۱۴ء تک کی تاریخ ہے۔ اس میں اسلامی عہد سے پہلے کے واقعات صرف چند صفحات پر لکھ کر ختم کر دیے گئے ہیں۔ اس کے مصنف کے بارے میں اس سے زیادہ کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ شیعہ تھا اور غالباً بیہقی سادات کا ملازم تھا۔ کیونکہ اس نے ان لوگوں کے حالات دوسرے مؤرخین کی بہ نسبت تفصیل سے لکھے ہیں اور ان لوگوں کی خدا ترسی، شجاعت اور سخاوت کا ذکر خوشامدانہ انداز میں کیا ہے۔ اس کے ماخذ یون راج اور شری ور کی تاریخوں کے ساتھ ساتھ ملا احمد، ملا نادری قاضی ابراہیم اور حسن قاری کی فارسی تاریخیں بھی ہیں۔ اس نے خاندان شاہ میر اور خاندان چک کے حکمرانوں کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ وہ یا تو اس کے ذاتی مشاہدات ہیں یا بڑے بوڑھوں کی زبانی سنی ہوئی باتیں ہیں۔

بہارستان شاہی کا اسلوب بیان مرصع ہے۔ اس میں الفاظ کی بھرمار ہے۔ اس میں ہجری سنہ کے ساتھ لوک سنہ بھی درج ہیں۔ اس میں خاندان شاہ میر سے لے کر حسن شاہ کے عہد کی مختصر تاریخ ہے۔ لوہر میں قطب الدین کے خلاف بغاوت ملکہ سورا کی قائم مقامی اور زین العابدین کے عہد میں خانہ جنگی جیسے کئی اہم واقعات

حذف کر دیئے گئے ہیں ۔ سلطان حیدر شاہ کے حالات کو چند سطروں ہی میں بیان کر دینے پر اکتفا کر لیا گیا ہے ۔ اور حسن شاہ کے دورِ حکومت کے سیاسی واقعات کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہے ۔ محمد شاہ اور اس کے بعد کے حالات تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں ۔ کشمیر میں مغلوں کی فتح کی تاریخ بڑی وضاحت سے لکھی گئی ہے ۔ یہ مغلوں کے عہد کی لکھی ہوئی تاریخوں کا ایک مفید ضمیمہ ہے اور آخر الذکر تاریخوں میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا تجزیہ کرنے میں اس سے بڑی مدد ملتی ہے ۔ اس کے علاوہ یہی ایک کتاب ہے جس میں یوسف شاہ کی جلا وطنی اور ان کی موت کے حالات کا تفصیلی بیان ملتا ہے ۔ اس لئے اتنے نقائص کے باوجود یہ ایک بہت اہم تاریخی ماخذ ہے"

صاحبزادہ پروفیسر حسن شاہ اور ڈاکٹر محب الحسن صاحب نے بہارستان شاہی کے مصنف کو قطعیت کے ساتھ شیعہ قرار دیا ہے ۔ راقم الحروف کو مصنف کے شیعہ ہونے کے بارے میں کوئی داخلی یا خارجی شہادت دستیاب نہیں ہوتی ہے ۔ صاحبزادہ نے مصنف کے شیعہ ہونے کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ کتاب میں جا بجا سادات، آئمہ طاہرین اور شیعہ علماء کا ذکر کیا گیا ہے ۔ پروفیسر صاحب نے غالباً یہ اس لئے کہا کہ مصنف نے آئمہ معصومین اور شیعہ علماء خاص کر میر شمس الدین عراقی کا نام بڑے احترام اور ادب سے لیا ہے ۔ اصل بات یہ ہے کہ کتاب میں مصنف نے بعض شیعہ اور سنی علماء اور اکابر کے نام تعظیم سے لئے ہیں ۔ سنی علماء میں جامع اسلوب شیخ یعقوب صرفی اور قاضی موسیٰ وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں ۔ ان دونوں بزرگوں نے سلاطین چک کے خلاف مغلوں کے ساتھ جو ساز باز کی تھی مصنف نے اسے کھل کر بیان کیا ہے ۔ شیعہ علماء میں مصنف نے میر شمس الدین عراقی اور بابا خلیل اللہ کی بزرگی کو بیان کیا ہے ۔ جب یعقوب شاہ نے ایک سنی وزیر محمد بٹ کو برطرف کر کے ایک شیعہ عالم ملا احسن اسود کے مشورے سے نازک بٹ کو منصب وزارت کا عہدہ بخشا تو بہارستانِ شاہی کے مصنف نے یعقوب شاہ، ملا احسن اسود اور نازک بٹ تینوں کی کھل کر تنقید کی ۔ اس کے الفاظ یہ ہیں :-

"در اثنائے ایں حال از رائے رکیک ملا احسن اسود وغیرہم محمد بٹ کہ بکمال فراست آراستہ بود از مسندِ وکالت و وزارت معزول گردانیدہ در قیدِ حبس نگاہ داشت ۔ ایں قضیہ نیز باعثِ زیادتی فتنہ و فساد شد ۔ و خلعتِ وزارت و مہام بر قامتِ بے اندامِ نازک بٹ پوشانید ۔ و نازک بٹ از حلیۂ عقل سادہ و از زیورِ

فراست دُور افتادہ بودند کہ تلافی فتنہ و فساد کہ در کشتنِ قاضی موسیٰ وقوع یافتہ نتوانست نمود۔ و از خبرداریِ سپاہ و رعایائے حال تباہ واقف و آگاہ نتوانست شد۔ لاجرم سپاہِ آں دیار از ولی نعمت ہائے کبار خویش منحرف المزاج شدہ۔ ناچار راہ بے وفائی و جدائی پیمودند''

لوگوں کا یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ چونکہ مصنف بہارستانِ شاہی نے آئمہ معصومین کا نام احترام سے لیا ہے اس لئے وہ شیعہ تھا۔ بہت سے سنی حضرات بھی آلِ رسول کی عقیدت مندی کا اظہار کرتے ہیں۔ خصوصاً صوفی حضرات کسی نہ کسی طریقہ سے اپنا سلسلہ حضرت علیؓ تک پہنچاتے ہیں۔

راقم کی رائے میں بہارستان شاہی کا مصنف عالم جید اور فاضل یگانہ تھا۔ اُسے تعلیماتِ قرآن اور احادیث نبویؐ پر گہری نظر تھی۔ وہ حق کو حق اور باطل کو باطل سمجھتا تھا۔ تاریخ مرتب کرتے میں اس نے سچائی اور رواداری کے اصولوں کو برقرار رکھا ہے۔ اسے کشمیر سے محبت تھی اور وہ مغلوں کے خلاف تھا۔ اس نے مغلوں کے قتل عام کو طشت از بام کیا۔ مرزا حیدر کا شغری اور شہنشاہ اکبر کے مظالم کو واشگاف الفاظ میں بیان کیا ہے اور کشمیریوں کی نا اتفاقی اور خانہ جنگیوں پر خون کے آنسو بہائے۔ وہ ہمیشہ بزرگانِ دین کا احترام کرتا تھا۔ مرزا حیدر نے میر دانیال کو موت کے گھاٹ اتار دیا تو بقول مصنف کتاب میر دانیال کی شہادت ہی اس کی حکومت کے زوال کا باعث ہوئی۔ کہتا ہے کہ

"زہے بے وفائیِ دنیائے غدار کہ مرزا حیدر ناخدا ترس خون حضرت شیخ دانیال را وعہدۂ اموالِ او را مصلحت ملک گویا بگردنِ خود گرفت۔ وگواہانِ دروغ را رشوتہا دادہ بہ فریب لافتح اللہ را اغوا و گمراہ ساختہ، آنحضرت را بدرجہ شہادت رسانیدند۔ وخون آں چناں بزرگے دیدہ و دانستہ بگردنِ خود گرفت۔ بہ طمع آنکہ دولتِ دنیا باد باقی و پایندہ باشد۔ وبعد از شہادتِ آنحضرت بحکم الدم لاینام زیادہ از نہ ماہ نتوانست زیست"

اسی طرح مصنفِ بہارستان شاہی نے قاضی موسیٰ کے قتل کو یعقوب شاہ کی حکومت کے لئے زوال کا باعث قرار دیا۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ

"از وقوع ایں قضیہ درمیانِ بزرگان و اعیان و اہالیِ ممالک کشمیر حادثہ واقعہ حادث و حائل شد کہ بہابت آں حادثہ موجبِ نقصانِ بنیان قصرِ مملکت یعقوب شاہ گشت"

بہارستان شاہی کا مصنف غیر متعصب تھا۔ اس نے یوسف میر کے حادثۂ قتل کو افسوس ناک قرار دیا اور اس قتل کی ذمہ داری علی کوکہ وزیر اعظم اور دو ملاؤں کے سر تھوپی۔ بہارستان شاہی پہلی تاریخ ہے جس میں قتل یوسف اور اسلامی عدالت کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ راقم ان لوگوں کے ساتھ اتفاق نہیں کرتا ہے جو اُسے شیعہ کہتے ہیں۔ اس بات کا کوئی ٹھوس اور واضح ثبوت نہیں ملتا ہے کہ وہ شیعہ تھا۔ مصنف نے ملا حسام الدین کو اپنا جد قرار دیا ہے۔ اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ وہ غزنی میں بابا حاجی ادہم کے مرید ہوئے تھے۔ اور بابا حاجی ادہم زین العابدین کے زمانے میں زندہ تھے۔ ملا حسام الدین غزنی کے رہنے والے تھے۔ غزنی ہمیشہ سے سنی مسلمانوں کا مرکز رہا ہے۔ غالباً وہاں شیعہ نہیں رہتے تھے وہ سلطنت صفویہ کے قیام کے بعد ایران میں رہنے لگے۔ مصنف کے غیر شیعہ ہونے کی ایک شہادت یہ بھی ہے کہ اس کے دادا پیری اور مریدی کے قائل تھے۔ شیعوں میں پیری مریدی نہیں ہوتی ہے۔ وہ نوربخشی بھی نہیں تھے۔ تحفۂ شاہی (مولفہ سام میرزا) اور نفائس المآثر (علاء الدولہ) میں جن نوربخشیوں کے حالات ملتے ہیں ان میں ملا حسام الدین کا نام کہیں نہیں ہے۔ راقم چارلس ریو کے ساتھ اس بارے میں متفق الرائے ہے کہ مصنفِ بہارستان شاہی سید ابوالمعالی کا ملازم تھا۔ سید ابوالمعالی بیہقی سادات کے چشم و چراغ تھے۔ وہ سنی تھے اور سلاطینِ چک کے ساتھ ان کی قرابتداری تھی۔ سید ابوالمعالی اور ان کے والد سید مبارک شاہ بڑے روادار اور غیر متعصب تھے۔ اس لئے مصنف بہارستانِ شاہی بھی غیر متعصب اور روشن خیال سنی تھا۔ وہ ہمیشہ بیہقی سادات کے کارناموں کو شاندار الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ ایک جگہ کہتا ہے کہ

> "میران سید شاہ ابوالمعالی کہ مدت بست و چہار سال کابل حسب الحکم جہان مطاع خلافت پناہ اکبر بادشاہ در خدمت و ملازمت راجہ مذکور بود۔ و درین مدت بسبب شجاعت جبلی و شہامت ذاتی کہ لازمۂ طائفۂ شریفۂ ہاشمی است با دشمنان بادشاہی انواع محاربہ و اصناف مقاتلہ در صوبہ ہائے بنگالہ و اڑیسہ و دکن نمودہ و در ہر معرکہ کہ بتائید الٰہی مظفر و منصور بود۔ وفات فرخندہ ساعات سناد نعمت و عیش و عشرت باعتبار تمام واقتدار لاکلام گذرانیدہ آمدہ"

ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ

> "مثل فرزندان میران سید مبارک شاہ ازیں مہلکہ ناگاہ خلاص می ساختند۔

ہرآئینہ نقشِ نکوئی وکرم ایشان برصفحۂ زمان تاقیام قیامت باقی می ماند "

بہارستان شاھی سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف سید ابوالمعالی کی جلاوطنی کے زمانے میں ان کے ساتھ ساتھ رہا تھا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ مصنف نے بہارستان شاھی میں اکثر مقامات پر "ایں دیار" و "آں دیار" کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ جب وہ کشمیر میں تھا تو ہندوستان کو "آں دیار" کہتا تھا اور جس زمانے میں شاہ ابوالمعالی کے ساتھ ہندوستان میں رہا تو کشمیر کو "آں دیار" اور ہندستان کو "ایں دیار" لکھتا تھا۔

مصنف اپنے زمانے کا نامور شخص معلوم ہوتا ہے۔ اسی لئے اس نے کتاب میں کہیں بھی اپنا نام ظاہر نہیں کیا ہے۔ اکبر بادشاہ نے مجاہدینِ آزادیٔ کشمیر کا جو قتل عام سالہا سال تک جاری رکھا تھا اس میں شیعوں کے ساتھ ساتھ سنّی بھی شامل تھے۔ اس مردم کشی کے دورِ دورہ میں صرف ان ہی لوگوں کو امان دے دی گئی تھی۔ جنھوں نے شہنشاہ کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈالا تھا۔ بہارستان شاھی میں وہ الفاظ سونے کے حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں جن کے تحت کشمیری حریت پسند سید مبارک خان بیہقی نے جلاوطنی کے زمانے میں شہنشاہ کی پیش کش کو ٹھکرادیا۔ جس کی بنیاد پر انھیں اذیتیں دی گئیں اور آخرکار مصنف نے "شہید رفت" (۹۹۹ ہجری) ان کی تاریخ وفات کہہ کر اس بات کا انکشاف کیا کہ وہ مردِ غیور بھی سامراجی ہتھکنڈوں کا شکار ہوا تھا ورنہ لفظ "شہید" مصنف نہ لکھتا۔

سلطان زین العابدین کے زمانے میں جو خلاف شرع رسمیں وجود میں آئی تھیں۔ مصنف نے ان کی روشنی میں سلطان کی کھل کر تنقید کی ہے۔ اس بارے میں وہ لکھتا ہے کہ

> "علماء و فضلاء و سادات و قضاتِ ایں دیار ہم آں رسوم بجامی آوردند۔ و از آں ہیچ کراہیت نمی دانستند۔ چہ جا آنکہ کسے ایشان را منع و اجتناب می کرد۔ و ہم چنیں ضعفِ اسلام و زبونیِ شرائع و احکام و قوتِ کفرہ عبیدۂ اصنام و رونقِ فجور و آثام شائع و غالب بود تا تشریف قدوم حضرت امیر شمس الدین عراقی قدس اللہ سرہ و بہ برکت مساعی جمیلہ و اہتمام جزیلہ آں حضرت کفرہا برطرف شدہ و رونق دین اسلام و رواجِ شریعتِ حضرت سیدانام بیُمن اہتمام آں مرشد ایام بہ ظہور رسید"

اسی طرح بہارستان شاھی میں مرزا حیدر کاشغری کے مذہبی تعصب کا پردہ اس طرح چاک کیا گیا ہے

کتابوں سے استفادہ کر کے اپنی کتابوں کی زینت بڑھادی ہے۔ کاش یہ حضرات کسی لغت میں "رافضی" کے معنی دیکھتے !

خیر یہ تو تھے آج سے سیکڑوں برس پہلے کے مورخین جبکہ لوگ غیر مہذب اور جاہل تھے۔ اب زمانۂ حال کے "روشن خیال" لوگوں کو بھی ملاحظہ فرمائیے۔ پروفیسر محمد طیب شاہ صدیقی المتخلص بہ ضیغم کشمیری مختلف سرکاری عہدوں پر فائز تھے۔ اب ملازمت سے سبکدوش ہوگئے ہیں اور پنشن پارہے ہیں۔ موصوف اردو فارسی کے بھی استاذرہ چکے ہیں۔ انھیں کتاب لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ ان کی تحریروں سے تعصب کی عفونت اس قدر آتی ہے کہ ان کی روشن خیالی اور علمی معلومات کی تنگ دامانی پر حیرت اور افسوس ہورہا ہے۔ فرماتے ہیں کہ

> " ایران میں خاندان صفوی کے برسر اقتدار آنے کا سب سے بڑا ذریعہ اس خاندان کا نمائشی تشیع اور رفض تھا۔ خاندانِ صفوی نے تشیع کے پردے میں رفض اور رافضیت کو اپنا مسلک بنایا۔ کشمیر کی طرف ملّا یا یزید اور میر شمس الدین عراقی رفض کو فروغ دینے کے لیے بھیج دیے گئے۔ چک خاندان نے حکومت پر غاصبانہ قبضہ کیا تھا۔ میر شمس عراقی اس خاندان میں اپنا اثر ورسوخ پیدا کرنے میں کامیاب ہوا اور اس خاندان کے چند افراد غازی چک، یوسف چک اور یعقوب چک کو غالی اور رافضی بنالیا۔ ان حکمرانوں نے اسلام اور بزرگان دین پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا۔ عوام پر تو اہل بیت کے نام لیواؤں کے نام سے تدریج رافضیت کرتے رہے۔ غازی چک نے حضرت سلطان (شیخ حمزہ مخدوم) کو شہر بدر کیا۔ اور وہ بیروہ کی طرف چلے گئے۔ حضرت سلطان العارفین نے نہ صرف جہاد اکبر سے ان ظالموں کو مقہور کیا بلکہ اکبر جلال الدین کی فوجیں یہاں بلوانے کا انتظام فرمایا۔ یوسف شاہ کے دوران حکومت میں رفض کا غلبہ رہا۔ حضرت سلطان نے ایک وفد عمائدین متین کا تیار کیا جو کہ بہرکردگی جناب صرفی و بشمولیت حضرت خاکی اکبری دربار میں چلا گیا تاکہ اکبر اپنی فوجیں بھیجدے۔ اور ملک کو ان نامعقول اور عیش پرست ظالموں سے نجات دے اور ضلالت کا خاتمہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، مرکزی فوجیں کشمیر میں آئیں اور کشمیر سلطنت مغلیہ میں شامل ہوا۔"[1]

---

[1] تذکرۃ العارفین ص ۲۱، ۹۶۰۔

کتابوں سے استفادہ کرکے، اپنی کتابوں کی زینت بڑھا دی ہے۔ کاش یہ حضرات کسی لغت میں "رافضی" کے معنی دیکھتے!

خیر یہ تو تھے آج سے سیکڑوں برس پہلے کے مورخین جبکہ لوگ غیر مہذب اور جاہل تھے۔ اب زمانۂ حال کے "روشن خیال" لوگوں کو بھی ملاحظہ فرمایئے۔ پروفیسر محمد طیب شاہ صدیقی المتخلص بہ ضیغم کشمیری مختلف سرکاری عہدوں پر فائز تھے۔ اب ملازمت سے سبکدوش ہوگئے ہیں اور پنشن پارہے ہیں۔ موصوف اردو فارسی کے بھی استاد رہ چکے ہیں۔ انھیں کتاب لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ ان کی تحریروں سے تعصب کی عفونت اس قدر آتی ہے کہ ان کی روشن خیالی اور علمی معلومات کی تنگ دامانی پر حیرت اور افسوس ہورہا ہے۔ فرماتے ہیں کہ

> "ایران میں خاندان صفوی کے برسراقتدار آنے کا سب سے بڑا ذریعہ اس خاندان کا نمائشی تَرفّض تھا۔ خاندانِ صفوی نے تشیع کے پردے میں رفض اور رافضیت کو اپنا مسلک بنایا۔ کشمیر کی طرف ملّا بایزید اور میر شمس الدین عراقی رفض کو فروغ دینے کے لیے بھیج دیے گئے۔ چک خاندان نے حکومت پر غاصبانہ قبضہ کیا تھا۔ میر شمس عراقی اس خاندان میں اپنا اثر و رسوخ پیدا کرنے میں کامیاب ہوا اور
>
> • اس خاندان کے چند افراد غازی چک، یوسف چک اور یعقوب چک کو غالی اور رافضی بنالیا۔ ان حکمرانوں نے اسلام اور بزرگان دین پر عرصۂ حیات تنگ کردیا۔ عوام پر تو اہل بیت کے نام لیواؤں کے نام سے ترویج رافضیت کرتے رہے۔ غازی چک نے حضرت سلطان (شیخ حمزہ مخدوم) کو شہر بدر کیا۔ اور وہ بیروہ کی طرف چلے گئے۔ حضرت سلطان العارفین نے نہ صرف جہادِ اکبر سے ان ظالموں کو مقہور کیا بلکہ اکبر جلال الدین کی فوجیں یہاں بلوانے کا انتظام فرمایا۔ یوسف شاہ کے دوران حکومت میں رفض کا غلبہ رہا۔ حضرت سلطان نے ایک وفد عمائدین متین کا تیار کیا جو کہ بسرکردگی جناب صرفی بہ شمولیت حضرت خاکی اکبری دربار میں چلا گیا تاکہ اکبر اپنی فوجیں بھیجدے۔ اور ملک کو ان نامعقول اور عیش پرست ظالموں سے نجات دے اور ضلالت کا خاتمہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، مرکزی فوجیں کشمیر میں آئیں اور کشمیر سلطنت مغلیہ میں شامل ہوا"

---

[1] تذکر العارفین ص ۲۱ ، ۹۲۰۔

پروفیسر ضیغم کشمیری ایک اور کتاب میں فرماتے ہیں کہ

"جاہل چک حکمرانوں نے اکثر کتب خانے نذر آتش کرائے تھے۔ ان میں شیخ صرفی کا کتب خانہ بھی تھا"[1]

جناب ضیغم کشمیری اگر اپنے بیان کی تائید میں کسی کتاب کا حوالہ دیتے تو زیادہ بہتر رہتا اور ان کی معلومات کی بنیاد بھی معلوم ہوتی۔ انھوں نے جو کچھ بھی لکھا ہے وہ اپنی طرف سے بڑھایا ہے۔ اس لئے ان کا ایک ایک جملہ نہ صرف لغو، مہمل، غلط اور بے بنیاد ہے بلکہ گمراہ کن بھی ہے۔ اگر وہ کسی چھوٹی سے چھوٹی تاریخ پر بھی انحصار کرتے تو اس قدر لغویات کا شکار نہ ہوتے۔ کس قدر جھوٹ فرماتے ہیں کہ میر شمس الدین عراقی نے یوسف چک اور یعقوب چک کو رافضی بنا دیا" ایسے عالم کا کیا کرے کوئی" جس کو یہ تک نہ معلوم ہو کہ میر شمس الدین کا انتقال کب ہوا تھا۔ ان کا انتقال ۹۳۲ھ میں ہوا۔ اس وقت یوسف شاہ اور یعقوب شاہ پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ ہاں غازی خان کم سن تھے لیکن ان کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔

پروفیسر صاحب کا یہ ارشاد بھی غلط ہے کہ غازی شاہ نے شیخ حمزہ مخدوم کو سری نگر سے بدر کیا تھا۔ یہ شرانگیز پروپگنڈا مولوی محمد شاہ سعادت نے اپنی طرف سے محض "فی سبیل اللہ فساد" کے لئے تاریخ کشمیر مولفہ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری کے حاشیے میں کیا ہے۔ کاش ضیغم کشمیری اس تاریخ کا کوئی قلمی یا پرانا مطبوعہ نسخہ ملاحظہ فرماتے۔ یہ افسانہ من گھڑت ہے۔ اور اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ ان کا یہ کہنا بھی بہتان اور مضحکہ خیز ہے کہ چونکہ یوسف شاہ کے زمانے میں رفض کا غلبہ رہا اس لئے شیخ حمزہ مخدوم نے ایک وفد اکبر بادشاہ کے پاس تسخیر کشمیر کے لئے روانہ کیا۔ ضیغم کشمیری کی داد دیجئے انھوں نے شیخ حمزہ پر کتاب شائع کی لیکن یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ ان کا انتقال کب ہوا تھا۔ شیخ حمزہ مخدوم کا انتقال ۹۸۴ھ میں ہوا۔ "مخدوم مرحوم" مادۂ تاریخ ہے۔ جبکہ یوسف شاہ ان کی وفات کے دو سال کے بعد ۹۸۶ھ میں تخت نشین ہوئے تھے۔ شہنشاہ اکبر نے ۹۹۴ھ میں معاہدۂ الحاق کے تحت جس کی تیاری شیخ صرفی کر رہے تھے کشمیر کو فتح کیا۔ پروفیسر صاحب کا یہ کہنا کہ سفید جھوٹ ہے کہ سلاطین چک نے لوگوں کو پریشان کیا اور ان کے مکان نذر آتش کیے۔ برعکس اس کے کتب تواریخ میں "تاراج

---

[1] رشحات صرفی ص۳۲۔

مردم شیعہ" کے اوراق سیاہ ترین باب کا اضافہ کر رہے ہیں۔ اس کے لئے مقدمہ کے آخری صفحات ملاحظہ ہوں۔

کشمیر میں مغلوں کے سبز قدم رکھنے سے پہلے شیعہ سنی فرقوں میں بڑا اتحاد اور میل جول تھا۔ کبھی کوئی فرقہ وارانہ فساد نہیں ہوا تھا۔ شاہ میری خاندان کے بادشاہوں کے زمانے میں شیعہ سنی بھائی بھائی کی طرح رہتے تھے اور آپس میں شادیاں بھی ہوتی تھیں۔ سلطان سکندر اور ان کے بعد سلطان زین العابدین کے عہد میں کئی شیعہ علماء وارد کشمیر ہوئے تھے۔ ان میں سید حسین شیرازی اور امیر سید محمد مدنی قابل ذکر ہیں۔ ان سے پہلے سید علی ہمدانی بھی تشریف لائے تھے۔ بقول اعظم دیدہ مری وہ امام حسین علیہ السلام کی اٹھارویں پشت سے تھے[1] ان کے ورود کشمیر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں شیعہ سنی میں یگانگی تھی۔ جب مرزا حیدر کاشغری نے کشمیر فتح کیا اور یہاں کے لوگوں کا قتل عام کیا تو بعض مفاد پرست پھولے نہیں سمائے۔ انھوں نے تاریخ کہی "فتح مکرر" (۹۴۸ھ ہجری)۔ مرزا کاشغری نے اپنی حکومت کے استحکام کے لئے کشمیر میں شیعہ، شافعی، نوربخشیہ اور ہمدانیہ مسلک کے پیروکاروں کا صفایا کیا۔ ان لوگوں پر پابندی لگادی۔ اس نے شیعوں کا قتل عام کیا۔ اس کی تاریخ "دشت کربلا" ہے جس سے ۹۵۸ھ کا سال ہجری برآمد ہوتا ہے۔ اس کے بعد دولت چک نے جب اقتدار سنبھالا تو انھوں نے ان تمام مذہبی پابندیوں کو ہٹا دیا جو کاشغری نے عائد کی تھیں۔ سلاطین چک کے زمانے میں شیعہ سنی اتحاد قائم تھا۔ لوگ آپس میں شادیاں کر کے رشتوں کو استوار کرتے تھے۔ جامع مسجد میں ائمہ معصومین کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ نماز جمعہ دونوں فرقے حنفی پیشواؤں کے پیچھے پڑھتے تھے۔ قضات بھی حنفی ہی ہوتے تھے۔ ارکان سلطنت بھی سنیوں پر مشتمل تھے شیعہ حکمراں ہونے کے باوجود ملک میں حنفی قانون نافذ تھا۔ دراصل یہاں کے شیعہ سنی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے ذمہ دار شہنشاہ اکبر ہیں۔ انھوں نے اپنے بزرگوں کی شکست وناکامی کا بدلہ چکوں سے لیا۔ یعنی چک بادشاہوں نے شہنشاہ بابر، شہنشاہِ ہمایوں اور شہنشاہ اکبر کو کئی مرتبہ شکست فاش دی تھی۔ اکبر ہمیشہ کشمیر کو اپنی جاگیر سمجھتے تھے۔ اسی لئے وہ کشمیر کو "باغ خاصہ" کہتے تھے۔ جب انھیں کشمیر فتح کرنے میں دشواریاں پیش آئیں تو انھوں نے سیاسی حربوں کے ذریعہ سے یہاں کے باہمی اتحاد و یگانگی کو درہم برہم کر کے مذہبی

---

[1] اردو ترجمہ تاریخ کشمیر اعظم دیدہ مری ص۱۱ مطبوعہ دہلی کالج ۱۸۴۵ء

منافرت پھیلائی۔ اس کے باوجود شیعہ سنی حریت پسندوں نے ڈٹ کر اکبر کا مقابلہ کیا۔ سادات بیہقی کے افراد سید مبارک خاں، سید ابوالمعالی، سید حسین خاں اور شمس چک کیواری، بہرام نایک وغیرہ تو آخر سنی ہی تھے۔ اکبر نے یوسف شاہ کے ساتھ عہد شکنی کر کے دولت کے سہارے کشمیر کو مسخر کیا۔ قتل عام عرصہ تک جاری رکھا۔ اکبر کے حامیوں نے تسخیر کشمیر کی تاریخ "خیر مقدم" کہی جس سے ۹۹۴ھ کا سال نکلتا ہے۔ مخالفوں نے بھی تاریخ کہی "ظلم بے حد" اس سے بھی ۹۹۴ھ کا سال برآمد ہوتا ہے۔ مغلوں کو جب یعقوب شاہ کی مزاحمتوں سے دوچار ہونا پڑا تو انھوں نے کشمیریوں کے خلاف ناشائستہ الفاظ استعمال کرنے شروع کئے۔ ابوالفضل یعقوب شاہ کو کمینے اور بدنہاد کہا کرتے تھے۔ ان کا یہ قول بھی مشہور رہے کہ "کشمیر جنت است مردمانِ ایں جا دوزخی اند" مغل کشمیریوں کے خلاف یہ بھی کہتے پھرتے تھے کہ

اگر قحط الرجال افتد ازآں سہ جنس کم جوئی — اول کنبوہ، دویم افغان سویم بدذات کشمیری
زکنبوہ حیلہ می آید ز افغاں کینہ می آید — زکشمیری نمی آید بجز اندوہ و دلگیری

مغلوں نے کشمیر پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کے لئے آزادی پسند حکیوں پر گوناں گوں مظالم توڑ دیے۔ ان کی یادگاریں مٹائیں اور شیعوں سنیوں کے خلاف مذہبی منافرت پھیلانے کے لئے مورخین کی جھولیاں بھر دیں۔ مغلوں کے بعد کشمیریوں نے پٹھانوں کی غلامی قبول کی۔ انھوں نے بھی مغلوں کی پھیلائی گئی مذہبی منافرت کی آڑ میں شیعوں کو نشانۂ ظلم بنایا۔ پٹھانوں کے بعد کشمیریوں نے سکھوں اور پھر ڈوگروں کا طوق غلامی فخر سے اپنی گردنوں میں ڈالا۔ ان کے عہد حکومت میں بھی شیعہ ہی مظالم کا شکار ہوئے۔ آخر یہ کیونکر ہوتا تھا۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ کشمیر کے سلاطین چک شیعہ تھے۔ وہ بڑے بہادر اور غیور تھے۔ انھوں نے بار بار مغلوں کو شکست دی۔ مورخین نے بوالہوسی میں غلط تاریخیں مرتب کر کے لوگوں میں شیعوں کے خلاف منافرت اور تعصب کا بیج بویا۔ انہی حالات کے پیش نظر راقم نے بہارستان شاہی کے متن سے پہلے کتاب میں طویل مقدمہ ترتیب دیا ہے۔ یہ دو ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں میر شمس الدین عراقی اور دوسرے میں سلاطین چک کے بلند اور قابل فخر کارنامے مستند حوالوں سے بیان کیے گئے ہیں۔ میر شمس الدین عراقی اور تاریخ کشمیر میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ مورخین نے انھیں غلط رنگ میں پیش کیا۔ اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں انھوں نے جو ناقابل فراموش خدمات انجام دیں وہ کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ مگر مورخین نے بربنائے تعصب اس کا شمہ بھر بھی کہیں ذکر نہیں کیا ہے۔ چھلکتی ہوئی

نظر ڈالنے والے مورخین کو سلاطین چک میں برائیوں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ مقدمہ میں ان کے عدل و انصاف، سخاوت، شجاعت اور علم دوستی کے اہم واقعات بیان کئے گئے ہیں۔

مرتب کو اس بات کا احساس ہے کہ کشمیر میں میر شمس الدین عراقی اور سلاطین چک کی وجہ سے شیعہ مسلمانوں کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا ہے۔ میں خود بھی شیعہ ہوں اس لئے مجھ پر یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ جو مظالم مغلوں اور دوسرے غیر ملکی حکمرانوں نے کشمیر کے شیعوں پر ڈھائے ہیں اور جو غلط فہمیاں انھوں نے اپنی حکومتوں کے استحکام کے لئے شیعہ اور سنی مسلمانوں میں پیدا کی ہیں ان کی اصلیت کے اسباب بیان کروں۔ میں نے ایک محبِ وطن کشمیری ہونے کی حیثیت سے وہ تمام واقعات پیش کیے ہیں جو کتب تواریخ میں درج تو ہیں لیکن مورخوں نے محض بر بنائے تعصب آج تک کھل کر بیان نہیں کئے ہیں۔

راقم کو بہارستان شاھی کا ایک مکمل نسخہ عرصہ ہوا دستیاب ہوا تھا۔ اس کا مقابلہ جب لندن کے نسخوں سے کیا گیا جن کے فوٹو اسٹیٹ حکومت جموں و کشمیر کے محکمہ ریسرچ کے کتاب خانے میں موجود ہیں تو کوئی خاص فرق نظر نہیں آیا۔ نسخۂ برٹش میوزیم اور راقم کے نسخے میں سو فیصد مطابقت پائی جاتی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ دونوں نسخے ایک دوسرے کی نقلیں ہیں۔ ترتیب کے دوران جو سہولتیں صاحبزادہ حسن شاہ اور صاحبزادہ محمود احمد ڈائرکٹر لائبریریز اینڈ ریسرچ ریاست جموں و کشمیر نے مرتب کو فراہم کی تھیں اس کے لئے وہ ان دونوں بھائیوں کا ممنون ہے۔

متن کے حواشی میں مستند لغات کی مدد سے مشکل الفاظ کے معنی درج کئے گئے ہیں۔ فہرستِ ماخذ میں بہارستان شاھی کے صفحوں کے جو نمبر دیے گئے ہیں وہ مخطوطہ کے مطابق ہیں۔ مقدمات میں حرف "ح" سے مراد حاشیہ ہے۔ اصل مخطوطے میں ابتدا سے آخر تک عبارتیں سلسلہ وار ہیں۔ راقم نے ابواب اور متن کی مختلف سرخیاں مرتب کی ہیں۔ جن نایاب اور نادر مخطوطات سے استفادہ کیا گیا ہے ان میں اکثر و بیشتر غیر مطبوعہ ہیں اور وہ ریاست کشمیر کے محکمۂ ریسرچ میں محفوظ ہیں۔

مجھے بہارستان شاھی کے مقدمات کی ترتیب دینے کے سلسلے میں کئی مرتبہ خدا بخش لائبریری پٹنہ اور لکھنؤ کے مختلف کتاب خانوں کی خاک چھاننا پڑی۔ ڈاکٹر نیر مسعود نے بھی مقدمات کی ترتیب کے بارے میں اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔ میں ان کتاب خانوں کے منتظمین اور ڈاکٹر موصوف کا بھی شکر گزار ہوں۔

آخر میں جناب حجۃ الاسلام آغا سید یوسف الموسوی الصفوی صدر انجمن شرعی شیعان

جموں و کشمیر کا شکریہ ادا کرنا راقم الحروف کے لئے لازم و ملزوم ہے۔ اگر آنجناب بہارستانِ شاہی کی اشاعت کی طرف توجہ نہ فرماتے تو تاریخ کشمیر کا یہ نادر، نایاب اور مستند نسخہ منظرِ عام پر کبھی نہ آتا۔ تصویروں کی فراہمی کے لئے جو زحمتیں آغا صاحب کے فرزند جناب سید محمد فضل اللہ نے اٹھائیں مرتب ان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہے۔

اکبر حیدری

۲۲ر فروری ۸۳ء لکھنؤ

اسلام قبول کرد۔ واز ادیانِ باطلہ و مذاہب فاسدہ تبرّا نمود۔ اول بادشاہے کہ در ممالک کشمیر بشرف اسلام مشرف شد رینچو بود۔ از برائے بلبل شاہ قلندر نزدیک حولیِ خود خانقاہے بنا کرد۔ و جاگیر برائے وے تعین نمودند"[1]

بلبل شاہ راجہ سہدیو کے دورِ حکومت (۱۳۰۱ء ــ ۱۳۲۰ء) میں منگولوں کے حملے کے خوف سے ایک ہزار پناہ گزینوں کے ساتھ ترکستان سے کشمیر آئے۔ وہ امام موسیٰ کاظم کی اولادوں میں سے تھے۔ اسی لیے موسوی سید کہلاتے تھے۔ انہی کے مشورہ سے رینچن نے اسلامی نام صدرالدین رکھا تھا[2]۔

بلبل شاہ اور سید علی ہمدانی (متوفی ۷۸۶ھ ہجری مطابق ۱۳۸۵ء) کے بعد اشاعت اسلام کے سلسلے میں میر شمس الدین عراقی کا نام قابلِ ذکر ہے۔ وہ نوربخشیہ مسلک کے پیرو تھے۔ اس مسلک کے بانی سید محمد بن محمد بن عبداللہ تھے۔ وہ کوہستان کے مقام قائین میں ۷۹۵ھ ہجری مطابق ۱۳۹۳ء میں پیدا ہوئے تھے حصول تعلیم کے بعد خواجہ اسحاق ختلانی کے خلیفہ ہوئے۔ خواجہ صاحب بذاتِ خود سید علی ہمدانی کے مرید اور شیعہ مذہب کے مسلک تھے۔ انھوں نے ہی سید محمد کو نوربخش کا لقب دیا تھا۔ سید محمد نوربخش سید علی ہمدانی کے بلاواسطہ مرید بھی تھے۔ خواجہ صاحب نے سید محمد نوربخش کو سید علی ہمدانی کا خرقہ دے کر ان کے مہدی اور امام ہونے کا اعلان کیا۔ اس پر امیر تیمور (متوفی ۸۰۷ھ مطابق ۱۴۰۵ء) کے بیٹے شاہ رخ مرزا (متوفی ۱۴۴۶ء) نے سید محمد نوربخش کو قید کیا۔ وہ اپنے موقف پر سختی سے کاربند رہے۔ اس لیے انہیں تین مرتبہ قید و بند کی صعوبتیں جھیلنی پڑیں۔ شاہ رخ کے انتقال کے بعد انھیں قید سے رہائی ملی تھی[3] ان پر مہدویت کے دعویٰ کا الزام بے بنیاد تھا۔ تفصیلات نوربخشیہ کے حاشیے میں ملیں گی۔

سید محمد نوربخش بقول مولوی حشمت علی لکھنوی سید علی ہمدانی کے بھانجے تھے[4] ان کا انتقال ۸۶۹ھ مطابق ۱۴۶۴ء میں ہوا۔ ان کی عمر ۷۳ سال تھی۔ اور وہ شیعہ تھے[5]

سلطان سکندر (متوفی ۸۱۶ھ مطابق ۱۴۱۳ء) کے بعد جس مبلغ دین اور مجاہد اولوالعزم نے کشمیر کے چپّہ چپّہ پر اسلام پھیلایا تھا وہ حضرت سید امیر شمس الدین محمد عراقی تھے۔ تاریخ کشمیر میں وہ مکسر الاصنام کے لقب سے مشہور ہیں[6]۔ ان کے کچھ حالات "تحفۃ الاحباب" میں درج ہیں۔ اس کا ایک مخطوطہ ان کی اولاد جناب آغا سید یوسف قبلہ کے کتاب خانے میں محفوظ ہے۔ کتاب میں مصنف کا نام کہیں درج نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے مرزا حیدر کاشغری کی شیعہ کشی کا پردہ چاک کیا ہے۔ مصنفِ کتاب نے ابتدا میں اپنے والد کا نام مولانا جمال الدین خلیل اللہ لکھا ہے۔ جو میر شمس الدین عراقی کے

نامور مریدوں میں تھے۔ مخطوطہ میں سالِ تصنیف یا سنہ کتابت درج نہیں ہے۔ اس میں میر دانیال کی شہادت تک کے واقعات ہیں ان کی شہادت ۹۵۷ھ ہجری میں ہوئی تھی۔ اس لحاظ سے تحفتہ الاحباب کا سالِ تصنیف ۹۵۸ھ ہجری میں قرار دیا جا سکتا ہے اور یہ تاریخ کشمیر سے متعلق فارسی کا قدیم ترین نسخہ ہے۔

تحفتہ الاحباب میں میر شمس الدین کے نام کے ساتھ یہ القاب درج ہیں " حضرت قطب المحققین مکمل الکاملین، مزنی الواصلین، آفتاب فلکِ سیادت، خورشید سپہرِ دودمانِ ولایت، منظرِ آثارِ معارفِ الٰہی، منبع متاثرِ حقایق نامتناہی، حامی قواعدِ شریعتِ مصطفیٰؐ، رافع اعلامِ طریقۂ آئمہ ہدیٰ اللامع مصابیح ولایت انوار الحقائق والمعارف الفائض من ینابیع ارشادت، اسرار کمالات العوارف المختص بعنایات الملک الباقی شمس الحق والحقیقت والملت والدین "

بود دریں گنبدِ فیروزہ فام — قطب زماں شمس فلک احترام
محرمِ رازِ حرمِ کبریا — محیی رسم و رہِ دشِ اولیا
عارفِ حق شیخ ولایت پناہ — شمس ہدا قطب فلک دستگاہ
پیر ہدا بود ولیِ خدا — بر ہمہ خلقِ خدا رہنما
باطن او مظہرِ انوارِ حق — سینۂ او مخزنِ اسرارِ حق
گوشِ دلش محرمِ رازِ خدا — اہل طلب را شدہ مقتدا
ظاہر او شمس دوم بر زمین — باطنِ او ہمدم روح الامین
دست و عصائش کرامت دہیم — چوں ید بیضا و عصائے کلیم
بر در او ہر کہ ارادت نمود — فصل و لشیں راہ سعادت نمود
وانکہ در آیات وے انکار کرد
رو شدہ سر در سرایں کار کرد

" آفتاب فلکِ سیادت " سے معلوم ہوتا ہے کہ میر شمس الدین محمد عراقی سادات سے تھے۔ اسی کتاب میں آگے چل کر یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ موصوف موسوی سیّد اور شاہانِ صفویہ کی اولادوں میں سے تھے میر عراقی کا شجرہ زڈی بل سری نگر کے ایک نامور شخص میر ہاشم خراسان میں شیخ محمد حر سے مرتب کرا کے لائے تھے۔ شیخ محمد غالباً وہی شخص ہیں جو حج کرنے گئے تھے اور دوران سفر شہر رے میں شاہ قاسم فیض بخش سے کشمیر سے متعلق تبادلۂ خیال کیا تھا۔

میر شمس الدین موضع کُن متصل سولغان میں پیدا ہوئے تھے ۔ سولغان اس زمانے میں عراق عجم کا ایک حصہ تھا ۔ ان کے والدِ بزرگوار کا نام درویش ابراہیم تھا ۔ والدۂ محترمہ سادات قزوین سے تھیں ۔ تحفۃ الاحباب میں درج ہے کہ

"معلوم ضمائر منائر ارباب محبت و مودت و مفہوم خواطر اصحاب اخلاص و ارادت تو ند بود کہ نسب آنحضرت از قبائل شاہانِ صفویہ کہ در ممالکِ عراق و دیار خراسان متوطن مشہور بود ۔ و چونکہ ایشان پسر خواندہ کیان بودند ازیں جہت ایشان را "کے" می نامند ۔ والّا در اصل ایشان سادات موسویہ اند ۔ شجرۂ ایشان را میر ہاشم زڈی بلی بخراسان رفتہ از پیش شیخ محمد حر نوشتہ آوردہ ۔ مولد و منشاء آنحضرت درموضع کُن کہ نزدیک سولغان است واقع بود ۔ و در آں منزل مملوکات و متصرفات و موطن و مساکن آبا و اجداد ایشان از قدیم می بود ۔ و پدر بزرگوار آنحضرت درویش ابراہیم نام داشت والدۂ آنجناب از اولاد سادات قزوین بود"

کتب تواریخ میں میر شمس الدین عراقی کے نام کے ساتھ لفظ "شیخ" بھی استعمال ہوتا ہے ۔ بعض لوگوں کو "شیخ" کی وجہ سے ان کی سیادت مشکوک نظر آتی ہے ۔ اگر ان لوگوں کا مطالعہ وسیع ہوتا تو اس قسم کی غلط فہمی کا شکار نہ ہوتے ۔ یہاں "شیخ" تصوف کی اصطلاح میں آیا ہے ۔ اور صوفیوں میں "شیخ" بڑے بڑے عالم دین کے نام کے ساتھ بطور عظمت و بزرگی لکھا جاتا ہے خواہ وہ سید ہو یا غیر سید ۔ جامی کی "نفحات الانس" اور شاہ عبد الحق محدث دہلوی کی "اخبار الاخیار فی اسرار الابرار" مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ میں جو لوگ اکابرینِ سادات میں شامل ہیں ان کے نام کے ساتھ لفظ "شیخ" ضرور ملتا ہے ۔ ان میں شیخ جنید بغدادی، حمزہ بن عبد اللہ العلوی الحسینی، شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم القرشی الہاشمی، میر سید قاسم انوار اردبیلی اولاد شیخ صدر الدین اردبیلی وغیرہ قابل ذکر ہیں ۔ علامہ قاضی نور اللہ شوستری کی کتاب مجالس المومنین (طہران ایڈیشن ۱۲۹۹ھ) کے صفحات ۲۵۵ تا ۳۵۴ میں بڑے بڑے شیخ المشائخ کا تفصیلی تذکرہ ملتا ہے ۔ مصنف نے ان تمام مشائخ کو صوفیائے کرام کے تحت درج کیا ہے اور اس نے ان مشائخ کو شیعہ قرار دیا ہے ۔ یہاں ان کے شیعہ سنی ہونے سے کوئی مطلب نہیں ہے صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ لفظ "شیخ" ساداتِ باکمال کے نام کے ساتھ بھی لکھا جاتا ہے ۔ علامہ قاضی

تمہید میں لکھتے ہیں کہ :-

"سید حیدر بن علی الآملی در کتاب جامع الانوار فرمود کہ فرقۂ ناجیہ امامیہ ایدہم اللہ تعالیٰ دو طایفہ اند۔ طائفہ آنکہ حامل ظاہر علوم رسول مجتبیٰ و آئمہ ہدیٰ اند۔ کہ عبارت از طریقت و ایقان باشد۔ و اوّل موسوم است بہ مومن فقط و ثانی بہ مومن ممتحن و شیعی و صوفی عبارت از ایں دو طائفہ اند۔ زیرا کہ شیعی و صوفی دو اسم متغائر اند، کہ مراد از ایشان حقیقت واحدہ است یعنی کہ حامل شریعتِ محمدیہ باشد بحسب ظاہر و باطن بعد از آں فرمودہ کہ اگر گویند کہ اکثر صوفیہ بحسب ظاہر و باطن بر طریقۂ اہل سنت و اصول قواعد ایشان اند۔ پس چگونہ ایشان را شیعہ حقیقی تواں گفت۔ گوئیم صوفیہ فرق بسیار اند مانند شیعہ۔ امّا فرقۂ حقیہ از ایشان یکیست و آں فرقہ ایست کہ حاملِ اسرار سید مختار و آئمہ اطہار باشند و ایمان بحسب ظاہر و باطن داشتہ باشند۔ ہمچنانکہ فرقۂ حقیہ ناجیہ از فرق متکثرہ شیعہ یکیست و آں امامیہ اثناعشریہ اند کہ قواعد احکام ایشان در فروغ مبین است۔ بنقل صحیح از نبی و عترتِ علیہم السلام و مولف عقیدۂ آنست کہ ہیچ کس از ایں طائفہ رفیعہ سنّی مذہب نہ بودہ" [1]

علامہ شوستری نے جن مشائخ کا تذکرہ کیا ہے ان کا سلسلۂ ولایت حضرت علیؑ تک پہنچتا ہے۔ ان میں سے اکثر و بیشتر سادات میں سے ہیں اور ان کے نام کے ساتھ "شیخ" استعمال کیا ہے۔ موصوف نے میر سید علی ہمدانی کے نام کے ساتھ بھی "شیخ" لکھا ہے۔ صفحہ ۲۵۰ میں لکھتے ہیں کہ

"شیخ مشائخ و سید متالہین امیر سید علی قدس اللہ سرہ"

ذیل میں اس قسم کی چند اور مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

"شیخ جنید بغدادی۔ از جملۂ سادات و اکابرین ایں طائفہ" (صفحہ ۲۶۶)

"قطب الآفاق سلطان شیخ صفی الدین اسحٰق اردبیلی کہ جد اعلائے طبقۂ علیہ سلاطین صفویہ موسویہ است۔" (صفحہ ۲۷۳)

"شیخ صدر الدین موسوی خلف شیخ صفی الدین اسحٰق" (صفحہ ۲۷۳)

"السید العارف الموحد شیخ قطب الدین حیدر التونی" (صفحہ ۳۶۲)

"شیخ" کی وضاحت

لغات اور کتب صوفیاء میں "شیخ" ان بزرگانِ دین کے اسمائے گرامی کے ساتھ استعمال ہوا ہے

جنھوں نے اسلام کی اشاعت میں کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا میں مستند حوالوں سے کئی صفحات میں "شیخ" کی تشریح کی گئی ہے۔ یہ عربی لغت کا لفظ ہے۔ اس کے دو مفہوم ہیں۔ (۱) خاص اور (۲) عام۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) کسی دینی یا روحانی سلسلے کا بانی، مگر اس کے جانشین کو جو اس سلسلے کی گدی سنبھالے یا ان لوگوں کو جو اس کی مختلف شاخوں کے رئیس ہوں کو بھی شیخ کہہ دیا جاتا ہے۔ شیخ الطریقہ اپنے سلسلے کا دینی اور دنیوی دونوں امور میں رہنما ہوتا ہے۔ اس میں لازمی طور پر تمام اخلاقِ حسنہ پائے جانے چاہئیں۔ اسے عالی ظرف، زہد کیش اور تمام اوصافِ حمیدہ کا حامل ہونا چاہیئے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ اسے علم وافر حاصل ہو۔ وہ اللہ کا برگزیدہ بندہ ہوتا ہے۔ اور اللہ اس پر اپنی برکت نازل کرتا ہے۔ اس لیے وہ بندے کو اللہ تک پہنچانے کا وسیلہ ہوتا ہے۔ اسے قانون الٰہی یا شریعت کا مکمل علم ہوتا ہے۔ وہ وساوس نفسانیہ اور ان کے علاج سے واقف ہوتا ہے۔ اپنے طریقے کی مخصوص تعلیمات کا بانی یا وارث ہونے کی وجہ سے وہ صاحبِ سِرّ ہوتا ہے (یعنی اس کی رضا قادرِ مطلق کی مشیت سے فیض یاب ہوتی ہے) وہ صوفیوں کی روایات کا جاری رکھنے والا ہوتا ہے۔ اس کے دل میں ان خیالات کے سوا جو اللہ عزوجل نے یا بانی سلسلہ نے جو عالم ملکوت کے اندر حظیرۃ القدس میں صاحبِ مرتبہ ہوتا ہے اور وجود اقصیٰ کے مقدس خیالات سے براہ راست فیض یاب ہوتا ہے [مرید کی نظر میں شیخ ہر قسم کی روحانی فضیلتوں کا پیکر ہوتا ہے] اور [اللہ تعالیٰ کی طرف سے] اسے تصرف اور کشف و کرامات کی قدرت عطا کی جاتی ہے۔

(۲) عام معنوں میں شیخ سے مراد وہ شخص ہے جس پر بڑھاپے کے آثار نمایاں ہوں۔ جس کی عمر پچاس سال سے اوپر ہو گئی ہو۔ اس کا اطلاق معمّر قرابت داروں پر بھی ہوتا ہے۔ قوم یا خاندان کا سردار بھی شیخ کہلاتا ہے۔ زمانۂ قبل از اسلام میں سیّد یعنی سردارِ قوم کو اکثر اوقات شیخ کا لقب دیا جاتا تھا جس کا مفہوم عمر میں بلوغ کامل اور اسکے لیے ذہنی قوی میں رشد تام ہوتا تھا۔ اسلامی دور کی تاریخ میں یہ لفظ بڑی کثرت کے ساتھ اعلیٰ سردار کے معنوں میں استعمال ہوا۔ بالخصوص ایسے مدعیانِ حکومت جو عربوں کی روایات کے احیاء کے خواہاں تھے۔ اس لفظ کو اختیار کر لیتے تھے۔ مثلاً چوتھی صدی ہجری میں مصلح ابو یزید نے شیخ المومنین کا لقب اختیار کیا۔

موجودہ وقت میں اس لقب کو جو ایک وقت ایک مہذب طرزِ خطاب تھا ہے اور اہمیت

کا ایک نشان بھی۔ یعنی معزز یا محترم۔ وہ تمام لوگ جن کے ہاتھ میں حکومت ہو یا جو کسی شعبۂ نظم و نسق کے مختار ہوں یا جو کسی عہدے یا منصب پر فائز ہوں یہ لقب حاصل کرنے کے لیے آرزومند رہتے ہیں۔ مفتی اعظم یعنی اسلام کے بڑے پیشوا کو شیخ الاسلام، وزیر امور مذہبی کو شیخ الدین، پولیس کے افسر اعلیٰ کو شیخ المدینہ، شہر کے رئیس البلدیہ کو شیخ البلد کہا جاتا ہے۔ اسی طرح دینی مدارس میں شیخ الحدیث، شیخ التفسیر اور شیخ الشیوخ کے القاب عام طور پر مروج ہیں۔

لیکن اس لفظ کی اہمیت مخصوص طور پر اسلامی مذہبی اخوت یا طریقے میں ظاہر ہوتی ہے۔ ان اعزازی القاب میں سے ایک جو پہلے پہل چوتھی صدی ہجری کے نصف آخر میں دینی شخصیتوں کے لیے اختیار کیے گئے۔ بجا لیکہ لفظ اسلام سے مرکب بعض دوسرے القاب ان لوگوں نے اختیار کیے جو صرف دنیوی اقتدار کے مالک تھے شیخ الاسلام کا لقب صرف علماء اور کبھی کبھی صوفیہ کے لیے مخصوص رہا ہے جس طرح کہ وہ دوسرے اعزازی القاب جن کا پہلا جز لفظ شیخ ہے۔ آنے والی صدیوں میں اس کی دوسری مثالیں صوفی شیخ صفی الدین اردبیلی اور علامہ التفتازانی ہیں۔

خود میر شمس الدین عراقی کے جد اعلیٰ سید صفی الدین اردبیلی اور ان کے صاحبزادوں کے نام کے ساتھ (جیسا کہ شجرے میں بھی ظاہر ہوتا ہے) "شیخ" کا لفظ آج تک استعمال ہوتا آرہا ہے۔

۲۔ شیخ صفی الدین۔ ایران کے صفوی بادشاہوں کے جد امجد ۶۵۰ ہجری (۱۲۵۲-۱۲۵۳ء) میں اردبیل میں تولد ہوئے۔ خواجہ کمال الدین عرب شاہ اور خانم دولتی کے بیٹے حضرت علیؑ سے ۲۵ ویں اور ساتویں امام موسیٰ الکاظم سے بیسویں پشت میں تھے۔ چھ سال کے تھے کہ والد انتقال کر گئے۔ شروع ہی سے مذہبی ریاضتوں میں منہمک ہو گئے۔ چونکہ اردبیل کے علماء میں کوئی ایسا نہ ملا جسے وہ بطور استاد پسند کرتے اس لیے وہ شیخ نجیب الدین بزغوش (م ۶۷۸ھ) کے درس میں شرکت کی غرض سے شیراز گئے۔ لیکن موخر الذکر ان کے وہاں پہنچنے سے پہلے انتقال کر گئے۔ انھوں نے پرہیزگار درویشوں اور متقی اشخاص سے واقفیت پیدا کی۔ جن میں شیخ رکن الدین البیضاوی اور امیر عبداللہ بھی تھے۔ آخر کار شیخ صفی الدین نے شیخ زاہد گیلانی سے استفادہ کیا اور ان کے مریدوں میں شامل ہو گئے۔ شیخ صفی کا انتقال ۱۲ محرم ۷۳۵ ہجری مطابق ۱۲ ستمبر ۱۳۳۴ء کو ہوا۔ مرنے سے پہلے اپنے بیٹے شیخ صدر الدین کو اپنا جانشین نامزد کر چکے تھے۔

شیخ صفی الدین درویشوں کے صفوی فرقے کے بانی تھے جس نے بعد میں ایران پر سیاسی اقتدار حاصل کر لیا۔ صفوی لوگ امتیازی نشان کے طور پر بارہ کونوں کی ایک سرخ ٹوپی (تاج حیدر) پہنتے

(بقیہ ص ۳۵ پر)

کتب تواریخ میں شمس الدین محمد عراقی کے ساتھ لفظ "شیخ" نام کا جز نہیں ہے بلکہ جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے یہ لفظ بزرگی کے اعزاز میں آیا ہے۔ ان کے نام کے ساتھ "امیر" اور "میر" نام کے جز کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ "میر" یا "امیر" اصل میں نشان سیادت ہے۔ معتبر کتب لغات میں "میرزا" کے معنی سید ہیں۔ ٹیک چند کی بہار عجم صـ۲۲۴ جلد دوم مطبع نولکشور لکھنؤ میں "میرزا" کے معنی اس طرح درج ہیں۔

"میرزا۔ بیائے معروف۔ این لفظ بیشتر از القاب بادشاہان یا بادشاہزادگان بود۔ دریں روزگار بزرگ زادگان و رئیس پسران اطلاع کنند و در ایران بر سادات نیز جوزاست۔ بخلاف آقا کہ لفظ ترکی است و اطلاق بر سلاطین و امراء درست نیست۔

غیاث اللغات صـ۴۶۱ مرتبہ مولوی غیاث الدین مطبع نولکشور لکھنؤ نفائس اللغات صـ۲۴۳ او حد الدین بلگرامی مطبع مصطفائی لکھنؤ مطبوعہ ۱۲۵۰ھ ہجری میں بھی "میرزا" سید کے معنی میں آیا ہے۔ ان لغات میں یہ تصریحاً درج ہے کہ "میرزا" دراصل مخفف ہے "امیرزا" کا اور "میر" ہے مخفف "امیر" کا۔ الف کثرت استعمال سے حذف ہو گیا ہے۔ جیسے کہ بوجہل اور بولہب میں۔ نور اللغات جلد چہارم صـ۲۳ میں میر مخفف امیر کا دکھایا گیا ہے۔ اور یہ بھی لکھا گیا ہے کہ فارسی میں یہ لفظ سید کے اعزازی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوتا ہے کہ شمس الدین محمد عراقی کے نام کے ساتھ "میر" یا "امیر" کے الفاظ سیادت کے لیے آئے ہیں۔ اور یہ دونوں لفظیں ان کے سید ہونے پر دال ہیں۔ جیسے کہ تاریخ کشمیر میں یہ الفاظ میر علی ہمدانی، میر محمد ہمدانی میر سید محمد مدنی وغیرہ اور اردو تذکروں میں میر کا لفظ میر تقی میر، میر حسن، میر انیس اور میر ضمیر وغیرہ کے نام کا ساتھ سید کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

کتب تواریخ سے میر شمس الدین عراقی کی سیادت مسلّم ہے۔ ان کتابوں کے علاوہ راقم الحروف نے ان تمام دستاویزات کو بنظر غور دیکھا ہے جو اس وقت ان کے خاندان کی ایک فرد سید یا قر معرکہ دار (کشمیری اصطلاح میں معرکہ دار امام باڑہ زڈی بل کے متولیوں کو کہتے ہیں) کی ملکیت میں ہیں۔ ان میں سے ۱۱۳۲ھ ہجری اور ۱۱۳۸ھ ہجری کے وہ کاغذات بھی درج ہیں جن کے تحت میر شمس الدین عراقی کی اولاد

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ___________

تھے۔ اسی سے قزلباش کا لقب مخصوص ہوا۔ اسمٰعیل اول صفوی (م ۹۳۰ھ) خاندان صفویہ کے پہلے نامور بادشاہ تھے (دائرہ معارف اسلامیہ صـ۱۳۸-۱۳۹) شیخ صفی الدین اور شیخ زاہد گیلانی کے لیے "صفوۃ الصفا" کی طرف رجوع کریں (فرہنگ ادبیات فارسی دری صـ۳۱۱)

سیادت پناہ میر مختار ولد میر ابوسعید و میر صادق اور میر باقر نے زڈی بل میں اپنی تمام اراضی کو خانقاہ میر شمس الدین کے لیے وقف کر دی تھی۔ وقف نامہ میں صریحاً میر شمس الدین کے نام کے ساتھ لفظ "سید" بھی درج ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

"...... واقفان مذکوران کہ حق و ملکیت آنہا در قبض و تصرفِ مالکانہ خود ہا داشتند۔

..... الی الیوم الوقت ہذا ہمگی و تمامی قطعۂ زمین واقع در محلہ مذکور محدودہ در ذیل وقف

بر خانقاہِ غفراں پناہ سید شمس الدین بت شکن نمود۔"

دستاویز پر حاکم شرع کے علاوہ بہت سے لوگوں کے دستخط اور مہریں ثبت ہیں۔ ان میں سے چند بزرگوں کے نام یہ ہیں۔ ابوالفضل، ملک محمد، مرزا سلطان، خواجہ عبداللہ، محمد مہدی، محمد حبیب اللہ، محمد حسین محمد لطیف میر مرتضیٰ، آقا محمد حسین۔

واقفان زمین کے نام یہ ہیں۔ (١) میر مختار الحسینی، (٢) میر سید باقر الحسینی (٣) سید صادق الحسینی دستاویز پر ٢٢ شہر حمید الاول ١١٣٥ھ ہجری کی تاریخ درج ہے۔

ان کے علاوہ دو اور دستاویز ١٢٢٢ھ ہجری اور ١٢٢٣ھ ہجری کی راقم کی نظر سے گزری ہیں ان میں بھی میر شمس الدین عراقی کے نام کے ساتھ لفظ "سید" درج ہے۔ یہ دستاویز بھی سید باقر موکہ دار کے پاس موجود ہیں۔ ایک اور دستاویز مورخہ ١٣٤٠ھ ہجری کا دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا جو پروفیسر سید سرور حسین پرنسپل اسلامیہ کالج سری نگر کی ملک ہے۔ اس میں سادات خانقاہیہ کو میر سید علی ہمدانی اور سادات زڈی بل کو سید شمس الدین عراقی کی اولاد تسلیم کیا گیا ہے۔ دستاویز میں میر شمس الدین عراقی کو ساتویں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اور میر سید ہمدانی کو امام زین العابدین کی اولاد قرار دیا گیا ہے۔ اس میں میر سید محمد رضا زڈی بلی (متوفی ١١٩٩ھ ہجری) اولادِ میر سید شمس الدین عراقی کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس کی ضرورت یوں محسوس ہوئی تھی کہ ١٣٤٠ھ ہجری میں سادات کشمیر میں خمس یا سہم امام کی تقسیم کے لیے کچھ مشکلات پیش آئی تھیں۔ اور بعض سادات کی سیادت مشکوک نظر آنے لگی تھی۔ ان میں کچھ سادات زڈی بل اور سادات ہمدانیہ شامل تھے۔ دستاویز میں اس زمانے کے عراق، ایران اور کشمیر کے بڑے بڑے علماء نے ان سادات کے موقف کی تائید کی تھی۔ ان میں آقا سید محمد طباطبائی، مرزا ہدایت اللہ، مرزا داؤد، مرزا محمد جواد، ملا حسین طہرانی وغیرہ کے دستخط اور مہریں بھی ہیں۔ دستاویز کرم خوردہ ہے۔ ذیل میں متعلقہ عبارتیں درج کی جاتی ہیں:-

"..... سید شرف ابن نور حدیقۂ اصطفیٰ و حدیقۂ ارتضیٰ میر محمد رضا وغیرہ اولادِ مہر سپہر سیادت وسیادت و دافع کفر و ظلام، مروجِ دینِ اسلام، زبدۂ اولادِ سید المرسلین و آفتاب دودۂ حضرت امیر المومنین حضرت میر شمس الدین عراقی بت شکن کہ اسم شریفش چوں خورشید در آفاق روشن است واز روئے شجرہ وثیقۂ انیقہ ایں دو قبلۂ جلیلہ کہ مزین.

..... مجتہد العصر آقا سید محمد طباطبائی و مرزا ہدایت اللہ، و میرزا داؤد، و میرزا محمد جواد و ملا حسین تہرانی وغیرہ جمعے کثیر از مجتہدین ادام اللہ تعالیٰ ایام افاداتہم کہ در دست دارند، سلسلۂ میر شمس الدین عراقی بجناب تقدس انتساب امام الحکیم سمی الکلیم محمد الازہر، قمر الاقمر موسیٰ ابن جعفرؑ.

و شجرۂ ساداتِ حضراتِ خانقاہیہ۔ بجناب امام ہمام جناب حضرت زین العابدین می رسد ...... از اعزاز کبرائے کشمیر جنت نظیر مثل عالی جناب فضیلت و کمالات انتساب ملا محمد جواد ...... وغیرہا از سادات و علماء و فضلاء برصحت نسب ایں دو قبیلۂ جلیلہ شہادت ......

دستاویز کے آخر میں حاکم شرع اور دوسرے علمائے اکابرین نے یہ بات صریحاً لکھی ہے کہ ساداتِ میر شمس الدین عراقیہ اور سادات ہمدانیہ کے بارے میں کسی قسم کی کدورت نہیں رکھنی چاہیئے.

دستاویزات کے علاوہ راقم کی نظر سے رسالۂ عجالہ مصنفہ آقا سید مہدی آیت اللہ مجتہد کشمیر مطبوعہ مطبع اسلامی لکھنؤ واقع لکھنؤ ۱۳۰۸ھ ہجری بھی گذرا ہے۔ رسالے کی ابتداء میں صہ تا صہ تک جناب ملا محمد جواد صاحب انصاری ابن ملا فضل علی صاحب قبلہ کشمیری کا ایک خط جناب حجۃ الاسلام آقا سید مہدی قبلہ کے نام سہم امام علیہ السلام کے سلسلے میں درج ہے۔ خط میں ملا محمد جواد صاحب نے میر شمس الدین عراقی کے اہلِ خاندان کی سیادت تسلیم فرمائی ہے۔ ذیل کی عبارت قابلِ غور ہے:-

" و بعضے از آنہا مثلِ ساداتِ خانقاہیہ و بعضے از ساداتِ مدنیہ و بعضے از ساداتِ امیر شمس الدینیہ و ساداتِ متفرقہ کہ بآں سہم قلیل ہم راضی شدند۔ بردند، حقیقت ہمیں است کہ مرقوم شد" (رسالۂ عجالہ صہ)

اسی رسالہ میں صہ۲۹ میں یہ بھی درج ہے کہ :-

"میر شمس الدین از سادات صفویہ است و با ایں کہ مثل او در فضل و کمال و اوصافِ
حمیدہ و اخلاقِ پسندیدہ کسے از طرف ایران وارد کشمیر نہ شدہ است و ایں کہ مقصود او از
توجہ بہ طرف کشمیر محض ہدایت مردم بودہ است و از اہلِ تصنیف بودہ است "

میر شمس الدین محمد کی تاریخ ولادت یا سنہ وفات تحفۃ الاحباب میں درج نہیں ہے۔ قلمی حالات زندگی جو ان کے خاندان کے ایک بزرگ سید حسن نے مرتب کیے ہیں اس میں ان کی تاریخ ولادت ۱۲ رجب سنہ ۸۶۹ ہجری بغیر کسی حوالے کے درج ہے۔

میر شمس الدین عراقی سلطان حسین مرزا والی خراسان کی طرف سے پہلی مرتبہ سنہ ۸۸۲ھ میں بطور سفیر کشمیر آئے تھے یہاں انھوں نے کوہ ماراں کے دامن میں ایک وسیع خانقاہ اور عبادت خانہ تعمیر کیا تھا۔ خانقاہ میں وہ چلّے میں بیٹھ کر اوراد و اذکار میں مصروف رہتے تھے۔ اس زمانے میں شیخ الاسلام ملا اسماعیل کا کشمیر میں طوطی بول رہا تھا۔ میر عراقی نے ان کے خلیفوں کو اپنی طرف متاثر کیا۔ کشمیر میں آٹھ سال گذار کر اور اپنے نقوش چھوڑ کر جب سنہ ۸۹۰ ہجری میں وہ خراسان واپس چلے گئے تو وہاں سلطان حسین مرزا کی ملازمت ترک کر دی۔ خراساں میں شاہ قاسم فیض بخش کے پاس رہنے لگے اور ان کے دوش بدوش نوربخشیہ ح تحریک چلانے میں پیش پیش رہے۔ پھر بارہ سال کے بعد دوسری مرتبہ سنہ ۹۰۲ھ

ح ۔ نوربخشیہ ایک صوفی فرقہ تھا جس کے بانی سید محمد نوربخش تھے۔ یہ فرقہ تقیہ میں امامیہ مذہب کی ترویج و اشاعت کرتا تھا۔ سید محمد قائن میں سنہ ۷۹۵ ہجری مطابق سنہ ۱۳۹۳ء میں پیدا ہوئے۔ سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا تھا پھر قلیل عرصے میں مختلف علوم میں مہارت حاصل کی۔ فقہ احوط اور رسالۂ عقائد ان کی دو اہم تصانیف تھیں۔ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ :

" ہر دو تصنیف آنحضرت اند با صول عقاید ملتِ محمدی و فروغ مسائل شریعت احمدی
کہ در زمان رسول اللہ متحق و متعین بود دلالت و ہدایت نمودؑ (تحفۃ الاحباب قلمی)

سید محمد موسوی سید تھے۔ اور وہ امام موسیٰ کاظمؑ کی ۱۷ ویں پشت سے تھے۔ ان کے والد بزرگوار محمد بن عبداللہ قطیف اور جد امجد لحصا میں پیدا ہوئے تھے۔ اسی لیے بعض غزلوں میں سید محمد لحصوی اور بعض میں نوربخش تخلص کرتے تھے۔ وہ خواجہ اسحٰق ختلانی کے خلیفہ ہوئے تھے۔ خود خواجہ صاحب سید علی ہمدانی کے مریدوں میں تھے۔ خواجہ اسحٰق نے ہی میر سید محمد کو نوربخش کا لقب دیا تھا۔ قاضی نوراللہ کہتے ہیں کہ : (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹)

میں شاہ قاسم فیض بخش فرزند سید محمد نوربخش کی ہدایت کے مطابق تبلیغ اسلام کے سلسلے میں تشریف لائے اس دفعہ آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ کشمیر کے ایک شخص شیخ محمد بغرض حج بیت اللہ جب رَے پہنچے تو انھیں شاہ قاسم کی زیارت و ملاقات کا شوق ہوا۔ پھر انھوں نے درشت میں ان سے ملاقات کی۔ شاہ قاسم نے ان سے کشمیری مسلمانوں کے حالات جب سنے تو وہ ملا اسماعیل کے طرز عمل سے دلگیر اور خفا ہوگئے۔ انھوں نے اسی وقت میر شمس الدین عراقی کو طلب کیا اور ان سے وہ حالات بیان کیے جو شیخ محمد کشمیری نے بیان کیے تھے۔ شاہ قاسم نے مزید فرمایا۔

بقیہ حاشیہ: "بنابر قابلیت و استعدادِ ذاتی کار میر باندک روزی در فقر و سلوک تمام شد۔ خدمتِ خواجہ اسحٰق خرقۂ آخرین سید علی ہمدانی را باو حوالہ کرد و بدستِ خود پوشانید۔ و بر مسند ارشاد نشاند و امورِ خانقاہ و جمیع سالکان را باو تفویض کرد۔ فرمودند کہ ہر کرا داعیۂ سلوک است بخدمت میر رجوع نماید کہ اگرچہ بظاہر او مرید ماست امّا در حقیقت پیر ماست۔ و حضرت میر در بعضے اشعار خود بایں معنی اشارت کردہ فرمودہ

پیرم و مرید خواجہ اسحٰق ۔۔۔ آں شہید و قطب آفاق

محمد بن حاجی محمد سمرقندی کہ از مریدانِ حضرت میر بودہ در تذکرہ بیان احوال و مقامات آں حضرت نوشتہ کہ چوں اسحٰق از روئے کشف صحتِ سیادت و علوِ مرتبہ تیز ظاہر شد دست بیعت باو دادند و گفتند بیعت می کنیم با فرزند حضرت مصطفیٰ محمد نوربخش۔"

سید محمد نوربخش کا انتقال ۱۴ ربیع الاول روز پنجشنبہ ۸۶۹ ہجری کو ہوا۔ تاریخ وفات یہ ہے

آفتاب اوجِ دانش نور چشم اہل دید ۔۔۔ نوربخش جسم و جاں آں نہر بانِ اولین
سال عمرش بود ہفتاد و سہ سالِ وفات ۔۔۔ ہشتصد و شصت و نہ ماہش ربیع الاولین
چاردہ زاں ماہ رفتہ پنجشنبہ چاشتگہ ۔۔۔ در گذشت از عالم فانی ہمام العالمین

مخفی نماند کہ جناب خواجہ اسحٰق قدس سرہٗ کہ در اصل سید نیز بود، ہمیشہ ترویج مذہب شیعہ در خاطر عاطرش جلوہ می نمود۔ و از استیلائے سلاطین اہل سنت خصوصاً مرزا شاہرخ بسیار و بغایت ملول بود۔ و چوں سید محمد نوربخش بخدمت او رسید و آثار رشد و نجابت و انوار علم و ہمت و شجاعت در ناصیہ میر دید از روئے درد دین و محبت خاندان سید المرسلین برآں شد کہ بطریق بعضے از اکابر سلف کہ بر تغلبان عباسی دعوی خروج [illegible]

[illegible]

بقیہ حاشیہ: نظام تدبیر ظہور و بروز در ایستاد. و چوں تقدیر الٰہی برخلاف آں تدبیر رفتہ بود. آں کار بجائے نہ رسید و خدمت میر بدعوی مہدویت و امثال آں راکہ بنا بر مصلحت وقت مذکور شدہ بود متہم گردید و لہذا چنانچہ مشہور است اگر کسے از مریدان حضرت میر از مقولۂ آں دعاوی چیزے ذکر می نمود حضرت شاہ قاسم ہم در حضور ایشاں را توبیخ می فرمود. و می گفتہ کہ شما میر را بدنام می سازید و با کملہ تشیع حضرت خواجہ و حضرت میر و سلسلۂ رفیعۂ ایشان الی یومنا ہذا اظہر من الشمس و ابین من الامس است" علامہ شوستری نے ان کا تذکرہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے۔

"غوث المتاخرین و سید العارفین سید محمد نوربخش نور اللہ مرقدہٗ کوکبے درخشندہ بود و نوربخش دیدۂ مرتابان لمعاتِ غیبی و فروغ افزائے بصیرت راصدان مراصد واردات لاریبی در لباس سیاہ کہ سنت مشائخ ولایت دستگاہ او بود، مضمون النور فی السواد را برہان و آب حیات را کہ در ظلمات نہاں است۔ عنوانِ انوار کمال عرفان و المائع ہمت و علو شان از وجنات حال و مقال او از غایت ظہور چوں لمعات نور بر شاہق طور مستغنی از ایراد در یں سطور است ؎

بہ ماہتاب چہ حاجت شب تجلی را (مجالس المومنین ص۳۱۳ تا ص۳۱۵ تہرانی ایڈیشن)

ح۔ شاہ قاسم فیض بخش سید محمد نوربخش کے جانشین تھے۔ میر شمس الدین عراقی ان کے مرید خاص تھے اور انہی کے حکم کے مطابق دین اسلام کی اشاعت کے لیے کشمیر آئے تھے۔ شاہ قاسم کے بارے میں مرزا علاء الدولہ تذکرہ نفائس المآثر (سال تصنیف ۹۷۳ھ تا ۹۷۹ھ) میں لکھتے ہیں کہ:۔

"طبقۂ نوربخشیہ باو منسوب اند و ایں شاہ قاسم بسیار فاضل و خوش طبع و شیریں کلمات بود۔ از انواع علوم بہرہ داشتہ، طب و رمل نیکو می دانستہ و سلاطین روزگار بہ صحبتِ او رغبتِ تمام داشتہ اند۔"

"شاہ قاسم فیض بخش از اولاد و احفاد کرام تدوۃ السالکین سید محمد نوربخش است۔ در قصبۂ طرشت رے سکن داشتہ اند و آثار نجابت و بزرگی و علو شان از ناصیہ احوالش نمایاں۔ و احوال زاکیہ اش مذکور افواہ و السنہ عالمیان و خود در درگاہ معلیٰ منظور انظار عواطف و الطاف شاہی و مرجع مریدانِ سلسلہ علیہ نوربخشیہ" شاہ قاسم کا انتقال سنہ ۹۰۹ ہجری میں ہوا تھا۔ (تاریخ عالم آرائے صفوی از سکندر بیگ ترکمان) اورینٹل کالج میگزین لاہور بابت مئی سنہ ۱۹۲۹ء حصہ اول میں چیف ایڈیٹر مولوی محمد شفیع نے ص۱۰۰ تا ص۱۵۱ سید محمد نوربخش کی اولاد اور بعض نوربخشیہ مشائخ کے حالات لکھے ہیں۔ ان میں شاہ صفی (برادر شاہ قوام الدین) نوربخشی، امیر نوربخشی امیر سید سعد الحق نوربخشی، شیخ زادۂ فدائی، قاضی عبداللہ یقینی نوربخشی، قاضی امیدی نوربخشی، افضل ناجی نوربخشی، قاضی یحیٰی نوربخشی، فکری نوربخشی خواجہ ہدایت مشرف نوربخشی وغیرہ شعراء کا کلام بھی درج ہے۔ نوربخشی شعراء کے حالات تحفۂ سامی میں بھی ملتے ہیں۔

"شیخ شمس الدین محمد می خواہم کہ شمارا باز بہ کشمیر بفرسیم۔ تا دراں ممالک ارشاد مردم آں ولایت و اصلاح حال اہل آں مملکت نمائید"[1]

میر عراقی کشمیریوں کی مخالفت کی وجہ سے یہاں نہیں آنا چاہتے تھے۔ دوسرے یہ کہ وہ مولانا برہان الدین کے انتقال کے بعد بغداد جانا چاہتے تھے۔ برہان الدین کی موت ان ہی دنوں واقع ہوئی تھی۔ شاہ قاسم نے دوسری مرتبہ میر شمس عراقی کو بلایا اور کہا کہ :-

"شمس الدین محمد البتہ شمارا بجانب کشمیر می باید رفت کہ حضرت ہادی مالک ببرکت رفتن شما درآں ممالک برکت ہا ذخیرہائے کثیر بظہور خواہد رسانید۔ وچوں مبالغہ حضرت شاہ ولایت پناہ آیات دریں امر بکرات وقوع یافت کرد راستخارہ رفتن بغداد دست دادہ بود و بعرض آں حضرت تقریر نمودم وآں دو بیت مولوی ہم پیش آں حضرت خواندم۔ آنحضرت فرمودند کہ میل رفتن تو بہ بغداد از ہواجس نفسانی بودہ۔ لاجرم از عالم معنوی درمضمون دو بیت مولوی اشارت منع وترک آں عزم نمودہ شد درفتن کشمیر بہوائے نفس تو نیست بلکہ بحکم قضا و تقدیر الہٰی وفرمان وارادت ایں داعی است۔ و دریں امر امید است کہ خیر کثیر بظہور خواہد رسید"

میر شمس الدین عراقی اپنے مرشد شاہ قاسم فیض بخش کی گفتگو سے متاثر ہوئے اور وہ سفر کشمیر کے لیے آمادہ ہو گئے۔ شاہ قاسم کا اثر درسوخ کشمیر میں پہنچ گیا تھا۔ روانگی کے وقت انھوں نے کشمیریوں کی رشد و ہدایت کے لیے ان کے ہاتھ ایک خط بھی دیا تھا جو تحفۃ الاحباب میں درج ذیل الفاظ میں موجود ہے۔

" اصحاب و احباب وسایر ارباب الباب احسن اللہ تعالیٰ عواقبہم وانجح مقاصدہم و مآربہم دعوات درویشانہ قبول فرمایند۔ بعدہٗ اعلام می رود کہ دریں وقت جناب قدوۃ المشائخ الاعظام، زبدۃ الاولیا، الکرام مرشد السالکین ہادی المرشدین شیخ شمس الدین محمد عراقی دام اللہ برکات کمالات را بجانب کشمیر جہتِ توبہ تائبان و ارشاد طالبانؑ بہ تربیت سالکان وتلقینِ آداب مشائخ طریقت وتعلیم قواعد طریقہ اہل معرفت فرستادیم۔ بتاریخ روز عید الضحیٰ سنہ احدی وتسعمایۃ (سنہ ۹۰۱ھ) وایں نصیحت نامہ را در خدمت او فرستادیم کہ چوں حضرت حق جل شانہٗ طائفہ اہل حق را بہ مزیتِ فضل واحسان بر سائر عباد ممتاز گردانیدہ وبہ محبتِ خود و دوستانِ خود مخصوص فرمودہ وزنگ کدورتِ دنیا از آئینہ قلوب وزاکیہ وبواطن صافیہ ایشان زدودہ و عین سرایر ایشان را بجلی جواہر معرفت خود روشن ساختہ شکرانہ آں نعمت می باید کہ پیوستہ

اوقات شریف را بہ تصفیۂ دل و تزکیۂ نفس و ملازمت اذکار و مطالعۂ اسرار و ملاحظۂ آثار و مشاہدۂ
انوار ملک و ملکوت صرف کنند۔ و ترک لذاتِ نفسی و مرغوباتِ حسیّ را نصب العین ہمائے ہمتِ
عالی دارند و از صحبتِ دونانِ دنیا پرست کہ عنانِ نفسِ امارہ بدستِ حرص و ہوا دادہ اند و
سایر بنیاد معاش و معاد را بر متابعتِ شہوات و مشتہیاتِ طبیعت نہادہ اند - اجتناب و
احتراز واجب و لازم شمرند۔ کہ ایام حیاتِ صوری قصیر و اکتساب کمالات معنوی بغایت
عسیر است و روزگار بہ صحبت ناجنس معروف گردانیدن حیف است۔ بیت ؎

عزیز است ایں دو روزہ زندگانی بہ غفلت مگذراں دیگر تو دانی

یقین کہ آں عزیزاں چوں از حقیقت باخبر ند ایں نصائح را از سر اخلاص تلقی خواہند نمود
و خدمت و ملازمت و صحبت و نصیحت شیخ مشارٌ الیہ را غنیمت خواہند شمرد۔ و بوسیلۂ ایں
مواعظ بمراتب علیہ ترقی خواہند فرمود۔ نظم

کسے راکہ دولت بود رہنما چہ حاجت مرا درا الغرہما

والسلام علی من اتبع الہدیٰ قاسم بن محمد نوربخش "

میر شمس الدین بڑے جاہ و جلال اور تزک و احتشام سے درویشوں کے ایک بڑے قافلے کے ساتھ عراق
سے روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ مخدرات، اطفال، اولاد اور خاندان کے دوسرے لوگ محمول و عماریوں
میں سوار تھے۔ دورانِ سفر میر عراقی کے دل میں طرح طرح کی پریشانیاں پیدا ہونے لگیں۔ تحفۃ الاحباب
میں منقول ہے کہ

"آیا بہ مردم کشمیر و اہالی آں دیار و علماء و ملایانِ آں ممالک کار دعوتِ من بچہ رنگ
خواہد پیش آمد۔ نوبتِ اول کہ من بایلچی گری بودم، مخالفتِ ملایان و منازعت متعصبان
بداں مرتبہ انجامیدہ بود۔ و در کشتن و قتل ایں داعی کمر سعی می بستند۔ ایں بار کہ جہتِ
ارشاد اہل ایں دیار متوجہ می شوم و برائے امر معروف و نہی منکر آنچناں فساق و فجار و
اصلاح احوالِ آں نوع کفار و اشرار می روم صحبت من باایشان چہ نوع دیگر خواہد شد و
سہام نصائح من در احجار قلوب آں سنگ دلاں چہ طور موثر خواہد شد و ہیچ نمی دانم "
جب خراسان پہنچے تو خیمے نصب کیے۔ میدان میں جنوب کی طرف ایک بڑا صحرا نظر آیا۔ میر عراقی تھوڑی
دور آگے بڑھے تو سامنے سے

"مردے پیدا شد با محاسنی سفید نورانی و جامہ در غایت صباحت و جوانی و چوں نزدیک بمن رسید سلامی یاد کردم۔ جواب سلام باز دادہ، پرسید کہ از کجا می آئید۔ گفتم از عراق آمدہ ام۔ باز پرسید کہ قصد بہ کجا دارید؟۔ گفتم کہ بکشمیر خواہم رفت۔ باز پرسید کہ بکشمیر چہ کار دارید و بکدام می روید؟ گفتم کہ حضرت شاہ قاسم فیض بخش کہ فرزند ارجمند حضرت امام محمد نور بخش است مرا بولایتِ کشمیر جہتِ ارشاد مردم آن ممالک واہل دیار فرستادند"

اس مرد نورانی نے کہا کہ خدائے بزرگ و برتر تم کو اپنے مقصد میں کامیاب کرے گا۔ اور تمہاری رشد و ہدایت سے کفار مذہب اسلام قبول کریں گے اور تمہاری کوششوں سے اسلام کی ترویج واشاعت ہوگی۔ بزرگ نے پھر کہا کہ میں بھی تم کو نصیحت کرتا ہوں اگر قبول کروگے۔ میر شمس عراقی نے اثبات میں جواب دیا۔ اس شخص نے کہا

"در ممالک کشمیر چوں بتوفیق ربانی موفق شوید و تائید سبحانی ساعد و ممد احوالِ شما گردد باید کہ زمامِ ہمتِ خود بداں معطوف و مساعی جمیلۂ خویش براں مصروف دارید۔ کہ مردم مخالف جاہل وارباب مذاہب باطل و جماعتِ متعصبان کور دل را بہ مذاہب آئمۂ معصومین ہدایت نمودہ۔ و طریقِ مستقیم مشائخ مرشدین دلالت کردہ باشید و تحقیق و یقین نمائید۔ کہ اگر حق تعالیٰ شمارا در دنیا ہزار سال عمر دہد و مدتِ حیاتِ نوح بخشد و در آں ہزار سال چناں توفیق ارزانی فرماید کہ ہر روز ہزار ہزار کافر زنار دار و مشرک اشرار را مسلمان سازید و در دین اسلام و در دائرۂ ایمان در آید، ثواب جملہ ایں عبادات و جزائے تمامی ایں طاعات عند اللہ آں مقدار معظم و مکرم نہ باشد کہ یک مردی حنفی یا شافعی یا کسیکہ مخالف المذاہب بودہ باشد نصیحت نمودہ محب و موافق سازید۔ و بہ مذہب آئمۂ عظام در آید و بطریقۂ مستقیمہ کہ مشائخ دین و ارباب یقین آں را اختیار نمودند واقف و آشنا سازید" [۵]

میر شمس عراقی نے مرد غیب کو یقین دلایا کہ ان کی نصیحت و وصیت پر وہ ہر ممکنہ عمل کریں گے اور اس طرح ان کے ساتھ ایک معاہدہ کیا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:۔

"گفتم کہ ایں وصایائے شمارا بجان و دل منت دارم و ایں نصائح بسر و چشم بجا آورم و آں مرد غیبی وداع نمودہ بہ ہماں راہ کہ آمدہ بود معاودت نمود۔ و من ہم بجانب خیمہ گاہِ خود باز آمدم و بمنزل و وثاقِ خود مراجعت نمودم و دانستم و یقین کردم کہ ایں مرد غیبی دم بغیر از حضرتِ مبارک قدم کسے دیگر نخواہد بود۔"

میر شمس الدین محرم سنہ ۹۰۲ ہجری (۹۷-۱۴۹۶ء) میں عراق سے جانب کشمیر روانہ ہوئے اور اسی سال شورا تری کے دن بارہمولہ میں وارد ہوئے۔ یہاں پر بابا اسماعیل اور دوسرے صوفیوں نے ان کا شایان شان استقبال کیا۔ [۱۱]

میر شمس عراقی کے آنے سے قبل کشمیر میں ایران سے جو جلیل القدر علما و فضلا آئے تھے۔ ان میں میر سید علی ہمدانی کا نام غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ ان کے علاوہ سید محمد ہمدانی کے ہمراہ میر سید احمد اصفہانی اور سید محمد خاوری قابل ذکر ہیں۔ یہ دونوں بزرگوار سید محمد ہمدانی کے معتقد خاص تھے۔ سید حسین شیرازی بھی میر موصوف کے شاگرد تھے۔ یہ لوگ سلطان سکندر کے عہد میں آئے تھے۔ اسی زمانے میں شیخ جلال بخاری اپنے تمام سادات کے ساتھ کشمیر تشریف لائے تھے۔ ان میں سید محمد مدنی، میر سید تاج الدین اور میر سید برہان الدین مشہور و معروف تھے۔ ان کے مقبرے اسکندرپورہ میں ہیں جہاں زمانۂ قدیم سے شیعہ سادات رہتے ہیں۔ کشمیری مسلمان ان تمام بزرگوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے [۱۲] اسی پس منظر کے تحت شاہ قاسم نوربخشیہ تحریک کا دائرہ اثر خراسان اور دوسرے ممالک کے علاوہ کشمیر میں بڑھانا چاہتے تھے۔ قاضی نوراللہ شوستری کہتے ہیں کہ

"مخفی نہ ماند کہ شرح مذاہب از ہیچ کتاب بنظر مولف نہ رسیدہ است وآنچہ خود در ایام عبور بآں دیار تحقیق نمود آں است کہ اہالی آں جا قریب العہد باسلام اند، وہنوز درمیانِ ایشان کفار بسیار اند، واز زمانے سید اجل عارف سید محمد خلف سید محمد سید علی ہمدانی درآں دیار اقامت نمودہ۔ بعضے از مردم آں جا بہ مذہبِ شیعہ درآمدند۔ بعد ازاں میر شمس الدین عراقی کہ از خلفائے شاہ قاسم نوربخش بودہ بہ کشمیر آمد۔ و درآں جا اقامت نمودہ۔ چونکہ حکومت آں جا بطائفہ چک تربگام رسید در تقویتِ سید مذکورہ اہتمام نمودہ، مذہب شیعہ بیشتر از بیشتر رواج یافت" [۱۳]

میر شمس عراقی بنیادی طور پر موسوی تھے اور وہ خالص امامیہ مذہب کو کشمیر میں تصوف کے پردے میں پھیلانا چاہتے تھے۔ اس کے لیے انھوں نے تقیہ کا راستہ اختیار کیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو اپنے مشن میں کامیاب نہ ہوتے۔ اس زمانے میں یہاں کے لوگ نئے نئے مسلمان ہو گئے تھے۔ اور وہ صوفیوں اور درویشوں کی عزت کرتے تھے۔ جب میر عراقی نے مسلمانوں کا یہ رنگ دیکھا تو وہ بھی اسی رنگ میں رنگ گئے، اور بڑے بڑے مشائخ کو اپنا ہمنوا بنایا۔ یہ لوگ بلا جبر و اکراہ ان کی تحریک میں شامل ہو گئے اور پھر انہی کا مذہب قبول کیا۔

میر شمس عراقی " عالم اجل اور دانائے بے بدل" تھے۔ بڑے مدبّر، دور اندیش اور انقلاب پسند تھے۔

جب لوگوں کو ان کی علمی استعداد اور انقلابی ذہنیت کا اندازہ ہوا تو جوق در جوق ان کے مریدوں میں شامل ہو گئے۔ ان کے مرید جاہل نہیں تھے بلکہ عالم اور فاضل تھے۔ لوگوں کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ وہ " نادانِ محض " تھے[14] اعظم دیدہ مری نے میر عراقی کے ورود کشمیر اور ان کی تحریک کو زمانے کا سب سے بڑا واقعہ قرار دیا ہے[15] حسن لکھتے ہیں کہ :-

" میر شمس عراقی تا عرصۂ ہشت سال دریں جا اقامت نمودہ، وخود را بنا بر تقیہ در سلک مریدانِ بابا اسماعیل کبروی کہ شیخ وقت بود، درآورد۔ و ارادتِ خاص بہ او ظاہر کردہ، حیثیتے بہم رسانید۔ چوں بر تقیۂ ذاتی و وضع شائستگی و آراستگی ظاہرش کہ زبانے و حسنِ بیانے داشت، بعض علوم غریبہ می دانست۔ شاید بابا اسماعیل بہ مریدانِ خود گفتہ باشد کہ مصاحبتِ ایں مغل غنیمت پندارند۔ موجب بابا علی نجار کہ از خلفائے برجستۂ حضرت بابا بود برابطۂ ظاہری و باطنی با وے پیوست۔ باہم گر خلوص و یگانگی ظاہر نمودہ متحدہ گشتند تا کہ میر مذکور عقیدۂ خود بہ خاطرش موثر گردانید۔ بذریعۂ او بعضے کسان را اغوا نمودہ در میان امرائے کشمیر طرفہ نفاقے انداختہ "[16]

ترجمہ : میر شمس عراقی نے یہاں آٹھ سال تک قیام کیا۔ اس دوران وہ تقیہ کی بنا پر شیخ الاسلام بابا اسماعیل کبروی کے ارادت مندوں میں شامل ہو گئے۔ اس طرز عمل سے انھوں نے ایک غیر معمولی اہمیت حاصل کی۔ میر عراقی ذاتی طور پر شائستگی اور آراستگی سے بہرہ مند تھے۔ اس کے علاوہ وہ شیریں بیان تھے اور کئی علوم غریبہ سے واقف تھے۔ اس لیے ممکن ہے کہ بابا اسماعیل نے اپنے مریدوں سے کہا ہو کہ میر عراقی کی صحبت کو غنیمت جانو۔ بابا علی نجار نے جو بابا اسماعیل کے مریدوں میں سے تھا ظاہری اور باطنی تعلقات میر عراقی کے ساتھ پیدا کیے۔ اور آپس میں بالکل متحد ہو گئے۔ یہاں تک کہ میر عراقی نے ان کے دل میں اپنا مذہبی عقیدہ مضبوط کر دیا۔ ان کی وجہ سے کئی لوگ اپنے اصلی مذہب سے منحرف ہو گئے اور اس طرح امرائے کشمیر میں نفاق پیدا ہو گیا۔

میر شمس الدین عراقی مشائخ عظام میں تھے۔ اسی لیے بزرگی کے طور پر شیخ صفی الدین کی طرح صوفی اور درویش لوگ انھیں شیخ کہتے تھے۔ اس پس منظر میں بعض مورخین نے ان کے نام کے ساتھ " شیخ "

بھی لکھا ہے۔ انھوں نے مشیخت کے لباس میں یہاں امامیہ مذہب کے لیے وہی کام کیا جو ان کے جدِّ امجد نے ایران میں کیا تھا۔ میر عراقی ظاہری طور پر نوربخشیہ تھے لیکن حقیقت میں وہ مذہب امامیہ کی تبلیغ کر رہے تھے۔ اگر وہ لوگوں کے مذاق کے مطابق تصوف اختیار نہ کرتے تو ان کی تبلیغ بھی سید حسین شیرازی یا سید محمد مدنی وغیرہ کی طرح محدود رہ جاتی۔

جب میر عراقی نے دیکھا کہ جو لوگ سلطان سکندر کے زمانے میں مسلمان ہو گئے تھے وہ سلطان زین العابدین (متوفی سنہ ۸۷۴ھ مطابق سنہ ۱۴۷۰ء) کے عہد میں پھر اپنے آبائی مذہب پر آ کر بت پرستی کی طرف مائل ہو گئے اور یہ ملحدانہ اور مرتدانہ ارتداد اب تک قائم ہیں تو انہوں نے ان تمام بت خانوں کو زمین بوس کیا جو ان کے زمانے میں پھر سے بنائے گئے تھے۔ ان کی جگہ انھوں نے ہر قصبے، گاؤں اور محلّے میں مسجد، مکتب، موذن اور مبلغ مقرر کئے جو مسلمان مردوں اور عورتوں کو تعلیم اسلام کا درس دیتے تھے۔ [11] سلطان سکندر کے بعد جس مبلغ دین اور مجاہد اعظم نے اس زمانے کے رواج کے مطابق کشمیر کے ذرّہ ذرّہ کو نور الاسلام سے منور کیا تھا وہ میر شمس الدین عراقی ہی تھے۔ اسی لیے وہ مکسّر الاصنام کہلاتے ہیں۔ کشمیر کے بڑے بڑے سلاطین، نامور وزراء، امراء، حکما اور عوام کی بھاری تعداد مذہبی عقائد میں انکی حلقہ بگوش ہو گئی تھی ان میں ملک موسیٰ رینہ ح۱ (متوفی سنہ ۹۱۶ھ)، ملک کاجی چک (متوفی سنہ ۹۵۱ھ)، ملک محمد ناجی ح۲ ملقب بہ کمال الدین (متوفی سنہ ۹۰۸ھ) اور ملک دولت چک وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ملک موسیٰ رینہ

ح ۱ ملک موسیٰ رینہ۔ بتاریخ نہصد و ہفت (سنہ ۹۰۷ھ) سریر آرائے جہانبانی گردید و در ایام حکومت خود ہمگی ہمت بر قلع و قمع کفرہ و ترویج دین مبین حضرت سید المرسلین معروف داشت و

اکثر بتخانہا را کہ کفار بنیاد پرستی داشتند خراب ساخت و در ہر جا کہ بتخانہ ویران کرد مسجدے تعمیر نمود و جمیع کشمیر را بشرف اسلام درآورد۔ ہیچ کس از سلاطین کشمیر بعد از سلطان سکندر مغفور بہ ترویج دین اسلام بقدر ملک موسیٰ چاڈورہ سعی و اہتمام نہ نمود۔ ازیں جہت سعادت مند بت شکن لقب یافت (تاریخ کشمیر ملک حیدر چاڈورہ ص ۱۲۸ سال تصنیف سنہ ۱۰۲۹ھ نسخہ خدا بخش لائبریری پٹنہ)

ملک موسیٰ ملکان چاڈورہ کشمیر کے سب سے بڑے طاقتور اور دولت مند تھے۔ ان کے اجداد ہندو تھے اور وہ راون چندر پسر ملک اچل کی اولاد سے تھے۔ انھوں نے تن من اور دھن کی قربانی دے کر میر شمس الدین عراقی کو کامیاب بنایا اور مذہب شیعہ اختیار کیا۔ ان کا انتقال سنہ ۹۱۶ ہجری میں ہوا اور اپنے آبائی مقبرے

نے میر عراقی کے حصولِ مقاصد کے لیے جس ایثار و قربانی کا مظاہرہ کیا اس کی مثال تاریخ کشمیر میں کہیں نہیں ملتی ہے۔ ان کے عہد حکومت کے نو سال میں چوبیس[۲۴] ہزار خاندان مسلمان ہوئے تھے[۵۱]۔ تحفۃ الاحباب میں میر شمس عراقی کے کسرِ اوثان و اصنام کے بارے میں منقول ہے کہ

"چوں در زمانِ حکومت و عہد سلطنتِ مخصوص الطاف حضرت ذوالمنن سلطان مرحوم و مغفور سکندر بت شکن تمام کافرانِ ایں مملکت و جملہ مشرکانِ ایں ولایت را مسلمان ساختہ بودند و سائر طوائف کفرہ و عبدہ اوثان بر دائرہ اہل اسلام و ایمان درآمدہ تمام اہل ایں دیار از صغار و کبار خواہ بطبوع خاطر و اختیار یا بطریق اکراہ و اجبار بہرحال گردن اطاعت در ربقۂ انقیاد در دائرہ قبول اسلام و ایمان درآمدہ و تمام اہل ایں دیار ربقۂ امتثالِ اوامر و احکام نہادہ بودند و بعد از چندگاہ در عہد سلاطینِ زین العابدین باز جملہ قبائل و اقوام و طوائفِ انام باکفرہ و عبدۂ اصنام موافقت نمودہ بمراسم بت پرستی و قواعدِ کفر و کافری و رسوم مشرکی رجوع نمودند۔ بواسطۂ آنکہ ایں سلطان زین العابدین در وقت وفاتِ سلطان سکندر در طفولیت و صغرِ سن بود و در تربیت و مرمت آں سلطان مرحوم و مغفور پرورش نیافتہ بود۔ باطفال کفار و اولادِ مشرکان مجالست و مخالطت می ورزید۔ و بشومیت مجالس ناجنسان و تاثیر مخالطت ایشان عقیدہ و اخلاص وے از راہ سداد و طریق رشاد و انحراف یافتہ۔ لاجرم در ایام سلطنت و ہنگامِ حکومت براہِ اعتساف شتافتہ و باغوائے شیاطین و اضلال ملحدین میل بتزندق و الحاد نمود۔ و باتمام قبائلِ مشرکان و طوائف کفار را رخصت کفر و اجازت بت پرستیہا فرمود و دیور منہدمہ و بتخانہائے قدیمہ کہ پدرِ بزرگوار او ویران ساختہ بود آں مدبر بے دولت باز بہ تعمیر و آبادان ساختنِ آں پرداختہ و تمام منافقان و زندیقان کہ خود را ابتداً از اہل اسلام و ایمان می نمودند و در بواطن خبیثہ اتحود عقائد

میں جامع مسجد سری نگر کے سامنے دفن ہیں۔ (تاریخ ملک حیدر و تاریخ حسن ص۲۲۴ جلد دوم)

(بقیہ حاشیہ) ح ۲ ملک محمد ناجی مشہور کشمیری سپاہی اور مورخ ملک حیدر چاڈورہ کے دادا تھے۔ بڑے بڑے معرکوں میں دادِ شجاعت دی ہے۔ حسین شاہ اور یوسف شاہ کے عہد حکومت میں منصب وزارت پر فائز تھے۔ بڑے دیدہ ور تجربہ کار اور باصلاحیت سیف زن تھے ۹۸۰ ہجری (۱۵۷۲ء) میں انتقال کیا۔ "شیخ سپاہی" تاریخ وفات ہے (تاریخ کشمیر ۶۶۴ ملک حیدر چاڈورہ نسخہ سری نگر)

باطله کفار و اهل شرک پنهان می داشتند برخصت و اجازت آن پادشاه بی دین بظاهر اعلانیه
قدم از دائرهٔ اسلام و طریق دین و ملتِ سید انام آوردند و در طریق ضلالت ارتداد و در راه فساد
عنان نهادند. و تمام مردم این ولایت از خورد و بزرگ بیکبارگی مرتد و بی دین شدند و بانواع
کفر و بت پرستی مشغول و احیاء مراسم زنادقه و کفار و اقامتِ مجامع فساق و فجار نمودند و
بحیثیت که در تمام ولایت کشمیر هیچ قصبه و بقعه بلکه هیچ دهی و قریه نماند که دو سه
بتخانه برپا نه کردند و هیچ مقامی و منزلی و معموری و محلّه نه گذاشتند که در آنجا مجمع فسقی و
مفسقی جشنی باسم دیوی و رسم جشن مرسوم و معتاد نه ساختند.

و تمام مردم ولایتِ کشمیر از معارف و مشاهیر و اعوام و جماهیر و صغیر و کبیر و سائر اماجد
افاضل و اعالی و اسافل بکفر و بت پرستی نه راضی بلکه مشتغل و مستعمل بودند و هر یکی از اهل
شهر و بازار و ارباب سودا و تجار و مردم شهر و دخترچه دار پنج شش بتهای سنگین و
منهای روئین و لعبات پنج و تماثیل چوبین مانند کفار و مشرکین در خانهای خود نگهداشتند و
شب و روز و صباح و رواح عبادت و پرستش آن بتها بتعلیم کافران و مشرکان می کردند و
جمله قواعدِ کفار و مراسم اهل زنار بجا می آوردند. و هیچ کس از نواحها مشهور و ارباب این
معمور و سوداگرانِ بازار و هنرمندانِ این دیار مختون و مسنون نبود و جمله ادانی و عالی انام
بلکه خواص و عوام بمتابعت کفره و عبده و اصنام بی ختنه و نابریده بودند. و اکثر خلائق
در عبادت با وجود این نوع کفرها و نامشروعات مشربِ خمریات و خوردن مسکرات افتخار
و مباهات می نمودند. و تمام انام از خواص و عوام ارتکاب مناهی و معاصی و اشتغال ملاهی
و مناهی را حلال و مباحات می دانستند و اگرچه از روی ظاهر در شهر و قصبات اقامت
اعیاد و جمعات و بعضی از احکام اسلام و شرعیات و فقها و قضات برجا و برپا بودند.
اما از روی معنی و قواعد و شرائط اسلام را رونقی و حقیقت ایمان را اثری و ارکانِ احکام
را قوتی نمانده بود. هیچ کس از علما و قضات و فقها و سادات منع این نوع نامشروعات
و نهی این چنین منکرات بجا می کردند. حالانکه تمام این منکرات و همگی این نامشروعات در خانها و
بیوتاتِ ایشان ثابت و قائم بود.

جمله نساء و عورات ایشان مطیع و منقاد احکام کفار و اهل زنار و مامور اوامر فساق

دفی‌ار بودند. و تاثیراتِ اضلال طوائف کفره و تصرفات اغوائے فجره در قلوب خیره
نسوان علما و دلهائے تیره زنان فقها چنان موثر و غالب بود که هیچ کارے و امرے بغیر
فرمانِ کافران و مشرکان نمی کردند. و به هیچ شغلے و مہمّے بے حکم منجمان مشغول نمی شدند. و این
علما و قضات و فقها و سادات، زنان و عوراتِ خود را منع این مشروعات و نہی این منکرات
نمی توانستند نمود. چه جائے آنکه مردم دیگر را منع و نہی می کردند. و این علماء و فضلاء
چنان زبون و نامرد بودند و ازدین و اسلام بے پروا که زنان و عورات ایشان صد ہزار
نامشروعات و انواع شرکی و کفریات ظاہر و ہویدا می کردند. و این علماء و فضلاء بجمیع
آن فضایح در اوراق سابقه در قضیه نزاع و مناقشات شیخ شہاب الدین ہندی مذکور
زبان بسته و مسطور قلم شکسته گشت و چون حضرت امیر شمس الدین محمد قدس سرهٔ از حقیقتِ کفر و
کیفیتِ شرک اہل دیار و ماہیت تزندق دارند و مردم این مملکت بظاہر از ہر و باطن
الوز خود واقف و مطلع گشت. تحقیق و یقین نمود که ہیچ احدی از مردم و دانی و اعالی و
سائر خلائق از اہالی و موالی ازین کفرہا و نامشروعات بری و خالی نیستند. لاجرم آنحضرت
از بعضے علماء آن وقت و فقہائے آن عصر که اہل دین و دیانت و صاحب تقوی و طہارت بودند
مانند معلم اہلِ کشمیر مخدومنا و مولانا حافظ بصیر و مثل قاضی محمد قدسی و غیرہما که با آنحضرت
نسبت اخلاص و ارادت داشتند پرسیدند و از ایشان استفتی نمودند که در شریعت شریفهٔ
مصطفویؐ حکم مرتدان اسلام و منکران احکام چه نوع فرمودند؟ و جملہ علماء و فقہائے
مذکور بعد از اتفاق حکم نمودند و فتوی دادند که حکم مرتدانِ کفره و عبدهٔ اصنام بحکم شریعت
محمدیؐ تجدید عرض اسلام است. اگر مجدداً قبول اسلام و اذعان احکام نمائند فہو المراد
والمرام و الّا بغیر از قتل و کشتن بر ایشان حکمے دیگر نیست. نه عذر ایشان مسموع است و نه
جزیه ایشان مقبول فی حقهم اما السیف و امّا الاسلام .

پس حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی بتدبیر و اتفاق ملک سعادت یار معدلت
آثار ملک موسی رینه و بتقویت و تمشیتِ دولت و حکومت آن سعادت مند حکم نمودند که
تمام طوایف کفره و عبده اصنام و جملہ قبائل انام و سائر اقوام نو مسلمان شوند و طریق
ارتداد و عناد ترک نموده بدائره اسلام در آیند و جملہ منافقان و زنادقه و ہمہ فجّار و

اشرار و فسقه مراسم بدعت و ضلالات و لوازم غوایت و خیالات را گذاشته، تجدید کلمهٔ شهادت و تصحیح عقاید و تنقیح نیت پرداختند. و همین حکم اعلا و فرمانِ والا را تمام ولایت کشمیر از سرحد مراج تا به نهایت کمراج نافذ و مجری ساختند و بنیاد رسومِ کافران و اساس عباداتِ مشرکان را بالکلیه از پا برانداختند و به همت بلند و نهمت ارجمند خود به تقویت دین و ملت و تمشیتِ اسلام و شریعت پرداختند و در ترویج شریعت غرائے مصطفوی و رونق طریقت بیضائے مرتضوی جان و جهان را درباختند تا به میامن مساعی جمیله و مساعد مجاهد جزیله جهت اعلام شریعت و اسلام محمدی و سر طوغ رایاتِ دین و احکام ملت محمدی را برقبهٔ افلاک و ذروهٔ سماک برافراختند و این حکم و فرمان حضرت امیر شمس الدین بقوت دولت و شوکتِ حکومت آن ملک سعادت منزلت چنان نفاذ و جریان یافته که هر روز بدر خانهٔ هدایت آشیانهٔ آنحضرت هزار و پانصد از مردم کفار بلکه دو هزار یا بیشتر کافر زنار دار حاضر می ساختند و جماعتهائے درویشان و مریدانِ آنحضرت از جوانب و اطراف این ولایت این قدر جمعیت و کثرت گرفته می آوردند. و هیچ کس از امراء و اربابِ دولت مانع و حامی ایشان نمی توانستند و چون هر روز این قدر جمعیتها بدر دولت خانهٔ آنحضرت حاضر می آوردند. خلفا و درویشانِ آنحضرت به تخصیص پدر بزرگوار این فقیر جمله آن کافران و مشرکان را زنار بابریده کلمهٔ شهادت تلقین و تعلیم می نمود. و تمام ایشان را گوشت گاو خورانده به ختنه می نشاندند و چندان حجام و سر تراش حاضر بودند که جمله جماعتها ختنه ادا می کردند. و همه ایشان را مسلمان ساخته کفیل و زمانه گرفتند که در هر دیهے و قصبے و در هر منزلے و محلے ملائے معلم گرفته بخواندن سورهٔ قرآن و تعلیم آداب و ارکان و آموختن صورت نماز و کیفیت روزهٔ رمضان مشغول باشیم و تمام شرائط اسلام و احکام اسلام و شریعت را بجا آریم و تمام کافرانِ این مملکت و مشرکانِ این ولایت را که موسوم و متهم به زندق و ارتداد بودند بهمین طریقه مسلمان ساختند. و درین ولایت و مملکت هیچ کس از کفار و اهلِ زنار بے کلمه و بے ختنه نمانده. الا جماعتے اندک که ایشان و پدرانِ ایشان در عهد سلطان مرحوم و مغفور سکندر بت شکن مسلمان نشده بودند. بلکه ایشان در آن وقت بعضے بجانب نگرکوٹ

وبعضے بطرف کشتوار وجموں گریخته بودند۔ و چون ایشان نامسلمانی خود و پدرانِ خود اثبات نمودند دیگر ایشان را تکلیفِ اسلام باکراہ نه نمودند و ایشان را بحالِ خود گذاشتند۔

حضرت امیر شمس الدین محمد چون از مسلمان ساختنِ کافران و مشرکان فارغ گشت و از تجدید اسلام مرتدان پرداخت توجه ظاهر و باطن انورِ خود به مسلمان ساختن کفرۂ اسلامیه و اصلاح احوالِ مرتدان لازمیه مصروف ساخت و ابتدائے از مردمِ شهر و اهلِ بازار و اربابِ سودا و تجار نمود۔ جهت آنکه جمله خلائق این ولایت و مردم این مملکت خود را بظاهر مسلمان و مومن می نمودند و در بواطن بے پاک و خانهائے ناپاک کافرِ محض و مشرکِ صرف بودند۔ بواسطهٔ آنکه تمام زنان و عورات ایشان بت پرستیها می کردند۔ و جمله نساء و ازواجِ اهلِ شهر کافرات و مشرکات بودند و تمام رسوم مشرکان و کفار و حرمت اعیاد و ایام اهلِ زنار را بجا می آوردند۔ و همه این زنادق مسلمان نام بآن کفر و بت پرستیها رخصت و رضا داده بودند بلکه در اکثر کفرها و اغلب شرک با ازواج زنانِ خود ممد و شریک بودند و نخست از اهالی و موالی این ممالک خواجها و اربابِ شهر و سوداگرانِ وقت و تجار و سر را طلب نموده از قواعد و شرائطِ ایمان و احکام و ارکانِ اسلام و فرائض و واجبات طهارت و نماز و روزه استفسار نمودند۔ هیچ کس از عهده جواب آن نتوانست بر آمد۔ و هیچ وقوف و شعور از آن نه داشتند۔ چون دیدند که اربابِ شهر و اکابر و سر از قواعد اسلام و شرائط و ارکان ایمان بالکلیه اجنبی و بیگانه اند۔ ایشان را اول تجدید کلمهٔ طیبه تلقین نمودند و تعلیم و تفهیم مالا بد شرعیات فرمودند۔ و شرائط و احکام ایمان و اسلام آموختند و جمله ایشان را ختنه کردن فرمودند و بعضے از ایشان که درین مملکت معروف و مشهور بودند و در اهالی و موالی این دیار اعتبارے و اقتدارے داشتند از ختنه خود در معرکهٔ ننگ و عار می داشتند و التماس می نمودند که سرتراشی و حجام از این جا همراه کنند تا در خانهائے خود ختنه کنیم و در همانجا چند روز بنشینیم ملتمس ایشان را قبول نه کردند۔ که بر سرتراشی و حجام رشوت داده تزویر و تمویه کنند و درین کار اهمال ورزند۔ لاجرم ایشان را در همان عرصاتِ مردم و معرکهٔ عوام ختنه می کردند۔ و دریں امور هیچ اهمال و مداهنه نمی ورزیدند۔ تا در رونقِ دین و ملت و رواج شریعت نبوی هیچ قصور و فتور واقع نشود۔

صاحب تحفۃ الاحباب کی مزید تائید "بہارستانِ شاہی" سے بھی ہوتی ہے۔ مصنف کہتا ہے کہ :۔

"کارہائے بزرگ و امرِ عظام کہ ملک کاجی چک بحکم فرمان حضرت شمس الدین محمد عراقی بجا آورد، قتل کفار و کشتن مشرکانِ ایں دیار است و آں چناں بود کہ در عہد حکومت ملک موسی رینہ جملہ کفرہ و فجرۂ ایں ولایت را مسلمان ساختہ بودند۔ بعضے از ایشان بجماعت ملوک و امرا ایں دیار طریق ارتداد پیش گرفتند و برسوم کفر و شرک رجوع نمودند و مرتد شدہ باز بہ بت پرستیہا درآمدند۔ و بعضے دیدہ کفرہ نقل می کردند۔ کہ در وقتِ عبادت اصنام و بت پرستیہا قرآن مجید و فرقان حمید را کرسی ساختہ زیر سرین گرفتند و بر سر کلام ربانی تنزیل سبحانی نشستہ عبادت اصنام بجا آوردہ اند و چوں اخبار و اوضاع ایں احوال بسمع مبارک حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی رسید۔ ملک کاجی چک را پیش خود طلبید و ہمراہ وے ملک علی و خواجہ احمد کہ ہر دو مرید و مشیرانِ ملکِ مذکور بودند۔ بحضور فائز النور حاضر آمدند۔ آنحضرت بایشان فرمود کہ ایں جماعتِ کفرہ کہ بعد از اسلام و انقیاد از سر انکار و عناد طریق ارتداد می نمائیند۔ اگر ایشان را حدِّ شرعی و تعذیر حکمی بجا نمی توانید آورد ما را واجب و لازم است کہ از ایں دیار جلائے وطن نمائیم ۔ و در وقتِ نہضت مانع و مزاحم نشوید۔ چوں ملکِ مذکور پیش از یافتن دولت و حکومت بیایم از حکم و فرمانِ حضرت شمس الدین تخلّف و تجاوز نورزم۔ جہت امتثال فرمان آنحضرت با مدیران و مشیرانِ خود مشورت و تدبیر نمودہ و قرار بر قتلِ کفار دادند و دراں وقت عاشورا نزدیک بود و ایام ہماں عاشورا موعد کشتن ایشان ساختند۔ و در تاریخ ۹۲۴ھ نہصد و بست و چہار کہ بحساب کشمیری نود و چہارم بود در عاشورا قریب ہفتصد ہشتصد کافر مرتد را کشتند و درآں وقت از جملہ کفرۂ ایں دیار آں جماعت بزرگ و صاحب دولت و ارباب حکومت بودند و ہیچ اتفاق ایشان صاحب اختیار و اہل تصرف صد خانوادہ دیگر از کفرہ و مشرکانِ بودند و کافران و مشرکان تمام شہر را بالضرب شمشیر مطیع و منقاد اسلام ساختند و ایں کار حکومت از کارہائے ملک کاجی چک بودہ"

ترجمہ: کاجی چک کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ انھوں نے امیر شمس الدین محمد عراقی کے حکم سے کفار اور مشرکین کا قلع قمع کیا۔ واقعہ یوں ہے کہ ملک موسیٰ رینہ نے اپنے عہد

حکومت میں تمام کفار اور مشرکین کو مسلمان بنایا تھا۔ کچھ لوگوں نے اپنے رہنماؤں اور حکام کی مدد سے پھر کفر و ارتداد کی طرف رجوع کیا اور مرتد ہو کر دوبارہ بت پرست ہو گئے۔ کفر یہاں تک پہنچا تھا کہ بتوں کو پوجتے وقت یہ لوگ قرآن مجید کو کرسی بنا کر سرہنے (چوبرڈوں) کے نیچے رکھتے تھے اور اس طرح کلام اللہ پر بیٹھ کر بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ جب کفار کا یہ طرز عمل میر شمس الدین عراقی کو معلوم ہوا۔ تو انھوں نے ملک کاجی چک کو طلب کیا۔ ان کے ساتھ میر عراقی کے دو مرید ملک علی رینہ اور خواجہ احمد بھی حاضر خدمت ہوئے۔ میر عراقی نے ان سے کہا کہ یہ کافر لوگ قبول اسلام کے بعد پھر مرتد ہو گئے ہیں۔ اگر تم ان کو حدود شریعت میں داخل نہیں کر سکتے ہو تو ہمارے لیے ضروری ہے کہ ان کو جلا وطن کریں۔ تم ان کے ملک بدر ہونے پر مزاحمت نہ کرنا۔ چونکہ حصول وزارت سے قبل ملک کاجی چک نے میر شمس عراقی سے معاہدہ کیا تھا کہ ان کے حکم کی خلاف ورزی نہیں ہو گی اس لیے انہوں نے امتثال امر کے تحت اپنے مشیروں سے مشورہ کرکے کفار کو قتل کرنے کا عہد کیا۔ اور بالآخر ۹۲۴ھ ہجری (مطابق ۱۵۱۸ء) بحساب ۹۴ھ کشمیری میں عاشورا کے دن سات آٹھ سو مرتدوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس زمانے میں مشرکین صاحب اقتدار اور ارباب حکومت تھے۔ اور تمام کفار کو تلوار کی زد پر مسلمان بنایا۔

تحفتہ الاحباب اور بھارستانِ شاھی کے بیان کی تائید فرشتہ سے بھی ہوتی ہے۔ وہ فتح شاہ کے عہد کے واقعات پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اسی زمانے ۹۰۹ھ ہجری میں شاہ قاسم انوار بن

---

۲ - یہ واقعہ ڈاکٹر آر۔ کے پارمو نے بھی بھارستانِ شاھی کے حوالے سے اپنی کتاب "ھسٹری آف مسلم رول اِن کشمیر" کے صفحہ ۲۰۰ - ۲۰۱ میں نقل کیا ہے۔ انہوں نے اصل بات کو توڑ مروڑ کے پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

"بعض لوگ بتوں کو قرآن مجید کے پیچھے چھپاتے تھے:

ان کے الفاظ یہ ہیں:-

"Some concealed them behind the Holy Quran."

سید محمد نوربخش کے ایک مرید مسمی میر شمس عراق سے وارد کشمیر ہوئے۔ اور یہاں آکر مرجع خلائق بن گئے۔
ان کے رشد کا بازار ایسا گرم ہوا کہ املاک و معابد و دیور وغیرہ کے تمام اوقات کی تولیت ان کے مریدوں کے سپرد کی گئی۔ اس فرقہ کے صوفی غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو مسمار کرتے تھے۔ اور کوئی ان سے باز پرس کرنے والا نہیں تھا۔ مختصر یہ کہ چند ہی روز میں تقریباً تمام اہل کشمیر خصوصاً فرقہ چک کے کل افراد میر شمس کے مرید ہوگئے۔ ان مریدوں نے تصوف کے لباس میں میر شمس کا مذہب جو در اصل تشیع تھا اختیار کیا اور انھیں متصوفین کے اثر سے کشمیر کے باشندے صوفی پرست ہو کر شیعہ ہوگئے۔"[۲۱]

مورخین کشمیر حسن[۲۲]، اعظم دیدہ مری[۲۳] اور نرائن کول عاجز[۲۴] نے پرسپور میں للتادت کے تعمیر کردہ پرہامہ[۲] کیشو عظیم بت خانے کے انہدام کے واقعہ کو سکندر کی طرف منسوب کیا ہے لیکن قدیم کتب تواریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بھی میر شمس الدین عراقی کے ہاتھوں مسمار ہوا تھا۔ ابوالفضل کے قول کے مطابق سلطان زین العابدین نے ایک مرتبہ بیان کیا تھا کہ قوم چک کے عہد حکمرانی میں ملک کی حکومت اس خاندان سے منتقل ہو کر فرمانروایانِ دہلی کے قبضۂ اقتدار میں چلی جائے گی چند سال کے بعد یہ پیش گوئی پوری ہوئی[۲۵]

فرشتہ کے بیان کے مطابق راجہ للتادت نے ظہور اسلام سے پیشتر پرسپور میں ایک مستحکم بتخانہ تعمیر کرایا تھا۔ راجہ نے نجومیوں سے دریافت کیا تھا کہ یہ عبادت خانہ کب تک اپنی اصل حالت پر قائم رہے گا اہل نجوم نے اپنے حساب سے یہ حکم لگایا تھا کہ آج کی تاریخ سے ایک ہزار ایک سو سال گزرنے کے بعد سکندر نام ایک بادشاہ اس عمارت کو منہدم کر کے عطارد کی مورت کو جو اس میں رکھی ہوئی ہے مسمار کرے گا۔ راجہ کے حکم کے موافق یہ احکام نجومی ایک تانبے کی تختی پر کندہ کرائے گئے۔ اور وہ لوح اس عمارت کی بنیاد کے نیچے دفن کر دی گئی۔ یہ عمارت سکندر کے وقت میں منہدم کی گئی اور لوح مذکور برآمد ہوئی بادشاہ کو اس نوشتہ مضمون سے اطلاع ہوئی اور اس نے کہا کہ کاش یہ لوح اس بتخانہ کی دیوار پر نصب کی جاتی تاکہ میں اس کے مضمون سے اطلاع حاصل کر کے ان احکام کے مخالف عمل پیرا ہوتا[۲۶]

ڈاکٹر اسٹائن کی تحقیق کے مطابق یہ بتخانہ وج برور (بیجبارہ) جنوبی کشمیر میں اننت ناگ (اسلام آباد) سے پانچ میل کے فاصلے پر آج تک موجود ہے اور یہ "وزیہ الیشری" کا بگڑا نام ہے۔ "وزیہ الیشری" مرکب ہے "وجے ایشور" کا سنسکرت میں "وجے" بمعنی "فتح" و "ایشور" بمعنی "خدا وند"[۲۷] اور جو نوشتہ اس

۲۔ پرہامہ کیشو مسلم مورخین نے اس کا نام پرسپور لکھا ہے جس لکھتے ہیں کہ: (باقی حاشیہ ص۵۵ پر)

سے نکلا تھا بقول حسن اس کی عبارت یہ تھی :۔

" بسم اللہ منتری نہ شنت وزیہ البشری"

یعنی بسم اللہ ایک جادو ہے جو وزیہ البشری کو تباہ کرتا ہے۔ حسن نے اس کا انہدام سکندر سے منسوب کیا ہے[۲۸] اسٹائن نے نوشتہ کی عبارت اس طرح درج کی ہے۔

" ایکادَ شے تشتَم وَتر شم سیکَندَر مَھابَل بسم اللہ تیت مَنترین
تَہ مشنت وَ جتے یشرَاہ "

یعنی گیارہویں صدی میں سکندر اعظم دجے یشراہ کو تباہ کرے گا۔[۲۹]

اس بتخانے کی جو کچھ بھی حقیقت ہو وہ اپنی جگہ پر تحقیق طلب ہے۔ اسے پرسپور کا بت خانہ کہنا کشمیری مورخین کی رو سے درست نہیں ہے۔ ملک حیدر چاڈورہ نے اس کے انہدام کا سہرا میر شمس الدین کے سر باندھا ہے۔ جب یوسف شاہ ۹۸۹ھ مطابق ۱۵۸۱ء میں لوگوں کی کثرت آرا کے خلاف شہنشاہ اکبر کی طرف مائل ہو گئے تھے تو ان کا ماتھا ٹھنکنے لگا اور انہیں پرسپور کی پیشین گوئی یاد آگئی۔ ملک حیدر لکھتے ہیں کہ :۔

" حکایت مکتوبے کہ از بتخانۂ پرسپور برآمدہ بود۔ بخاطر ایشان آمد۔ و آنچنان بود کہ در زمان سلطنت موسیٰ چاڈورہ حقائق و معارف آگاہ مالک طریقت مروج دین و ملت، واقف اسرار خفی مشیخت پناہ جناب شیخ شمس الدین محمد عراقی نور اللہ مرقدہٗ کہ بجمیع فضائل آراستہ بود بہ کشمیر آمدہ و ملک ممالک خصال موسیٰ علیہ رحمت کمال تعظیم

" پرہام گیشو متصل پرسپور للتادت تعمیر کردہ بود۔ و ہفتاد و چہار ہزار پل طلائی احمر برقبہ آں تلمیع ساخت تصویر جہاد (دشنو) را ہیکلے کلان درست نمودہ۔ آں را ختقاں طلا در بر کردہ بود و در صحن ستونے از یک تختۂ سنگ بطوالت پنجاہ و چہار دست و بروایت بعضے پنجاہ و چہار گز بر فرق آں صورت گوروجی رسم کردہ قائم ساخت و سی صد و بست و ہشت خرد ارزنائی بر نیچے را چہار ہزار صورت بود و ہر او تار مصنوع کردہ درمیان بت خانہائے پرسپور موجود داشت " (تاریخ حسن صفحہ جلد اول) کہتے ہیں کہ میر عراقی نے یہاں ایک مسجد بنائی تھی۔ مسجد اب تک موجود ہے۔ راقم الحروف نے بھی اسے دیکھا ہے۔ اس میں ایک ستون سنگین بیچ میں نصب ہے۔ جو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یہ اسی زمانے کا ہے۔ بت خانے کے پتھر اب تک موجود ہیں۔ آغا صاحب بڈگام صدر انجمن شرعی نے اس کے کچھ پتھر امام باڑے میں لگائے ہیں۔

نسبت بایشان بجا آورده در محلهٔ زڈی بل برائے سکونت ایشان خانہ تیار نمودہ و آن محلہ را تمام بایشان نذر نمود و خود بہ محلّہ تاشواں نقل نمود و بجہتِ معاشِ ایشان چند قریہ مقرر کرد و تا حال آن محلہ در تصرف اولادِ ایشان است ۔ و دران وقت مردم بشرفِ اسلام کمتر شدہ بودند۔ و قلیلے کہ شرفِ اسلام را دریافتہ بودند از راہ ضعفِ اسلام ادراکِ مسائلِ شرعی اصلاً نمودہ بودند۔ حضرتِ مشیخت پناہ ارشاد دستگاہ کمال سعی در ترویج دین اسلام نمودہ بہ تخریبِ تبخانہا و بت شکنی بامداد و اعانتِ سلطان دیندار ملک موسی پرداخت و دخترِ خود بی بی بانو را بہ برادر زادہٴ ایشان ملک محمد ناجی کہ بکمال الدین ملقب بود تزویج نمود و بحبالہٴ نکاح درآورد۔ و قبیلہٴ ملک مذکور را تمام از خود ساخت بایں نسبت مستظہر گشتہ در ازدیاد و رواجِ شرعِ شریف و ملتِ حنیف بذل جہد بکار داشتند و چون نوبت خرابی بہ بت خانہٴ برسپور کہ در کمال عظمت و استحکام بود۔ اول دروازہٴ آن ظلمت کدہ را خراب کردند۔ و از میان طاق آن دروازہ صندوقچہ برآمد۔ چون او را واکردند لعلے و شیشے و کاغذے کہ بخط قدیم مرقوم بود برآمد۔ کہ مضمونِ کاغذ این بود کہ بعد از ہزار و پانصد سال شخصے از ولایتِ عراق بکشمیر می آید۔ بایں نام و این تبخانہ را خراب خواہد ساخت و از وجہ قیمت لعل خانقاہ در زڈی بل بنا خواہد نمود و دریں شیشہ کہ آبحیات است آن را بگمان شراب خواہد شکست و در زمانِ حکّام کشمیر از تصرف سلاطینِ کشمیر بدر خواہد رفت در تصرف اولیائے دولتِ جغتائی خواہد آمد[۳۰]

میر شمس الدین عراقی میں ایک بڑا وصف یہ تھا کہ ان کے ہاتھ میں قلم کی طرح تلوار بھی رہتی تھی۔ قلم اور تلوار کا کسی مرد مجاہد کے ہاتھ میں یکجا ہونا کارے دارد والا معاملہ ہوتا ہے۔ یہ خداداد استعداد بہت ہی کم لوگوں میں ہوتی ہے۔ تواریخ سے ثابت ہے کہ میر عراقی بڑے بہادر، باہمت اور میدان جنگ کے بہترین سپاہی تھے۔ ضرب و حرب کے فنون میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔ جب لڑتے تھے تو کوہِ گراں کی طرح میدان جنگ میں قدم گاڑتے تھے۔ اور مانند شیر ببر کفار گوسفنداں پر حملہ کرتے تھے ان کے مرید جان کی بازی لگا کر ان کے اردگرد پروانوں کی طرح رہتے تھے۔ خود زخم تیر و تفنگ کھاتے تھے لیکن کیا مجال کہ ان کا بال بیکا ہونے دیتے۔ جب تک کہ اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہوتے تھے میدان سے قدم ہٹانا گوارا نہیں کرتے تھے۔ ان کی سب سے بڑی لڑائی ۹۱۲ھ مطابق ۱۵۰۶ء میں ڈال ڈگر

(سری نگر) میں ہوئی۔ جب لڑائی میں انھوں نے دشمن کا صفایا کیا تو پھر ذال ڈگر کا نام انھوں نے ہلاپگہ رکھا تھا۔ لڑائی میں میر شمس الدین عراقی اور دوسرے لوگوں کے علاوہ ملک موسیٰ رینہ ملک علی رینہ، امیر سید بدلا، قاضی محمد قدسی اور مصنف تحفتہ الاحباب کے والد مولانا جمال الدین بھی شامل تھے۔ وہ اس معرکے میں زخمی بھی ہوئے تھے۔ مصنف تحفتہ الاحباب اپنے والد اور امیر سید بدلا کے حوالے سے اس محاربۂ عظیم کا واقعہ یوں بیان کرتا ہے۔

"یہ جنگ ذال ڈگر کے قرب وجوار میں لڑی گئی تھی۔ ان دنوں ذال ڈگر میں ایک بڑا بتخانہ باخی رینو کے نام سے مشہور تھا۔ یہ مقام کافروں، مرتدوں اور منافقوں کا مرکز تھا اور وہ بڑے فاسق وفاجر تھے۔ سال میں کئی مرتبہ یہاں میلہ بھی لگتا تھا۔ اور لوگوں کا اجتماع بھی رہتا تھا۔ میلے میں دور دور سے لوگ آتے تھے۔ رنڈیوں اور کسبیوں کا ناچ گانا ہوتا تھا۔ یہ نظارہ دیکھنے کے لیے بیرون کشمیر سے بھی لوگ آتے تھے۔ رقص وسرود اور زناکاری کے بعد ڈھیروں شراب پی جاتی تھی۔ اور اس طرح برے کاموں اور بداخلاقیوں کا ارتکاب کیا جاتا تھا۔ جب میر شمس عراقی کو انکی بیہودگیوں کا پتہ چلا تو وہ صوفیوں اور درویشوں کی ایک مختصر سی جماعت کے ہمراہ باخی رینو کو منہدم کرنے کے لیے وہاں پہنچے۔ اور لوگوں کو مار بھگایا۔ باخی رینو کے گرد ونواح میں جموں اور ہندوستان کے سپاہی بڑی تعداد میں موجود تھے۔ ان کو جب معلوم ہوا کہ باخی رینو مسمار کیا جا رہا ہے۔ اور میلہ منتشر ہو رہا ہے تو وہ تیر وکمان اور دیگر سامان حرب سے مسلح ہو کر ہاتھوں میں تلواریں بلند کرکے میر شمس عراقی اور ان کی جماعت پر ٹوٹ پڑے۔ صوفیوں اور درویشوں نے باوجودیکہ ان کی تعداد دشمن کی کثرت کے مقابلے میں بہت قلیل تھی کوہ گراں کی طرح بڑی ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ آخر لڑتے لڑتے پیر اکھڑنے لگے اور وہ ذال ڈگر کے میدان کی طرف چلے گئے۔

میر شمس الدین ابدال ماگرے کے مکان "یون راترے" میں پناہ لینے لگے۔ ابدال ماگرے گھر میں نہیں تھے۔ ان کی بیوی ملک موسی رینہ (وزیر اعظم) کی بیٹی تھیں۔ انہوں نے عورتوں اور خدمت گاروں کو ہدایت دی تھی کہ وہ کھڑکیوں اور دریچوں سے درویشوں پر پتھر اور ڈھیلے برسائیں کیوں کہ یہ لوگ بتخانوں اور بتوں کو مسمار کرتے ہیں اور ان کو گالیاں دیتے ہیں۔ جب اس واقعہ کی اطلاع ملک موسیٰ رینہ کو ہوئی تو انھوں نے اپنے

بیٹے ملک علی رینہ کو سواروں کی ایک جماعت کے ساتھ لشکر کفار کو بھگانے کے لیے روانہ کیا۔ ملک علی رینہ نے ان کو مار بھگایا اور میر شمس عراقی ملک موسیٰ رینہ کے گھر پہنچ گئے۔ انہوں نے ملک مذکور سے کہا کہ اگر اسی وقت "باحی رینو" کے انہدام اور فاسقان و فاجران کا قلع قمع نہ کیا جائے اور انھیں کیفر کردار کو نہ پہونچایا جائے وہ ابھی آل وعیال کے ساتھ عراق چلے جائیںگے۔ جب ملک موسیٰ رینہ نے ان کا یہ اضطراب اور بے قراری دیکھی اور بچشم خود مجروح صوفیوں کو دیکھا تو اسی وقت میر شمس الدین عراقی کے ہمراہ "باحی رینو" کے انہدام کے لیے آمادہ ہوئے۔ انھوں نے ملک علی رینہ کو سات آٹھ سپاہیوں کے ساتھ جائے وقوع پر روانہ کیا۔ موصوف نے کافروں اور نامور سرداروں کو گرفتار کرکے قید کیا۔ اور ان کی ایک جماعت کو جموں کی طرف جلاوطن کیا۔ اس کے بعد میر شمس الدین "باحی رینو" کو مسمار کرنے میں مصروف ہوئے۔ اور اس کی بیخ کنی کی۔ وہاں ایک بڑا پتھر نام کے ساتھ زمین میں نصب تھا۔ میر عراقی اس کو توڑ کر زمین سے اکھاڑنا چاہتے تھے۔ انھوں نے اس کے گرد زمین کھودی اور پھر اس میں آگ لگادی۔ چونکہ وہاں کثرت سے پانی نکلا اس لیے آگ اور چوٹیں لگانا بے کار ثابت ہوئیں۔ ان وجوہ کی بنا پر اس پتھر کی بنیاد معلوم نہ ہوسکی۔ آخر کار اس تالاب کو مٹی اور پتھروں سے پاٹ دیا اور پھر اس جگہ مسجد بنائی۔ اذان اور نماز کے لیے موذن اور پیش نماز مقرر کیے۔ اور ذال ڈگر کا نام اسلام پور رکھا۔ اسی دوران ملک کاجی چک میر شمس عراقی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سری نگر میں ان کے لیے کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ انجام کار اسلام پور (ذال ڈگر) کا موضع انھیں بخش دیا۔ جب ملک موصوف ان کی دعاؤں کے فیض سے وزیر اعظم ہوئے تو یہیں رہنے لگے ان کی اولادیں بھی یہیں رہتی تھیں"۔[۳۱]

قاضی جمال الدین محمد قدسی فارسی کے ایک اچھے شاعر اور میر شمس عراقی کے مرید خاص تھے۔ انھوں نے ذال ڈگر کی جنگ سے متاثر ہو کر اپنے مرشد کامل کی اسلامی سرگرمیوں سے متعلق ۵، اشعر کی مثنوی لکھی تھی۔ ذیل میں چند شعر درج کیے جاتے ہیں ؎

آں مرشد مقتدائے ایام　　آں زبدۂ اولیائے انام
آں بحر معارف و معانی　　آں عارف سرّ آسمانی

آں قطبِ زملما کہ شمس بدین عدا ایستنی — در شرعِ محمدیؐ معین است

آں شمس کہ نورِ معرفت یافت — از مطلعِ نور بخشش برتافت

کشمیر کہ در زمانِ پیشیں — جز کفر نہ داشت رسم و آئیں

در ہر طرفش کلیسا سے — وز بتکدہ ہا قوی پناہے

در ہر سرِ راہ او کنشتے — ہر سوئے کنشت بد سرشتے

حاصل نہ درو گروہ دیگر — غیر از بت و بت پرست و بت گر

ہر گوشہ عمارتیست سنگیں — صد گونہ درو بتانِ رنگیں

تا آنکہ ز ہجرتِ محمدؐ — ہفتاد و سہ سال رفت و ہفصد

سلطانِ ممالکِ معانی — شاہِ ہمداں علی ثانی

آں شاہ سوار عرصۂ دیں — سرِّ دل خاتم النبیین

ہم رایت شرع برافراخت — ہم آیتِ کفر را بر انداخت

اسلام بملک گشت پیدا — شد دینِ محمدی ہویدا

تا باز باختلافِ اقوام — شد روز بروز ضعفِ اسلام

در شرع کسے نہ داد ترویج — شد کسرِ امورِ دیں بتدریج

شد بارِ دگر برسمِ معتاد — آتشکدہ و کنشت بنیاد

اسلام بکفر گشت مخلوط — ارکان ہمہ ماند غیر مربوط

بت خانہ و خانقاہ باہم — یک مسجد و یک کلیسا ہم

گر مرد گزار وے نمازے — می گفت زنش بہ دیو رازے

از آمدنِ علی ثانی — آں گوہرِ گنجِ لامکانی

تاریخ چو شد صد و چہل سال — زد شرعِ نبیؐ بفرخی فال

شیخے کہ ز خویش ثانی آمد — ثانی علی ثانی آمد

القصہ دریں کہن بوادی — از ہمتِ ایں ولی ہادی

ہر بتکدۂ کہ گشت ویراں — شد خانقاہے بموضعِ آں

ہر سال در آں مقام سہ بار — جشنے شدے از طریقِ فجار

اکثر زن و مرد اہل کشمیر — خواہی زجوان و خواہی از پیر
قومے بضلال و بت پرستی — جمعے بہوائے لعب و مستی
چوں از زسنِ بنی مرسل — شد نہصد و سیزدہ مکمل
برکند بنائے بربت پرستان — برداشت تمام کافرستان
فرمود عمارتے در آنجا — زیبا و مزین و دل آرا
لیکن چو زمین ز اول کار — آلودۂ کفر بود بسیار
می خواست طہارتے ہمانا — کز حکمت صانع توانا
پس آمد و برد اصل خاکش — ز آلائش کفر ساخت پاکش
زیں واسطہ یافت شست و شوئے — گر کفر درو نماند بوئے
شد بارِ دگر جناب عالیش — مشغولِ عمارت حوالیش
دو چار حدشن بنائے از سنگ — بربست نہ شد زکار دل تنگ
ہر حد بمسافتے طویلے — مجموع زمیں قریب میلے
آں جملہ بلند ساخت یکسر — قدر دو سہ گز نہ بل فزوں تر
دریک طرفش قوی بنائے — دلخواہ عمارتے بجائے
آں باغ و عمارت و حوالی — از خلد نمونہ ایست حالی

دیں جاہ نہ سراد باغ است
کز باغ سراسرا فراغ است تلکہ

میر شمس الدین عراقی اور خانقاہ ہمدانیہ کی تولیت

کتب تواریخ میں مورخین نے خانقاہ ہمدانیہ کے بارے میں واقعات توڑ مروڑ کے پیش کیے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ سلطان حسن شاہ کے عہدِ حکومت میں خانقاہِ ہمدانیہ نذرِ آتش ہوئی تھی۔ بادشاہ نے اس کے اردگرد مکانوں کو خرید کر کے صحنِ خانقاہ میں شامل کیا اور پھر اسے از سرِ نو تعمیر کیا۔ سید علی نے اس کی تاریخ ۸۹۸ھ ہجری (۱۴۹۲ء) جبکہ خواجہ اعظم دیدہ مری اور حسن نے ۸۸۵ھ مطابق ۱۴۸۰ء لکھی ہے۔ انہی تاریخوں میں یہ بھی منقول ہے کہ جب میر شمس الدین عراقی حسن شاہ کے زمانے میں واردِ کشمیر ہوئے تھے تو ان کے تین مریدوں غازی خاں، ملک موسیٰ ریشہ اور کاجی چک جو اقتدار اعلیٰ کے

مالک تھے انھیں یہ تحریک و ترغیب دلائی کہ خانقاہ ہمدانیہ جو یک طبقہ ہے اسے ویران کرکے دو طبقہ بنایا جائے۔ اس میں ان کی غرض و غایت یہ تھی کہ ویرانی کے بعد اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی جائے تاکہ بقول ان مورخین کے خانقاہِ زڈی بل کی اہمیت بڑھ جائے اور اس طرح لوگوں کے لیے مرکز توجہ بن سکتی ہے۔ بالآخر محمد شاہ بادشاہ نے اُسے گرادیا اور قریب دو سال تک پھر خانقاہ ہمدانیہ یوں ہی بے رونق اور ویران پڑی رہی بعد میں کاجی چک کی بہن صالحہ ماجی جو سلطان کی زوجہ تھیں زیورات بیچ کر خانقاہ کو پھر سے بنوایا[۳۲]

دراصل واقعات یوں ہیں کہ جب حضرت میر سید شمس الدین عراقی ۹۰۲ سنہ ہجری (مطابق ۹۷-۱۴۹۶ء) میں دوسری مرتبہ کشمیر تشریف لائے تو انھوں نے ملک کاجی چک کے عہد حکومت میں خانقاہ میر سید علی ہمدانی کو جس کی بنیاد سکندر بت شکن نے اپنے عہد سلطنت (۷۹۶ سنہ ہجری تا ۸۲۰ سنہ مطابق ۱۳۹۴ - ۱۴۱۶ء) میں ۷۹۶ سنہ ہجری میں سید محمد ہمدانی کے ہاتھوں رکھوائی تھی اور جو بہت ہی مختصر عمارت تھی اس کو از سرِ نو تعمیر کرکے کافی وسعت بخشی اور اس کی وسعت کے لیے ملحقہ مکانات اور آراضی کو زر کثیر کے عوض خرید کر صحن خانقاہ میں شامل کیا۔ موصوف نے اپنے مریدوں قاضی محمد قدسی اور فرزندانِ ملا بابا علی کے مکانوں کو بھی وہاں سے ہٹایا تاکہ خانقاہ آگ جیسی ناگہانی آفتوں سے محفوظ رہ سکے۔ انہوں نے خانقاہ کے ساتھ ایک بہت بڑا لنگر خانہ، آتش خانہ اور گودام بھی تعمیر کرایا تھا۔ لنگر خانہ میں روزانہ صبح و شام غریبوں اور مسافروں کے لیے کئی خروار چاول پکتا تھا۔ مصنف بہارستان شاہی پہلا مورخ ہے جس نے میر شمس عراقی کے ہاتھوں خانقاہِ ہمدانیہ کی از سرِ نو تعمیر کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ:-

"حضرت ہدایت پناہ ولایت دستگاہ امیر کبیر سید علی ہمدانی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ الصمدانی صفہ کہ در محلہ علاء الدین پورہ برائے اقامت صلوٰۃ جماعات ساختہ بود۔ ولد امجد ارشد آنحضرت امیر سید محمد قدس سرہٗ خانقاہی بزرگ طرح انداختند و آں بادشاہ سعادت دستگاہ قریۂ چند برائے مدد معاش مجاوراں و معتکفان آں آستاں ملائک آشیاں گذاشتہ اند و بعضے می گویند کہ حضرت امیر سید محمد ہمدانی لعلے داشتند و آں لعل را بسلطان سکندر مرحوم دادند۔ و قریۂ تلال (ترال) و قریہ وچی را بطریق بیع و شریٰ گرفتند۔ و آں ہر دو قریہ را ابتیاع نمودہ وقفِ آں خانقاہ ساختند تا مددِ معاش مجاوران و اوراد خوانان آں آستانہ باشد و بناء و عماراتِ خانقاہِ متبرکہ حضرت امیر سید محمد ہمدانی عمارت کردہ خُرد و مختصر بود۔ و عماراتِ مردم و مجاوران و بیوتاتِ خانقاہِ

اہلِ شہر نزدیک بدیوار ہائے خانقاہ وحوالیِ آں محیط بود۔ چنانچہ اکثر آتشی دراں محلہ افتاد ومی سوخت۔ خانقاہ ہمراہ خانہا سوختہ، ودرزمانِ سلطان زین العابدین آں را باز عمارت نمود۔

چون حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ بتشریف قدوم ایں ممالک را مشرف ساخت، آنحضرت درعہد حکومت ملک الملوک ملک کاجی چک مرحوم آں خانقاہ را بایں بزرگی ووسعت وبلندی وعظمت مجدّدًا بنا نمودند۔ وخانہائے مردم از حوالیِ او برداشتند وزمین بعضیہا را زرِ بسیار ومالی بے شمار دادہ خریدند۔ وآنہا بہ زر احتیاج نہ داشتند مانند قاضی محمد رسی وفرزندانِ مُلّا بابا علی وغیرہم ایشان را از جاہائے دیگر زمینہا عوض دادہ از حوالیِ خانقاہ دُور ساخت تا بقعۂ متبرکہ از حوادث آفات وبلیّۂ احراق وحادثات محفوظ ومصئون باشد ودرزمانِ حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی وقضیات خانقاہ زیادہ ومضاعف گشتہ۔ چنانچہ درحیاتِ آنحضرت درمطبخ خانقاہ ہر روز صد لبت وپنج ترک برنج می پختند برائے طعام چاست شصت وپنج ترک برائے طعام شب، شصت ترک موظف ومقرر بودہ۔ کم روزہا می بود کہ درمطبخ گوشت نمی پختہ ودرمطبخے وآتش خانہ مختصر بنا کردند وبزرگیِ عمارتِ خانقاہ وکلانے صندوق کہ انبارشالی وخزینۂ حوائج ومصالح خانقاہ ہست نشانہ ونمونہ ایست باقی از ہمت عالی حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی" ۱۲۶

خانقاہ ہمدانیہ کا سارا انتظام میر شمس الدین عراقی کے ہاتھ میں تھا۔ مجاوروں کے تقرّر اور برخاستگی اور انتظام و اہتمام سے متعلق تمام امور انہی کے حدِ اختیار میں تھے۔ وہ خانقاہ کے مختارِ کل تھے۔ سلطان محمد شاہ نے ایک فرمان کے تحت میر عراقی کو خانقاہ کی تولیت اور اس کا انتظام کلی چلانے کے لیے مقرر کیا تھا۔ ذیل میں تولیت نامہ کی نقل درج کی جاتی ہے۔

"مقرر شدن خانقاہِ امیریہ بحضرت امیر شمس الدین بفرمان ہمایوں لازوال عالیا"

"وبحکم جناب امیر الامرا سید محمد حسینی وبشافہ ملک ابراہیم ماگرے، وملک شمس چک وملک عیدی رینہ وجمیع ارکان دولت واعیان مملکت توقیع رفیع اسطار می یابد مشتمل بریں معنی کہ خانقاہِ ہمدانیہ کہ منزل فیوض ربّانیہ است باجمیع استقامت وقریات کہ از زمانِ حضرت

سیادت مآب سعادت انتساب امیر اشرف امجد امیر سید محمد ہمدانی قدس سرہ الصمدانی الیٰ یومنا ہذا در پے آں وقف شدہ بہ تحویل و تولیۃ حضرت ارشاد مآب ولایت اکتساب قطب المحققین قدوۃ المرشدین زبدۃ ارباب الکشف والیقین المتوکل علی الملک المعین المختص بعنایات اللہ الباقی حضرت شیخ شمس الدین محمد عراقی طابت حالاتہ و دامت کمالاتہ مفوض ومسلم گردانیدہ شد۔ وجمیع امور و اعمال و مہمات و اشغال آں و بقعۂ مبارکہ از حل وعقد وقبض وبسط و عزل ونصب وامر ونہی باختیار آں حضرت گذاشتہ آمد۔ چنانچہ ہیچ احدی را از ملوک عظام وامرا و حکام بلکہ فردے را از افراد انام من الخواص والعوام بخلاف رائے آں حضرت دراں بقعۂ شریفہ تداخل وتصرف وتحکم نباشد وہرچہ صواب دید آنحضرت تواند بود۔ امر وناہی وصاحب اختیار باشد وبموجب دفعیہ کہ بدستخط شریف حضرت سیادت مآبی قدس سرہٗ مسطور است باحیائے مراسم واطوار واوراد واذکار حضرت علی ثانی امیر سید علی ہمدانی ساکنان ومتوطنان آں منزل مبارک ارشاد نمایند ومجاوران اہل وظائف آں بقعۂ شریفہ را ہدایت ورہنمائی فرمایند۔ فَمَنْ بَدَّلَہٗ بَعْدَ مَا سَمِعَہٗ فَاِنَّمَا اِثْمُہٗ عَلَی الَّذِیْنَ یُبَدِّلُوْنَہٗ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ حرر بامر العالی اعلاہ اللہ تعالیٰ" ۳۵

میر شمس الدین عراقی نے تولیت کے زمانے میں درویشوں کی ایک جماعت کو خانقاہِ ہمدانیہ میں کئی برس تک اربعین میں بٹھایا تھا۔ اور حاجی شمس کو اس جماعت کا پیشوا مقرر کیا تھا۔ ان کو خرقۂ کبود اور عمامہ سیاہ تفویض کیا تھا وہ حاجی مذکور کے ظاہر و باطن سے واقف تھے۔ ان کی تعلیم و تربیت کے لیے انھوں نے خاص توجہ فرمائی تھی۔ میر شمس الدین عراقی کے سفر تبت کے دوران اور پھر ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے میر دانیال خانقاہِ ہمدانیہ کے منتظم اعلیٰ تھے۔ چونکہ ملک ریگی چاک ورابدال ماگرے کا دل ان کے بارے میں صاف نہیں تھا اس لئے انھوں نے انھیں برخاست کرکے بابا علی کو خانقاہ کی تولیت اور شیخی سے ممتاز کیا تھا۔ ۳۶

خانقاہ زڈی بل اور سفر تبت

جب پہلی مرتبہ میر شمس الدین عراقی کشمیر بطور سفیر آئے تھے۔ تو انہی دنوں زڈی بل کو آب وہوا شادابی اور ترو تازگی کے اعتبار سے پسند فرمایا تھا۔ وہ وقتاً فوقتاً اپنے قیام کشمیر کے دوران وہاں جایا

کرتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ کاش اس سرزمین پر کوئی خانقاہ یا مسجد تعمیر ہوتی۔ اس زمانے میں انھیں کشمیر میں مستقل طور پر رہنے کا کوئی خیال نہیں تھا۔ زڈی بل کی زمین کسی کی ملک و تصرف میں نہ تھی۔ بلکہ سرکاری آراضی میں یوں ہی پڑی تھی۔ سلطان فتح شاہ کے ابتدائی عہد حکومت میں ملکان چاڈورہ کے امرا صاحبان اقتدار تھے۔ انھیں حکومت کے نظم و نسق میں اختیار کلی حاصل تھا۔ سلطان نے امراے چاڈورہ کو نوشہرہ کے قرب و جوار میں رہنے کے لیے زمین دی۔ ان لوگوں نے وہاں مکان بنائے۔ زڈی بل کی جاگیر ملک موسیٰ رینہ کو بخشی۔ انھوں نے وہاں مکان تعمیر کیے اور وہیں قیام بھی کرنے لگے۔ ملک موصوف ہی سب سے پہلے وہ شخص تھے جو میر شمس الدین کے معتقد اور مرید ہوئے تھے۔ انھوں نے پورے زڈی بل کو خانقاہ کے لیے ان کو بخش دیا۔ جتنے بھی ملک موسیٰ کے مکانات اور باغات یہاں تھے وہ سب کے سب میر عراقی کی نذر کیے۔ ایک دن دعوت کے موقع پر انھوں نے اپنی تمام جائداد منقولہ و غیر منقولہ جن میں ان کی تمام عمارتیں اور باغات شامل تھے میر عراقی کو دیے۔ اس واقعہ کو مصنف تحفۃ الاحباب نے اس طرح لکھا ہے۔

"و جملہ اہل و عیال و اولادِ خود را گفت کہ ہرچہ از زر و زیور و حلق و حلل و بازوبند و گلوبند و خلخال و سوار، و گوشوار و عقود و نقود و جامہ و خلعت و البتہ و اقمشہ داشتہ باشند پیش نظر آنحضرت حاضر ساختہ، نذر و ہدیہ آنحضرت نمایند۔ و ہرکہ قوتِ نذر کردن و طاقتِ ہدیہ نمودن نہ داشتہ باشد من ضامن و کفیلم کہ ہرچہ حاضر کنند من مضاعف آں معاوضہ کنم؛ و چوں تمام نساء و عورات و سائر اہالی و اولاد از ذکور و اناث ہرچہ داشتند از ملبوسات و منقولات و اجناس و نقود و عقیان و اعیان و لآلی و مرجان و مرسلہ و حمائل و سماط و حیاصل و حلوق و خواتم و معاجر و عوایم پیش آنحضرت جمع ساختہ نذر آنحضرت نمودند، و آنحضرت ہمت بلند او را تحسین و نہمتِ ارجمند ایشان را ہزار آفرین کردہ جہت قبول آں نذور و اجابت آں ہدایا بدرگاہ حضرت واہب العطایا فاتحۂ فایحہ روانہ کرد۔ و آں ملک ملک صفات مجموع مملوکات و متفرقات خود مع مراکب و افراس و اسلحہ و یراق و اسباب و آلات محاربہ و مقاتلہ در نظر نذر آنحضرت گذاشتہ۔ جملہ اہل و عیال و اولاد و اطفال و سائر نساء و عورات را در تن یک یک جامہ کہ جہت ستر عورت کافی باشد از اں خانہا بدر آمدند و جملہ آں مواضع با عمارات و بیوتات و اراضی و عقار و باغ و باغات و اشجار و املاک و اسباب و اموال بآنحضرت تسلیم و تفویض نمود و قبولیہ آں را بر جان و دلِ خود

منت نہاد" ۳۹ھ

میر شمس الدین عراقی نے ملک موسیٰ رینہ کے تحائف و ہدایا جن میں اراضی، مکانات، جواہرات اور زیورات وغیرہ شامل تھے۔ قبول کیے اور پھر موسم بہار میں سنہ ۹۰۲ ہجری مطابق سنہ ۱۴۹۶ء میں خانقاہ کی بنیاد ڈالی۔ قاضی محمد قدسی نے تاریخ کہی ؎

چوں بتائید کردگار علیؑ	حیِ قادر حکیم لم یزلی
نور بخشِ قلوبِ اہل صفا	ہادی سالکانِ راہ ہدیٰ
قاسمِ فیض و واہبِ توفیق	رہنمائے معارجِ تحقیق
طلعت افروز شمس دینِ نبیؐ	شمسہ افرازِ کاخ مطلبی
در بلادِ ممالکِ کشمیر	حرست عن طوارق اللہ میر
غوث اعظم امام روئے زمیں	قطبِ آفاق شیخ شمس الدین
پرتو شمع نور بخش افروخت	دیدۂ حاسدانِ منکر سوخت
ہمتِ ایں بزرگ صاحبِ غیر	فی الحقیقت بغیر منتِ غیر
خانقاہے چناں عمارت کرد	کہ فرشتہ درو زیارت کرد
بر درش نوشتہ روح الامین	سالِ تاریخ "کاشف المتین"

۹۰۲ ہجری

بر درِ ایں مقام ہمچو بہشت
خر د اللہ ذوالبقاء نوشت ۹۰۳ھ

ملک موسیٰ رینہ اپنی ساری املاک و جائداد میر شمس عراقی کو نذر کر کے آروٹ (تاشوان) میں قیام پذیر ہوئے۔ میر خود درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ جن میں ملا سلمان، ملا حاجی علی تلا تیزی، حضرت بابا علیٰ، مولانا محمد امام، مولانا نصرت، مولانا سعید، مولانا جمال، مولانا خلیل اللہ، مولانا قاضی محمد قدسی مولانا عثمان گنائی، مولانا سیف اور مولانا عبدالرحمٰن قابل ذکر ہیں زڈی بل میں وارد ہوئے۔ میر عراقی اپنی محذرات، اولاد اور سامان وغیرہ کے ساتھ ملک موسیٰ رینہ کے گھر میں اتر گئے۔ درویشوں نے خواہش ظاہر کی کہ ان کے اہل و عیال کے ٹھہرنے کے لیے انتظام کیا جائے۔ انھوں نے ملک مذکور کی املاک سے ایک سرائے ان کے حوالے کر دی۔ درویشوں نے اس پر چھپر ڈال دیا۔ بعضوں نے خس پوش

کی چاردیواری بنائی اور اس میں رہنے لگے۔ خود میر عراقی خانقاہ کی تعمیر میں معروف رہے۔

ملک موسیٰ رینہ اور دوسرے مریدوں نے مشورہ دیا کہ ضلع بارہمولہ میں صنوبر کے بلند و بالا درخت ہیں اور وہ خانقاہ میں لکڑی کے طور پر موزوں رہیں گے۔ اس زمانے میں دیودار کا درخت کوئی نہیں کاٹتا تھا۔ درخت کا کیا ذکر کوئی اس کی شاخ بھی نہیں توڑ سکتا تھا۔ کامراج بارہمولہ میں ایک مشہور و معروف بتخانہ تھا۔ اسے کشمیری میں مہاسن کہتے تھے۔ مہاسن کی وجہ سے لوگ دیودار درختوں کو متبرک سمجھتے تھے۔ یہ زمانہ سلطان محمد شاہ کا تھا۔ ان کے وزیر اعظم سید محمد بیہقی تھے۔ میر سید محمد کو کشمیری میں میاں محمد کہتے تھے۔ ملک موسیٰ رینہ رئیس اعظم تھے۔ انھوں نے بادشاہ سے مہاسن مسمار کرنے کی اجازت حاصل کی تاکہ اس کے مصالحے سے خانقاہ کی تعمیر ہو سکے۔ میر شمس الدین عراقی کے علاوہ بابا علی اور دوسرے صوفی اور درویش کامراج گئے۔ تخریب مہاسن اور قطع اشجار کے ارادے سے وہاں قیام کیا۔ مہاسن اتنا پرانا تھا کہ سن دراز لوگوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ کب اور کس زمانے میں بنا تھا۔ میر عراقی سب سے پہلے اس کے انہدام کی طرف متوجہ ہوئے۔ انھوں نے عمارت کو نذر آتش کیا۔ اس کے بعد اس کے بڑے بڑے پتھروں کو اس لیے ریزہ ریزہ کیا کہ ان میں بطرز بت اعضا کی صورت باقی نہ رہے۔ پھر درخت کاٹے۔ جب یہ کاٹے جا رہے تھے تو بڑے بڑے اڑنے والے جانور بے حد و حساب دوسرے جنگلوں اور پہاڑوں کی طرف بھاگنے لگے۔ ان میں کچھ شیروں کے برابر تھے۔ اور کچھ ان سے چھوٹے۔ یہاں میر عراقی خیمہ زن ہوئے اور تمام درخت اپنی موجودگی اور نگرانی میں کٹوائے کچھ دنوں کے بعد انھوں نے بابا علی اور دوسرے صوفیوں کو وہاں چھوڑا تاکہ لکڑی کاٹنے کا کام بخوبی انجام دیں۔ اور خود درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ زڈی بل لوٹے۔ یہاں خانقاہ تعمیر ہو رہی تھی۔ ادھر بابا علی نے ایک آدھ مہینے میں تمام لکڑی کٹوا دی۔ پھر سری نگر سے امیر شمس عراقی صوفیوں کے ہمراہ مہاسن گئے۔ انھوں نے لکڑی کو دریا کے کنارے جمع کیا تاکہ سوکھ جائے۔ اتنے میں جاڑا آ گیا اور انھوں نے وہیں قیام کیا۔ آخر کار آغاز بہار میں لکڑی کو زڈی بل پہنچا دیا۔ زڈی بل جانے سے قبل مہاسن کی جگہ مسجد تعمیر کرائی۔ اس کے مصرف کے لیے بادشاہِ وقت سے چند خروار زمین مخصوص کرائی۔ نماز پنجگانہ کے لیے وہاں مؤذن بھی مقرر کیا۔[۲۹]

اول اول جب سید محمد بیہقی وزیر اعظم نے دیکھا کہ یہاں امیر شمس عراقی ہر دلعزیز ہو رہے ہیں اور لوگ جوق درجوق ان کے مرید ہو رہے ہیں اور مشہور و معروف امرائے کشمیر ملکانِ چاڈورہ کے علاوہ صوفیائے کرام ان کے پرانے ہو رہے ہیں تو وہ بھی ان کی تعظیم و تکریم کرنے لگے۔ جب یہ حال

ملاؤں نے دیکھا کہ کشمیر کے امرا، روسا، علما، صوفیہ اور دوسرے مشائخ امیر عراقی کے مذہب امامیہ کی پیروی کرنے لگے تو انھوں نے شور وغو غا بلند کیا اور ان کے خلاف سید محمد بیہقی کے کان بھر دیئے۔ ان ملاؤں میں بابا اسماعیل پیش پیش تھے۔ انھیں یہ خوف لاحق ہوگیا کہ یہاں کے سلاطین وامرا امیر عراقی کے مریدوں میں شامل ہو رہے ہیں تو پھر ایسے عالم میں ہمیں کون پوچھے گا۔ اس لیے انھوں نے مخالفت پر کمر باندھی۔ انھوں نے وزیر موصوف کو خانقاہ زڈی بل کی تعمیر سے روکنا چاہا تھا لیکن اس میں انھیں کوئی کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ خانقاہ کی تعمیر میں اس وقت کشمیر کے سب سے بڑے صاحب اقتدار اور میر عراقی کے مرید خاص ملک موسیٰ رینہ کا ہاتھ تھا۔ اگرچہ سید محمد وزیر اعظم نے ملاؤں اور دوسرے لوگوں کے دباؤ کے تحت خانقاہ زڈی بل کی تعمیر کی ممانعت نہیں کی تھی تاہم ان کا دل میر شمس عراقی کے بارے میں بعد میں صاف نہیں تھا اس کی وجہ خاص یہ تھی کہ بیہقی صاحب ان کی بڑی صاحبزادی حضرت بی بی آغا سے خواستگاری کرنا چاہتے تھے۔ جب اس کی اطلاع حضرت امیر شمس عراقی کو ہوئی تو انھوں نے زوردار الفاظ میں ان کی درخواست کو رد کیا۔ لوگوں نے بیہقی کی سیادت کا بھی واسطہ دیا تھا۔ اس پر انھوں نے کہا کہ وہ فاسق وفاجر ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:-

"کسیکہ مرتکب کبائر و مدمن خمر و معلن فسوق و فجور بودہ باشد ہرگز دل من باو مائل نمی شود اگرچہ سید رضوی باشد۔ ودیگر خاطر من از مواصلت سلاطین و حکام و موانست ارباب دولت واہل دنیا بسیار متنفر و متنجب است۔ ہرگز این سخن قبول نمی کنم" ؎۹

جب امیر شمس عراقی کے انکار کی خبر وزیر بیہقی کو پہنچی۔ تو وہ طاقت کے بل پر انھیں ڈرانے دھمکانے لگے اور ان پر طرح طرح کی سختیاں کرنے لگے۔ آخر کار ملا فاضل رومی، حضرت بابا علی اور مؤلف تحفۃ الاحباب کے والد ملا جمال الدین کے مشورہ سے میر عراقی کی صاحبزادی کا عقد مولانا شیخ عبدالسلام رومی سے ہوا۔ موصوف ان دنوں کشمیر میں ہی مقیم تھے۔ کچھ دنوں کے بعد مولانا شیخ عبدالسلام کو پاٹہ واد تحصیل بڈگام میں آباد کیا۔ اور پھر یہ گاؤں اخراجات کے لیے بی بی آغا کے نام ہبہ کیا۔

جب یہ خبر سید محمد کو ملی کہ بی بی آغا کا نکاح شیخ عبدالسلام کے ساتھ ہوا تو ان کے دل میں کینہ وحسد کی آگ بھڑکنے لگی۔ اپنے ہمنواؤں نے ان سے کہا کہ امیر شمس عراقی نے آپ کے ساتھ انکار شادی کر کے آپ کو ذلیل ورسوا کیا۔ اس طرح ان کے دل میں نفرت پیدا کی۔

انہی ایام میں ایک دن امیر شمس عراقی کوہ ماراں (ہاری پربت) کی طرف جا رہے تھے کہ راستے

مین بہقی وزیر کا دیوان گھوڑے پر جا رہا تھا۔ اس نے امیر شمس کو سلام نہیں کیا۔ اس پر انھوں نے دیوان کو خوب زدوکوب کیا۔ اور نتیجے میں وہ خانقاہِ زڈی بل کی تعمیر ادھوری چھوڑ کر ۹۰۸ھ ہجری مطابق ۱۵۰۲ء میں لداخ چلے گئے۔ یہاں اشاعت اسلام میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں چھوڑا۔ وہاں کے راجاؤں، امرا اور عوام غرضیکہ ذرّہ ذرّہ کو مشرف بہ اسلام کیا۔ لداخ میں دو ماہ تک قیام فرمایا تھا۔ ملک موسیٰ رینہ وزیر اعظم سید محمد کے نامعقول طرزِ عمل سے سخت ناراض ہوئے جس کے تحت امیر شمس عراقی کو لداخ جانا پڑا تھا۔ یہ ناراضگی اتنی شدت اختیار کر گئی کہ آخر کار سید محمد کے قتل اور سلطان محمد شاہ کے زوال اور شکست کا باعث ہوئی۔ اور زمام حکومت ملک موسیٰ رینہ کے ہاتھ آئی اس واقعہ کو مصنف تحفۃ الاحباب نے تفصیل سے پیش کیا ہے۔

"چوں خبر ایں مناکحہ و ازدواج آنحضرت بمیاں محمد (سید محمد بہقی) رسانیدند، کینہ و کدورت ایں امر در دل و ضمیر او تمکن و مستحکم نشست و روز بروز مردم مخالف را عادی ایقاد نائرہ حقد و حسد او می نمودند و می گفتند کہ ایں مرد از نسبتِ مصاہرتِ شما ننگ و عار داشتہ و حرمت تمکین و اقتدار شما برابر مسافر بے نوائی نہ گرفتہ و با وجود ایں حال روزے آنحضرت بباغ و پالیز دامنہ کوہِ ماراں می رفتند کہ ناگاہ سوارے ملبس از مقابلہ می آمد۔ و چوں نزدیک رسید آنحضرت را سلام نہ کرد و ہیچ تعظیم و تواضع ہم نہ نمود۔ آنحضرت از سبب ناکردن سلام او پرسید۔ صوفیان کہ ہمراہِ سید بودند گفتند کہ یا حضرت! ایں سوار مسلمان نیست بلکہ کافر زنار دار است۔ آنحضرت پرسیدند کہ اگر کافر است چرا مانند مسلمانان بر سر زمین سوارہ می رود و لباس و کسوت او ہیچ فرقے با مسلمانان نہ دارند گفتند یا حضرت! اوے علمدار و صاحبِ دیوان حاکمِ وقت میاں محمد است و بہ حمایتِ وے ایں ہمہ غرور نگہ دارد۔ آنحضرت فرمودند کہ او را بگیرید و از اسپ فرود آرید۔ صوفیان او را از اسپ فرود آوردند و آنحضرت او را بر زمین خوابانیدہ چنداں چوب ہا زدند کہ از حیات خود مایوس گشت و ہمچناں او را رہا کردہ، آنحضرت پالیز کوہ ماراں رفتند و چوں آں کافر دیوانے باں حال پیش میاں محمد رسید ایں امر علاوہ آتشِ حقد و حسد موقد نائرہ بغض و تعصب او گشتہ و دودِ غضب و ظلام قہر از فلکِ دماغش در گزشتہ و با عوان ظلمہ خود حکم نمود کہ سجادۂ میر شمس بروید۔ و بغیر از زنان و کودکان ہر مردے کہ

در آنجا می باید بر بسته بدر خانهٔ من حاضر سازید - چون محصلانِ ظلمه در حویلی آنحضرت در آمدند - باغوانے کہ در باغہائے آنحضرت بکار مشغول بودند مثل صوفی داؤد و صوفی جنید و نونو صوفی و باغبانان دیگر ہم گرفتند و در مطبخ طعامہا اشتغال داشتند ہمہ را بدیوان مظالم او رسانیدند - و ہر کدام ایشاں را زیر چوبہا کشیدہ و بسیار تازیانہا زدہ و جفائے بے نہایت نمودہ - در کندہ بند انداختند -

چون ایں خبرِ ناخوش بآنحضرت رسانیدند آنحضرت کار و ہم بالیز گذاشتہ بدر خانہ وے فرستادند - کہ صوفیانِ ما چہ گناہ دارند کہ ایشان را چندیں جفا کردہ بند و کندہ انداختید - وے جواب فرستاد کہ مانتوئے ما چہ گناہ داشت کہ او را بے تقریب کشتید - آنحضرت فرمود کہ دیوانِ شما را بحکم شرعِ مصطفویؐ تادیب نمودم - جہتہ آنکہ وے بکسوت لباسے کہ کافران در شریعت رسول اللہ جائز نہ داشتند - پیش ما آمدہ ازآن سبب او را ادب کردم - و احتساب نمودم و صوفیانِ ما ہیچ گناہی نہ دارند - میاں محمد از سر غضب گفت کہ ما حاکم ایں مملکت و والیِ ایں شہریم و ما شما را محتسب نہ ساختیم و کسے دیگر ہم بشما اجازتِ احتساب نہ کردہ شما چرا بے تقریب مردم را احتساب می کنید -

آنحضرت ہم از سر عزت فرمودند - کہ مرا حضرت شاہ قاسم ولایت پناہ جہت ہدایت و ارشاد بندگانِ خدا درین ممالک فرستادند - اگر مرا از ارشاد خلائق و ہدایت عباد اللہ مانع و مزاحم می شوی تا مادام کہ حکومت و ایالت تو دریں مملکت نافذ و جاری باشد من در ولایت تو نمی باشم - مرا خط راہ بجانب تبت بدہید تا من در حکومت تو در بلاد تبت باشم - و ایں میاں محمد بسبب نخوت امورِ دنیائے دنی و کثرتِ غرور جہان فانی چناں متکبر و غرہ شدہ بود کہ ہیچ اندیشہ از شکستن دلہائے درویشان و کسرِ قلوب صاحب دلاں نہ کردہ و فرمودۂ بزرگان ہیچ ملاحظہ نہ نمودہ ؎

ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد | تا دل صاحب دلی نامد بدرد

بعد از روزے چند اسبابِ سفر مرتب ساختہ و استعدادِ تبت بہم رسانیدہ و کار خانقاہ نیم کار گذاشتہ متوجہ ولایتِ تبت شدند و قریب پنجاہ شصت صوفی ہمراہ خود گرفتند و حضرت بابا و سائر درویشان ہمراہ ساختہ دریں جا داشتند تا در خانقاہِ آنحضرت

خمس اوقات در ادائے صلوٰت اقامت جماعت نمائید و در صباح و رواح بوظائف
اوراد مواظبت کنند و بکارِ مہمات عمارت و اتمام درو دریچہائے خانقاه مشغول باشند.
و چوں آنحضرت بولایتِ تبت نزدیک رسیدند. رایان کردد جماعت کثیر ہمراه گرفته
باستقبال و پیشوا آنحضرت آمدند و درآں اوقات در ممالک تبت ہیچ آثارِ دینِ
ملت نبوده و ہیچ کس از احکام اسلام و شریعت سید انام خبرے داشته و تمام اہل آں
ممالک و ارباب آں دیار یا کافر بودند یا منافق فجار و کسے در آنجاہا دردِ دین و دغدغهٔ
مسلمانے نه داشته و در تمام قلعہا و بقاع آں ممالک بتخانہائے بزرگ معمور بوده و
اوثان و اصنام را معبودِ خود دانسته می پرستیدند و چوں قدم مبارک آنحضرت در
آنجاہا رسید از برکت قدوم میمنت تشریف زبدة المحققین جملہ رایان و خواقین و ملوک
سلاطین و سائر رعایا و دہاقین و اہالی آں سرزمین بشرف اسلام و توقیع ایمان مشرف شدند.
آنحضرت درویشان و صوفیانِ خود را فرمودند تا ہر کجا که بتخانه و معبد کفره بود
تمام آنہا ویران کردند و خراب و منہدم ساختند و بجائے بتخانہا و بیوتِ اصنام بنائے
مسجد و صوامع اسلام عمارت نمودند . . . . . . و قلوب اہل آں دیار و دلہائے مقیمانِ
آں اقطار بانوارِ محبتِ اہل بیتِ رسول مختار و ضیائے محبت آل و اولاد حیدرِ کرار
روشن و منور گشتند. آنحضرت مدت دو ماه درآں نواحی و حدود سیر و گشت فرمود.
جملہ رایان و خوخانانی که صاحب قلعہائے بزرگ بودند. یکے از ایشان صد تولہ طلا و زر
طبقے سیمین یا کاسهٔ نقره نذر آنحضرت آوردند. و باقی وزرا و امرا و خواقین ہر کدام
از ایشان چہل چہل و پنجاه پنجاه تولہ زر نذر آنحضرت نمودند و عوراتِ نساء حکام و سلاطین
ہم چنیں حلی و حمایلہائے خود نذر و ہدیهٔ آنحضرت ساختند و عامه رعایا و کافهٔ برایا ہر
کدام ایشان بقدر حالِ خود زرہا و طلاہا پیش آنحضرت آوردند. از زبانِ پدرِ بزرگوار
بکراتِ استماع نموده شد که جملہ آنچه از نقود سرخ و سفید پیش آنحضرت جمع شده بود
بما سپردند و آں ہمه از تبت تا به کشمیر بلکه تمام خرچ و صرف آں بحوالهٔ من بود.
آں را قریب شش ترک تخمیناً قیاس می کردیم که نصف آں ہمه زر و طلا بود و نصفش
نقره و سیم و ہر آنچه از شالہا و جاجہا پیش آنحضرت جمع شده بود جملہ آں را بعضے لعبودیان

کہ ہمراہِ آنحضرت بودند بخشش نمودند و بعضے بدرویشان و فقرائے آں دیار بخشیدند و درآں اوقات کہ آنحضرت متوجہ سیر و سفرِ تبت شدہ بود میاں محمد بعناد و تعصب آنکہ آمدن من بجانۂ خود قبول نمود و تولیتِ خانقاہِ ہمدانیہ و شیخی آں بقعۂ شریفہ از ملازمان آنحضرت منع فرمود۔ از تصرفاتِ محصلان آنحضرت بدر کشیدہ بود۔ و ایں ملک موسیٰ رینہ بواسطۂ کمال ارادت و غایت اخلاصی کہ بہ حضرت امیر شمس الدین محمد قدس سرہٗ داشت از موافقت و مصاحبت میاں محمد متنفر و دلگیر گشت و از غیرتِ دین و حمیّتِ اسلام درصدد مخالفت و عداوتِ او افتاد و درآں وقت سلطان فتح شاہ و بعضے از ملوک کشمیر در کوہستان ہند بودند۔ و ملک موسیٰ کسے از خود بہ پنہانی پیشِ ایشان فرستاد و بایشان عہد و پیمان خود بہ سوگند ہائے غلاظ و قسمہائے شِداد مؤکد و مستحکم ساخت کہ شما در کشمیر درآیند من با شما متفق و موافق می شوم۔ چوں ایشان از راہِ ہیرہ پور بکشمیر درآمدند ملک موسیٰ از جاڈورہ گریختہ بایشان پیوست و میاں محمد سلطان محمد شاہ ہمراہ گرفتہ بمقابلۂ ایشان رفتند۔ و در موضع زَوَر و نشستند و بعد از روزے چند میاں محمد از آنجا برخاستہ بر سرِ ایشان رفت و نزدیک ہیرہ پور بیک موضع میان ایشان محاربہ و مقاتلہ واقع شد۔ و دورانِ جنگ میاں محمد کشتہ شد و سلطان محمد شاہ مغلوب و منہزم شدہ بطرف ہندوستان رفت و سلطان فتح شاہ پادشاہ ایں ممالک گشت و زمامِ حکومت و وزارت بدست اختیار ملک موسیٰ رسید"[۴۱]

سید محمد بیہقی کے بعد شمس چاک کپوارہ وزیر اعظم ہوئے تھے۔ ان کا بھی وہی حشر ہوا جو ان سے قبل سید محمد کا ہوا تھا یعنی یہ بھی ملک موسیٰ رینہ کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔ اس طرح ۹۰۷ھ ہجری میں ملک موسیٰ رینہ جب وزیر اعظم ہوئے تو انھوں نے سب سے پہلے میر شمس عراقی کے خلیفہ بابا علی سے کہا کہ وہ دو تین تیز گام صوفیوں کو فوراً اسکردو میں ان کے پاس بھیجدیں اور انھیں تازہ صورت حال سے آگاہ کرکے جانب کشمیر متوجہ کریں۔ بابا نے ایک درویش ملّا جوہر کو سامانِ سفر اور چند صوفیوں کے ہمراہ لداخ (اسکردو) بھیجا۔ میر شمس عراقی اسبابِ سفر مرتب کرکے لداخ سے روانہ ہوئے۔ راستے میں کھیری وَچَہ کے مقام پر چند کشمیریوں نے انھیں قتلِ سید محمد کی اطلاع دی جونہی انھوں نے سید محمد کی ناگہانی سنی تو لاٹھیوں سے انھیں خوب خورد دخام کیا۔ اور فرمایا کہ تو نے یہ بری خبر مجھے کیوں سنائی[۴۲] یہ واقعہ

بہارستان شاہی میں قدرے تفصیل سے درج ہے اور یہ ہے:-

" و بعد از وقوع این واقعہ یکے از مریدان میر شمس الدین خبر کشتن میر محمد در ملازمت ایشان اظہار نمود کہ دشمن شما کہ از ملک کشمیر آنحضرت را اخراج ساختہ بہ تبت فرستادہ بود۔ آں را مریدانِ آنحضرت روز سیاہ در پیش آوردہ بقتل رسانیدند۔ پیدا است کہ از استماعِ این اخبار فرحناک خواہد شد چوں میر شمس الدین مرد موحد و مجیب الدعوات بود۔ رسانندۂ این خبر را تہ شلاق داد و خود از روئے تاسف و حسرت متالم دارافسوس می خورد و می گفت ؎

او نیز گذشت ازیں گزر گاہ   آن کیست کہ نگزرد ازیں راہ

کہ حیف آں چشمۂ حیات کہ منبع رشحاتِ جود و جلال بود بنجا شاک چاہِ مکدر داہلاک متبر شد۔ آب در دیدہ کنان فاتحہ جہت رستگاریِ ایشان خواند۔ و دعائے خیر فرزندانِ ایشان و آبادانی محلہ مرحوم میر محمد از درگاہ واہب آلا طلب نمود و بواسطہ دم کرم میر شمس الدین درعرض چند سال آبادانی و معموری درآں مکان بسیار شد "[43]

تبت کی واپسی اور تکمیل خانقاہ زڈی بل

سید امیر شمس الدین محمد عراقی جب سفر تبت سے واپس تشریف لائے تو کشمیر کے سلاطین، امرا، حکام اور وزرائے ان کا گرمجوشی سے خیر مقدم کیا۔ اور انھیں بڑے اعزاز و احترام کے ساتھ زڈی بل میں اتارا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ ناتمام خانقاہ کی طرف پھر متوجہ ہوئے۔ اور ایسی پر شکوہ اور وسیع خانقاہ تعمیر کی جس کی نظیر روے زمین پر نہیں تھی۔ اس کے ساتھ ایک حمام بھی بنایا تھا جو فنِ تعمیر کا ایک اعجوبہ تھا۔ یہ حمام بغیر لکڑی جلائے گرم رہتا تھا۔ خانقاہ کی زمین دور دور تک پھیلی تھی۔ اس کے اردگرد ایک مضبوط حصار بھی بنائی گئی تھی۔ ایک قلمی کتاب تحفۃ المناقب میں خانقاہ کے بارے میں درج ہے:-

" در محلہ شریف زڈی بل کہ مطاع؛ مطاف وضع مشریف است۔ عبادت خانہ و خانقاہے سہ طبقہ طرح فرمودند۔ و بنا ساختند کہ طول و عرض آں بست[44] و ہفت ذرع کردہ اند۔ اعتماد سقف ہمہ بر جدار آں بود۔ در بلندی طبقۂ اولیٰ دہ ذرع و طبقۂ ثانی ہشت ذرع است در گاہے معلّی و خانقاہے چناں طرح فرمودہ اند کہ دیدۂ روزگار در ربع مسکون مثلش و نظیرش نیافتہ و ہوائے و مکانے دلکش داشت و در طرف شمالے و

شرقے بیابانی ناہموار بود کہ آں را برابر ساختہ۔ صحن آستانہ شریف فرمودند۔ کہ الحال معروف بہ گرگ بل و از یں مکان تا نزد بانِ آستانہ کہ سہ دروازہ و سہ مکان و سہ ڈیوڑھی طرح شدہ بود کہ ہر یکے مسمی بہ اسمی معین شدہ بود۔ یکے را باب الطریقہ دوم باب الشریعت سوم باب السلام می گفتند و در گرد زڑی بل حصن حصین بنا فرمودہ اند و حمامے کہ در تمام سال گرم می شد احتیاج بہ ہیمہ نداشت چنانچہ در سلک نظم کشیدہ است ؎

چہ خوش سیدے بود عالی تبار	ز آباؤ اجداد خود یادگار
ز ایران بکشمیر آوردہ رُو	ہزار آفریں باد بر خلق او
بسے بود در وے علوم غریب	نمودہ ازاں کارہائے عجیب
حمامے بحکمت نمودہ بناز	ولے سوئے ہیزم نبودش نیاز
شدہ گرم بے ہیمہ از حکمتش	شنیدم کہ سازد خدا رحمتش
بگرد زڑی بل نمودہ حصار	دراں دڑ دو در ساختہ استوار

خانقاہ پہنچنے تک تین بڑے دروازے (پھاٹک) تھے۔ (۱) باب الطریقت، (۲) باب الشریعت (۳) باب السلام۔ تحفۃ الاحباب میں خانقاہ کی تفصیلات درج ہیں۔ ذیل میں اقتباسات درج کیے جاتے ہیں تاکہ اس آثار قدیمہ کے بارے میں واقفیت معلوم ہو سکے۔

"چوں آنحضرت بہ بقعۂ شریفہ رسیدند۔ بعد از روزے چند با سباب اتمام خانقاہ و سر انجام مہام آں بقعۂ ولایت پناہ مشغول شدند و بعد از مراجعت از تبت ایوان غربی خانقاہ برآوردند۔ و بعد از اتمام خانقاہ مشغول بفرش حریم آں بقعۂ دیں پناہ شدند۔ و آں را از جوانب و اطراف سنگ بستہا نمودند کہ ارتفاع آں ہم قریب دہ دوازدہ گز باشد و سطح حریم از ہر چہار جانب خانقاہ بہ سنگہائے ہموار سطح و مفرش ساختند۔ بر اطراف زاویہا و گوشہ ہائے حریم عمارتہا دلپند و حجرہائے مقبول بنا ساختند و طرح آں موضع شریف چناں افتاد کہ از جانب شرقی و جنوبی و غربی آں موضع تمام محاط و محوی بود۔ یاب صاف نزدیک بسنگ بستہائے حریم آب رسید و از طرف شمال پیوستہ است۔ باغات و ضیاع مردم کہ دلالہ دانہ ہائے ثلثہ آں بقعۂ شریفہ از آنجناب است۔ و در اوائل ایام آنحضرت جملہ صوفیان و مخلصانِ خود را بجانب شمالِ خانقاہ یک باغ حوالہ کردہ بودند بحکم

آنحضرت درآں باغ کلبہ ہائے مختصر و خانہائے یک طبقہ بنا کردہ متوطن و مقیم می بودند۔ و بعد از چندگاہ آنحضرت خواستند کہ حوالیِ خانقاہ چند باغے سازید۔ صوفیان و مخلصان خود را فرمودند تا از ایں جا بر خواستہ بیرون دروازۂ اول باغہا و اقطاع زمین گرفتند بعضے بطریق بیع و شری و بعضے بہ سبیل ہبہ و عطایا زمینہا را مالک و متصرف شدند و برائے توطن و اقامت خانہائے و عمارتہا بنا نہادند۔ آنحضرت پارۂ زمین بیرونِ دروازۂ اول کہ آں را باب الشریعت می گویند۔

برائے موقف مراکب و اسپہائے سواران بے عمارت گذاشتند و صوفیان خود را فرمودند کہ گرد اگرد ایں زمین خانہا عمارت کنند و ہیچ کس دریں قطعۂ زمین تصرف خاص نکند کہ آں را حریم دروازۂ خود ساختم۔ تا عامہ سواراں و کافۂ راکبان اسپہا و مراکب خود دریں جا نہند و رہگذر صوفیان بجانب خانقاہ ازیں جا باشد و درآں وقت آں زمینِ ناہموار بود و بسیار پست و بلندی داشت و آنحضرت جملہ بلندیہائے آں برداشتہ در پہلوئے دروازۂ شرقی کنارۂ کولاب باغ ساختند و زمین آں را از آب برآوردند و اشجار بسیار و درختہائے میوہ دار دراں باغ نہال کردند و حریم دروازہ را ہموار و مسطح ساختہ گذاشتند و ارباب ارادت و اہل اخلاص کہ بزیارت و ملاقات آنحضرت می آمدند۔ از ہماں دروازہ شریعت از مرکب فرود آمدہ تا بہ حریم خانقاہ پیادہ می رفتند و سلاطین و حکام و اکابر و امرا و عظام از اں دروازہ تا بباب الطریقت سوارہ می در آمدند و حاجب و دربان ایں دروازہ ددم باد صبا بود و آنحضرت بیرون دروازۂ دوم کہ آں را باب الطریقت می گفتند۔ پارۂ زمینے کشادہ گذاشتند۔ جہت حریم آں دروازہ تا بعضے از ملوک و سلاطین و امرائے خاص کہ تا آں دروازہ سوار آیند از اں دروازہ فرود آمدہ اسپہا و مراکب خود ہمانجا دارند و در زمانِ آنحضرت ہیچ کس از ملوک و سلاطین و حکام و خواقین اسپ خود از اں دروازہ نمی توانست در آورد و سرحد رکوب سواراں ہماں دروازۂ طریقت می بود و از آنجا از مرکب فرود آمد۔ پائے ارادت و قدم اخلاص بہ تعظیم و حرمتِ تمام در دروازہ می نہادند و آنحضرت ہمچنیں درون دروازہ پارۂ زمیں کشادہ بے عمارت گذاشتند برائے آنکہ آنحضرت گاہ گاہ برسرآں

دروازہ می نشستند و مردمان را ارد ہا و شاہی ہا قسمت می کردند۔ و موقفِ مردم و محل ایستادن صوفیان ہمابنجامی بود و حضرت شیخ دانیال ہمیشہ بر دہلیزانِ دروازہ می نشست و مردم اکابر کہ پیش آنحضرت می بودند۔ بر صفہائے دیگر نشستند و بایشان مکالمات و محاورات می فرمود۔ و حضرت امیر شمس الدین محمد گاہ گاہ بدروازۂ شریعت ہم برآمدہ می نشستند۔

از زبان مبارک پدر بزرگوار بسیار ہا استماع نمودہ شد کہ آنحضرت بار ہا فرمودند کہ ہر مومن مخلصے کہ خانقاہ ما را ہفت طواف بجا آورد۔ گویا کہ طواف بیت اللہ الحرام بجا آوردہ باشد و عند اللہ برابر طواف نا ملہ مکۂ معظمہ ثواب خواہد یافت۔

نقل است کہ صوفی بود از صوفیانِ آنحضرت دا دراد غدغہ زیارت بیت اللہ پیدا شدہ و برائے زاد راہ و خرجیاتِ سفر خود پارۂ زر جمع کردہ پیش آنحضرت آمدہ۔ رخصت و اجازت طلبید۔ آنحضرت فرمود کہ برائے زاد خرجی راہ چیزے داری گفت۔ ایں قدر مبلغ زر برائے خرجی راہ جمع دارم۔ آنحضرت فرمود کہ برد آں زر ہا را پیش من بیار۔ آں صوفی چوں مخلص خاص و مرید با اخلاص بود۔ فی الحال رفتہ و آں زر ہا را پیش نظر آنحضرت حاضر ساخت و آنحضرت فرمود کہ ایں زر ہا پیش من بنہ و ہر روز خانقاہ ما را ہفت طواف بکن۔ کہ خدائے تعالیٰ ترا ہر روز ثوابِ بیت اللہ خواہد داد۔ در دیوانِ اعمالِ تو ہر روز یک حجے ثبت خواہد کرد۔ و ایں سخن آنحضرت بعینہ سخن حضرت بایزید بسطامی است کہ در کتاب مسطور و مشہور است۔“ ۴۴

امیر شمس عراقی نے خانقاہ زڈی بل عجوبۂ روزگار بنائی تھی۔ اتنی بڑی اور بلند و بالا عمارت بغیر ستون کے کھڑی تھی۔ یہ پرشکوہ اور عظیم الشان خانقاہ ملک موسی رینہ کے عہد حکومت میں ”خانقاہِ نوربخشیہ“ کے نام سے بڑے احترام و اعزاز کے ساتھ سنہ ۹۰۹ ہجری مطابق سنہ ۱۵۰۳ء میں مکمل ہوئی تھی۔ مولانا کمال الدین گنائی جو اپنے زمانے میں ایک مشہور منجم تھے۔ انھوں نے خانقاہ کی تاریخ اتمام لفظ ”شیخ“ کہی جس سے سنہ ۹۱۰ ہجری مطابق سنہ ۱۵۰۴ء کا سال برآمد ہوتا ہے۔ خانقاہ کی کیفیت تحفۃ الاحباب میں درج ذیل الفاظ میں درج ہے:-

” تمام ایں عمارت بایں ہمہ عظمتِ بے ستون برآوردند و استحکام ایں قدر عمارت و اعتماد سقفہا و بام آں ہمہ بر جدار ہا و دیوار ہائے آں عمارت است۔ و ہیچ ستونے و

عمادے در ہر طبقہ آں نہ نہادند۔ داکثر خانقاہے معمور ساختند، بکمال نورانیت وتمام صفا وصومعہ بنا نہادند۔ در غایت روشنی ونہایت ہواکہ مسافرے وآیندہ کہ در آنجا می درآید بدیدنِ نور وصفائی آں صومعہ روح افزا مبتہج ومسرور می شد۔ دتماشائے ہوائے آں بقعہ دلکشا خرم وخوشحال می گشت ومردم از اقطار واکناف واز جوانب واطراف می آمدند۔ وآں خانقاہِ منور را می دیدند۔ می گفتند کہ چندیں بلاد وامصار کہ گشتیم ودر تمام ممالک ودیار کہ مسافرت نمودیم، ہیچ جا عمارتے باایں روشنی وہوا و خانقاہے بایں نور وصفا نہ دیدیم وحضرت امیر شمس الدین محمد قدس سرہٗ آں را بہ خانقاہِ نوربخشیہ موسوم ساختند ومردم اطراف واجانب می گفتند کہ بمجرد تماشا ودیدن ایں منزل منور معلوم ومفہوم می شود کہ خانقاہِ نوربخش، وابتدائے بنائے آں بقعۂ متبرکہ در سال نہصد ونہم ہجری واقع بود، چنانچہ برپیشانی دروازہ آں خانقاہ ملائک پناہ ایں عبارتِ سعادت آثار نوشتہ بودند کہ

بنیتِ ھذہ البقعۃ الموسومۃ المتبرکۃ

الشریفۃ الشمسیۃ النوربخشیۃ فی التاریخ سنۃ

تسع وتسعمائۃ من الھجرۃ النبویہ علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ

ودر سالِ دوم کہ دہم ہجری باشد بانجام رسید وآں منزل شریف باتمام انجامید وطالب راہِ خدائی مولانا کمال الدین محمد گنائی کہ پدر میر حسین منجم بود در سال اتمام ایں خانقاہِ متبرکہ لفظ "بشیخ" (۹۱۰ھ) تاریخ یافتہ وایں قطعۂ منظوم کہ برسر دروازہ حقیقت آں بقعۂ شریفہ تحریر یافتہ است از نتائج طبع لطیف اوست وقطعۂ ایں است وللہ درقائلہ

بترتیبِ عمارت خانقاہ نوربخشیہ	مرتب شد زحسن اہتمام مرشدِ دانا
دلے مقتدا شیخ المشائخ میر شمس الدین	کہ روشن ساخت فیض نوربخش دیدۂ دلہا
اگر خواہی کہ معلوم شود تاریخ ایں منزل	بجو از "شیخ" استفسار تاریخ بنائش را ۹۱۰ھ

۹۱۰ھ ہجری

جب خانقاہ زڈی بل مکمل ہوئی تو میر شمس عراقی مولانا جمال، مولانا سلمان، مولانا عثمان، مولانا سیف اور مولانا عبدالرحمٰن کے ساتھ اس میں دس سال تک چلے میں بیٹھے۔ اور سالکان کو تربیت دیتے رہے۔ دس سال کے بعد وہ درویشوں کے اجلاس میں حاضر ہوئے اور انھیں اپنے حجرے کے باہر بٹھا کر دالیس

چلے جاتے تھے۔ پھر رات کے پچھلے پہر خانقاہ میں آکر نماز پڑھتے۔ بعد نماز اوراد فتحیہ پڑھنے میں مصروف رہتے تھے۔ تحفۃ الاحباب میں ان کی مصروفیات اس طرح درج ہیں۔

"بعد از فراغ اوراد بیروں می آمدند و بجماعت صوفیاں که بکار باغ و باغات اشتغال داشتند سرکاری ہامی نمود۔ و بوقت نماز پیشین باز بخانقاہ درآمدہ نماز بجماعت می گزارد و از وظائف باقیہ فارغ شدہ صحبت می داشت و بحرف و حکایات و کلام و کلمات اشتغال می نمود۔ و باز نماز دیگر بجماعت حاضر شدہ می گزارند و باوراد عصریہ می نشست و بعد از نماز شام و خفتن بخلوۃ خود می درآمد و بعد از طعام دعائے ختم طعام آنحضرت می خواندد بعد از ادائے چند تسبیح و ظیفہ بحجرۂ بیرونی می رفت و در پاس آخر بخلوت اربعین می درآمد بہمیں نہج و طریقہ قریب پانزدہ شانزدہ سال گزارند۔ و دریں اربعینہا جملہ درویشان قواعد آداب ارباب عزلت وارکان شرائط اہل خلوت محافظت می نمودند و آنحضرت قواعد اعتکاف مرعی می داشت و تمام اہل اربعین و سائیر درویشان چلہ نشیں در حرکات و سکنات بحکم موتوا قبل ان تموتوا مانند اہل قبور و محض اموات بودند و با ہیچ کس سخن جز بضرورت نمی کردند۔ و اگر بضرورت سخن بہ کسے می کردند مانند مریض مشرف سخن بطریق نجومی می گفتند و ہرگز آواز بلند نمی کردند" [۳۳]۔

جو لوگ نئے نئے نوربخشیہ طریقہ اختیار کرتے تھے ان کے لیے لازم تھا کہ وہ تمام رات خانقاہ میں محو عبادت رہیں۔ ان کو غزالی، بسطامی اور جنید کی کتابوں کے اقتباسات سنائے جاتے تھے۔ مصنف تحفۃ الاحباب ایک نوربخشی ملا حسن عودی کے حوالے سے نقل کرتا ہے کہ خانقاہ نوربخشیہ میں صوفی اور درویش محفل سماع بھی منعقد کیا کرتے تھے اور وہ لوگ اسے سنت رسول کہتے تھے۔ ایک مرتبہ رات میں سید افضل و حافظ محمود کیانی جو خوش آوازی اور غزل خوانی میں بے مثل تھے حالت وجد میں تھے۔ اسی وقت ایک عرب میر شمس الدین کی زیارت کے لیے آیا —— میر عراقی اپنے حجرے سے برآمد ہوئے اور محراب خانقاہ میں اس عرب کے ساتھ بیٹھ گئے۔ انہوں نے ملا حسن عودی کو حکم دیا کہ تمام صوفیوں کو محفل سماع میں بلالاؤ۔ میرے بسم اللہ کہنے سے تمام صوفی آئے۔ پھر مجھے حکم ہوا کہ تم شیخ عرب کو اٹھاؤ۔ میں اس کے سامنے گیا اس نے سر ہلا کر اٹھنے سے انکار کیا۔ میں نے اپنی پوری قوت کے ساتھ اس کو اٹھایا۔ اس نے اپنے ساتھ میر عراقی کو بھی اٹھایا۔ اور پھر دونوں پر وجد میں حال کی کیفیت طاری ہوئی۔ اور میں نے دیکھا کہ :۔

"ہر دو شیخ پر شوق و ذوق درمیان اہل سماع مانند نیرین در میان ثوابت و سیارات می گردیدند و چون سبز پوشان صوامع گردون و ازرق لباسانِ خوانق بے ستون رقصہا دگر دشہا می نمودند و جملہ درویشانِ عالی شان مانند روشنان آسمان و تمام صوفیانِ ملک صفات چون نیراتِ سموٰت دایرات بعضے از مشرق روئے بہ مغرب داشتند و بعضے از مغرب بطرف مشرق قدم سماع برمی داشتند و جمعے از شمال بہ جنوب می گشتند و برخے از جنوب شمال می گزشتند"[۴۷]

یہ وجد و سماع کی محفلیں خانقاہ میں میر شمس الدین عراقی کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے میر دانیال نے جاری رکھی تھیں۔ وہ بھی صوفیوں کی صدائے بسم اللہ سنتے ہی وجد میں آتے تھے۔ یہی حال بابا علی اور دوسرے درویشوں کا تھا۔ بقول مصنف تحفۃ الاحباب :۔

"حضرت شیخ دانیال و حضرت بابا ہم در وجد و سماع بدرویشانِ عالی شان موافقت نمودند و چناں وجد و سماع بسوز و گداز و شوق و نیاز واقع شدہ کہ در غلغلہ جوش و خروش اہل اللہ از صوامع ملک و ملکوت درگزشتہ و دلولۂ شوق و ذوقِ درویشاں را بسماع کروبیاں رسیدہ و حضرت شیخ شہید و حضرت بابا اگرچہ در اوّل سماع و تواجد با خبر و باہوش بودند۔ لٰکنا در اثنائے وجد و سماع آنچناں بے خودی دست نمی دہد و بجز از سکران شراب طہور لا یزالی آن مستی و بے ہوشی دیدہ نمی شود"[۴۸]

میر شمس الدین عراقی نے ۹۰۰ھ ہجری میں تبت جانے سے قبل حضرت بابا ملا علی کو خانقاہ زڈی بل میں اپنا نائب و خلیفہ بنایا تھا۔ انہوں نے خلافت اور نیابت کی رسم اس طرح انجام دی کہ اپنا عمامۂ سیاہ سرخ کپڑے (طاقیہ) کے ساتھ ان کے سر پر رکھا اور پھر فرمایا کہ یہ تاج کرامت ہے جو حضرت سلیمان نے ہُدہُد کے سر پر رکھا اور پھر ان کی دستار اپنے سر پر رکھی۔ یہ بھی فرمایا کہ تم کو اجازت ہے کہ اپنے مریدوں کی بیعت قبول کرو۔ اس کے بعد خانقاہ میں مریدوں اور درویشوں نے ان کے ہاتھ بیعت کر لی اور پھر چلّے میں بیٹھ گئے۔"[۴۹]

میر شمس عراقی اپنے مریدوں کو طہارت اور پاکیزگی کے آداب و قواعد بھی سختی سے سکھاتے تھے تحفۃ الاحباب میں درج ہے کہ ایک صوفی مسمّی تاج الدین خادم ان کے مطبخ میں بیس سال سے باورچی تھے اور ہمیشہ "لا یمسہ الا المطہرون" کے حکم کے مطابق باوضو پکاتے تھے اور بغیر وضو کسی برتن یا کھانے پینے کی

چیزوں حتیٰ کہ لکڑی کو بھی نہیں چھوتے تھے۔ اس پاکیزگی اور طہارت کے باوجود ان کو آداب سکھاتے وقت لکڑی سے مارتے تھے اور وہ درویش باصفا عاشق ولرلیش کی طرح اپنے محبوب کے ہاتھوں پہلو بدل بدل کر لکڑی کی چوٹیں کھا کھا کر مسرور و شادماں ہوتے تھے ؎۵

لوگ خانقاہ زڈی بل کا طواف مسجد حرم کی طرح کرتے تھے۔ روز نماز پنجگانہ ہوتی تھی اور صوفی اکابر خلوت نشینی میں درود و وظائف میں ہمہ تن محو رہتے تھے۔ خود میر شمس الدین خانقاہ میں باب حقیقت کے بائیں طرف اپنی نشست گاہ میں تشریف رکھتے تھے۔ اودھ میں سلاطین و امراء اور حکام و عوام قدمبوسی کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ سردیوں میں میر عراقی اور صوفیائے اکابر چلہ نشین ہوتے تھے۔ اسی زمانے میں قاضی محمد قدسی فارسی کے ایک زبردست شاعر تھے۔ وہ دل و جان سے ان کے مریدوں میں شامل ہوئے تھے اور ان کی خدمت میں ہمہ اوقات حاضر رہتے تھے۔ قاضی صاحب اپنے مرشد بزرگوار کی ارادت مندی سے اس قدر متاثر ہوئے تھے کہ وہ اپنے نام سے پہلے عقیدت مندی کے طور پر لفظ "خدمت" ضرور لکھا کرتے تھے۔ ایک دن میر عراقی "خدمت قاضی محمد قدسی" کے ہمراہ کشتی میں پاندریٹھن تشریف لے گئے۔ دوران سفر آنجناب نے قاضی صاحب سے فرمایا کہ "سلسلۃ الذہب" کے نام سے ایک مثنوی نظم کریں جو خانقاہ زڈی بل کی جداروں میں کتبہ کی جائے۔ تاکہ مشائخ عظام اور اولیائے کرام کے اسمائے گرامی یادگار کے طور پر قائم رہیں۔ ادھر میر عراقی صوفیوں کے ساتھ پاندریٹھن میں انکسار اصنام میں مصروف رہے اور ادھر قاضی صاحب نے ایک درخت کے نیچے قلم دوات اور کاغذ سنبھالا اور نماز پیشین تک ۴۹ شعر کی مثنوی نظم کی جب میر عراقی کو اپنے کام سے فراغت ہوئی تو مثنوی سماعت فرمائی اور بے حد مسرور و محظوظ ہوئے۔ اسی وقت حکم دیا کہ اسے ملا ولی گنائی اور ملا حاجی گنائی خانقاہ زڈی بل کی دیواروں پر کتبہ کریں۔ یہ دونوں ملا صاحبان فن خطاطی اور خاص کر ثلث نویسی کے ماہر تھے۔ چنانچہ پوری مثنوی خانقاہ میں کندہ کرائی گئی۔ چند شعر ذیل میں درج کیے جاتے ہیں ؎

عارفِ حق ولی روئے زمیں — قطب آفاق شیخ شمس الدین

قبلۂ خلق و قدوۂ اقطاب — شدہ قاسم شہِ بلند جناب

نسبتِ او بہ پیرو اعظم — مظہر رحمتِ وجہان کرم

نوربخش آں محمد ثانی — غوث اعظم امام ربانی

نسبتِ او بآفتاب ہُدا — خواجہ اسحٰق زبدۃ الشہدا

نسبتِ او بہ پیر ربّانی — قطب عالم امیر ہمدانی

ذاتِ او منبع معانی دان	نام او را علی ثانی دان
نسبتِ حضرتش بعارفِ ربّ	شیخ محمود مزدقانی لطلب
نسبتِ او بقطبِ یزدانی	شیخ عالی علاء سمنانی
نسبتِ او بمرشدِ دینی	عبد رحمٰن اسفرائینی
نسبتِ او بہ شیخ احمد	آنکہ از جورفان موید شد
نسبتِ او بہ سالک والا	شیخ عالم علی بن لالا
نسبتِ او کہ عالم آراشد	باز بانجم دیں کبریٰ شد
نسبتِ او بہ بو نجیب آمد	آنکہ درکار دیں لبیب آمد
نسبتِ او بعارفِ عالی	شیخ دیں احمد است غزالی
نسبتِ او بشیخ ابوبکر است	کہ زقید تردد و شک است
نسبتِ او بہ پیر ربانی	شیخ ابوالقاسم است جرجانی
نسبتِ او بہ معدنِ عرفان	مرشد راہ شیخ ابوعثمان
نسبتِ او بعارفِ رحمٰن	بوعلی پیررود باری دان
نسبتِ او بفرد الافرادی	غوث اعظم جنید بغدادی
نسبتِ او بمقتدائے انام	شاہِ علی رضا امام ہمام
نسبتِ او بموسیٰ کاظم	کہ شد احکام شرع را ناظم
نسبتِ او بہ حجتِ ناطق	جعفر بن محمد صادق
نسبتِ او بکاملِ ماہر	مظہر حق محمدِ باقرؒ
نسبتِ او بہ مجمع تائید	قدوۃ الاولیاء حسینؓ شہید
نسبتِ او با بن عم رسولؐ	وارثِ مصطفیٰ و زوج بتولؓ اللہ

خانقاہ زڈی بل میں صوفیوں اور درویشوں کی بہت بڑی جماعت رہتی تھی۔ ان میں سے جن لوگوں نے انکار اصنام میں کارنامے انجام دیے تھے۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔ یہ سب کے سب عالم و فاضل تھے۔

مولانا جنید، مولانا کمال، مولانا زیرک، مولانا بابا شمس گنائی، مولانا حاجی بایزید، مولانا خلیل اللہ، مولانا عثمان گنائی، مولانا سیف، مولانا عبدالرحمٰن، مولانا میر حسین، حضرت ملا بابا علی، ملا

جوہر، ملا محمد امام، خواجہ رفیق، مولانا سید افضل، حافظ محمود کیانی، ملا حسن عودی، ملا درویش محمدؐ قاضی محمد قدسی، مولانا سید احمد، مولانا سعید، مولانا سعد اللہ، دلو صوفی، مولانا حاجی علی، صوفی جمال، تاج الدین خادم، مولانا محمد گنائی، مولانا ناصر، مولانا حافظ بصیر، مولانا امیر سید بدلا، مولانا نصرت۔

خدمت قاضی محمد قدسی نے ان درویشوں اور ان کے مرشد کامل میر عراقی کی تعریف و توصیف میں ۱۲۲ شعر کی مثنوی کہی تھی۔ مثنوی سنہ ۹۱۲ھ ہجری مطابق سنہ ۱۵۰۶ء میں کہی گئی تھی۔ ذیل میں چند شعر پیش کیے جاتے ہیں ؎

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   سلسلۂ قوتِ قلب سلیم
در دلم از شمع ہذا نور بخش   در د رغم رایتِ منصور بخش
قاسم فیضی و کثیر العطاء   فتح امورم کن و عفو خطا
کیست دریں گنبد فیروزہ فام   قطب زماں شمس فلک احترام
عارف حق شیخ ولایت پناہ   خضر زماں قطب فلک دستگاہ
شیخِ محمد کہ ولیِ خداست   بر ہمہ خلقِ خدا رہنما است
حضرت بابا کہ ولی خدا ست   بر ہمہ خلق خدا مقتدا است
ثانی اثنین خلیل اللہ است   آنکہ ز اسرار خدا آگہ است
نو بر باغِ شرفست و کمال   مظہر الطافِ خدا دانیال
باد بدولت بہ جہاں ارجمند   چوں پدر خویش بمعنی بلند
خطۂ کشمیر کہ از بد حال   بود ہمہ معدنِ کفر و ضلال
از صنم و بت شدہ افسانۂ   شہر بگویم کہ صنم خانۂ
ہیچ طرف بوئے از اسلام نے   وز روشن شرع بجز نام نے
مقدم شاہِ ہمداں چو رسید   دبدبۂ شرع بہ کیواں کشید
تا ہمہ کسر بت و بت خانہ شد   وز ہمہ جا بتکدہ ویرانہ شد
چوں صد و چل سال مکمل گذشت   قاعدۂ کار دگر گونہ گشت
چوں سنہ حضرتِ خ[illegible] البشر   شد بعد دنہ صد و اثنی عشر
بتکدہ ہر جا کہ بر ان[illegible]   [illegible] نقاہے ساختہ

ہر طرف امروز ازیں مرد راہ — ہست ہمہ صومعہ و خانقاہ
ساختہ وہ مسجدِ سنگیں تمام — ہم بیکے سال زہے اہتمام
گشتہ ز احسان وے ایام بر — ہر طرف ایمان براسلام بر
ایں ہمہ رونق کہ در اسلام شد — در زمن خسرو ایام شد
شاہ جواں بخت ممالک پناہ — خسرو اقلیم ستاں فتح شاہ
تاج ستانی بہادر بگاہ جسم — دولتش افراخت سر نوبت علم
گشت قوی رایتِ منصور او — از مددِ خدمتِ دستور او
سرور نیکو سیرِ نامور
موسیٰ رینہ ملکِ معتبر ۵۳

کتاب احوط

کشمیری مورخین نے کتاب احوط کو غلطی سے میر شمس الدین عراقی کی تصنیف قرار دیا ہے۔ اس غلط بیانی سے بہت سے بے گناہوں کا خون بہایا گیا اور اسی کتاب کے بہانے سے بعض ناعاقبت اندیش کشمیری امرا نے بیرونی طاقتوں سے سودا کر کے مرزا حیدر دوغلات (متوفی ۱۵۵۱ء) کو کشمیر پر حملہ کرنے کی ترغیب بھی دی اور دس سال تک اس کی غلامی کا جوا اپنے گلے میں ڈال دیا۔ مرزا حیدر نے اس کتاب کی بنیاد پر کشمیری حریت پسندوں کا قتل عام کیا تھا۔ ذیل میں احوط کے بارے میں ان مورخین کے اقتباسات درج کئے جاتے ہیں۔

سید علی۔ "میر شمس عراقی کتابے احوط نام تصنیف کرد۔ در عقائد مذہب رافضی خود بیان کرد۔ لہذا ازاں مردم ایں جائے تاسف خوردند' فائدہ نہ کرد۔ چوں کتاب مذکور پیش پادشاہ رسید۔ ہمایوں پادشاہ علما و صلحا جمع کردہ ایں کتاب را ملاحظہ کردند۔ دیدند کہ عقائد ایں صاحب کتاب تمام عقائد رافضی است۔ چوں سید احمد پسر سید محمد پسر ابدال ماگرے و نیز ملک ریگی چک ایں کتاب بخدمتِ ہمایوں پادشاہ بردہ بودند بوساطت خواجہ حاجی و مرزا حیدر کاشغری با جمعے بتاریخ ۹۴۷ھ سبع و اربعین و تسعمایہ کمک ہمراہ گرفتہ بایں سمت آمدہ از راہ جیرہ ہار بکشمیر درآمدند۔ بتاریخ بست یکم شہر رجب سال مذکور مرزا حیدر حکومت کشمیر گرفتہ" ۵۳

خواجہ اعظم دیدہ مری :- "مخفی نماند کہ ملک ابدال ماگرے و رنگی چک کہ بر مذہب اہل سنت و جماعت بدستور آبا و اجداد خود مستقیم بودند - و اصلاً میلے بہ تشیع نہ نمودند - فرزندانِ خود را بہ لاہور پیشِ ہمایوں پادشاہ فرستادہ و حکایت تسلط تابعانِ میر شمس عراقی و شیوع مذہب تشیع مفصل عرضہ دادہ بلکہ کتاب احوط را کہ میر شمس تالیف کردہ بود با عقاید دیگر بہ جنبش گزرانیدہ - التماس اصلاح و فرستادن افواج بہ کشمیر نمودند - چوں در ہندوستان ہزیمت ہمایوں پادشاہ و غلبۂ شیر خاں (شیر شاہ سوری) درہماں ایام بہ ظہور آمدہ بود - ابدال ملک و مرزا حیدر در ہندوستاں از لازماں ہمایوں پادشاہ بودند - و ہمایوں پادشاہ حرف مرزا حیدر را کہ ترغیب عزیمت کشمیر کردہ بود نہ فہمیدہ راہِ ٹھٹھہ و بھکر گرفتہ واز آنجا بایران رفتہ - مرزا حیدر بسعی خود از لاہور مرخص شدہ از چیرہ ہار بکشمیر آمدہ و تسلط بر کشمیر یافتہ " [۵۴]

حسن : " چوں ابدال ماگرے و رنگی چک از جنود اہل سنت و جماعت بودند و بہ سبب تغلب کاجی چک در جنگ سوپور ہزیمت خوردہ ، بہ جانب پنجاب خراب و آوارہ اوقات گزاری کردند - درآں حال فرزندانِ خود در پیش گاہِ ہمایوں پادشاہ بامید معاونت و معاضدت فرستادند - و در آنجا بوساطتِ مرزا حیدر و خواجہ حاجی بانڈے بہ خدمتِ ہمایوں پادشاہ حقیقتِ استیلائے متابعان شمس عراقی و شیوع مذہبِ تشیع مفصل عرضداشت کتابِ احوط تصنیف میر شمس عراقی بہ جنبش گزرانیدند - و برائے اصلاح مذہب و فرستادنِ افواج بکشمیر التماس نمودند - و درآں ایام ہمایوں شاہ از دستِ شیر خان افغان ہزیمت خوردہ وارد لاہور شدہ بود و موجبِ خواستگاری امرائے کشمیر عزم عزیمت ایں حدود بخاطرِ خود جزم نمود - اما مرزا ہندال او را از یں خیال باز داشت - از راہِ سندھ و بھکر بطرف جودھ پور فی الفور نہضت فرمود و التماس امرائے کشمیر را التفات نہ نمود - لیکن مرزا حیدر موجبِ ترغیب امرا و رغبتِ خاطر خود از پیش ہمایوں شاہ رخصت حاصل کردہ با جمعے از متابعانِ خود برائے معاونت فرقۂ ماگریاں عنانِ عزیمت بجانب کشمیر معطوف داشتہ از راہ چیرہ ہار بتاریخ ۲۰ رجب ۹۴۷ھ وارد خطہ گردید " [۵۵]

مرزا حیدر کاشغری :- " میں نے کتاب فقیہہ احوط نام کے بابت جو کشمیر میں مشہور تھی

علمائے ہندوستان سے فتویٰ طلب کیا۔ تمام علمائے کرام نے اس کتاب سے نفرت کا اظہار کیا۔ اوران کی نسبت یہ عبارت تحریر فرمائی کہ مولفِ کتاب زندیقِ محض اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ جو مسلمان کہ اس کتاب کے معدوم کرنے پر قادر ہے اس کا فرض ہے کہ جس طریقے پر ممکن ہو اس کو ناپید کرے اور اس مذہب کے مقلدین کو نصیحت کرے اگر وہ اپنے عقائد باطلہ سے توبہ کرے اور سراج الامت امام ابوحنیفہ کی تقلید کریں تو فہو المراد ورنہ ان گمراہوں کو سختی سے سخت سزا دی جائے۔ یہ نوشتہ میرے پاس پہنچا۔ اور میں نے اکثر اہل کشمیر کو جو اس ارتداد پر مائل تھے گروہ اہل حق میں داخل اور بہتوں کو تہ تیغ کیا ان بدبختوں میں سے بعض نے تو تصوف کے دامن میں پناہ لی اور اپنے کو صوفی کے لقب سے مشہور کیا۔ حالانکہ یہ بے دین ہرگز صوفیائے کرام میں داخل نہیں ہیں۔ زندیق اور ملحد ہیں جنھوں نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ ان کو حلال و حرام کی خبر نہیں ہے۔" [۵۶]

دراصل کتاب احوط میر شمس الدین عراقی کی تصنیف نہیں ہے۔ کشمیری امرا اور مرزا حیدر کاشغری نے اپنا سیاسی اُلّو سیدھا کرنے کے لیے احوط کے نام پر میر عراقی کے خلاف کشمیر میں زہر بویا تھا۔ اور کتاب کو میر عراقی کی تصنیف سمجھ کر یہاں ہزاروں شیعوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ فقہ احوط حقیقت میں سید محمد نوربخش کی تصنیف ہے اس کا ذکر سب سے پہلے تحفۃ الاحباب میں آیا ہے۔ مصنف نے اس کا حوالہ "قبلہ خانقاہِ زڈی بل" کے سلسلے میں دیا ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ جب ۹۰۲ھ ہجری میں میر عراقی نے خانقاہ کی تعمیر شروع کی تو بعض لوگوں نے قبلہ کی سمت پر اعتراض کیا۔ اس سے ان کا مدعا خانقاہ کی تعمیر بند کرانا تھا۔ چونکہ از روئے فقہ احوط ان کا اعتراض درست نہیں تھا اس لیے میر عراقی کے مریدوں خواجہ اسماعیل، ملا ناصر، ملا داؤد اور مولانا جمال والد مصنف تحفۃ الاحباب نے احوط کو بطور ثبوت پیش کیا۔ تحفۃ الاحباب کا یہ جملہ قابل توجہ ہے۔

"اگر کسے دریں سخن تردّدے داشتہ باشد یا بخاطر کسے خلجانی خطور کند۔ باید کہ فقہ احوط امام ہمام محمد نوربخش مطالعہ کند" [۵۷]

جب میر عراقی دوسری مرتبہ وارد کشمیر ہوئے تھے تو وہ اپنے ساتھ سید محمد نوربخش کے کچھ رسالے اور کتاب احوط لائے تھے۔ فرشتہ بھی احوط کو میر عراقی کی تصنیف نہیں سمجھتے ہیں۔ ان کا یہ جملہ تاریخ میں ہنوز

مقید ہے۔

" کتاب احوط تالیف شمس الدین نیست " ۵۸

وفات

ڈاکٹر محب الحسن اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ میر شمس الدین عراقی کا انتقال ۱۵۳۳ء میں مرزا حیدر کے کشمیر پر پہلے حملے سے قبل ہوا ہوگا۔ ۵۹ محمد شفیع نے ۱۵۲۶ء قرار دیا ہے۔

ڈاکٹر پارمو نے اسے تسلیم کیا ہے ۶۰ تحفۃ الاحباب، بہارستان شاہی، تاریخ ملک حیدر چاڈورہ وغیرہ اس بارے میں خاموش ہیں۔ خانقاہ زڈی بل میں بھی ان کے مقبرہ پر تاریخ وفات کا کوئی کتبہ نہیں ملتا ہے۔ یہ تو ثابت ہے کہ وہ ۹۳۰ ہجری مطابق ۱۵۲۳-۲۴ء میں زندہ اور ۹۳۸ ہجری مطابق ۱۵۳۱ء میں محرم بیگ کوکہ کی آمد کشمیر کے وقت کئی برس پہلے انتقال کر چکے تھے ۶۱ خاندانی حالات میں درج ہے کہ ان کا انتقال بعمر ۶۳ سال ۹۳۲ ہجری (۱۵۲۶ء) میں ہوا تھا۔ اور مادۂ تاریخ "یا ہادی المضل" ہے جس سے ۹۳۲ کا سال ہجری برآمد ہوتا ہے۔

تحفۃ الاحباب سے معلوم ہوتا ہے کہ میر شمس عراقی کا انتقال ۳ رمضان کو ہوا تھا۔ اس بارے میں مصنف کہتا ہے کہ :-

---

(ح) محمد شفیع کہتے ہیں کہ ۱۹۲۳ء میں میری ملاقات لاہور میں موچی دروازہ کے اندر امام باڑہ سید رضا شاہ کے پاس لال کھوہ میں سید رضا حسین صفوی کشمیری سے ہوئی۔ ان کا بیان تھا کہ میں میر شمس الدین عراقی کی اولاد سے ہوں اور میر عراقی شیعہ تھے۔ نوربخشی فرقہ کا انہوں نے نام بھی نہ سنا تھا۔ میں نے کچھ حال اس فرقہ کا سنایا تو کہنے لگے کہ میر عراقی کشمیر میں [illegible] میں آئے اور وہیں ۹۳۲ھ میں فوت ہوئے۔ تاریخ وفات ان کی " یا ہادی المضل ۹۳۲ھ " ہے جو بقول ان کے عراقی کے سنگ مزار پر بھی کندہ ہے۔

موصوف نے یہ بھی کہا تھا کہ ان کے بعض اعزہ عراقی کے مزار کے متولی ہیں۔ ان کے خاندان کے ایک بزرگ نے اپنے خاندان کے حالات کتابی صورت میں مرتب کیے ہیں۔ جس کا نام " نالۂ شمس عراقی " ہے (اورینٹل کالج میگزین لاہور مئی ۱۹۲۹ء حصہ اول) راقم الحروف نے میر شمس الدین عراقی کے مقبرے پر ان کی تاریخ وفات کا کوئی کتبہ نہیں دیکھا ہے۔

(اکبر حیدری)

"در زمانِ حیاتِ مخصوص ایزد متعال حضرت شیخ دانیال یاد داریم کہ اربعینی بود۔ در ایّام مبارک رمضان و درویشان را پیش از شہر صیام بہ دہ روز باربعین نشانند و چون دہ اوّل تمام شد در رمضان مبارک درآمد۔ حضرت شیخ شہید از پدر فقیر پرسید کہ عرس حضرت امیر شمس الدین محمد کے خواہد بود۔ پدر فقیر گفتند کہ در سیوم رمضان ہم عرس حضرت فاطمہ زہرا و ہم عرس حضرت امیر شمس الدین محمد است" ۶۲

اس حساب سے میر شمس الدین کا انتقال ۳ رمضان ۹۳۲ھ ہجری مطابق ۱۳ جون ۱۵۲۶ء روز دوشنبہ کو ہوا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ شہید کر دیئے گئے تھے۔ اس کا ذکر خاندانی حالات میں بھی اس طرح کیا گیا ہے کہ ملا سعید اشرف خواہرزادۂ ملا محمد باقر مجلسی زینب النساء خانم دختر اورنگ زیب کے ساتھ کشمیر آئے تھے۔ انھوں نے میر شمس عراقی کی وفات پر مرثیے کہے تھے۔ دو شعر ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں ؎

چون شہادت یافتہ بد از شاہِ شہید انش بارث ۔۔۔ شد شہید بہ تیغ ناپاکی کہ از شمر ارذل است

سائلے پرسید از تاریخ سال فوت او ۔۔۔ گفتمش در اول شہر ربیع الاول است

اگر مادۂ تاریخ "اول شہر ربیع الاول" فرض کیا جائے تو اس کے اعداد ۸۹۲ ہوتے ہیں جو کسی بھی صورت میں تاریخ وفات قرار نہیں دی جاسکتی ہے۔ یہی تاریخ خانقاہ زڈی بل کے خوشحال سر کی طرف پھاٹک کے سنگ مرمر پر ۱۳۶۳ھ ہجری مطابق ۱۹۴۴ء میں کتبہ کرائی گئی ہے۔

راقم الحروف کو میر شمس الدین عراقی کی شہادت کا واقعہ کسی تاریخ میں نظر سے نہیں گزرا ہے۔ اس لیے خاندانی حالات میں جو شعر ملا اشرف کی طرف منسوب کیے گئے ہیں اور جو مادۂ تاریخ اس میں درج ہے وہ درخور اعتنا نہیں ہے۔ میر عراقی اپنی بنائی ہوئی خانقاہ میں دفن ہیں۔ ان کی قبر کی بائیں طرف ان کی صاحبزادی بی بی آغا کی قبر ہے۔ تحفۃ الاحباب میں قبر کی نشاندہی کے بارے میں درج ہے کہ :-

"قریب بست و پنج قدم متوجہ بقبلہ می روند۔ بعد ازاں رو بہ جنوب کردہ مقدار چہل قدم می روند تا بحریم خانہ ملائک پناہ می رسند و مرقد منور آنحضرت بدست راست گرفتہ و مزار متبرکہ حضرت بی بی آغا بجانب یسار گرفتہ" ۶۳

کشمیر کے اکثر لوگ خانقاہ زڈی بل سے ناواقف ہیں۔ یہ مقام میر شمس عراقی کے مقبرہ کی وجہ سے مرجع خاص و عام ہے۔ حجت الاسلام جناب آغا سید یوسف الموسوی کی سربراہی میں یہاں ہر سال میر عراقی کی وفات کے سلسلے میں مجلس عزا منعقد کی جاتی ہے۔

جب مرزا حیدر کاشغری نے کشمیر میں شیعوں کو بے دریغ تہ تیغ کیا تو اس نے مقبرہ اور خانقاہ کو خاکستر کرکے زمین بوس کیا۔ سید علی مصنف تاریخ کشمیر نے مقبرے کی بے حرمتی کا جو حال لکھا ہے اس سے اس زمانے کے ظلم کی انتہا واضح ہو جاتی ہے کہ مرزا حیدر کا دل مذہبی تعصب سے کس قدر لبریز تھا۔ اس کے ظلم و ستم اور فاسقانہ طرز عمل سے نظام انسانیت کی بنیادیں لرزہ بر اندام ہوتی ہیں۔ اس مجرمانہ اقدام سے ظالم کے خلاف قدرتی نفرت کا اظہار ہونا ایک لازمی بات ہے۔ جو شخص مبلغ دیں اور مجاہد اعظم کی لاش کے ساتھ اس طرح کا بہیمانہ سلوک کرے وہ زندوں کے بارے میں کیا کیا ناپاک عزائم رکھتا ہو۔ اگرچہ اس واقعہ کی تائید تحفۃ الاحباب، بہارستان شاہی اور تاریخ ملک حیدر سے نہیں ہوتی ہے پھر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس شرمناک اور ننگِ انسانیت واقعہ کو مرزا کاشغری کے حامی اور شیعوں سے تعصب رکھنے والے مورخ سید علی کے الفاظ میں لفظ بہ لفظ درج کیا جائے۔

"مرزا حیدر شعارِ اہلِ تسنّن ظاہر و باہر ساختہ و مارا از اہل رفضہ و لغی برآوردہ، خانقاہ شمس عراقی را آتش درکشید و استخوانِ او را از قبر برآوردہ سوختاندہ، جائے قبر او را مزبلہ قرار دادہ، ہر روز یک ہزار حطب فرمودہ کہ بر آں قبر می سوزانیدہ باشند۔ درمیانِ تمام شہر منادی کردہ برائے قضائے حاجت در آنجا می رفتہ باشند و اثرے ازاں نہ گذاشتند"[۶۴]

بعد کے مورخین اعظم دیدہ مری اور حسن وغیرہ نے بھی اس افسوسناک واقعہ کو بیان کیا ہے[۶۵] اصل واقعہ یوں ہے کہ مرزا حیدر نے ۹۵۴ھ ہجری مطابق ۱۵۴۷ء میں کمال تعصب کے ساتھ خانقاہ اور مرقد میر شمس الدین عراقی کو منہدم کیا۔ خانقاہ کے ملحق پتھر اور لکڑی کی جتنی عمارتیں تھیں ان کو بھی تہس نہس کیا۔ اور ان کا مصالحہ یعنی پتھر اور لکڑی اپنے محل واقع اندرکوٹ لے گیا۔ مصنف تحفۃ الاحباب جو ایک ہمعصر مورخ کی حیثیت رکھتا ہے۔ تفصیل درج ذیل الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

"و آں خانقاہِ ملائک پناہ جمیع عمارات و سائر بیوتات کہ از دست اہتمام و مساعی تمام آنحضرت عمارت و رات یافتہ بود۔ بہرجا باقی بود۔ تا زمانِ تسلط و استیلار ترکان و عہد سلطنت و بادشاہی مرزا حیدر گورگان و بعد از چہل و چہار سال در ۹۵۴ھ اربع و خمسین و تسعمایہ مرزا حیدر از کمال خسارت و غایت شقاوت و نہایت عناد و عداوت تہدیم و تخریب آن عمارت حکم فرمودہ تمام عمارتِ خانقاہ و سائر بیوتاتِ سنگین و چوبین آں بقعہ شریفہ را ویران ساختہ باندرکول دکوٹ بردند۔ و دیوار ہائے مرزا مقدس و مرقدِ منورہ وروضہ

آنحضرت ہمہ ویران و منہدم ساختند۔ وکیفیتِ آں تعصبات و واقعات و شرحِ آں بلیات؛

حادثات در بیان (اظہار عداوت و عناد مرزا حیدر گورگان شروع خواہد شد" [۶۶]

مرزا حیدر کاشغری کی وفات سنہ ۹۵۸ھ ہجری مطابق سنہ ۱۵۵۰ء کے بعد جب دولت چک سنہ ۹۵۹ھ ہجری مطابق سنہ ۱۵۵۱ء سے سنہ ۹۶۱ھ مطابق سنہ ۱۵۵۴ء تک سلطان اسماعیل شاہ کے وزیر اعظم رہے تو انہوں نے اپنے عہدِ حکومت میں میر شمس عراقی کی خانقاہ اور مقبرہ پھر سے تعمیر کیا۔ راقم الحروف نے ابھی حال ہی میں خانقاہ میں مقبرے کے پھاٹک کا ایک بڑے پتھر کا ٹکڑا دیکھا۔ اس پر سنہ ۹۶۱ھ (سنہ ۱۵۵۴ء) کی تاریخ کے علاوہ "مرقد نور انیش" کندہ ہے جس سے ۹۶۱ کا سال ہجری نکلتا ہے۔ غالبًا اسی سال خانقاہ اور مقبرہ دوسری مرتبہ تعمیر کیا گیا تھا۔ خانقاہ دوسری مرتبہ اس وقت نذرِ آتش کردی گئی تھی جب شہنشاہ اکبر اعظم نے کشمیر پر سنہ ۹۹۴ھ (۱۵۸۵ء) میں بزورِ طاقت قبضہ کیا۔ شمس چک کپواری کے بیٹے ظفر خان چک نے معاہدۂ الحاق کے تحت کمال دشمنی کے سبب خانقاہ میر شمس عراقی کو خاکستر کرکے زمین بوس کیا۔ تواریخ میں یہ واقعہ اس طرح درج ہے:۔

"ظفر خاں پسر کلاں شمس چک کہ از سنیانِ متعصب و صاحب داعیہ ملکی بود۔ بنا بر تعصبِ دینی دولت محلہ زڈی بل را آتش کشیدہ، خانقاہِ زڈی بل را کہ ساختۂ دولت چک بود، نیز می سوخت۔ مدفن شمس عراقی را مزبلہ ساختہ۔ شیعہ ہا را بسیار رنجانید" [۶۷]

ملک حیدر چاڈورہ رئیس الملک چغتائی کے والد ملک حسن چاڈورہ نے جہانگیر کے عہد سلطنت میں سنہ ۱۰۲۹ھ مطابق سنہ ۱۶۲۰ء میں جب جہانگیر کشمیر آئے تھے۔ خانقاہ میر شمس عراقی کو از سرِ نو تعمیر کیا۔ یہ شعر اب تک تاریخ میں یادگار ہے ؎

حسن ابن ملک ناجی نمودہ بنائے خانقاہِ حضرتِ میر [۶۸]

اس کے بعد یہ خانقاہ بار بار سنہ ۱۲۸۹ھ (سنہ ۱۸۷۲ء) تک نذرِ آتش کی گئی۔ تفصیلات آخر میں "تاراج شیعہ" کے تحت ملاحظہ ہو۔

ایک خاندانی روایت کے مطابق جب ملکانِ چاڈورہ کو مرزا حیدر کاشغری کی درندگی کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے راتوں رات خانقاہ زڈی بل کے مقبرے سے میر شمس عراقی کی نعش سربجمہ بنا کے نکال لی اور پھر اسے چاڈورہ میں دفن کیا۔ اس زمانے میں ملک محمد ناجی چاڈورہ امرائے کشمیر میں مشہور و معروف تھے اور ان کی قرابت داری میر عراقی کے ساتھ تھی۔ یعنی میر عراقی کی صاحبزادی ان سے منسوب تھی۔

۱۳۱۹ھ ہجری مطابق ۱۹۰۱ء میں آغا سید مہدی آیت اللہ مجتہد کشمیر عراق میں ۲۰ سال گزار کر

واپس ہوئے تو انھوں نے چاڈورہ میں قبر کی نشاندہی کی ۔ اس کے بعد انھوں نے اس پر مقبرہ تعمیر کیا تب

سے ہر سال یہاں مجلس عزا ہوتی ہے ۔ آغا سید مہدی جیسا کہ شجرہ سے ظاہر ہے میر شمس الدین عراقی کی اولاد

میں تھے ۔ اس واقعہ کی تفصیل خاندانی حالات میں یوں درج ہے :-

" آخر الامر ملکانِ چاڈورہ کہ امرائے و فرمانروائے ایں دیار شدہ بودند سر حلقۂ مریدان و مخلصان آنجناب داشتند ۔ از زیر دیوار سنگین مقبرۂ آنجناب شعبے (کہ الحال نمودار است) کندہ برابر مرقد بدن اطہر آنجناب را کشیدہ بردہ درموضع چاڈورہ مدفون فرمودند ۔ در موضعیکہ نہرے از خانہائے ملکان از طرف مغرب آمدہ و مرقد مطہر را بہ سبب خوف ظالمان بے دین دشمنان بر کیں را ہموارہ زمین نمودند ۔ و ہمیں طور مرقد مطہرہ آں جناب تا زمانِ ورود صاحب توفیق والی تحقیق غواص بحر کرامت ' سیاح عالم شرافت سیر آغا سید مہدی موسوی کشمیری یعنی ۱۲۹۷ھ ہجری غائب و مستعد بود ۔ و آں بزرگوار از اولاد آنجناب بود ۔ و آنجناب مرقد مطہر جد بزرگوارِ خود را ظاہر و روشن فرمودند ۔ و بر سر مرقد بزرگوار عمارت فرمودند ۔ چنانچہ از آں زماں الی الآن ازدحام مردمان برائے زیارت و فاتحہ خوانی آنجناب و برائے آمدنِ حاجات بوسیلۂ آنجناب می روند کہ الحال اظہر من الشمس است کہ محل فیض و فتوحات است ۔ "

مقبرہ چاڈورہ ۱۳۵۲ھ ہجری میں جناب آقا سید احمد موسوی فرزند ارجمند جناب آغا سید محمد قبلہ نے دوبارہ تعمیر کیا تھا ۔ چاڈورہ میں اب کوئی شیعہ نہیں رہتا ہے ۔ مقبرے کا مجاور ایک سنی مسلمان ہے ۔

خانقاہ زڈی بل کی بدحالی

جب یہ خانقاہ ۹۱۰ھ ہجری مطابق ۱۵۰۴ء میں مکمل اور مزین ہوئی تھی تو اس کی نظیر روئے زمین پر نہیں ملتی تھی ۔ جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے کہ سلاطین ' امراء ' روساء ' حکما ' وزراء اور خاص و عام یہاں آکر سر عقیدت جھکاتے تھے اور اس کا طواف کرتے تھے ۔ مدت دراز تک مرجع خلائق رہی ۔ خانقاہ یہاں کشمیر کی عظمت گذشتہ اور موجودہ دور کے انحطاط کی یاد دلاتی ہے ۔ یہ سالہا سال سے کھنڈرات اور شکستہ آثار کی مایوس کن تصویر پیش کر رہی ہے ۔ اس کی تباہی اور ویرانی سے ایسا لگتا ہے کہ میر شمس

عراقی کے جاہ وجلال اور رعب وسطوت سے محکمہ آثار قدیمہ بھی لرزہ براندام ہے۔ اگر یہ حقیقت نہ ہوتی تو اس نے خانقاہ کے بیش بہا اور نادر آثار خشکتہ کو عرصے محفوظ رکھا ہوتا۔ اگر اس کے کتبے، نگ بست اور فن سنگتراشی کے اعلیٰ اور عدیم المثال نمونے ہی محفوظ رکھے جاتے تو قومی سرمایہ کا یہ بدترین المیہ نہ ہوتا۔ خانقاہ کشمیری شیعہ مسلمانوں کی سیاسی بدحالی، تعلیمی بدذوقی اور نحوست پسندی پر آٹھ آٹھ آنسو رو رہی ہے۔ ۱۹۴۷ء کی آزادی کے بعد ماشاءاللہ شیعوں کی معاشی حالت پہلے کے مقابلے میں اب کہیں زیادہ بہتر ہے۔ قالین بافی، شالبافی اور پیپر ماشی ان کے خاندانی پیشے ہیں۔ یہ لوگ دنیادار ہیں۔ بڑی بڑی تعمیروں اور سماجی بیہودگیوں پر زر کثیر صرف کرتے ہیں۔ بیہودگی کی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے کہ حال ہی میں ایک سرمایہ دار نے چار منزلہ دعوتی کارڈ بسلسلۂ شادی انگریزی میں شائع کیا۔ یہ کارڈ بٹوے کی صورت میں ریگزین سے بنایا گیا ہے۔ اس کی لمبائی ۵۳ اور چوڑائی ۱۷ سنٹی میٹر ہے۔ اس میں سیکڑوں بیہودہ الفاظ دنیا بھر کی فحاشی اور عریانی کا مظاہرہ کر رہے ہیں اور کمپنی کی شہرت کے لیے اس کارڈ کی لغویات کی اتنی دھوم مچی کہ کئی دن تک کشمیر کے طول و عرض میں اس کا نفس مضمون موضوع بحث رہا اور اب بھی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کارڈ پر بہت پیسہ خرچ ہوا ہے۔ غرضیکہ لوگوں کو تاریخ، ثقافت، تعلیم اور علوم جدیدہ کے اکتساب میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ باہمی نفاق اور مخاصمت کا یہ عالم ہے کہ ایک دوسرے کے خون کے تشنے نظر آتے ہیں۔ اس نا اتفاقی اور عدم اخوت نے ان کے سیاسی حقوق پر کاری ضرب لگائی ہے۔ ان میں قومی غیرت کا فقدان اور جینے کا سلیقہ نہیں آتا ہے۔

ان اخلاقی کوتاہیوں کی روشن مثال خود خانقاہ زڈی بل کی شکستہ حالی ہے۔ اگر لوگوں میں اپنے اسلاف کی ناموری اور عزت و ناموس کا خیال ہوتا تو کم از کم بانی شیعت میر شمس الدین کے مقبرے کی حالت اچھی ہوتی۔

اگر میر عراقی کسی دوسری قوم میں پیدا ہوتے تو ان کے کارناموں پر لوگ ہمیشہ فخر کرتے اور تاریخوں میں ان کا نام سنہری حروف میں لکھا جاتا ان کے نام بڑی بڑی یادگاریں جیسے یتیم خانے، مسافر خانے، کتب خانے، لنگر خانے، سرائیں اور مدرسے قائم ہوتے۔ ان کے جشن ولادت پر ہر سال مجالس مذاکرات کا انعقاد ہوتا۔ ان میں مضامین پڑھے جاتے کتابیں لکھی جاتیں، تحقیقی کاموں کی اشاعت ہوتی اور ان کے تئیں شاندار خراج تحسین پیش کیا جاتا۔

ستم بالائے ستم یہ ہے کہ شیعوں کو یہ نہیں معلوم کہ خانقاہِ زڈی بل ان کی تاریخ تہذیب ان کی میراث ان کی سلطنت اور ان کے مرکز وجود کی یادگار ہے۔ ان کو اس بات کا بھی احساس نہیں ہے کہ اس متبرک اور مقدس خانقاہ میں تیس سال تک ان کا بانی قوم سیکڑوں درویشوں اور صوفیوں کے ساتھ محو عبادت رہتا تھا۔ لوگوں نے ان کو اتنا فراموش کیا ہے کہ کسی کو یقین نہیں آتا ہے کہ یہاں شیعی دنیا کے سب سے بڑے انقلابی عالم دین اور مجاہد اعظم دفن ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے دل و دماغ پر اب بھی مرزا حیدر کاشغری اور ظفر چک کیواری کی چھاپ قائم ہے۔ اسی لیے کسی کو تعمیر خانقاہ کی ہمت ہی نہیں ہوتی ہے۔

میر شمس عراقی کے نام لیواؤں کی بے حسی کی انتہا دیکھئے کہ وہ ان کتبات اور آثار قدیمہ کا تحفظ نہ کر سکے جو یہاں پانچ سو سال سے نصب ہیں۔ اور جو بہترین فن خطاطی اور سنگ تراشی کے نمونے پیش کر رہے ہیں۔ ان کتبوں پہ اسمائے دوازدہ معصومین بڑی مہارت اور کاریگری سے کندہ ہیں بعض کتبوں پر محرابیں بنی ہوئی ہیں اور انہی میں آیۃ الکرسی کے بہترین نقوش اب بھی صاف اور نمایاں نظر آتے ہیں۔ یہ کتبے آج سے تیس چالیس سال قبل اچھی حالت میں تھے۔ اب ان میں اکثر و بیشتر کتبے قدردانوں اور بزرگوں کے اٹھ جانے سے لونڈوں نے توڑ دیئے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ حال ہی میں مقبرے کی مرمت کے سلسلے میں خانقاہ کی زمین کھودی گئی تھی۔ اس اثنا میں زمین سے بڑے بڑے سنگ بست ہا (تراشیدہ پتھر) برآمد ہوئے تھے جن کی لمبائی اور چوڑائی کئی کئی فٹ تھی۔ جاہل لوگوں نے ان پتھروں کو اصنام سمجھ کر ریزہ ریزہ کیا۔

خانقاہ کی کسمپرسی کی حالت یہ ہے کہ بہت سے ستون اور کتبے چرائے گئے ہیں۔ یہ بات بھی مشاہدے میں آئی ہے کہ آس پاس کے لوگ یہیں کے بڑے بڑے تراشیدہ پتھر اپنے مکانوں کی دہلیز میں استعمال کرتے ہیں اگر پانچ دس صاحب دول خانقاہ کی تعمیر نو کا بیڑا اٹھاتے تو پوری قوم پر احسان ہوتا۔ اس سے نہ صرف ان کا نام تاریخ میں سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہوگا بلکہ اس نیک فال کو میر شمس عراقی کی روح جو زمانۂ سلف میں بار بار مجروح کی گئی دعائیں دے گی۔

خانقاہ زڈی بل کی تعمیر کی سب سے بڑی ذمہ داری جناب شریعتمدار حجۃ الاسلام آغا سید یوسف الموسوی الصفوی پر عاید ہوتی ہے۔ قبلہ و کعبہ انہی کی اولاد سے ہیں۔ اگر وہ خانقاہ کی تعمیر و مرمت کے لیے ذاتی دلچسپی کا اظہار فرمائیں گے تو انشاء اللہ اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔

راقم الحروف خانقاہ کی تباہی اور شکستہ حالی پر اپنے جذبات کا اظہار اس سے بھی سخت لہجے اور تلخ الفاظ میں کرتا ــــ لیکن جناب آغا سید یوسف قبلہ و کعبہ کی تلقین دہانی پر زبان قلم اب یہیں رکتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس اپیل کا فوری اثر یہ ہوا کہ جناب آغا صاحب نے خانقاہ زڈی بل کی تعمیر نو کی رسم افتتاح مورخہ ۱۱ اکتوبر سنہ ۱۹۸۱ء کو ایک پر وقار تقریب اور جلسۂ عام میں کیا۔

میر شمس عراقی کی اولاد

تاریخ سے ثابت ہے کہ میر شمس الدین عراقی کے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ بڑی صاحبزادی کا عقد ایک رومی درویش شیخ عبدالسلام سے ہوا تھا۔ یہ مقبرے میں اپنے والد کے بائیں طرف دفن ہیں۔ دوسری صاحبزادی بی بی بانو ملک حیدر چاڈورہ کے دادا ملک محمد ناجی ملقب بکمال الدین سے منسوب تھیں [96]۔ صاحبزادوں میں سید دانیال اور میر حسن زڈی بلی مجتہد کے نام تاریخوں میں ملتے ہیں [97]۔ انھیں شیخ دانیال اور شیخ حسن بھی موزخوں نے لکھا ہے۔ سلاطین چک میر حسن کو اپنا مرشد مانتے تھے۔ جب یعقوب شاہ کو معلوم ہوا کہ شمس چک کپواری اور عالم شیر ماگرے بر بنائے تعصب شیخ حسن زڈی بلی اور بابا خلیل اللہ کو قتل کرنے کا منصوبہ باندھ رہے تھے۔ تو انہوں نے دونوں کے خلاف سوپور میں فوج کشی کی اور دونوں کو شکست دی۔ شیخ حسن اعلیٰ پائے کے عالم اور شیعوں کے مجتہد تھے۔ انہوں نے مذہب امامیہ کو نقطۂ عروج پر پہنچایا تھا۔ وہ میر عراقی کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ میجر بڈلف نے میر عراقی کے دو اور صاحبزادوں کا ذکر کیا ہے۔ ان کے نام میر مختار اور میر یحییٰ بتلاتے ہیں۔ دونوں کا انتقال اسکردو میں ہوا [98]۔ یہ دراصل میر دانیال کی اولادوں میں سے تھے۔ سید مختار کا انتقال سنہ ۱۱۳۱ھ مطابق سنہ ۱۷۱۸ء میں ہوا۔ یہ میر دانیال کی بارہویں پشت سے تھے۔

میر سید دانیال

میر دانیال میر شمس عراقی کے بڑے صاحبزادے تھے۔ خاندانی حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی تھی [99]۔ تاریخ ولادت کہیں نہیں ملتی ہے۔ تحفۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ جب سید محمد بیہقی کے بعد ملک موسیٰ رینہ وزیر اعظم ہوئے تو اس وقت میر دانیال کا سن بارہ برس کا تھا [100]۔ تاریخوں سے ثابت ہے کہ ملک موسیٰ رینہ سنہ ۹۰۷ ہجری مطابق سنہ ۱۵۰۲ء میں وزیر اعظم ہوئے تھے۔ اس حساب سے ان کا سال ولادت سنہ ۸۹۵ ہجری (سنہ ۱۴۹۰ء) قرار دیا جا سکتا ہے۔ خاندانی حالات میں سنہ ۹۰۱ ہجری سن پیدائش مندرج ہے جو صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے۔

جب میر عراقی تبت (اسکردو) کے لیے روانہ ہوئے تو دانیال نے باباعلی کے تعاون سے خانقاہ زڈی بل کا سارا انتظام کمسنی میں سنبھالا۔ ملک موسیٰ رینہ وزیر اعظم ہوئے تو ملا باباعلی اور کچھ صوفی میر دانیال کے ہمراہ ان کے گھر تہنیت دینے گئے۔ ملک موسیٰ نے جونہی ان کو دیکھا تو اپنی جگہ سے فوراً اٹھے اور انھیں خلعت پہنایا۔ اور پھر خانقاہِ ہمدانیہ کا سارا انتظام ان کے سپرد کیا ۹۴

میر دانیال ۱۲ برس کے سن میں ملّے میں بیٹھے تھے۔ درویشوں میں شمعیں روشن کرکے تقسیم کرتے تھے اور اس طرح آداب و قواعد جو اربعین نشینی کے لیے ضروری ہوتے تھے کمسنی میں ہی سیکھے تھے۔ چلہ نشینی میں اور لوگوں کے علاوہ ان کے ساتھ داؤد صوفی، جنید صوفی، درویش زیرک، درویش کمال، باباشمس گنائی اور حاجی بایزید ہوتے تھے۔ جب میر عراقی نے انھیں اربعین نشینی کے آداب و قواعد سکھا کر ۹۲۸ھ ہجری مطابق ۲۳-۱۵۲۲ء میں اپنا خلیفہ مقرر کیا تو سب سے پہلے حضرت بابا، مولانا حافظ بصیر، قاضی محمد قدسی مولانا درویش زیرک، باباشمس گنائی اور مصنف تحفۃ الاحباب جیسے صوفیائے اکابرین نے ان کی بیعت کی۔ اس موقع پر اس دن شہر و دیہات سے چھوٹے بڑے تمام صوفی لوگ حاضر ہوئے۔ میر دانیال نے انھیں ضیافت دی۔ جس میں سرخ پلاؤ، زرد پلاؤ، ترش پلاؤ، مختلف سالن اور رنگارنگ حلوے پکائے گئے تھے۔ بعد طعام تمام لوگوں نے دانیال کو اپنا خلیفہ تسلیم کیا۔ اس تقریب پر لوگوں نے جو تحائف اور خلعتہا وغیرہ ان کی نذر میں پیش کیے تھے وہ انھوں نے اپنے مریدوں میں تقسیم کیے۔ اس واقعہ کے تین چار سال کے بعد میر شمس عراقی کا انتقال ہوا ۹۵

میر دانیال اور باباعلی میں شکر رنجی

میر دانیال اور باباعلی ح میں بڑا اتحاد و اخلاص تھا۔ دونوں میں بعد میں خانقاہِ ہمدانیہ کی تولیت

ح۔ باباعلی۔ آپ شیخ الاسلام بابا اسماعیل کے مشہور خلیفہ تھے۔ جب میر شمس الدین عراقی کشمیر آئے تو ان کے مرید ہوئے اور مذہب شیعہ قبول کیا۔ آپ میر عراقی کے نائب تھے۔ خانقاہِ ہمدانیہ اور خانقاہِ زڈی بل کی تولیت بھی آپ کو دیدی گئی تھی۔ ملک محمد ناجی، ملک موسیٰ رینہ اور سلاطین و امراء آپ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ مرزا کاشغری نے آپ کو بھی قتل کرنا چاہا تھا لیکن ملک محمد ناجی کی مداخلت سے باز رہا۔ اس وقت آپ کی عمر سو برس سے بھی زاید تھی۔ جب دولت چک نے حکومت سنبھالی تو آپ کی لاش قبر سے نکال کر حسن آباد میں دفن کی۔ اور یہاں آپ کے صاحبزادے باباحسن کے لیے خانقاہ تعمیر کی۔ شیعہ سنی

اور ایک ایرانی سید صاحب مسمّی سید احمد کی بنا پر گرد کدورت چھا گئی تھی ۔ واقعات یوں ہیں کہ جب ۹۲۸ھ ہجری مطابق ۱۵۲۱ء میں مرزا محرم بیگ کے لشکر کے ساتھ سید مذکور یہاں آئے تھے تو وہ ایک دن خانقاہ زڈی بل کی زیارت کو گئے ۔ ان دنوں یہاں صوفی اور درویش لوگ چلہ نشین تھے ۔ سید نے دانیال اور بابا علی سے تین دن قیام کرنے کے لیے خانقاہ کی زیارت کی اجازت طلب کی تھی ۔ وہ خانقاہ میں درویشوں کے طرز عبادت سے متاثر ہو کر مسرور ہوئے ۔ ان کی رائے تھی کہ میں نے دنیا کے تمام سلسلوں (ہمدانیہ، سہروردیہ، قادریہ وغیرہ) کا بغور مطالعہ کیا لیکن مجھے خانقاہِ زڈی بل کے صوفیوں کا طریقہ سلوک اور ان کی ریاضت کے اسلوب و آداب کہیں نظر نہیں آئے ۔

کشمیر میں سید احمد کی بڑی شہرت و مقبولیت ہونے لگی ۔ بعض لوگ انھیں غلطی سے شاہ قاسم فیض بخش کے صاحبزادے سید احمد مجذوب سمجھنے لگے ۔ اول الذکر حسن اخلاق اور اوصاف حمیدہ کی وجہ سے مشہور تھے ۔ چونکہ ابدال ماگرے اور ملک رنگی چک وغیرہ امرائے کشمیر میر دانیال سے تعصب برت رہے تھے ۔ انھوں نے موقع کی نزاکت سے فائدہ اٹھا کر ان کو خانقاہ ہمدانیہ کی تولیت سے برخاست کیا اور پھر اسے شاہ سید احمد کی تولیت میں دے دیا ۔ متولی ہونے کی وجہ سے شاہ صاحب کی مقبولیت میں اضافہ ہونے لگا ۔ جس کے نتیجے میں لوگ جوق در جوق ان کی طرف مائل ہو گئے ۔ میر دانیال سید صاحب کا احترام کرتے تھے اور ان کے پاس اکثر و بیشتر خانقاہ ہمدانیہ میں جاتے تھے ۔ انہوں نے سید صاحب کو مشورہ دیا کہ وہ خانقاہ زڈی بل میں قیام کریں ۔ سید نے ان سے اتفاق کیا اور دانیال نے ان کی خواہش پر انھیں روضہ لنگر (میر عراقی نے خانقاہ میں باغات کے ساتھ ایک لنگر بھی تعمیر کیا تھا جہاں غربا اور مساکین کو کھانا ملتا تھا) سپرد کیا ۔ جب دانیال نے دیکھا کہ

فسادمیں خانقاہ نذر آتش ہوئی ۔ اب اس کا نام و نشان نہیں ملتا ہے ۔ مقبرہ بابا علی اور بابا حسن ویران و منہدم ہیں ۔ ان مقبروں میں چراغ روشن کرنے والا کوئی نہیں ہے ۔ مقبرے کے کتبوں پر آئمہ معصومین کے نام درج ہیں ۔ اور یہ سیکڑوں برس پہلے کے موجود ہیں ۔ ان کے تحفظ کا کوئی انتظام نہیں ہے ۔ حسن آباد میں اب بھی کچھ لوگ بابا کے نام سے مشہور ہیں ۔ شاید ان ہی کی اولاد ہو گی لیکن صاحب دل ہونے کے باوجود مقبرے کی تعمیر کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے ہیں ۔ یہاں ایک عالیشان امام باڑہ بھی ہے جس کی نگرانی آغا سید یوسف قبلہ کر رہے ہیں ۔ کتاب میں مقبرے کے ایک کتبے کا عکس بھی شامل ہے ۔ اب معلوم ہوا ہے کہ مشہور و معروف رئیس التجار حاجی محمد قاسم بابا اور حاجی محمد صادق بابا حضرت بابا علی کی اولادوں سے ہیں ۔ (اکبر حیدری)

ان کے دو مرید خاص بابا علیؒ زیدرمصنف تحفۃ الاحباب ان کے پاس اکثر جاتے ہیں تو انہیں ناگوار ہوا اور اس میں اپنی سبکی محسوس کر کے ان سے خفا ہو گئے ۔ ادھر خانقاہِ ہمدانیہ بغیر متولی کے رہ گئی تھی ۔ ملک رنگی چک، ابدال ماگرے اور دوسرے امرا نے دانیال اور بابا علی کی کشیدگی کا فائدہ اٹھایا اور انہوں نے بابا علی کو خانقاہ کی تولیت دیدی ۔ یہ ایک سیاسی چال تھی اور اس کا مطلب دونوں بزرگوں میں نااتفاقی ڈال کر میر دانیال کی اہمیت کو گھٹانا تھا ۔ دونوں کی باہمی ناراضگی یہ شدت اختیار کر گئی کہ میرزا دانیال نے بابا علی اور مصنف تحفۃ الاحباب کے والد کو خانقاہ زڈی بل میں چلہ نشینی سے روکا ۔ اور انہوں نے ان دونوں کی جگہ پر ایک دوسرے نوربخشیہ مولانا عثمان گنائی کو بٹھا دیا ۔ جب یہ حال بابا علی وغیرہ نے دیکھا تو وہ خانقاہ زڈی بل کو چھوڑ کر خانقاہ ہمدانیہ میں چلہ نشین ہوئے ۔ آخر کار خواجہ تاج الدین اور حیدر لائے جو اس وقت حکومت کی نظروں میں صاحبانِ اقتدار تھے ان کی مساعی جمیلہ سے دونوں کی کدورت دور ہو گئی ۔ جب آپس میں صلح وصفائی ہوئی تو ملاقات کے وقت تحفۃ الاحباب کے مصنف کے والد نے شیخ عطار کے یہ اشعار بطور معذرت سنائے ۔ ۵۶

بردر آمد بندۂ گریختہ	آبروئے خود ز عصیاں ریختہ
دائما در راہ عصیاں گشتہ ام	آخر از کردہ پشیماں گشتہ ام
نفس وشیطاں زد کریما راہ ما	رحمتت باشد شفاعت خواہ ما
بادشاہا جرم ما را در گذار	ما گنہگاریم تو آمرزگار
مغفرت داریم امید از لطف او	زانکہ حق فرمودۂ لا تقنطوا

اس ملاقات کے بعد طرفین پھر شیر وشکر ہو گئے ۔ یہاں تک کہ ایک دن میرزا دانیال کے حکم سے بابا علی نے درجہ بدرجہ مولانا عثمان گنائی، مولانا صوفی جنید، مولانا سعد اللہ اور مولانا جمال الدین کا سجدہ بجالایا ۵۷

میر سید دانیال کی شہادت کے بارے میں میر شمس عراقی نے پیشین گوئی کی تھی کہ ایک ظالم کے ہاتھوں شہید کیے جائیں گے ۔ چنانچہ خاندانی حالات میں درج ہے کہ

" میر شمس الدین روزے در مجمعے فرمودہ اندکہ پسر من میر دانیال کہ مکہ معظمہ زادہ اللہ تعالیٰ شرفاً مولد آں فرخندہ فال است ۔ بعد از من بجہت مودت ومحبت دوازدہ امام از دستِ ظالم بے دین وکافرے پر بغض وکیں مقتول خواہد شد وبدرجۂ شہادت

کہ بہترین مدارج وخوشترین مناصب وغایت شرافت میراث اہلبیت رسالت است
خواہد رسید۔ بعد از رحلت آں سالکِ مسالک تحقیق بداں منوال کہ بزبان گوہر فشاں
آں صادقِ مقال جاری شدہ بود۔ از آں بفعل آمدہ بوقوع پیوست "

میر دانیال نے مذہب امامیہ کی ترویج واشاعت میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ یہاں تک کہ تبلیغ کرتے کرتے شہادت کا مرتبہ حاصل کیا۔ جب مرزا حیدر نے ۹۵۵ھ ہجری مطابق ۱۵۴۸ء میں شیعوں کے قتل عام کا بازار گرم کیا تھا تو اس سال قید کر کے انہیں جھوٹی شہادتوں کی بنیاد پر بڑی بے دردی کے ساتھ ۲۴ر صفر ۹۵۷ھ ہجری مطابق ۱۵ر مارچ ۱۵۵۰ء کو شہاب الدین پورہ میں قتل کروایا۔ تفصیلات کے لیے مرزا حیدر کاشغری کا قتل عام مبلسلہ' کاجی چاک ملاحظہ ہو۔ کچھ عرصے کے بعد دولت چک نے آغاز حکومت میں ان کی لاش وہاں سے نکالی اور پھر اسے خانقاہ زڈی بل میں میر شمس عراقی کے پہلو میں دفن کیا۔ ان کی قبر پر آج سے آٹھ دس سال قبل ایک کتبہ نصب تھا اس پر آئمہ معصومین کے نام کے بعد یہ شعر کندہ کیا گیا تھا۔

آنکہ جاں باخت زبہر ربّ مجید
حضرت شیخ دانیال شہید

کتبے پر ۹۵۷ھ ہجری کی تاریخ لکھی تھی۔ افسوس ہے کہ یہ کتبہ بھی وہاں سے چرایا گیا۔ بہارستان شاہی میں میر دانیال کی جائے شہادت کا کوئی ذکر درج نہیں ہے۔ حسن نے یہ جگہ موضع شوشن مرد کھائی ہے۔ خاندانی حالات میں یہ جگہ اشم اور اندرکوٹ کے درمیان بتائی گئی ہے۔ اندرکوٹ میں مرزا حیدر کاشغری کا محل تھا۔ قرآئن سے معلوم ہوتا ہے کہ کاشغری نے دانیال کو ان کی بڑھتی ہوئی ہر دلعزیزی کے خوف سے اپنے ہی محل میں قید کیا تھا اور پھر اسی حدود میں شہید کیا۔ آخر کار وہ شہاب الدین پورہ موضع ڈب میں عارضی طور پر دفن کیے گئے تھے۔ "ڈب" اشم اور اندرکوٹ کے ملحقہ گاؤں میں ہے۔

خاندانی حالات میں میر دانیال کے بارے میں ایک روایت بیان کی گئی ہے۔ جس کی تائید کسی اور ذریعہ سے نہیں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ سلاطین چاک کے دوسرے بادشاہ حسین شاہ نے ان کے مقبرے واقعہ شہاب الدین پورہ (ڈب شادی پورہ) میں ایک مضبوط فصیل تعمیر کی تھی۔ اور قبر کی بالیں پر ایک کتبہ رکھا تھا۔ اس میں دو انگل مربع کے برابر ایک سونے کی مہر کندہ کرا کے رکھی تھی۔ مہر میں کچھ نقش کرایا تھا جس کی عبارت اب پڑھی نہیں جا سکتی ہے۔ دانیال کے مرید و لاخ

دشمن کے خوف سے مقبرے کا نام "ریشہ بابا" رکھا تھا۔ لوگ اب اسے "شہید مزار" کہتے ہیں، یہ مقبرہ بھی زیارت کا درجہ رکھتا ہے۔ یہاں ہر سال مجلس عزا کی جاتی ہے۔

خاندانی حالات اور شجرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ میر دانیال کے صاحبزادے کا نام سید علی تھا۔ بڈگام کے ایک گاؤں "گرند کلاں" میں شہید کر دیئے گئے تھے۔ مریدوں نے ایک دوسرے گاؤں "تلزرو" میں دفن کیا تھا۔ ایک روایت کے مطابق بعد میں خانقاہ زڈی بل میں دفن ہوئے۔ راقم الحروف نے خانقاہِ زڈی بل میں میر دانیال کے پہلو میں ایک قبر پر کتبہ نصب شدہ دیکھا ہے اس پر ذیل کی تاریخ کندہ ہے ؎

از شعبدہ ہائے زمانی صد حیف	واز مردنِ خدایگانی صد حیف
تاریخ وفاتش زخرد جستم و گفت	صد حیف ز دانیال ثانی صد حیف

۱۰۴۸ ہجری

وثوق سے نہیں کہا جا سکتا ہے کہ "دانیال ثانی" کون تھے۔ خاندانی حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ میر دانیال کے صاحبزادے سید علی شہید کر دیئے گئے تھے۔ چونکہ دانیال بھی شہید ہوئے تھے اس لیے ممکن ہے کہ انہی کا لقب دانیال ثانی بعد شہادت رکھ دیا ہو۔ خاندانی حالات میں میر دانیال کے صاحبزادے سید علی کو شمس الدین ثانی کہا گیا ہے۔ اگر میر شمس الدین عراقی شہید کیے گئے ہوتے تو پھر سید علی کو شمس الدین ثانی کہنا ممکن ہو جاتا۔ بہرحال اس امر کے بارے میں کوئی ٹھوس شہادت دستیاب نہیں ہے اس لیے مزید کچھ نہیں کیا جا سکتا۔

خاندانی افراد کا فرداً فرداً ذکر کرنا مشکل ہے۔ ان کے نام شجرے میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اب میر شمس الدین عراقی کی اولادوں میں سے جناب آقا سید مہدی آیت اللہ مجتہد کے بارے میں کچھ سطریں درج کی جائیں۔

آقا سید مہدی

حجت الاسلام آقا سید مہدی درجۂ اجتہاد پر فائز تھے۔ آپ میر شمس عراقی کی تیرھویں پشت سے تھے۔ عالم بے مثل اور محقق بے بدل تھے۔ تئیس سال تک عراق میں مختلف علوم حاصل کر کے ۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۷۳ء میں کشمیر آئے۔ یہاں امامیہ مذہب کی تبلیغ و اشاعت میں ہمہ تن مصروف رہے۔

ایک مرتبہ حج بیت اللہ کی زیارت کا شرف حاصل تھا۔ آخر کار ۲۱ رمضان المبارک سنہ ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۹ اپریل سنہ ۱۸۹۲ء روز چہارشنبہ کو انتقال کیا۔ کرپورہ بڈگام میں دفن ہیں۔

آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں

تمرینیۃ الغرویہ در تحقیق غوامض مسائل اصولیہ وفقہیہ عربی۔ رسالہ منقذۃ الغرقیٰ فارسی، مختصر منقذۃ الغرقیٰ، رسالہ درنیت، رسالہ عربی مطول، رسالہ فارسی مختصر، رسالہ در ظہار، رسالہ دیگر در مسائل فروعیہ از منقذۃ الغرقیٰ، کتاب مطفئۃ المحرقیٰ، رسالہ عربی مختصر، رسالہ ردّ جواب ملتانی عربی، کتاب مضاریب المشککین، رسالہ عجالہ در اثبات سیادت برائے گم گشتگان وادی ضلالت، ترجمہ لمعۂ دمشقیہ، حاشیہ بر کتاب جامع عباسی ودرر غالیہ

ان تصانیف میں سے ترجمہ لمعۂ دمشقیہ اور رسالہ دُرر غالیہ اخلاقیہ چھپ چکی ہیں۔ ابھی حال ہی میں جناب آغا سید باقر نے ایک اور کتاب مطفئۃ المحرقیٰ اردو ترجمہ کے ساتھ شایع کی ہے۔ کتاب تحقیقی ہے مصنف نے قرآنی دلیلوں سے اپنے دعووں کو ثابت کیا ہے۔ کتاب حضرت علی کی خلافت سے متعلق ہے۔

آقا سیّد محمّد

آقا سید مہدی مجتہد کشمیر کے انتقال کے بعد ان کے فرزند ارجمند جناب آقا سید محمد قبلہ نے تبلیغ و رشد کے کام کو جاری رکھا۔ وہ بھی بڑے اعلیٰ پایۂ کے عالم و فاضل تھے سنہ ۱۳۱۵ ہجری میں بڈگام میں امام باڑہ تعمیر کیا تھا۔ اس کی چھت پر بہترین اور عمدہ پیپر ماشی کے تختے لگائے گئے تھے۔ ان پر محتشم کاشی کا مشہور و معروف مرثیہ دروازہ بند کسی ماہر خوش نویس سے لکھوایا گیا تھا۔ آقا سید محمد کا انتقال ۲۸ ماہ شوال سنہ ۱۳۵۰ھ مطابق ، مارچ سنہ ۱۹۳۱ء دوشنبہ کو ہوا۔

وہ بڑے متقی، پرہیزگار اور راست گو تھے۔ جواہر ایمانی، منہاج الصّلاح، ضیاء الہدا، تعریض المشککین ان کی تصانیف ہیں۔ منہاج الصّلاح کشمیری زبان میں ہے جس میں مسائل فقہ تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔

آقا سیّد احمد

آپ آقا سیّد محمّد کے بڑے صاحبزادے تھے۔ انہوں نے سنہ ۱۳۵۲ ہجری میں چاڈورہ میں میر سید

شمس عراقی کا مقبرہ از سر نو تعمیر کیا۔ اس کے بعد ۱۳۵۴ھ میں امام باڑہ حسن آباد کو نئے سرے سے بنایا۔ ۱۳۶۳ھ میں خانقاہ زڈی بل میں "حوشحال سر" کی طرف ڈیوڑھی تعمیر کی ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ کو انتقال کیا

آقا سیّد یوسف

اپنے والد گرامی آقا سید محمد اور برادر بزرگوار آقا سید احمد کے انتقال کے بعد جناب آقا سید یوسف اثنا عشری مذہب کی تبلیغ میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ آپ عوام میں آغا صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ ساتویں امام حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کی ۳۷ ویں اور حضرت سید امیر شمس الدین محمد عراقی کی چودھویں پشت سے ہیں۔ ان کی ولادت ۱۳۳۴ھ ہجری میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد آغا سید محمد سے حاصل کی۔ ان کے انتقال کے بعد ۱۳۵۳ھ میں عراق گئے اور نجف اشرف میں بڑے بڑے مجتہدوں سے دینی علوم حاصل کیے۔ جناب سید ابوالحسن اصفہانی، آقا حسین طباطبائی قمی، آقا ضیاء الدین عراقی، آقائے شیخ محمد اصفہانی، آقا میرزا ابوالحسن مشکینی، آقا ابراہیم الحسنی آقا سید حسین طباطبائی البروجردی، آقا سید محسن الحکیم، آقا سید محمود الحسینی شیخ محمد کاظم۔ آیت اللہ آقائے شیرازی آقائے جمال موسوی گلپایگانی وغیرہ جیسے بزرگان دین اور افاضل زمانہ آپ کی علمی استعداد اور اعلیٰ صلاحیتوں کے قائل تھے۔ ان علمائے کرام کے اجازات و اسناد آپ کے علوم دینی کے سلسلے میں "القاظ العباد" میں شائع ہوئے ہیں۔ رہبر انقلاب فقیہہ عصر جناب آیت اللہ خمینی سے آپکے خاص مراسم ہیں۔

آپ شرافت کے پیکر ہیں۔ چہرے سے جاہ و جلال ٹپکتا ہے۔ دوست اور دشمن، اپنے اور غیر آپ کے تقویٰ، بزرگی، فضیلت، سیادت، حسن تدبر، سلامت طبع، دیانتداری اور سچائی کے معترف ہیں کشمیر کے امراء، روسا، حکام بلاتمیز مذہب و ملت سبھی آپ کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ وزراء اعلیٰ بخشی غلام محمد، خواجہ غلام محمد صادق اور سید میر قاسم آپ کے شریعت کدے پر قدمبوسی کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ شیخ محمد عبداللہ آپ کے تقدس و تقویٰ کے بے حد قائل ہیں۔ اور آپ کی بڑی عزت کرتے ہیں۔

آغا سید نے انجمن شرعی شیعان جموں و کشمیر کی داغ بیل ڈالی ہے۔ انجمن کی سرپرستی اور نگرانی آپ کی ذات سے وابستہ ہے۔ انجمن کے تحت مذہب اثنا عشری کی ترویج ہو رہی ہے۔ آپ نے بڈگام میں ۱۱ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ کو باب العلم کی بنیاد ڈالی۔ اور اسی سال اس میں درس و تدریس کا کام شروع کیا۔ مدرسے کا سارا انتظام انجمن شرعی کے تحت ہو رہا ہے۔ یہاں کے طلباء

مزید تحصیل علوم کے لیے قم اور عراق جاتے ہیں۔ باب العلم کے مدرس اول جناب حکیم جلال الدین غازی ہیں۔ باب العلم کے علاوہ آپ نے پوری ریاست یعنی جموں کشمیر اور لداخ میں دینی علوم کے لیے مدرسے قائم کیے ہیں۔ مدرسین کو انجمن شرعی کے تحت تنخواہیں ملتی ہیں۔ آغا صاحب نے باب العلم کی فلاح و بہبود کے لیے لاکھوں روپے کی مالیت کی اراضی وقف کر دی ہے۔

شہری اور دیہی علاقوں میں مدرسوں کے علاوہ آغا صاحب نے انجمن شرعی کے تحت امام باڑے اور مسجدیں تعمیر کی ہیں۔ ان میں امام باڑہ بڈگام اور حسن آباد قابل ذکر ہیں۔ بڈگام کا امام باڑہ ۱۳۷۵ھ میں لاکھوں روپے صرف کر کے تعمیر کیا گیا۔ اس شہرہ آفاق امام باڑے کی وسعت اور اہمیت کا اندازہ اس کتبے سے ہو سکتا ہے جس کا عکس کتاب میں شایع کیا گیا۔ امام باڑے میں فن سنگ تراشی اور پیپر ماشی کے بہترین نمونے نظر آتے ہیں۔ ان پر محتشم کاشانی کے مرثیے دوازدہ بند کے اشعار بڑی مہارت اور خوبصورتی سے لکھے گئے ہیں۔ امام باڑے کے ساتھ ہی آغا صاحب نے مسجد جامع تعمیر کی ہے جموں و کشمیر کی شیعہ آبادی میں یہ مسجد ایک بڑے رقبے پر تعمیر کی گئی ہے یہ بھی آغا صاحب کی ہی زیر نگرانی بنائی گئی۔ زڈی بل اور بڈگام میں اوقاف کی کئی بلڈنگیں تعمیر کی گئیں۔ آجکل امام باڑہ میر گنڈ اور خانقاہ زڈی بل کی تعمیرات میں مصروف ہیں۔

جناب سید یوسف صاحب قبلہ کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے شریعت کدے پر شرعی عدالت قائم کی ہے جس میں شرعی نظام کے تحت فیصلے ہوتے ہیں اس شرعی عدالت کی نظیر برصغیر میں اور کہیں نہیں ملتی ہے۔ فریقین شرعی فیصلوں کے پابند رہتے ہیں۔ اگر کوئی فریق فیصلے کا احترام نہیں کرتا ہے تو لوگ اس کو ناپسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھتے ہیں۔ عوام کو ان فیصلوں پر اتنا اعتماد ہے کہ شیعوں کے علاوہ سنی حضرات اور غیر مسلم بھی ان فیصلوں کو قبول کرتے ہیں۔ وراثت، ہبہ، انتقالات اراضی، منقولہ و غیر منقولہ جائداد اور خرید و فروخت کے بیعنامے اسی شرعی عدالت میں اندراج کیے جاتے ہیں۔ اس اقدام سے لوگ عدالتی جھگڑوں سے چھٹکارا پاتے ہیں۔ اور وہ قانونی چارہ جوئی میں پیسہ اور وقت ضائع نہیں کرتے ہیں۔

آغا صاحب کے انصاف کا یہ عالم ہے کہ اس مادی زمانے میں جہاں اخلاقی قدریں پامال ہو رہی ہیں وہ مالکانِ زمین کو کاشتکاروں سے زمین واپس دلاتے ہیں یا ان کو فریقین کی رضامندی سے معاوضہ دلاتے ہیں۔ شرعی عدالت کا انعقاد آپ کے انقلابی دماغ کی

سب سے بڑی دلیل ہے۔ آغا صاحب عالم یگانہ اور علامۂ دہر ہیں۔ عربی اور فارسی زبانوں میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ ان کے فیصلے دونوں زبانوں میں ہوتے ہیں۔

آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ایقاظ العباد، وسیلۃ النجاۃ اور سرمایہ نجاۃ آپ کی تصانیف ہیں۔ ان کتابوں کے علاوہ آغا صاحب نے بہت سے اعلیٰ اور تحقیقی مضامین لکھے ہیں جو "الارشاد" میں شائع ہوئے ہیں۔ آپنے انجمن شرعی کے زیر اہتمام نشر و اشاعت کا شعبہ قائم کیا ہے۔ اس کے تحت کئی کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہوئی ہیں۔ ان میں ترجمہ لمعۂ دمشقیہ جیسی ضخیم کتاب قابل ذکر ہے۔ زیر نظر تاریخ بہارستان شاہی کی اشاعت کا بڑا بھی آپ ہی نے اٹھایا ہے علاوہ برایں آپ نے خانقاہ زڈی بل کو از سر نو تعمیر کرنے کا بھی فیصلہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی میر شمس الدین عراقی کے نام سے ایک اکاڈمی قائم کرنے کی منظوری دی ہے جس کے تحت انجمن شرعی کے اہتمام سے میر شمس عراقی سے متعلق کتابیں شائع ہونگی۔ جب بھی نظام شریعت کے اصولوں کے خلاف ریاستی اسمبلی میں کوئی بل پیش ہوتا ہے تو آغا صاحب پوری قوت کے ساتھ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان میں اسقاط حمل کا بل، نکاح کا بل اور شراب نوشی کا بل قابل ذکر ہے۔ آغا صاحب دراصل اس بات کے حامی ہیں کہ مسلمانوں کے تمام فرقوں میں شریعت محمدی کے تحت عدل و انصاف کی بنیاد پر تمام باہمی تصفیہ نمٹائے جائیں اور غیر مسلمین کے حقوق کا تحفظ کیا جائے۔

کشمیری مسلمانوں میں یہ رواج تھا کہ صرف خانہ نشین دختروں کو وراثت کا حقدار سمجھا جاتا تھا اور جن لڑکیوں کی شادی گھر سے باہر ہوتی تھی وہ حق وراثت سے محروم کی جاتی تھیں آغا صاحب نے اس ہم کے خلاف رائے عامہ کو منظم کیا اور اسے نظام اسلام میں ایک سنگین بے قاعدگی سے محمول کیا۔ ان کی مخلصانہ کوششوں کی بدولت اب خانہ نشین اور غیر خانہ نشین لڑکیوں کو یکساں طور پر وراثت کا حقدار تسلیم کیا جاتا ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ کشمیر اور ہندوستان میں تمام مسلمانوں کے متبرک مقامات سرکاری اوقاف کے دائرہ اختیار میں آتے ہیں۔ پورے ہندوستان میں صرف شیعان کشمیر ہی ہیں جن کے مذہبی مقامات

امام باڑے مسجدیں اور دوسری تعمیرات وغیرہ اوقاف ایکٹ کے حدِ اختیار میں نہیں آتے ہیں۔ آغا صاحب اس بات کے حق میں نہیں کہ شیعوں کے متبرک مقامات اوقاف کے دائرہ کار میں آجائیں موصوف بہ نفسِ نفیس شیعہ اوقاف کے صدر ہیں اور تمام تعمیرات کا حساب کتاب انہی کی نگرانی میں ہوتا ہے۔

کشمیری شیعوں پر ہر سال ایام نوروز میں عرصۂ حیات تنگ کیا جاتا تھا اور انھیں بے پناہ مصائب و آلام کا شکار ہونا پڑتا تھا۔ بعض جاہل اور تنگ نظر لوگ محض ایذا رسانی اور شر پسندی کی بنا پر ان پر یہ الزام لگاتے تھے کہ وہ آدم خوری کو مُباح سمجھتے ہیں۔ چنانچہ بخشی غلام محمد کے عہدِ وزارت میں فتنہ پرداز وں نے یہ بے پر کی اڑائی کہ شیعوں نے فلاں شخص کو مارا اور اس کے خون کو متبرک سمجھ کر نوش کیا۔ اس پر عوام الناس مشتعل ہوگیا اور اس نے دہشت گردی اور آتش فساد فروزاں کی۔ اس موقعہ پر آغا صاحب نے حسنِ تدبر کا مظاہرہ کرکے قابلِ تعریف کردار کا نمونہ پیش کیا۔ انہوں نے اس بے بنیاد الزام کے خلاف ملک کے طول و عرض میں اپنی تحریروں اور تقریروں سے صدائے احتجاج بلند کی۔ موصوف نے اندرون اور بیرون ریاست مسلمانوں کے ہر مکتب خیال کے علما کو متوجہ کیا کہ وہ شریعت کی روشنی میں آدم خوری کے الزام کی نہ صرف تردید کریں بلکہ ان لوگوں کے ناپاک عزائم کی پرزور مذمت کریں جو اس ہوّا کو کھڑا کرکے مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرتے ہیں۔ آغا صاحب نے حکومتِ وقت کو بھی متنبہ کیا کہ وہ ایسے اسلام دشمن عناصر اور افواہ بازوں کے سدِباب کے لیے قانون بھی وضع کرے۔ آغا صاحب کے الفاظ یہ ہیں:۔

> "علاوہ براین بر حکومتِ وقت بحکم انصاف و لازم عدل و داد ذنگاہ داریِ ملک از اختلالِ نظام و خرابی دیار بہ تلف و اتلاف نفوس و اموال و اخمادِ آتشِ فتنہ و فساد در بلاد لازم می شود ـــــــ وضع قانون برائے سدّ افواہِ عوام از تفوہ بایں اتہام و انفاذ حکم و اجرائے آں فی الحال بلا توانی و اہمال ۔۔۔"

آغا صاحب کے اس جہادِ عمل کا یہ نتیجہ مرتب ہوگیا کہ سبھی فرقوں کے علمائے دین نے ان کی آواز پر لبیک کہی اور مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں حصول مودت اور استحکام اخوت کی اخلاقی قدروں پر زور دیا۔ جب سے آغا صاحب نے مسلمانوں کی مختلف جماعتوں میں اتحاد و اخوت کا اقدام کیا تب سے آج تک کوئی بھی جاہل شخص شیعوں کو آدم خوری اور خون آشامی کا الزام لگانے کی ہمت نہیں کرتا ہے۔ یہ آغا صاحب کا ایک بڑا کارنامہ ہے اور تاریخ میں سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔

راقم نے کئی مرتبہ بچشمِ خود دیکھا ہے کہ جو لوگ دور دراز علاقوں سے اپنے اپنے تنازعوں کو نمٹانے کے لیے آغا صاحب کی شرعی عدالت میں حاضر ہوتے ہیں اور جن کے ٹھہرنے کا کوئی انتظام نہیں ہوتا ہو وہ تاریخ مقررہ سے ایک دن پہلے آتے ہیں اور ان ہی کے شریعت کدے پر قیام کرتے ہیں۔ ان کے قیام و طعام کا بندوبست آغا صاحب بہ نفسِ نفیس فرماتے ہیں۔ اس طرح ایک بڑی تعداد میں لوگ آجکل کی انتہائی مہنگائی کے زمانے میں ان کے دسترخوان سے فیضیاب ہوتے ہیں اور قیام و طعام کی پریشانیوں سے فارغ ہوتے ہیں! ان کی عدالت سے کوئی بھی سائل خواہ اس کا تعلق کسی بھی فرقے سے ہو یا وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو خالی ہاتھ نہیں جاتا ہے۔ وہ یتیموں اور بیواؤں پر ہمیشہ دستِ شفقت رکھتے ہیں۔ ہندوستان کے دینی مدرسوں اور طلبا کی بھی امداد فرماتے ہیں۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ لوگ ان کی عدالت میں خرید و فروخت اور مہر و بدل وغیرہ کے سلسلے میں بڑی بڑی رقمیں اور بیش بہا زیورات بغیر کسی رسید یا شواہد کے بطور امانت رکھتے ہیں۔ آغا صاحب بعد تصدیق و اندراج لوگوں کو اپنی اپنی امانتیں واپس کرتے ہیں۔ جناب قبلہ و کعبہ کا یہ طرزِ عمل اور ان کی عدالت کا ربط و ضبط اور تقدس دیکھ کر ایک آزاد خیال تعلیم یافتہ جناب غلام رسول رینزو سابق ہوم سکریٹری اس قدر مرعوب و متاثر ہوئے کہ انھوں نے آغا صاحب کے سوانح حیات مرتب کرنے کے لیے انجمن شرعی کو دو ہزار روپیہ کا نذرانہ پیش کیا۔ حکومت وقت بھی آغا صاحب کے شرعی فیصلوں کا احترام کرتی ہے۔ اور عدالت عالیہ بھی ان فیصلوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ بعض عدالتیں شرعی مسائل کی گتھیوں کو سلجھانے کے لیے آغا صاحب کی طرف رجوع بھی کرتی ہیں۔ آغا صاحب بعض قضیے نمٹانے کے لیے فریقین کی رضامندی سے جائے وقوع پر مشاہدے کے لیے جاتے ہیں اور وہیں فیصلے بھی صادر فرماتے ہیں۔ لوگ ان کے فیصلوں کا پابند ہونا مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں۔ عدالت کے گرد و نواح علاقے کا نام "شریعت آباد" رکھا گیا ہے۔ آغا صاحب کی عدالت ہر روز بعد نماز ظہرین شروع ہوتی ہے اور قبل از مغرب برخاست ہوتی ہے۔ جمعہ کو عدالت کی کاروائی بند رہتی ہے۔ البتہ لوگ آغا صاحب کی خدمت میں کئی کئی میلوں سے آکر حاضری دیتے ہیں۔ سمنوں کا اجرا انجمن شرعی کے رضا کاروں کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ عورتیں مردوں کے ساتھ عدالت میں نہیں بیٹھ سکتی ہیں۔ ان کے اقربا موجود ہوتے ہیں۔ خود وہ ملحقہ کمرے میں ہوتی ہیں۔

آغا صاحب کا ایک غیر معمولی کارنامہ یہ بھی ہے کہ انھوں نے کشمیر یونیورسٹی کی اورینٹل فیکلٹی میں اثنا عشری طلبا کے لیے شیعہ نصاب منظور کروایا جو آج تک جاری ہے۔ اب وہ ایک آفسٹ پریس اور روزنامہ سیاسی اخبار کے اجرا کے لیے اقدام کر رہے ہیں۔

مقدمۂ دوم

سلاطینِ چک کے عظیم اور قابلِ فخر کارنامے

خواجہ اعظم دیدہ مری[1] اور حسن[2] نے خاندان چک کے بانی لنگر چک کے سلسلۂ نسب کے بارے میں عجیب و غریب روایتیں بیان کی ہیں۔ چونکہ یہ روایتیں نوع بشر کی تاریخ سے مطابقت نہیں رکھتی ہیں اس لئے ان کا ذکر کرنا باعثِ طوالت ہوگا۔

چک خاندان راجہ سہدیو سنہ ۷۰۱ ہجری تا سنہ ۷۲۰ ہجری (مطابق سنہ ۱۳۰۱ء تا سنہ ۱۳۲۰ء) کے عہدِ حکومت میں اپنے سربراہ لنگر چک کے ساتھ دردستان (کشن گنگا دیلی) سے ہجرت کر کے کشمیر آیا تھا۔ کتب تواریخ میں اس خاندان کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ شاہ میر کے خاندان کی ہے۔ جب شاہ میر شمس الدین کے لقب سے سنہ ۷۴۰ ہجری مطابق سنہ ۱۳۳۹ء میں تخت نشین ہوئے تو خاندان چک کے افراد پہلے سے ہی یہاں موجود تھے انھوں نے لنگر چک کو اپنا سپہ سالار مقرر کیا[3]۔ وہ ترہگام میں رہتے تھے۔ ان کے بارے میں زیادہ کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

بہارستانِ شاہی میں منقول ہے کہ لنگر چک کی اولاد میں پانڈو چک بڑے بہادر، غیور اور انقلابی ذہن کے جنگجو سپاہی تھے۔ وہ سلطان زین العابدین کے عہد میں اپنے قبیلے کے سردار تھے اور لوگ ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ انھوں نے بیگاری اور ظلم و جور کے خلاف بادشاہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا۔ وجہ یہ ہوئی کہ بادشاہ چک افراد سے اپنے محل اور عمارتیں تعمیر کراتے تھے اور انھیں حقِ مزدوری نہیں دیتے تھے۔

جب بادشاہ کامراج گئے تو پانڈو چک اور قبیلے کے دوسرے لوگوں نے وہاں کا محل اور دوسری شاہی عمارتیں پھونک دیں۔ خود پانڈو چک ترہگام کی پہاڑیوں کی طرف چل دیے۔ اور اہل خاندان کو دراوٗ (دادستان) کی طرف روانہ کیا۔ جب سلطان کو آگ کی واردات اور پانڈو چک کی بغاوت کا حال معلوم ہوا تو انھوں نے سپاہیوں کی ایک بڑی جماعت کو ترہگام بھیجا جس نے پانڈو چک

کی املاک کو نذرِ آتش کر دیا۔ اس کے بعد زین العابدین نے دوسری مرتبہ اپنی عمارتیں تعمیر کیں۔

پانڈو چک نے موقع پاتے ہی ان شاہی عمارتوں کو دوسری مرتبہ آگ لگا دی۔ اور دراؤ کی طرف چل پڑے۔ بادشاہ نے جب یہ دیکھا تو انھوں نے دراؤ کے لوگوں کو رشوتیں دے کر اپنے ساتھ ملا دیا۔ اور پھر انہی کی مدد سے پانڈو چک کو گرفتار کروایا۔ گرفتاری کے بعد پانڈو چک تمام اہل وعیال اور چھوٹے بڑوں سمیت سلطان کے روبرو پیش کیے گئے۔ سلطان نے ان کے اہل کنبہ کو جو جنگ کے قابل تھے موت کے گھاٹ اتار دیا اور خود پانڈو کو بھی پھانسی دے دی۔

سلطان نے پانڈو چک کی عورتوں اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو کوارل کے دور دراز گاؤں میں ڈھکیل دیا۔ کچھ عرصے کے بعد جب یہ بچے حدِ بلوغ کو پہنچے تو انھوں نے گاؤں کے دوسرے لوگوں کے ساتھ میل ملت بڑھا دی۔ یہاں تک کہ نائکوں اور چکوں کے درمیان رشتہ بھی ہونے لگا۔

پانڈو چک کے بیٹوں میں ایک کا نام حسین چک تھا۔ وہ باپ (پانڈو چک) کے مرنے کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ حسین چک کے دس بیٹے تھے اور ترہگام کے چک خاندان کے افراد انہی کی اولاد سے تھے[۱] حسین چک کے بارے میں بجز اس کے اور کچھ معلوم نہیں ہو سکا کہ انھیں بادشاہ زین العابدین نے الطاف و اکرام سے ممتاز کیا تھا[۲] جب میر شمس الدین عراقی مذہب تشیع کی اشاعت کے لئے کشمیر آئے تو پانڈو چک، حسین چک اور کاجی چک نے مذہب امامیہ قبول کیا[۳] ترہگام کے چک شیعہ مسلک کے پیرو تھے۔

چک خاندان کی دوسری شاخ گلگت سے آکر شمس چک ولد لہت چک کی سربراہی میں کپوارہ میں آکر پھیل گئی۔ شمس چک (متوفی ۹۰۸ ہجری مطابق ۱۵۰۲ء) کشمیری امراء میں شمار ہوتے تھے اور انھیں سید محمد بیہقی کی حمایت حاصل تھی۔ سلطان فتح شاہ کے عہد میں وہ بڑی قوت کے مالک تھے۔

چکانِ کپوارہ متعصب سنی تھے اور ہمیشہ ماگریوں کے ساتھ ساز و باز کر کے ترہگام کے چکوں کے ساتھ برسرِ جنگ رہتے تھے اور ان کے استیصال کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں چھوڑتے تھے[۴]

ترہگام کا چک خاندان کشمیر میں ۳۲ سال تک تاج و تخت کا مالک رہا۔ یہ لوگ جذبۂ حب الوطنی سے سرشار تھے۔ ملک کی سالمیت اور اس کا تحفظ کرنا ان کا بلند نصب العین تھا۔ وہ ہمیشہ بیرونی مداخلت کے خلاف وطن کی حفاظت کرنے میں جان کی بازی لگاتے تھے۔ جبھی ماگرے، کپواری چک اور دوسرے مفاد پرست کشمیری امراء مغلوں کے ساتھ کشمیر کا سودا کرنے کے لئے کشمیر پر حملہ آور ہوتے تھے تو ترہگام

کے یہ غیور چک انھیں بھاری جانی نقصان پہنچا کر مغلوب کرتے تھے۔ ان کا معمول تھا کہ جب کبھی شاہانِ مغل کشمیر پر دھاوا بولتے تھے تو یہ لوگ لشکرِ مغل کے سروں کا منارہ بناتے تھے۔

سلاطین چک بڑے مدبّر اور دور اندیش تھے۔ اسی لئے بابر، ہمایوں اور اکبر اعظم کے حملوں کو آخری دم تک ناکام بناتے رہے۔ اگر وہ چاہتے تو حکومت ایران کی طرف رجوع کرتے۔ اس زمانے میں سلطنت صفویہ بڑی مضبوط تھی اور شاہ طہماسپ صفوی زبردست طاقت کے مالک تھے۔ انھوں نے ہی ہمایوں بادشاہ کو تخت سلطنت پر دوبارہ بٹھایا تھا۔ آخرکار شہنشاہ اکبر کشمیری علماء و امراء کو رشوتیں دے کر اپنے سیاسی مقصد میں کامیاب ہوئے۔ انھوں نے مذہبی منافرت کی بنیادوں پر کشمیریوں کی خودمختاری کو طاقت کے بل پر سلب کرکے انھیں مغلوں کا غلام بنایا۔ حکیم غلام صفدر ہمدانی نے بالکل صحیح لکھا کہ :-

" شیعان کشمیر کو ہی یہ خصوصی امتیاز حاصل ہے کہ انھوں نے کبھی بھی وطن کی آزادی کے ساتھ سودے بازی نہیں کی۔ مرزا حیدر کاشغری نے اپنے عہد حکومت میں شیعانِ کشمیر پر مصائب اور مظالم کے پہاڑ ڈھائے۔ ان کا قتل عام کرایا۔ ان کے مکانات اور خانقاہیں جلائی گئیں۔ مذہبی رہنماؤں اور بزرگوں کو قتل کرایا۔ لیکن ان بے پناہ اور انسانیت سوز مظالم کے باوجود شیعہ مسلمانوں نے وطن سے غداری نہیں کی۔ جس وقت مرزا حیدر یہاں کے شیعہ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلتا تھا اس وقت ایران کا تاجدار شاہ طہماسپ تھا جس کے پاس اکبر کا باپ ہمایوں بادشاہ بحیثیت پناہ گزین گیا تھا۔ اگر شیعانِ کشمیر اس وقت ایران کے تاجدار سے رجوع کرتے اور اس کو اپنی بربادی اور تباہی کی داستان سناتے تو نہ ہمایوں کو ہی مدد ملتی اور نہ مغل سلطنت ہندوستان میں قائم ہو جاتی۔ اس وقت خود ہندوستان کی طاقت اتنی کمزور تھی کہ ایران کا بادشاہ آسانی سے اس ملک کو فتح کرتا اور کشمیر کو بھی اپنے زیر نگیں لا سکتا۔ مگر شیعان کشمیر نے سختیاں جھیلیں اور گوناں گوں مصائب برداشت کئے لیکن وطن کا سودا نہیں کیا اور نہ ملک سے غداری کی۔ "

تاریخ کشمیر چکوں کی حب الوطنی، حریت، آزادی اور بے مثل بہادری کے کارناموں سے لبریز ہے۔ وہ بڑے دلیر، باہمت اور طاقتور تھے۔ عدل و انصاف ان کا شعار زندگی تھا۔ وہ سب کے سب

سپاہی پیشہ اور جنگجو تھے۔ حسن اپنے والد کے حوالے سے ان کی بہادری کے بارے میں زوال سلطنت کے کوئی تین سو سال کے بعد لکھتے ہیں کہ :۔

" قوت و شجاعت و دلاوری و شوکت و سپاہ گری و مبارزت در ذات چکان اصلی و جبلّی بود۔ یکے از نسل چکانِ تر ہگام پیش خدمت سردار عظیم خان شدہ بود۔ کلاہ تتری بر سر و کفش او زیکی در پائے۔ سلح و مکمل ہمرکاب سردار می رفت و بالائے او یا ہودج فیل برابر بالا بود و سردار را از ہودج فیل برداشتہ بزیر می آورد[۹] "

ملک کاجی چک

لنگر چک کی اولادوں میں ملک کاجی چک سرِفہرست ہیں۔ تاریخ کشمیر میں انھیں غیر معولی اہمیت حاصل ہے۔ وہ دو عظیم المرتبت کارناموں کی وجہ سے مشہور ہیں۔ ایک یہ کہ انھوں نے شیعہ مذہب کی ترویج و اشاعت میں کارہائے نمایاں انجام دئے۔ دوسرے یہ کہ انھوں نے سلطنت چک کے قیام کے لئے زمین ہموار کی تھی۔

وہ میر شمس الدین عراقی کے فدائی تھے۔ اول الذکر نے ان کی وزارت کے لئے پیشین گوئی کی تھی اور ان سے عہد لیا تھا کہ وہ اپنے دورِ اقتدار میں عدل و انصاف، رعایا پروری اور مذہب امامیہ کی اشاعت کے لئے تندہی اور ایمانداری سے کام کریں۔ اس سلسلے میں مصنف بہارستان شاہی کہتا ہے کہ

" ایں طائفۂ چکاں ہیچ وجہی نہ داشتند کہ سامان و مہیا لشکر سازند۔ پیش حضرت میر شمس الدین محمد عراقی جہت التماسِ خرچ راہی آمدند۔ و مرہنگ چک را ہمراہ آوردند۔ کہ ایں پسر ملک شمس چک است۔ باشد کہ حضرت میر شمس الدین بطفیلِ او خرجی عنایت کند۔ و چوں آنحضرت آمدہ عرض احوالِ خود کردند۔ باوجود آنکہ از پنج شش کس زیادہ نہ بود۔ و امیدواری ایشان را صد ترک برنج و پنجاہ ترک آرد و مبلغ دو لک پل نقد عطا نمود۔ و از جماعت ایشان ملک کاجی چک را بنظر شفقت مخصوص فرمود و گفت کہ ایں ملک زادہ گوشِ بریدہ را پیش بیارید۔ و ملک کاجی چک را در جنگ سوپور ہنگامِ شبخونِ شمس چک گوش بریدہ شدہ بود و آنحضرت او را پیش خود آوردہ فرمود کہ حضرت قادر با قدرت حکومتِ ایں ولایت و تصرفِ ایں مملکت بہ تو مسلّم

خواہد ساخت ۔ می باید کہ طریق معدلت در عیت پروری و قاعدۂ نصفت و مرحمت گستری شعار خود سازی ۔ و ہمگی ہمت تمامی و نہمتِ خود بہ ترویج دین اسلام و رونق ملت سیّد انام علیہ الصّلوٰۃ والسلام مصروف داری ۔ ملک کاجی چک ازیں سخن ترسید کہ کسے بگوشش ملک موسیٰ رینہ ایں سخن نہ رساند ترساں و ہراساں پیشِ آنحضرت سجدۂ تعظیم بجا آورد و گفت کہ محلا ہمیں سوگند می خورم کہ ہر چہ حضرتِ میر مرا فرمائید بجان و دل قبول کردم ۔ اگر حق تعالیٰ مراد دولتے رساند از فرمانِ حضرت ایشان تخلّف و تجاوز نہ ورزم و قدم از دائرۂ حکم بیروں نہ نہم ۔ چوں ایں سخن ادا کرد ۔ حضرت میر شمس الدین قدس سرہٗ دستارِ بزرگی کہ بر سر داشتند آں را بر سرِ ملک کاجی چک نہاد کہ ایں تاج دولت و افسرِ حکومت بہ تو دادم ۔ بردید کہ عنقریب بدولت خواہد رسید"

ملک موسیٰ رینہ (متوفی سنہ ۹۱۶ ہجری) کے بعد سنہ ۹۲۴ھ تک ابراہیم ماگرے، ملک عثمان اور جہانگیر پڈر و یکے بعد دیگرے منصب وزارت پر فائز رہے ۔ جب سنہ ۹۲۱ھ میں سلطان فتح شاہ تیسری مرتبہ بادشاہ ہوئے تو ملک کشمیر چار حصّوں میں منقسم ہوا ۔ ایک حصّہ کے مالک فتح شاہ رہے ۔ دوسرا حصّہ جہانگیر پڈر و تیسرا حصّہ شنکر رینہ اور چوتھا حصّہ ملک کاجی چک کو دے دیا گیا اور چاروں امراء اپنے اپنے حصّے پر متصرف رہے ۔ بادشاہ برائے نام شاہ تھا ۔ تین سال کی جنگ و جدل کے بعد جب سلطان محمد شاہ (متوفی سنہ ۹۴۲ھ) چوتھی بار سنہ ۹۲۴ھ میں بادشاہ ہوئے تو انھوں نے ملک کاجی چک کو وزیر اعظم بنایا ۔ اس مرتبہ محمد شاہ نے سکندر لودی بادشاہ دہلی کی فوجی کمک سے کشمیر پر قبضہ کیا تھا ۔ سکندر لودی کی فوج کو واپس بھیجنے کے لئے محمد شاہ خود نوشہرہ تک گئے تھے اور کشمیر میں اپنی جگہ پر کاجی چک کو قائم مقام بنایا تھا ۔ ابھی بادشاہ نوشہرہ سے نہیں لوٹے تھے کہ برفباری سے تمام پہاڑی راستے آمد و رفت کے لئے بند ہو گئے تھے ۔ اور وہ یہاں نہیں آسکے۔

ادھر لوہر ماگرے اور نصرت رینہ نے اپنے چند حواریوں کے ساتھ ملک کاجی چک کے خلاف بغاوت شروع کر دی اور قلعہ ناگام میں صف آرا ہوئے ۔ آخر کار زالڈگر کے میدان میں گھمسان کا رن پڑا جس میں نصرت رینہ ڈھیر ہو گئے ۔ لوہر ماگرے نے راہ فرار اختیار کی ۔ ان کے بہت سے آدمی مارے گئے ۔ ملک کاجی چک کے انگوٹھے کے پاس والی انگلی لڑائی میں

کٹ گئی تھی[11]

۹۲۶ھ میں جہانگیر پڈرو نے بمقام پانپور کاجی چک کے خلاف بغاوت کی کاجی چک نے ان کی سرکوبی کے لئے اپنے بیٹے مسعود چک کو بھیجا۔ چوں کہ جہانگیر پڈرو کو لڑنے کے لئے ہمت نہ ہوئی اس لئے وہ گدا ملک کے ساتھ گریز بھاگ گئے[12]

۹۲۷ھ میں ابدال ملک، لوہر ماگرے اور ملک عیدی رینہ نے سکندر خان فرزند سلطان فتح شاہ کو اپنا ہمنوا بنایا اور کاجی چک کے خلاف رایت بغاوت قلعہ ناگام میں بلند کیا۔ ادھر گریز سے جہانگیر پڈرو اور گدائے ملک نے پرگنہ لار میں شورش برپا کی۔ کاجی چک نے اپنے دو بیٹوں مسعود چک اور دولت چک کو جہانگیر پڈرو کے مقابلے میں روانہ کیا اور خود سکندر خان کی جماعت پر حملہ کیا۔ گدا ملک مارے گئے۔ سکندر خان ہندوستان کی طرف بھاگ گئے۔ جہانگیر پڈرو بھی بہ طرف ہند فرار ہوئے اور ملک کاجی چک سرخرو ہوئے[13]

کاجی چک کی روز بروز بڑھتی ہوئی قوت سے کشمیری امراء کے حوصلے پست ہو گئے۔ وہ سازشوں میں مصروف رہے اور ان کے استیصال کے لیے سرگرم عمل رہے۔ ان باغیوں نے سلطان محمد شاہ کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ چنانچہ سلطان نے ۹۳۰ھ (مطابق ۲۴-۱۵۲۳ء) میں ملک علی، لوہر ماگرے ابدال ملک اور ریگی چک سے ساز باز کر کے ملک کاجی چک کو وزارت کے عہدے سے معزول کیا۔ جب کاجی چک کو اس سازش کا حال معلوم ہوا تو وہ نوشہرہ کی طرف روانہ ہوئے[14]

بابر کی شکست

اسی اثناء میں بابر بادشاہ نے تو چک بیگ اور شیخ علی بیگ کی سربراہی میں ترکوں کے لاؤ لشکر کے ساتھ کشمیر پر حملہ کیا۔ جب اس کی اطلاع نوشہرہ میں ملک کاجی چک کو ہوئی تو انھوں نے اپنے دو بیٹوں غازی خان اور حسین خان اور دوسرے لوگوں کے تعاون سے تمام راستوں اور دروں پر پہرہ بٹھا دیا اور غازی خان و حسین خان کو جن کی عمر سترہ اٹھارہ سال سے زیادہ نہ تھی دشمن کے مقابلے میں بھیج دیا۔ دونوں بھائیوں نے مٹھی بھر جماعت کے ساتھ پردۂ شب میں لشکر بابری پر حملہ کر دیا۔ حسین خان نے اس معرکے میں بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ وہ علی بیگ کے خیمے میں در آئے اور ان پر تلوار کے تین وار کیے۔ شیخ علی بیگ نے پہلی مرتبہ تکیے کی آڑ لی جو حسین خان کی ضربت شمشیر سے دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوا۔ دوسری مرتبہ انھوں

نے تانبے کی پلیٹ کو سپر کے طور پر استعمال کیا۔ اس کے بھی دو ٹکڑے کیے گئے۔ تیسری دفعہ جب حسین خان کا وار ہونے لگا تو وہ چارپائی کے نیچے چھپ گئے اور پھر جاں بخشی کی درخواست کی۔ اس لڑائی میں بہت سے مغل سردار اور سپاہی موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ بہتوں کو گرفتار کیا گیا اور بچے کھچے سپاہی الٹے پاؤں بھاگ گئے۔ لڑائی میں حسین خان بھی مجروح ہوئے تھے اور ان کے بدن پر نو تیر پیوست ہو کر لٹکتے تھے، غازی خان نے بھی کئی مغل سرداروں کو موت کے حوالے کیا تھا۔[۱۵]

نفسیاتی طور پر دیکھا جائے کہ معزولی کے بعد ملک کاجی چک نوشہرہ میں جلائے وطن کی زندگی گزارنے اپنے دو کمسن بیٹوں کے ساتھ گئے تھے۔ اس زمانے میں وہ رنجیدہ اور پریشان تھے۔ حب الوطنی کا جذبہ اس قدر غالب آگیا تھا کہ بے سروسامانی کی حالت میں شہنشاہ بابر کی فوج کے چھکے چھڑا دیے اور انھیں کشمیر کی سرزمین پر قدم رکھنے نہیں دیا۔

جب بابری فوج کی شکست اور ملک کاجی چک کی فتح کی اطلاع سلطان محمد شاہ کو ملی تو انھوں نے گذشتہ کینہ و عداوت کے ناگوار واقعات کو فراموش کیا اور محبت و یگانگی کے خطوط ملک کاجی چک کے نام لکھ دیے اور انھیں کشمیر آنے کی استدعا کی۔ محمد شاہ کے اس عہد و پیمان کے بعد ملک کاجی چک سری نگر آئے۔ ان کے ساتھ سلطان فتح شاہ کے بیٹے شہزادہ سکندر خان بھی پابند زنجیر تھے۔ سکندر خان ہی دراصل مغلوں کو کشمیر پر حملہ کرانے کے ذمہ دار تھے۔ سلطان محمد شاہ نے ملک کاجی چک کو دوبارہ وزیر بنایا۔ بادشاہ نے سکندر کی آنکھیں نکلوائیں۔ ان کی اس حرکت پر کاجی چک ناراض ہو گئے۔ اسی دوران کچھ ہامہ میں ماگریوں نے علی ملک کی سرکردگی میں کاجی چک کے خلاف پھر علم بغاوت بلند کیا۔ کاجی چک نے ان سب کو شکست دی اور علی ملک کو قید کیا۔ بعد میں وہ بھی نوشہرہ کی طرف بھاگ گئے۔[۱۶]

سلطان محمد شاہ عہد و پیمان توڑ کر کاجی چک کے خلاف پھر سازشیں کرنے لگے۔ کاجی چک نے ملکی انتظام کے مفاد اور بادشاہ کے دوغلہ کردار کے پیش نظر ان کو تخت سلطنت سے برطرف کر کے لدکر (لوہ کوٹ) کے درے میں قید کیا۔ پھر ان کے بیٹے ابراہیم شاہ کو برائے نام بادشاہ بنایا اور سلطنت خود کرنے لگے۔ یہ ۹۳۴ھ کا سال تھا۔[۱۷]

ماگریوں کی ترغیب پر بابر کا دوسرا حملہ

اُدھر نوشہرہ میں ملک علی اور ملک ریگی چک ماگریوں کی جماعت کے ساتھ شامل ہو گئے اور کشمیر کا سودا کرنے کے لیے ملک کاجی چک کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔ اس کے بعد یہ لوگ ابدال

ماگرے کی قیادت میں شہنشاہ بابر کے پاس چلے گئے اور ان کو کشمیر پر دوبارہ حملہ کرنے کے لیے آمادہ کیا۔ بابر نے خوب رشوتیں دے کر ان کا خیر مقدم کیا اور شیخ علی بیگ اور محمد خان کو حکم دیا کہ وہ کشمیری امرا کے ہمراہ کشمیر پر حملہ کریں۔ چنانچہ ۹۳۵ھ (مطابق ۱۵۲۸ء) میں ماگریوں کی رہنمائی اور پشت پناہی پر مغل فوج جس کی تعداد بیس سے اٹھائیس ہزار تک بتائی جاتی ہے کشمیر میں داخل ہوگئی۔ یہاں سے کاجی چک مقابلے کے لیے نکلے۔ موضع بانگل میں خونریز جنگ ہوئی جس میں کاجی چک کے نامور سپاہی سہہ چک، مسجی چک، تازی چک اور سرہنگ چک وغیرہ کام آئے۔ کاجی چک نے داد شجاعت خوب دی لیکن شکست کھائی اور اپنے کو بچانے میں گکھر کی طرف کامیاب ہوئے۔ ماگریوں نے اس موقع پر محمد شاہ کو بادشاہ بنایا۔

کاجی چک کی شکست کے بعد ابدال ماگرے وزیر ہوئے۔ اس نے کشمیر کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصے پر خود قابض رہے۔ دوسرا لوہر ماگرے کو تیسرا ریگی چک کو اور چوتھا حصہ علی ملک کے قبضے میں دیا۔ شیخ علی بیگ کو رشوتیں دے کر رخصت کیا۔[۳۱]

مرزا کامران کا حملہ

جب کشمیر چار امرا کی ملکیت میں بٹ گیا تو انتظامی امور میں خلل پڑنے لگا۔ اس نااتفاقی اور افراتفری کا فائدہ مغلوں نے اٹھایا۔ ۹۳۸ھ (مطابق ۱۵۳۱ء) میں مرزا کامران نے اپنے بھائی ہمایوں بادشاہ کے تعاون سے محرم بیگ اور شیخ علی بیگ کی سربراہی میں تیس ہزار نامور اور بہادر سواروں کے ساتھ کشمیر پر حملہ کیا۔ خود کامران نے نوشہرہ میں توقف کیا۔ امرائے کشمیر یہ خبر سنتے ہی اٹک کی طرف مقابلے کے لیے روانہ ہوئے۔ مغل فوج تیزی کے ساتھ سری نگر میں داخل ہوئی انھوں نے شہر پر قبضہ کیا۔ شہر میں آگ لگائی اور لوگوں کا قتل عام کیا۔ ابدال ماگرے، لوہر ماگرے، ریگی چک اور علی ملک بیرہ اوڈر کے قلعہ میں جمع ہوئے۔ مغلوں نے انھیں یہاں بھی شکست دی پھر انھوں نے آپس میں مشورہ کر کے متفقہ طور پر کاجی چک کے پاس تیز سوار قاصد کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ یہ ملک آپ کا ہے اور اسے بیرونی طاقتوں سے بچانا آپ کا فرض ہے۔ آپ آئیے اور ہم سب لوگ آپ کے ساتھ ہیں۔ ملک کا دفاع کرنا آپ کے لیے ضروری ہے۔

کاجی چک چونکہ محب وطن تھے۔ یہ پیغام سنتے ہی اپنے بیٹوں اور ساتھیوں کے ساتھ سری نگر پہنچے۔ اور انھواجن کے مقام پر امرائے کشمیر سے مل گئے۔ ان کی آمد سے کشمیریوں کا حوصلہ بڑھا۔ یہ

اتحاد کشمیریوں کی قوت کا باعث ہوا اور انھوں نے جنگ آزمائی پر کمر ہمت باندھی اور مغلوں کو پسپا کر دیا۔ اتفاقاً جن میں کاجی چک اور مغلوں کے درمیان شدید جنگ ہوئی۔ آخر کار محرم بیگ نے مغلوں کی زبوں حالی دیکھ کر عاجزی سے صلح کی درخواست کی۔ کاجی چک نے خوشی سے اسے منظور کیا۔ اور یہ بچی کھچی مغل فوج بارہمولہ کے راستے سے اپنا سا منھ لے کر واپس چلی گئی۔[19]

مرزا کامران کی واپسی کے بعد ملک کشمیر پانچ امرا میں منقسم ہوا۔ ایک حصہ ملک کاجی چک کو دے دیا گیا۔ ان کی جائے اقامت زینہ پور میں مقرر کی گئی۔ دوسرا حصہ بانگل مع منصب وزارت ابدال ماگرے کو۔ تیسرا حصہ کامراج کا ملک ریگی چک کو۔ چوتھا حصہ پرگنہ ولر کا ملک علی کو۔ ایک حصہ بطور جاگیر و تنخواہ کے سید ابراہیم خان کو ملا۔ بقول حسن پانچواں حصہ لوہر ماگرے کو دیا گیا تھا۔ اس طرح ایک سال ان تمام امرا میں باہمی اتفاق سے گزرا۔

مرزا حیدر کا حملہ

۹۳۹ھ (مطابق ۱۵۳۲ء) میں سلطان سعید خان والی کاشغر نے لداخ پر حملہ کیا۔ انھوں نے لداخ کے صوبہ نبرا پر قبضہ کیا۔ خود وہ لداخ میں ہی ٹھہرے۔ اسی دوران موسم سرما کی وجہ سے راستے بند ہو گئے۔ لداخ میں سعید خان کے قیام لشکر کے لیے گنجائش نہیں تھی۔ اس لیے انھوں نے اپنے بیٹے سکندر خان کو مرزا حیدر کاشغری کی سربراہی میں ۲۰ ہزار سواروں کا لشکر گراں کشمیر پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ یہ ترک لشکر لار کے علاقے سے سری نگر میں داخل ہو گیا۔ شہر کے لوگ ان کے خوف و دہشت سے دروں اور پہاڑوں میں چھپ گئے۔ مرزا حیدر کچھ دنوں کے لیے سری نگر نوشہرہ میں ٹھہرے۔ اس کے بعد وہ کامراج کی طرف روانہ ہوئے۔ مرزا حیدر نے قتل عام کا بازار گرم کیا۔ جو جہاں پر نظر آتا تھا اس کو وہیں پر قتل کرتے تھے۔ شہر کو خاکستر کیا۔ امرا ڈر کے مارے قلعۂ بانجک میں پناہ گزیں ہوئے۔ قتل عام کے بعد مرزا نے عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا۔[20] مصنف تاریخ کشمیر کہتا ہے کہ

> "اہل شہر از سطوت و ہیبت کاشغریان جلائے وطن اختیار کردہ در شعاب جبال و مغارہ و زوایا پنہاں گردیدند۔ و در قلمرو کشمیر حیص و بیص و ہرج و مرج افتاد۔ و علما و فضلا و اکابران شہر در جزیرۂ لنک میان تالاب اُولر منزوی گشتند۔ و امرائے کشمیر در قلعۂ بانجک محصون نشستند و مرزا حیدر چند روز در نوشہرہ اقامت کردہ بجانب کامراج یورش نمود۔ ہر جا کہ می رسید، دست نہب و غارت دراز کردہ

مرداں راقتل عام ساخت وزنان وطفلاں بہ اسیری وغلامی می برد"[۲۱]

مصنف بہارستانِ شاہی نے مرزا حیدر کی سفاکی اور خونریزی تفصیل سے بیان کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ:۔

"اہلِ شہر و مردم مملکت ہمہ جلائے اوطان کردہ، شواہقِ جبال و جزائر بحار ملجا و ماوا گرفتند۔ ولشکرِ مغل بہر جا کہ می رسیدند مردم را قتل می کردند و کشاکشی و خونریزی بے نہایت نمودند۔ اسباب و اشیاء و املاکِ مردم را غارت می کردند۔ وعورات و اطفال را اسیری و غلامی می بردند و از بے باکی و نہایت بے دینی شہر اسلام دار الحرب می پنداشتند و خونِ مسلمانان را شیرِ مادر خود می دانستند۔ جملہ قضاۃ و علماء و فضلاء جلائے وطن نمودہ بجزیرۂ تنگ پناہ گرفتہ بودند"[۲۲]

علماء اور مجتہدین کشمیر نے ایک زبان ہوکر فتویٰ جاری کیا کہ جو کشمیری مرزا حیدر کی فوج کے خلاف لڑتے لڑتے مرجائے گا وہ شہید ہوگا۔ اس حکمِ جہاد سے کشمیریوں کے حوصلے بلند ہوئے۔ چنانچہ صحرائے بابل کرو (مازنٹڈ) میں کشمیریوں اور ترکوں کے درمیان زبردست جنگ ہوئی۔ کشمیریوں نے اعلیٰ پیمانے پر جوہر شجاعت اور مردانگی دکھائی۔ ان کے ۱۶ سو سپاہی کھیت پڑ گئے۔ وہ لوگ کمی تعداد کی وجہ سے مغلوب ہوئے۔

جب یہ حال ملک کاجی چک نے دیکھا تو انھوں نے فوج کی کمان خود سنبھالی اور دن رات ترکوں سے جنگ لڑتے رہے۔ آخرکار ترک لڑتے لڑتے عاجز آگئے۔ اس اثنا میں مرزا حیدر اور دائم علی بیگ میں پھوٹ پڑ گئی۔ اور آخر الذکر ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوگیا۔ مرزا حیدر اپنے بچے کھچے سپاہی ساتھ لے کر لار کے راستے سے واپس چلے گئے۔ تاریخ کشمیر میں یہ واقعہ یوں مندرج ہے:۔

"بعد ازاں کاجی چک و امرائے مملکت باوجود ہزیمت باز جمعیت کردہ در پئے انتقام ترکان مستعد شدند و بہ محاربات بسیار و شبخونہائے بے شمار دمار از ترکان برآوردند۔ ہر جا کہ مغلان نزول می کردند امرائے کشمیر دنبال آنہا می بودند، ہیچ روزے از حرب و ضرب و شبخون خالی نمی گذاشتند۔ عاقبت مغلان از جدال و قتال بہ تنگ آمدہ۔ خواہان صلح شدند...... و از راہِ لار بہ مراجعت و معاودت پرداخت"[۲۳]

مرزا حیدر کے واپس چلے جانے کے بعد امرائے کشمیر یعنی ابدال ماگرے، لوہر ماگرے، ریگی چک، علی رینہ اور کاجی چک ملک کی سابقہ تقسیم پر قائم رہے اور ہر ایک اپنے اپنے حصے پر تین سال تک قابض و متصرف

رہا۔ اس عرصے میں کشمیر میں امن وامان رہا۔ کسی نے کسی کے خلاف محاذ آرائی نہیں کی۔ بلکہ آپس میں محبت، یگانگی اور میل ملّت کا مظاہرہ کرتے رہے۔ اسی دوران ۹۴۲ھ (مطابق ۱۵۳۶ء) میں سلطان محمد شاہ کا انتقال ہوا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے سلطان شمس الدین ثانی تخت نشین ہوئے۔ وہ برائے نام بادشاہ تھے۔ عنانِ حکومت ملک کاجی چک کے ہاتھ تھی اور وہی سلطنت چلاتے تھے۔ شمس الدین ایک سال تک برائے نام حکومت کر کے قضا کر گئے۔[24]

شمس الدین کی وفات کے بعد ان کے دوسرے بھائی سلطان اسماعیل شاہ ۹۴۵ھ (مطابق ۱۵۳۸ء) میں بادشاہ ہوئے۔ وہ بھی برائے نام تھے۔ سلطنت کا نظم و نسق کاجی چک ہی چلاتے تھے۔ ان کی اس بڑھتی ہوئی قوت کے خلاف ماگریوں نے پھر سازش اور بغاوت کا علم اٹھایا۔ سوپور میں فریقین کے درمیان زبردست گھمسان کا رن پڑا۔ اگرچہ کاجی چک کی طرف سپاہیوں کی تعداد بہت کم تھی لیکن دولت چک اور سید ابراہیم بیہقی نے جس ثابت قدمی اور بہادری کا مظاہرہ کیا اس نے میدان جنگ کا پانسہ ہی پلٹ دیا اور نتیجے میں ماگریوں کو شکست کھانی پڑی۔ ان کے بہت سے سردار اور امرا تہہ تیغ کر دیے گئے۔ تاریخ میں اس لڑائی کے بارے میں درج ہے کہ:-

> "باقی جمعیت ماگریاں ہزیمت خوردہ بجانب ہندوستان گریختند۔ ودراں
> محاربہ ایں طائفہ ساداتِ بیہقی چناں دست برد برجماعت ماگریاں کشودند
> کہ اگر سام نریماں می دید۔ زبان ثنائے بر مبارزت ایشاں می کشودے۔
> ایں جنگ در سال نہصد و چہل و پنجم ہجری بود "[25]

شکست کے بعد ابدال ماگرے، ریگی چک اور دوسرے امرائے کشمیر ہندوستان کی طرف بھاگ گئے اور ملک کاجی چک فاتح کی حیثیت سے سری نگر آئے اور سلطنت کے کاروبار میں مصروف رہے۔

کاجی چک کا بڑھتا ہوا اقتدار ابدال ماگرے، ریگی چک اور دوسرے امرائے کشمیر کی آنکھوں میں کھٹکتا رہا۔ اور وہ ہندوستان میں ان کے استیصال اور کشمیر کی سودا بازی کے لیے سازشوں میں مصروف رہے۔ چونکہ بے بس تھے اس لیے انھوں نے مذہب کی آڑ لے کر مرزا حیدر کاشغری اور خواجہ پانڈے کشمیری کی وساطت سے ہمایوں بادشاہ کو کشمیر میں شیعہ مسلک کی ترقی و ترویج کا رونا رویا۔ اور کتاب احوط کے بہانے سے جس کا ذکر میر شمس الدین عراقی کے

سلسلے میں ہو چکا ہے بادشاہ سے درخواست کی کہ وہ کشمیر پر حملہ کر کے اُسے اپنی سلطنت میں شامل کریں۔ اس وقت ہمایوں نے شیر شاہ سوری کے ہاتھوں شکست کھائی تھی۔ اس لیے انھوں نے کشمیری امرا کی درخواست مسترد کر دی۔ تاریخ کشمیر کے صفحات میں یہ ناخوشگوار واقعہ یوں مندرج ہے۔

"چوں ابدال ماگرے و ریگی چک از جملہ اہل سنت و جماعت بودند۔ و بہ سبب تغلب کاجی چک در جنگ سوپور ہزیمت خوردہ بہ جانب پنجاب خراب و آوارہ اوقات گذاری می کردند۔ درآں حال فرزندان خود در پیش گاہ ہمایوں بادشاہ بامید معاونت و معاضدت فرستادند۔ و درآں جا یوسا طت میرزا حیدر دوغلات بانڈے بخدمت ہمایوں بادشاہ حقیقت استیلائے متابعان شمس عراقی بہ شیوع مذہب تشیع مفصل عرضداشتہ کتاب احوط تصنیف میر شمس عراقی بہ مجلس گذرانیدند و برائے اصلاح مذہب و فرستادن افواج بکشمیر التماس نمودند۔ دراں ایام ہمایوں شاہ از دست شیر خان افغان ہزیمت خوردہ وارد لاہور شدہ بود۔ و موجب خواستگاری امرائے کشمیر عزم عزیمت ایں حدود بخاطر خود جزم نمود۔ اما مرزا ہندال اورا ازیں خیال بازداشت . . . . . والتماس امرائے کشمیر را التفات نہ نمود" [۲۵]

مرزا حیدر کا حملہ

ہمایوں بادشاہ کے انکار کے بعد ابدال ماگرے اور ریگی چک وغیرہ نے مرزا حیدر کاشغری کی طرف الحاق کشمیر کے بارے میں رجوع کیا۔ اور انھیں اپنی بھرپور حمایت کا یقین دلا کر کشمیر پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ مرزا حیدر کشمیریوں کی درخواست پر ایک فوج گراں کے ساتھ بیرہ ہار کے راستے سے وارد کشمیر ہوئے۔ یہ ۲۱ رجب ۹۴۸ھ کا واقعہ تھا۔ جب کاجی چک کو خبر ہوئی تو وہ فوراً کنز بل کے درے پر مدافعت کے لیے تیار رہے۔ کشمیری امرا مرزا حیدر سے مل گئے۔ کاجی چک نے جب یہ دیکھا تو وہ بغیر مقابلے کے نوشہرہ چلے گئے اور اس طرح مرزا حیدر بغیر کسی مزاحمت کے کشمیر پر قابض ہو گئے۔ انھوں نے سلطان ابراہیم کو تخت سلطنت سے معزول کر کے سلطان فتح شاہ کے بیٹے نازک شاہ کو بٹھایا۔ وزارت کا خلعت ابدال ماگرے کو پہنایا۔ اور کشمیر کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصے پر خود قابض رہے۔ دوسرا اور تیسرا حصہ ابدال ماگرے اور ریگی چک کو بخشا۔ اسی اثنا میں ابدال ماگرے کا

انتقال ہوا۔ مرزا حیدر نے ان کی جاگیر و منصب ان کے بیٹے حسین ماگرے کو دیا۔

ملک کاجی چک ہمیشہ سے بیرونی طاقتوں کے خلاف تھے۔ وہ مرزا حیدر کے مظالم سے واقف تھے۔ اس لیے انھوں نے حب الوطنی کے جذبے کے تحت بیرونی قبضے کو چھڑانے کے لیے شیر شاہ سوری سے مرزا حیدر کے خلاف امداد طلب کی۔ شیر شاہ نے کاجی چک کا احترام کیا۔ انھیں خان خانانی کا خطاب دے کر ۵ ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ جب وہ ہیرہ پور کے راستے سے داخل ہوئے تو ادھر سے مرزا حیدر کا تشکری، ریگی چک، عیدی رینہ، حسین ماگرے اور دوسرے سردار نکلے۔ تھنار کے مقام پر شدت کی جنگ ہوئی۔ کاجی چک نے کمال بہادری کا مظاہرہ کیا۔ چونکہ فوجی طاقت نہایت قلیل تھی اس لیے شکست ہوئی۔ یہ واقعہ ۹۴۸ھ مطابق ۱۵۴۱ء کا تھا۔ ملا یوسف الماس خطیب نے مرزا حیدر کے ہاتھوں تسخیر کشمیر کی تاریخ "فتح مکرر" ۹۴۸ھ یعنی "فتح اول پارسال" و "فتح مکرر" "امسال کہی۔ کاجی چک، دولت چک اور سید ابراہیم بیہقی اپنی مٹھی بھر جماعت کے ساتھ چیرہ ہار کے راستے سے پرونچ (پونچھ) چلے گئے۔[27]

فتح کشمیر کے بعد مرزا حیدر اپنے سیاسی مقاصد کو پورا کرنے کے لیے ریگی چک کے ساتھ خانقاہ میر شمس الدین کی زیارت اور شاہ سید احمد مجذوب کی ملاقات کے لیے زڈی بل گئے۔ مرزا حیدر نے خانقاہ کا طواف کیا اس کو اندر اور باہر سے دیکھا اور میر شمس الدین کے کارناموں کو سراہا۔ انھوں نے ان کے روضے پر فاتحہ پڑھی۔ اور ایک حافظ قرآن خواجہ حافظ اسماعیل سے آیت الکرسی کی تلاوت کرائی۔ اس کے بعد پھر فاتحہ پڑھی اور خضوع و خشوع سے باہر آئے۔ باہر جب آنے لگے تو خانقاہ کی طرف احترام کے طور پیٹھ نہیں کی تھی بلکہ اس کی طرف منہ کر کے الٹے چلے تھے۔ اس کے بعد وہ خانقاہ کے صوفیوں اور درویشوں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ملک ریگی چک نے جب یہ دیکھا تو وہ آتش حسد سے جلنے لگے اور کہا

"بادریں جا برائے ہمیں گفتگوئے شما آمدہ ایم" ؟[28]

اس واقعہ کے بعد مرزا حیدر کو ریگی چک سے رنجش پیدا ہوئی اور وہ ان کے استیصال کے درپے رہے۔ انھوں نے خواجہ حاجی بانڈے، ملک عیدی رینہ اور حسین ماگرے کے مشورے سے کامراج میں ریگی چک کی گرفتاری کے لیے فوج بھیج دی۔ ریگی چک کرناہ کے راستے سے پونچھ میں ملک کاجی چک سے ملے اور ان سے رشتۂ اتحاد مستحکم کیا۔ ادھر مرزا حیدر کا مراج میں ریگی چک کی املاک کو نذر آتش

کر کے واپس اندر کوٹ آ گئے ۔[۲۹]

۹۵۱ھ مطابق ۱۵۴۴ء میں ملک کاجی چک ریگی چک کے تعاون سے کشمیر آئے ۔ یہاں گوری مرگ (گل مرگ) میں انھوں نے مرزا حیدر کے خلاف محاذ قائم کیا۔ مرزا حیدر مغلوں اور کشمیریوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ وہاں پہنچے ۔ اور ان کا محاصرہ کیا۔ سخت لڑائی کے بعد ملک کاجی چک سید ابراہیم بیہقی اور دوسرے امرا شکست کھا کر پنجاب کی پہاڑیوں کی طرف بھاگ گئے۔ اسی اثنا میں تھنہ کے مقام پر بعارضہ بخار کاجی چک کا انتقال روز جمعہ ۲۳ جمادی الاخر ۹۵۱ھ مطابق ۱۲ ستمبر ۱۵۴۴ء کو ہوا۔ "فوت سردار" تاریخ وفات ہے جس سے ۹۵۱ کے اعداد نکلتے ہیں ۔[۳۰]

کاجی چک کی بہادری

کاجی چک نہ صرف قبیلۂ چک کے ہی سردار تھے بلکہ وہ قوم و وطن کے محافظ نگہبان اور سپاہ سالار تھے۔ انھوں نے اپنی غیر معمولی شجاعت کے کارناموں سے ہمیشہ مغل افواج کے عزائم کو خاک میں ملا دیا۔ تاریخ کشمیر میں ان کی بے مثل بہادری کے عظیم واقعات ہمیشہ کے لیے محفوظ رہیں گے۔ وہ میدان جنگ میں دشمن پر چھا جاتے تھے۔ ان کی بہادری کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ سوپور میں انھوں نے شمس چک (متوفی ۹۳۰ھ) کے چھکے چھڑائے تھے ۔ ان کا سارا بدن میدان جنگ میں زخموں سے چور تھا لیکن پائے ثبات میں لغزش نہ آنے پائی ۔ اس جنگ عظیم میں انھوں نے وہ پامردی اور داد شجاعت دی کہ تاریخ کشمیر میں اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی ہے ۔ اس جنگ کے بارے میں مصنفِ بہارستانِ شاہی لکھتا ہے کہ

> "ملک کاجی چک در آن محاربہ مبارزتے نمود۔ کہ اگر رستم دستان و سام نریمان آں شجاعت و مبارزت می دیدند بر ہفتاد پشتِ او تحسین و آفرین می کردند۔ و بر سر و روئے و تمامِ وجودِ او چنداں جراحتہا و زخمہا رسید کہ جملہ آشنا و بیگانہ از حیات وے مایوس و ناامید گشتند و بعضے اقربا او را از آں معرکہ برداشتہ بہ مرہم و علاجِ وے اشتغال نمودند۔ چوں حق تعالیٰ حکومتِ ایں ممالک و سعادت ہائے دینی و دنیوی با و مقرر کردہ بود بلطفِ عمیم خود او را باز حیات بخشیدہ بصحت سلامت رسید" [۳۱]

۹۳۵ھ مطابق ۱۵۲۸ء میں موضع بانگل میں شیخ علی بیگ کی قیادت میں شہنشاہ بابر کے لشکر گراں سے

ملک کاجی چک کا سخت مقابلہ ہوا۔ بابری لشکر میں سے ایک جوان بہادر جو نشۂ شجاعت میں جھوم رہا تھا اور جس کی بہادری کی دھاک چاردانگ عالم میں مچی ہوئی تھی آگرے سے کشمیر کاجی چک کو دیکھنے آیا تھا اور یہاں ہر ایک سے کہتا رہا کہ مجھے کاجی چک کی شکل وصورت دکھا دے تاکہ میں اُسے سے مردانہ وار مقابلہ کروں ۔ یہ کہہ کر وہ اپنے لشکر سے نکل کر ملک کاجی چک کی فوج کی طرف آیا اور چلایا !—

"کاجی چک کیست ؟ کہ با و جنگے خواہم کرد۔ باید کہ از فوج خود بیرون برآید
بیک دیگر ساعتے بگردیم و یک دیگر را بیازمائیم !"

ملک کاجی چک نے جب دیکھا کہ وہ جوان مرد ہوا کے گھوڑے پر ان کی طرف للکار رہا ہے تو وہ اپنی فوج کو ہٹا کر اس کی جانب قدم اٹھانے لگے ۔ مغل جوان نے بھی اپنے گھوڑے کو بڑے کروفر کے ساتھ ان کی سمت بڑھایا ۔ اس نے حملہ کرنے میں سبقت کی اور کاجی چک کے سر پر شمشیر برق دم ماری ۔ ملک کاجی نے ڈھال سے اپنے سر اور چہرے کو اس کی ضربت سے بچا لیا ۔ اور پھر فارغ ہیں اس کی چھاتی پر نیزہ اس زور سے مارا کہ زرہ بکتر اور بھاری ہتھیار پہننے کے باوجود وہ نیزہ ایک بالشت اس کی چھاتی کے پار ہوا ۔ جب مغل جوان زخم کھا کر زمین پر گر پڑا تو ملک کاجی چک نے اُس سے کشمیری زبان میں کہا کہ :۔

"ہمیں است کاجی چک کہ از آگرہ تا بہ کشمیر برائے جان خود می طلبیدی "

یہ کہہ کر سری نگر کی طرف روانہ ہوئے ۔ ادھر مغلوں کی جو حالت دیکھی وہ بھی سنئے :۔

"چوں لشکر مغل نزد آں مبارز رسیدند ۔ اندک رمقی از و ماندہ بود و بآں لشکر گفت کہ ہرگز درعقب آں مرد (ملک کاجی چک) تازد ، جانِ خود را در ورطۂ ہلاک اندازد ۔ سرِ خود را در میدانِ مرگ بازد ۔

چوں ترکان آں مبارز را دیدند و آں زخم نیزہ ملاحظہ نمودند ۔ عنان از دویدنُ تاختن باز کشیدند و آہستہ آہستہ درعقب او می رفتند "۳۳ھ

کاجی چک کی رواداری

ملک کاجی چک بڑے روادار اور انصاف پرور تھے ۔ جو خوبیاں کسی ملک وقوم کے سردار میں ہونی چاہئیں وہ ملک کاجی چک میں اس معاہدے کے تحت بے کم وکاست پائی جاتی تھیں جو انھوں

نے اقتدار حاصل کرنے سے قبل میر سید شمس الدین عراقی کے ساتھ عدل وانصاف کی بنیادوں پر کیا تھا۔

اپنے دورِ اقتدار میں ملک کاجی چک نے استقلال واستعداد کا دامن کبھی نہیں چھوڑا۔ اور ابتدا سے آخر تک دین اسلام میں چار چاند لگا دئے۔ کبھی ملک و قوم سے اقتدار اعلیٰ کے لیے غداری نہیں کی۔

کاجی چک دشمن کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے تھے۔ ان کے جرم کو درگذر کرتے تھے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ ان کے مراتب و مناصب میں اضافہ کرتے تھے۔ جو واجب القتل ہوتے تھے ان کی جان بخشی کرتے تھے اور کچھ وقت کے لیے قید میں ڈالتے تھے۔ پھر ان کی خطاؤں کو معاف کر کے انھیں آزاد کرتے تھے لڑائی میں اگر دشمن بھاگ جاتا یا کسی اور کمزوری یا غلطی کا مرتکب ہوتا تھا اس کو بھی چھوڑ دیتے تھے اور کسی کا پیچھا نہیں کرتے تھے۔ تاریخ کشمیر میں ملک کاجی چک کے یہ اوصافِ حمیدہ ان الفاظ میں درج ہیں:۔

"ملک کاجی چک حاکمِ ایں ولایت و والیِ ایں مملکت باستقلال واستعدادِ تمام بود۔ واعلام شرعیہ واسلام ورعایتِ دین انام براوج عزت و ذروۂ کرامت می افراخت۔ و بالحقیقت باحکام سلطنت و پادشاہی ایں ولایت می پرداخت۔ بعضی سران و سردارانِ قبائل وطوائف کہ داعیۂ فساد و فتنہ انگیزی داشتہ علمِ مخالفت و معاندت می افراشتند بندی ساخت و حبس و قید ہا می انداخت۔ و بقتلِ کشتن کسے از ایشان نمی پرداخت۔ بعد از چند مدت از گناہانِ ایشان می گذشت و باز جاگیر بقدرِ ایشان مسلم وارزانی می داشت۔ و ہر چند یقین خاطرِ دریائے مقاطرش می شد کہ قصدِ جانِ وے دارند۔ اما وے کسے را بقتل نمی رسانید و اولاد و احفادِ او کہ اکنون بر سریر سلطنت و تخت و حکومت دم استقلال واستبداد ادمی زنند۔ خواہ دانند یا نہ دانند۔ ہمہ بیمن و سعادت و احسان و اکرام اوست"[۳۲]

ملک کاجی چک کی فہم و فراست

ملک کاجی چک امورِ سلطنت اور جوہرِ شجاعت کی اعلیٰ خوبیوں کے علاوہ فہم و فراست کی

دولت سے بھی مالا مال تھے۔ کتب تواریخ میں ان کی فراست اور دانشمندی کی تعریف کی گئی ہے۔ فرشتہ لکھتے ہیں کہ:۔

"محمد شاہ نے ملک کاجی چک کو جو فراست اور عقلمندی میں مشہور و معروف تھے۔ وزارت کا عہدہ سونپا۔ ملک کاجی چک مقدمات کا فیصلہ کرنے میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ ایک شخص (کاتب) کی زوجہ نے اس کی عدم موجودگی میں بے صبری کرکے دوسرا عقد کرلیا۔ یہ شخص ظاہر ہوا اور شوہر اول و دوم کے درمیان مناقشہ ہوا۔ مقدمہ ملک کاجی کے روبرو پیش ہوا۔ فریقین میں سے کوئی بھی شخص اپنے دعویٰ کے سلسلے میں ٹھوس ثبوت پیش نہ کر سکا۔ اور فیصلہ بے حد مشکل نظر آیا۔ ملک کاجی چک نے عورت سے کہا کہ میرے نزدیک تو سچ کہتی ہے۔ اور یہ شخص جو تیرے شوہر اول کا مدعی ہے دروغ گو ہے۔ آ اور تھوڑا سا پانی اس دوات میں ڈال دے تاکہ میں اسی سیاہی سے تیرے حق میں مقدمے کا فیصلہ تحریر کرلوں کہ کاذب مدعی کو تجھ سے کچھ سروکار باقی نہ رہے۔ عورت اٹھی اور اس نے بقدر ضرورت پانی دوات میں ڈالا۔ ملک کاجی نے اور تھوڑا پانی ڈالنے کا حکم دیا۔ عورت نے دوبارہ اس قدر قلیل پانی دوات میں ڈالا جس کی آمیزش سے روشنائی پھیکی نہ ہونے پائی۔ اور اس مرتبہ پانی ڈالنے میں بڑی احتیاط سے کام لیا۔ ملک کاجی نے حاضرین عدالت سے کہا کہ عورت کی اس احتیاط اور دوراندیشی سے ثابت ہوگیا کہ عورت شوہر اول کی زوجہ ہے۔ عورت نے خود بھی اس فیصلے کی تصدیق کی اور اس طرح جھگڑا خوبی کے ساتھ طے ہوگیا" [۲۳]

مرزا حیدر اور کشمیریوں کا قتل عام

ملک کاجی چک کے انتقال کے بعد چک خاندان اور ان کے ساتھ وابستہ لوگوں کے حوصلے اور ولولے ٹوٹ گئے اور یہ لوگ پریشانی اور زبوں حالی کی زندگی بسر کرنے لگے۔ ان کی بدحالی کا فائدہ اٹھا کر مرزا حیدر نے دست تظلم دراز کرنا شروع کیا۔ یہاں کے سبھی لوگ اس کی ستم شعاری اور سفاکی سے پہلے سے ہی واقف تھے مگر پھر بھی بعض لوگوں کی ناعاقبت اندیشی کے سبب اس نے دوبارہ کشمیر میں اپنی جارحیت کا تسلط جما دیا۔ جب وہ پہلی مرتبہ ۹۳۹ھ میں کشمیر میں حملہ آور ہوا تھا تو اس

نے چھ ماہ تک یہاں قتلِ عام کا بازار گرم کیا تھا۔ اس قتلِ عام کے پیشِ نظر یہاں کے علماء اور بزرگانِ دین نے اس کے خلاف لڑنے کے لیے جہاد کا حکم دیا تھا۔ کشمیریوں نے متحد ہو کر اس کے خلاف جہاد لڑا اور اس کو واپس ڈھکیل دیا تھا۔

دوسری مرتبہ ۹۴۷ھ میں بعض خود غرض اور مفاد پرست کشمیریوں کی حمایت سے اس نے کشمیر پر قبضہ کیا۔ نازک شاہ کو برائے نام بادشاہ رکھا اور عنانِ سلطنت اپنے ہاتھ میں سنبھالی جو چاہتا تھا کر لیتا تھا جن لوگوں نے اس کے تسلط اور بربریت کے خلاف آواز اٹھائی ان کا قلع قمع کیا۔ کاجی چک کے انتقال کے بعد اس نے امامیہ، نوربخشیہ، ہمدانیہ اور شافعی مسلک کے مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان مسالک کے علماء نے ۹۳۹ھ میں مرزا حیدر کے خلاف حکم جہاد دیا تھا۔ اب کی مرتبہ وہ ان مسلک کے لوگوں کو اپنی حکومت کا خیرخواہ نہیں سمجھتا تھا۔ اسی لیے وہ حنفیوں کے سوا باقی تمام لوگوں سے متنفر ہو گیا تھا۔ اس کا اصل مدعا یہ تھا کہ ان لوگوں کے قتلِ عام کے بعد اس کی حکومت کی بنیادیں مستحکم ہو سکتی ہیں۔ اسی لیے اس نے حاجی بانڈے، عیدی رینہ اور حسین ماگرے کے باہمی تعاون سے یہاں کے بڑے بڑے علماء و فضلاء، عابد شب گذار اور صاحبانِ تقویٰ کو جن کی زندگی محرابِ عبادت میں گذری تھی بڑے بہیمانہ طریقے سے تہہ تیغ کیا۔ ان کی لاشوں کے ساتھ ناقابل بیان بدتمیزیاں کیں۔ ان کے اعضاء قطع و برید کیے گئے بعضوں کے سارِ دکھل میں کوٹے گئے۔ بعضوں کو جلایا گیا۔ اس درندگی، سفاکی اور قتلِ عام میں وہ تمام لوگ شریک تھے جو غداری کے طور پر بار بار کشمیر کا الحاق مغلوں کے ساتھ چاہتے تھے اور جنھوں نے مرزا حیدر کی جارحیت اور سامراجیت کو "فتح اول یار سال" اور "فتح مکرر" امسال کے نعروں سے استقبال کیا تھا۔ اس ظلم و ستم اور قتلِ عام کا شکار زیادہ تر شیعہ مسلمان ہوئے تھے۔

مرزا حیدر بڑا متعصب اور دشمنانِ آلِ رسول کا سرگروہ تھا۔ اس کو حضرت علیؑ کی ذاتِ مقدس سے بغض و حسد تھا اور حضرت علیؑ کے نام لیواؤں سے کینہ و عناد رکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے حاجی بانڈے اور دوسرے امرائے کشمیر کے تعاون سے ۹۵۰ھ مطابق ۱۵۴۳ء میں شیعہ مسلمانوں کے قتلِ عام کا حکم دیا۔ کتب تواریخ میں یہ قتلِ عام ان الفاظ میں ہمیشہ کے لیے محفوظ رہیں گے:۔

"در ۹۵۰ھ علم تعصب افراشتہ۔ باتفاق اعیان شہر مردم عوام را اشتعال داد۔ برتاراج شیعہ ہا دلیر نمود۔ چنانچہ باشارۂ او عوام ہر سو تاختہ، شیعہ ہا را تاخت و تاراج نمودند۔ و بیوتِ آنہا را در دادہ خاکستر کردند۔ و خانقاہِ

شمس عراقی کہ درجڈی بل بود بآتش افروختند ولاشۂ شمس عراقی رااز گور کشیدہ در سرگین سگاں طعمۂ آتش نمودہ۔ مرقد او رامزبلِ اہلِ شہر کردند۔

شنگلی ریشی کہ از مریدان باباعلی نجار بود و در نواحی پرسپورہ واجے داشت از شالی کوب سرش کوفتہ لاشۂ او در سرگین افروختند و قاضی میر علی اخراج کردہ خانۂ او را غارت نمودند و ملاحاجی خطیب از تیغ گذرانیدند ۔۳۵

ملاحاجی خطیب ایک نامور سنی عالم و فاضل تھے۔ وہ شیعہ ہونے کے الزام میں قتل کیے گئے۔ مرزا حیدر نے میر شمس الدین عراقی کے ایک مشہور و معروف اور بزرگ دین صوفی اور درویش بابا داؤد کو پہلے قتل کیا۔ پھر ان کے بند بند جدا کیے اور آخر میں انھیں آگ میں خاکستر کر دیا۔

باباعلی نجار جو ابتدا میں "شیخ الاسلام" بابا اسماعیل کبروی کے سب سے بڑے قابل احترام مرید تھے اور جنھوں نے بعد میں نوربخشیہ مسلک اختیار کیا تھا ان کی عمر سو سال سے تجاوز کر گئی تھی۔ مرزا حیدر نے ان کو قتل کرنے کے ارادے سے اپنے پاس بلایا۔ وہ نہایت ہی لاغر اور ضعیف تھے۔ چلنے پھرنے سے معذور تھے۔ کچھ آدمی ان کو تھامے ہوئے مرزا کے پاس لائے۔ بڑھاپے اور ضعیفی کی وجہ سے ایسا لگ رہا تھا کہ بابا زمین پر گرنے ہی والے تھے یہ لوگ بابا کے قتل کے خلاف تھے۔ جب ملک حیدر چاڈورہ کے دادا ملک محمد ناجی نے باباعلی کی حالت دیکھی تو ان کی رگِ غیرت حرکت میں آگئی۔ مرزا حیدر نے محسوس کیا کہ ان کے قتل سے ملک میں خلل پڑنے کا امکان ہے تو اس نے ان کے قتل سے ہاتھ روک لیا۔ لیکن اس کی غیر انسانی حرکت دیکھیے کہ باباعلی کی ڈاڑھی منڈوائی۔ ان کے چہرے پر کالک لگائی اور پھر گدھے پر سوار کر کے واپس بھیج دیا۔ ۳۶

۹۵۶ھ (مطابق ۱۵۴۹ء) میں مرزا حیدر اسکردو گیا۔ وہاں سے میر شمس الدین عراقی کے بڑے صاحبزادے میر سید دانیال کو گرفتار کر کے کشمیر لایا۔ یہاں ایک سال تک انھیں قید میں رکھا اور انواع اقسام کی صعوبتیں اور ایذائیں پہنچائیں۔ ۱۵ سو سونے کی اشرفیاں بھی ان سے لیں۔ اس کے باوجود عبدالرشید خان کے لعن و طعن کو دور کرنے کے لیے میر دانیال کے قتل کی ٹھانی۔ اس نے شیخ فتح اللہ کو رشوتیں دے کر اپنے پاس بلایا اور جھوٹے اور کاذب گواہوں کو رشوتوں سے نوازا۔ ان لوگوں کی شہادتیں احکام شرعی کے منافی تھیں۔ آخر کار اس بزرگ دین کو ۴ صفر ۹۵۸ھ کو قضاۃ وقت قاضی حبیب، قاضی ابراہیم اور قاضی عبدالغفور کے حکم سے شہید کیا۔ "دشتِ کربلا" ان کی تاریخ شہادت ہے۔

جس سے ۹۵۰ ہجری کے اعداد نکلتے ہیں۔

جلادوں نے میرزا دانیال کے بند بند اشم اوراندرکوٹ کے صحرا میں جدا کیے۔ رات کے وقت ان کے ایک مرید نے ان کا سر دفن کیا۔ دوسرے دن دوسرا مرید کشتی میں سوار ہوکر جائے قتل میں پہنچا اور اس نے ان کا بدن اٹھا کر دفن کیا۔

ملا عبداللہ نے مرزا حیدر کو قتل میرزا دانیال سے منع کیا تھا۔ مرزا حیدر نے جواب میں کہا کہ میری حکومت کی بقا کا دار و مدار اسی مصلحت میں پوشیدہ ہے کہ میں ان کو قتل کروں۔

مصنف بہارستان شاھی نے مرزا حیدر کے قتل عام کی تصویر قدرے تفصیل کے ساتھ الفاظ ذیل میں کھینچی ہے۔

"مرزا حیدر دست تغلب از آستین تعدی بدر کشید۔ و جماعت محبان اہلبیت رسولؐ و زمرۂ موالیان علیؑ ولی اللہ اظہار عداوت بنیاد و غایت بغض و نہایت تعصب کار بداں مرتبہ رسانید کہ بتخریب و تہدیم خانقاہ متبرکہ حضرت امیر شمس الدین امر نمود و دست طغیاں برقتل اہل اسلام و ایمان و سفک دماء ارباب ایقان کشود۔ و در تاریخ ۹۵۵ھ نہصد و پنجاہ و پنجم ہجری حضرت ریشی را شہید ساختند۔ در ہشتم سنہ مذکور کہ روز تر دیہ باشد۔

و در سال نہصد و پنجاہ و ششم ہجری تبت رفتہ حضرت شیخ دانیال را گرفتہ آورد و آنحضرت را قریب یک سال در قید و زنجیر محبوس داشتہ۔ بانواع تعذیب و ایذا ہا۔ قریب ہزار و یا نصد اشرفی طلا را ازو گرفتہ آخر از جہت دفع مطاعن و رفع ملائن عبدالرشید خان در قصد کشتن و صدد قتل آنحضرت افتاد و شیخ فتح اللہ پیش خود آوردہ۔ گواہان دروغ و شہود کاذبہ از دے طلب نمود۔ وآں مرد ناخدا ترس جہت دجو در شو تہادادہ۔ جماعتے فساق و ملاحدہ آورد۔ کہ نہ در احکام شریعت گواہی ایشان مقبول و نہ قواعد مروت اقوال ایشان مسموع بود۔ ایشان را حاضر ساختہ۔ بعضے از ایشان بر سبب رفض آنحضرت گواہ شدند و بعضے بر تزکیہ و تنقیہ گواہان شاہد شدند۔ و آنحضرت را در بست و چہارم ماہ صفر سنہ نہصد و پنجاہ و ہفتم ہجری بحکم قضات وقت قاضی حبیب، و قاضی ابراہیم و

قاضی عبدالغفور شہید ساختند۔ و بعضے از مخلصان "دشتِ کربلا" تاریخ شہادت آنحضرت
یافتند و شبانگاہ مخلصِ آنحضرت سرِ مبارک آں شہید مظلوم را برداشتہ پنہاں کردہ و دو نہ
دوم مخلصِ دیگر بہ کشتی آمدہ جسدِ آنحضرت را برداشتہ جائے مدفون ساخت۔ بعد از کشتنِ مرزا حیدر
ہم بدنِ مطہر و سرِ مبارک آنحضرت جمع ساختہ در قبلہ گاہِ روضۂ حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی
آنحضرت را دفن نمودند و عجب آنکہ مرزا حیدر مصلحتِ ملک خود را در کشتنِ آنحضرت دیدہ
بود و در ایام گفتگوئے قتلِ آنحضرت ملا عبد اللہ بطریق تدبیر مانع کشتن شدہ بود۔
مرزا حیدر در جواب او گفتند کہ با مصلحتِ ملک و بقارِ دولت و سلطنتِ خویش در کشتنِ
او می بینیم و دفع تہمت و رفعِ بدنامی ما کہ بسبب عبد الرشید خان در قتل و کشتن او بایم۔
فی الواقع خونِ ناحق و قتلِ بے گناہِ آنحضرت سبب زوالِ دولت و موجب ویرانیِ مملکت
و سلطنت مرزا حیدر گشت "۳۸

مرزا حیدر نے بس اسی پر اکتفا نہیں کی کہ شیعہ اور نوربخشیہ مسالک کے پیروکاروں کے خونِ ناحق سے
اپنے ہاتھ رنگین کیے بلکہ اس نے منادی کی کہ جو شخص بھی شیعہ یا نوربخشیہ مسلک قبول کرے گا وہ موت
کے گھاٹ اتارا جائے گا۔ اس نے شیعوں اور نوربخشیوں کے ساتھ ساتھ ہمدانیہ اور شافعی
مسالک کے لوگوں کا بھی صفایا کیا تھا۔ چنانچہ یہ دہشت گردی اور چنگیز خانی آٹھ سال تک کشمیر میں
قائم رہی۔ مرزا حیدر کو اس بات پر فخر تھا کہ اس نے سنی مسلک کے سوا باقی تمام مسالک کے لوگوں کو
صفحۂ ہستی سے مٹایا تھا۔ اس کا اعتراف اپنی تاریخ میں یوں کرتا ہے :۔

"خدا کا شکر ہے کہ اس وقت کشمیر میں کوئی شخص اعلانیہ طور نوربخشی مسلک کا اظہار
نہیں کرتا ہے بلکہ تمام لوگ اپنے آپ کو سنی مسلک کے مسلمان تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ
وہ میری سنگدلی اور سخت جانی سے واقف ہیں انھیں بخوبی علم ہے کہ اگر وہ کوئی دوسرا
مسلک اختیار کریں گے تو موت کے گھاٹ اتارے جائیں گے "۳۹

فرشتہ نے بھی کم و بیش انہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ ایک جگہ تاریخ رشیدی کے حوالے سے
مرزا حیدر کی زبان سے نوربخشیہ مسلک کے لوگوں کے قتل و غارت کے بارے میں لکھتا ہے کہ
"میں (مرزا حیدر) نے اکثر اہل کشمیر کو جو اس ارتداد (نوربخشیہ) پر مائل تھے۔ گروہ اہلِ
حق میں داخل کیا اور بہتوں کو تہ تیغ کیا۔ یہ لوگ زندیق اور ملحد ہیں۔ جنھوں نے مسلمانوں

کو گمراہ کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔" ۴۰

مرزا حیدر کے بیان کی تائید بہارستانِ شاہی سے بھی ہوتی ہے۔ اس میں درج ہے کہ:-

"مرزا حیدر از غایت انکار طریقِ مستقیمۂ نوربخشیہ بلکہ سلسلۂ قومیہ ہمدانیہ را ازیں ممالک بکلیہ محو و معدوم ساختہ بود۔ چنانچہ در تمام ایں ممالک از آں سلسلۂ شریفہ ہیچ اثرے باقی نہ ماندہ بود و قریب ہشت سال ہیچ کس از اہالی و موالی ایں ممالک دم از آں سلسلۂ علیہ نہ توانستند زد، بلکہ از کمالِ تعصب خود مذہبِ شافعی کہ تمام اہلِ عالم از شرق تا بغرب انکار آں مذہب نتوانند کرد۔ مردم ایں ممالک را منع می کرد۔ کہ ہیچ کس شافعی المذہب ہرگز نہ باشند۔ و ماسوائے مذہب حنفیہ تمام مذاہب را محو و منسوخ ساختہ۔" ۴۱

مرزا حیدر کاشغری کا عبرتناک انجام

شانِ قدرت دیکھئے کہ میر سید دانیال کی شہادت چند ہی مہینوں کے اندر اندر کیا رنگ لائی۔ جس مقصد سے اس نے ان کو شہید کیا تھا وہ پورا نہیں ہو سکا۔ ان کی شہادت مرزا حیدر کے زوال کا باعث ہوئی اور اس کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔ اس نے میر دانیال کو اپنی مملکت کے لیے سنگِ راہ سمجھا تھا اور انھیں اس لیے راستے سے ہٹایا تھا کہ اس سے اس کی حکومت پائیدار اور مستحکم ہو جائے گی۔ لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ جس سلطنت کی اساس وہ مظلوموں کے خونِ ناحق گرانے سے قائم کرنا چاہتا تھا کیا وہ خدا کو بھی منظور تھا؟ جب خدائے بزرگ و برتر کا عتاب نازل ہوتا ہے تو بڑے بڑے شہنشاہوں کو سلطنت سمیت نیست و نابود کرتا ہے۔ یہی حال مرزا حیدر کا بھی ہوا۔ مصنف بہارستانِ شاہی اس کے تکبر، ناخداترسی اور اس کی بوالہوسی کا انجام ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:-

"زہے بیوفائی دنیائے غدار، کہ مرزا حیدر ناخداترس خونِ حضرت شیخ دانیال را و عہدۂ اموال و را مصلحتِ ملک گویا بہ گردنِ خود گرفت و گواہانِ دروغ را رشوتہا دادہ بفریب ملا فتح اللہ را اغوا و گمراہ ساختہ، آنحضرت را بدرجۂ شہادت رسانیدند۔ و خونِ آں چناں بزرگے دیدہ و دانستہ بگردنِ خود گرفت بہ طمع آنکہ دولتِ دنیا باو باقی و پائندہ باشد۔ و بعد از شہادتِ آنحضرت بحکم الدم الانیام

زیادہ از نہ ماہ نتوانست زیست" [۴۱]

جو کشمیری لوگ دس سال پہلے ہندوستان جاکر مرزا حیدر کاشغری سے کشمیر پر حملہ کرانے کے ذمہ دار تھے وہی اس کے خلاف میر دانیال کے واقعۂ شہادت کے بعد اچانک صف آرا ہونے لگے ۔ ملک عیدی رینہ، خواجہ حاجی بانڈے اور حسین ماگرے وغیرہ اس کے جابرانہ اور تحکمانہ نظام سے خائف ہونے لگے تھے ۔ نتیجتاً وہ اس کے اقدام قتل کا منصوبہ تیار کرنے لگے ۔ عیدی رینہ منصوبہ ساز تھا ۔ اس نے دولت چک، غازی چک اور سید ابراہیم خان بیہقی کو اپنے ارادوں سے باخبر کیا اور ان کو کشمیر آنے کی دعوت دی ۔ چنانچہ وہ عہد و پیمان کرنے کے بعد ہیرہ پور کے راستے سے ان کے ساتھ یہاں آیا ۔ بالآخر تمام کشمیری امرا ایک جان دو قالب ہو کر مرزا حیدر پر حملہ آور ہوئے اور انھوں نے خانپور کے قریب مانز کے قلعے میں اس پر شبخون مارا ۔ اور کمال دونی کے ہاتھ سے شب ہشتم ذی قعدہ ۹۵۸ھ کو قتل کیا ۔ اس نے کشمیر میں دس سال تک حکومت کی" [۴۲]

ملک دولت چک

مرزا حیدر کے قتل کے بعد عیدی رینہ منصب وزارت پر فائز رہے ۔ نازک شاہ برائے نام بادشاہ تھے ۔ امور سلطنت کے مالک عیدی رینہ ہی تھے ۔ دولت چک، غازی چک، علی چک اور حسین چک جن کے حوصلے مرزا حیدر کاشغری کے قتل عام کے سبب سرنگوں ہوئے تھے پھر ایک مرتبہ سربلند اور صاحب اقتدار ہونے لگے ۔ اسی اثنا میں سلیم شاہ افغان کی طرف سے ہیبت خان نیازی اپنے بھائیوں کے ساتھ ایک لشکر جرار کے ہمراہ جموں کی طرف سے کشمیر پر حملہ آور ہوا ۔ افغانی لشکر جب باہنال پہنچا تو ادھر سے ملک دولت چک بڑی سرعت کے ساتھ فوج کے ہمراہ مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے ۔ ملک عیدی رینہ اور حسین ماگرے وغیرہ اپنے سپاہیوں کے ساتھ دولت چک کے پیچھے آہستہ آہستہ قدم اٹھا کر چلتے تھے ۔ یہ لوگ چاہتے تھے کہ دولت چک کو شکست ہو اور وہ لڑائی میں قتل ہوں تا کہ پھر میدان ان کے ہاتھ میں آجاتا اور کوئی دشمن باقی نہ رہتا ۔ اس لیے یہ لوگ جان بوجھ کر اپنے سپاہیوں کو آگے نہیں بڑھنے دیتے تھے ۔ ان کی بدنیتی کے بارے میں یہ الفاظ تاریخ میں آج تک محفوظ ہیں کہ

"سبب [illegible] شکر [illegible] عیدی رینہ و حسین ماگرے [illegible] بود [illegible] بر شہرت دارند [illegible] یک دو [illegible] واقعۂ ہیبت خان نیازی [illegible] بر [illegible] و از خدا می خواستند کہ این

کس از میان برود "[۴۴]

عیدی رینہ کی یہ حرکت دیکھ کر دولت چک نے اپنی فوج دو حصّوں میں تقسیم کی اور دو الگ الگ راستوں سے دشمن کی طرف بھیج دیا۔ انھوں نے دشمن کا محاصرہ کیا۔ دوسرے دن صبح سے شام تک دونوں فوجوں میں خونریز جنگ ہوئی۔ جس میں افغانوں کا لاؤ لشکر کھیت پڑ گیا۔ ہیبت خان نیازی، اس کی زوجہ بی بی رابعہ اور شہباز خان وغیرہ جیسے نامور سپاہی لڑائی میں موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ پورے افغان لشکر میں صرف دو آدمی بچ نکلے۔ دولت چک نے ہیبت خان نیازی، سعید خان اور شہباز خان کے سروں کو سلیم شاہ کے پاس روانہ کیا[۴۵]۔ اسی وقت انھوں نے ایک عرضداشت قاصد کے ہاتھ نازک شاہ کو بھیجی کہ شمس ملک اور نجی ملک، ملک عیدی کی طرف سے میرے ہمراہ تھے۔ انھوں نے اس جنگ میں میری کوئی حمایت نہیں کی اور نہ ملک کے دفاع کے لیے ہی کوئی اقدام کیا تھا۔ ان کے دل میں گذشتہ مخالفت اور فساد کے سبب بغض و حسد کی آگ بھڑک اٹھی ہے۔ مضمون عرضداشت کتب تواریخ میں ان الفاظ میں مقید ہے :۔

"شمس ملک او رنجی ملک کہ از طرف عیدی رینہ ہمراہ من بودند۔ آنہا ہیچ گونہ رفاقت سخنی بمن نہ کردند۔ نائرۂ بغض و عداوتِ دیرینۂ شان افروختہ شدہ بود۔
این بے اتفاقی علاوہ اشتعال فساد و عناد نمود "[۴۶]

ملک دولت چک کی اس فتح عظیم سے ملک عیدی رینہ کے تن بدن میں حسد کے شعلے فروزاں ہونے لگے۔ اور وہ دولت چک کے استیصال اور بیخ کنی کے لیے سازشیں کرنے لگے۔ انھوں نے دولت چک کے خلاف چکانِ کیوارہ، طائفہ ماگریاں اور ساداتِ بیہقی کو اپنے ساتھ ملایا۔ اور رمضان ۹۵۸ھ مطابق ۱۵۵۱ء میں دولت چک اور ان کے ساتھیوں کی تباہی کے لیے بیڑا اٹھایا۔ چنانچہ شمس ملک، نجی ملک، خواجہ بانڈے، بہرام چک، یوسف چک اور دوسرے کیواری چکوں کے تعاون سے ملک عیدی رینہ نے دریائے جہلم کے تمام پل کاٹ دئے اور لڑائی کے لیے صف آرا ہوئے۔ ملک دولت چک اور غازی خان ان کے مقابلے کے لیے نکلے۔ انھوں نے سید ابراہیم اور حسین ماگرے کو گرفتار کیا۔ اور باقی ان کے تمام ساتھی مفرور ہوگئے۔ عیدی رینہ شمہ ناگ کے جنگل میں پناہ گزین ہوئے۔ وہاں بیمار ہوئے اور کچھ دنوں کے بعد سری نگر میں انتقال کیا[۴۷]۔ تاریخ میں یہ واقعہ یوں درج ہے۔

"ملک عیدی رینہ جمعے از چکان کیوارہ کہ اہل سنت بودند۔ و طائفۂ ماگریاں و

سیدانِ بیہقی با خود متفق ساختہ۔ در ماہ رمضان ۹۵۵ھ بہ محاربت چکاں علمِ منازعت افراختہ۔ در قلعۂ علاء الدین پورہ متحصن نشستہ و مبارزت و مخالفت آنہا پرداختہ۔ تا آنکہ شبے شمس چک کُہوارہ و نجی ملک و حاجی بانڈے و بہرام نیا یک و یوسف خان باتفاقِ جماعتے از خیل و خدم بلہاے شہر بُریدہ بمحاربہ و مقاتلہ ایستادند۔ و دولت چک و غازی چک بہ مبارزت و مقابلت آنہا مبادرت نمودند۔ و سید ابراہیم خان و حبیبن خان ماگرے را گرفتار کردہ محبوس داشتند۔ باقی جماعتِ آنہا در قلعۂ علاء الدین پورہ بپیشِ عیدی رینہ گریختہ رفتند۔ و دولت چک از روئے خدیعت و ردبہ بازی معاندان عیدی رینہ را استمالت نمودہ۔ لوہر ماگرے لسی ملک و فتح چک و یوسف چک بخود مائل ساخت و بہ تقویت و جمعیت آنہا از دریائے بہت عبور کردہ بر جنود مخالفان بغتۃً ریختہ۔ گرد ہیجا تا بفلک برانگیختہ خونِ ہزاران مردم بر زمین ریختہ۔ رایت نصرت بہ اوجِ عزت افراخت "[٤٨]

بقول صاحبِ طبقاتِ اکبری دولت چک اور عیدی رینہ کی یہ فیصلہ کن جنگ عیدگاہ میں واقع ہوئی تھی[٤٩]

ملک عیدی کے انتقال کے بعد ۹۵۸ھ مطابق ۱۵۵۱ء میں ملک دولت چک منصب وزارت پر فائز ہوئے۔ انھوں نے سلطان نازک شاہ کو تختِ سلطنت سے معزول کیا اور وہ پنجاب کی طرف چل پڑے۔ ان کی جگہ پر سلطان ابراہیم شاہ کے بیٹے اسماعیل شاہ کو برائے نام بادشاہ بنایا[٥٠]

مصنفِ بہارستانِ شاہی نے دولت چک کے مندرجہ ذیل کارناموں کو بے حد سراہا ہے۔

(١) یہ کہ انھوں نے میر دانیال کی لاش شہاب الدین پورہ سے نکال کر نہایت ہی تزک و احتشام کے ساتھ دریائی جلوس میں سری نگر پہنچائی۔ یہاں عیدگاہ میں تابوت کا شاندار استقبال کیا گیا۔ تابوت کے ساتھ اور لوگوں کے علاوہ دولت چک بھی تھے۔ اس کے بعد تابوت زڈی بل پہنچایا گیا جہاں میر دانیال کی لاش ان کے والد میر شمس الدین عراقی کے پہلو میں دفن

کی گئی۔

(۲) یہ کہ انھوں نے خانقاہ میر شمس الدین عراقی کو جسے مرزا حیدر کاشغری نے غارت کر کے خاکستر کیا تھا پھر سے تعمیر کیا اور میر شمس الدین کی اولادوں کے لیے وہ گاؤں واگذار کیے جنھیں مرزا حیدر نے بند کیا تھا۔ دولت چک نے خانقاہ کے مجاوروں اور معتکفوں کے لیے وظیفے مقرر کیے۔

"چند دہے از نفقیاتِ قدیمہ مخلّص ساخت و مجاوران و عاکفانِ آستانِ ملائک آشیاں را بوظائف و اورادات بنواخت۔ تا آں خانقاہِ متبرکہ باز بطریقۂ قدیمہ بجلوسِ اربعین و احیاءِ احکامِ اسلام و قواعدِ دین و آداب و ارکانِ عباداتِ اربابِ یقین معمور گشت و بہ مواظبتِ اوراد و اوقاتِ جمعہ و جماعات در خمس صلوٰۃ و سائر وظایف و اذکار و طاعاتِ لیل و نہار بدستِ اہتمام آں ملک سعادت یار آباداں شد"

(۳) یہ کہ مرزا حیدر نے شیعہ، نوربخشیہ، ہمدانیہ اور شافعی مذہب کے لوگوں پر پابندی لگادی تھی اور انھیں مذہب بدلنے کا حکم دیا تھا۔ ملک دولت چک نے اس حکم تانا شاہی کو کالعدم قرار دیا اور حکم جاری کیا کہ وہ اپنے اپنے مسلک پر پھر سے قائم رہیں۔ حکم یہ ہے:۔

"ہرکس از اہالی و موالی بہر مذہب کہ خواہند باشند و ہیچ کس بر دیگرے تحکم و تکلیف نہ کنند و مزاحم با یکدیگر نہ شوند"

(۴) یہ کہ دولت چک نے بابا علی کے لیے سری نگر میں حسن آباد کی بنیاد ڈالی اور یہاں ایک وسیع اور شاندار خانقاہ تعمیر کی۔ انھوں نے بابا علی کی لاش کو نکال کر حسن آباد میں دفن کیا۔ اور ان کی قبر پر ایک بڑا روضہ عوام کی زیارت گاہ کے لیے تعمیر کیا۔ علاوہ بریں انھوں نے بابا علی کے فرزندوں اور نواسیوں کے لیے حسن آباد میں زمینیں خریدیں۔ ان پر باغ اور مکان تعمیر کیے۔

(۵) یہ کہ ملک دولت چک نے امامیہ مذہب کی تبلیغ و اشاعت کے لیے سرگرم حصّہ لیا۔ مسجد جامع سری نگر میں خطبۂ دوازدہ امام دوبارہ جاری کیا۔ اس سے قبل میر شمس الدین کے زمانے میں یہ خطبہ مسجد میں پڑھا جاتا تھا۔ مرزا حیدر کاشغری نے شیعان علی پر بے پناہ مظالم ڈھا کر اس خطبے کو ممنوع قرار دیا تھا۔ خود جامع مسجد کے امام صاحب قاضی حبیب اسمائے معصومین کے نام سے اجنبی اور بیگانے تھے۔ اس سلسلے میں مصنف بہارستانِ شاہی نے لکھا ہے کہ:

"از ترس تہدیدات و تخویفاتِ مرزا حیدر ہیچ کس از مردم ایں ممالک نام
آئمہ معصومین برزبان نمی توانستند گرفت - و از اغوا و اضلالِ ملایانِ ایں
جا ذکر دوازدہ امام نمی کردند - و اطلاق امام بر ایشان گناہ و نامشروع می دانستند -
و اہالی و موالی ایں ممالک از نام و نشانِ آئمہ معصومین و اسمائے شریفہ آئمہ
اہل بیت رسول رب العالمین چناں اجنبی و بیگانہ بودند کہ یک روز در مجلس حسین
شاہ از قاضی حبیب اسمائے شریفہ معصومین پرسیدند - و آں چناں بیگانہ بود -
کہ بعد از اسامیِ شریفہ حضرت امیر المومنین امام حسنؑ و امام حسینؑ بغیر از نام حضرت امام
جعفر صادق نام کسے نمی دانست و ہیچ یکے از آئمہ باقی بنام نہ گرفتہ - چہ جائے آنکہ
ترتیبِ نسب و تعظیم منصب ایشان می دانست - و تمام اہل مجلس از نادانی و
بیگانگیِ او حیران ماندند -

و ایں ملک دولت چک سعادت مند در عہدِ حکومتِ خود در مسجد جامع
فرمود - تا خطبۂ دوازدہ امام بخوانند و از اں باز بطریقے کہ در زمانِ حیاتِ حضرت
امیر شمس الدین محمد عراقی می خواندند - ہم در مسجد جامع و ہم جاہائے دیگر خطبۂ
دوازدہ امام می خواندند - و ذکر آئمہ معصومین می کنند و نمی ترسند" [۵۱]

دولت چک کی جسمانی طاقت

ملک دولت چک تہور و شجاعت اور طاقت و توانائی میں رستمِ بے بدل تھے - ان کے دست
دراز دعام لوگوں کے مقابلے میں بہت لمبے تھے - جب کھڑے ہوتے تھے تو دونوں ہاتھ زانوؤں تک
پہنچتے تھے - تیر اندازی میں بھی یگانۂ عصر تھے - جب کمان سے تیر رہا کرتے تھے تو وہ کروہ (ایک کروہ کی
مقدار مسافت چار ہزار گز کی ہے) کے فاصلے پر نشانے پر جا لگتا تھا - ان کی جسمانی طاقت کا اندازہ
اس سے ہو سکتا ہے کہ جس شہتیر کو دو سو مزدور اٹھاتے تھے - اس کو وہ ایک ہاتھ سے اٹھاتے تھے -
جن دنوں ملک کاجی چک کے ساتھ شیر شاہ سوری کے پاس دہلی گئے تھے تو پاپیادہ ایک مست
ہاتھی کی دم زور سے پکڑ لی اور زمین پر دونوں پیر کوہِ گراں کی طرح مضبوطی سے پکڑ لیے کہ ہاتھی
پریشانی کے عالم میں چنگھاڑنے لگا - اور اس کا شور و غوغا تا بفلک گیا - لیکن دولت چک نے پوری
قوت کے ساتھ "زمین جنبد نہ جنبد گل محمد" کے مصداق ہاتھی کو ایک قدم بھی آگے پیچھے نہیں ہلنے دیا - [۵۲]

تاریخ کشمیر میں ان کی بہادری کے قابلِ فخر کارنامے اس طرح درج ہیں :۔

"زدرپادبرتبہ بود کہ خانہ ساختہ بود۔ طول آنہا خانہ چہل گز بود۔ شہتیرے علی الرسم بالائے خانہ مردم کشمیری گذاز ندکہ طول آں ہم بقدرِ خانہ می باشد۔ وقطرش دوگز می بود۔ و دو دیست کس آں چوب را ببالائی کشیدند۔ ناگاہ ریسماں پارہ شدہ۔ چوب راہ گشت دبجانبِ ملکِ مذکور افتاد۔ او را بیک دست نگاہداشت و دیگر دست برزمین قائم کرد کہ دستش تاآرنج درخاک فرو رفت وتا بریسماں براں بستند نگہداشتہ بود" ۵۳

"گویند آں کہ پا پیادہ دم فیل مست را بدستِ خود مضبوط می گرفتہ۔ فیل از حرکت باز ماندہ۔ جوش وخروش وصدائے فریاد باوجِ فلک الافلاک می رسانید۔ گویند کہ قبل از تحکم وزارت ہمراہ پدر یعنی ملک کاجی چک در ہندوستان پیش شیرشاہ افغان بادشاہ دہلی رسیدہ۔ ہنگامیکہ ملک کاجی چک از شیرشاہ استمداد و کمک خواست۔ برسبیلِ تعریف شیرشاہ را دولت خواہانِ خود فہمانیدند۔ کہ قوتِ بازوئے ایں جواں چک نژاد یعنی دولت چک بدیں درجہ است۔ شیرشاہ مبالغہ دانستہ۔ فیلِ مست را در معرکہ طلبیدہ۔ ملک دولت چک وشیرشاہ حضورِ سرکشانِ ہندوستان فیلِ مست را بشرۂ نیم خواب پندا بعل مذکور دست در بازیدہ فیل بے چارہ از جا نتوانست جنبید۔ شیرشاہ وسرکشانِ ہندوستان از گوشہ آفرینش گفتند۔ ومعرکہ آرایانِ نامور درحلقۂ ارتباط واختلاطِ او بہ ہزار آرزو وتوسل جستند" ۵۴

اس واقعہ کو ملک حیدر چاڈورہ نے بھی بیان کیا ہے۔ ان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن دتی میں ملک دولت چک نے سرِراہ ایک ہاتھی کی دم زور آزمائی کے لیے پکڑ لی تھی اور ہاتھی کو چلنے سے روکا تھا۔ جب یہ خبر شیرشاہ سوری کو پہنچی تو انھوں نے اس واقعہ کے بارے میں ملک دولت چک سے دریافت کیا۔ ملک مذکور نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر بقول ملک حیدر :۔

"روزیکہ خواص وعام حاضر بودند۔ فیلے را نزدِ خان آوردند۔ کہ علم الیقین بعین الیقین رسید۔

پلنگانش از زور سر پنجہ زیر   فرو بردہ چنگال در مغز شیر[۵۵]

کتب تواریخ میں ملک دولت چک کی علو ہمت اور مردانگی کا ایک اور دلچسپ واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ جب ۹۳۵ھ میں ماگریوں کی قیادت میں شہنشاہ بابر کی ۲۸ ہزار فوج گراں شیخ علی بیگ کی کمان میں ملک کاجی چک پر پرگنہ بانگل میں حملہ آور ہوئی تو مغلوں کے ایک فوجی دستے نے دولت چک کو گرفتار کیا اور پابند زنجیر کر کے سری نگر کی طرف روانہ کیا۔ ملک مذکور کو اس لڑائی میں متعدد زخم لگے تھے، راستے میں نماز شام کے قریب دولت چک کشتی سے چھلانگ لگا کر ساحل کی جانب آ گئے اور ایک تالاب میں جو متصل ہی تھا نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ محافظ دستے نے آدھی رات تک تالاب میں چالیس پچاس کشتیوں کی مدد سے ان کی تلاش کی لیکن ان کا بال تک ہاتھ نہ آیا۔ ملک دولت نے تالاب میں اپنے کو کنول کے ایک پتے سے ڈھانپ دیا تھا۔ اور منہ پانی سے باہر نکال کر سانس لیتے تھے۔ جب فوجی دستہ تلاش کرتے کرتے بے بس ہو گیا اور نصف شب تک دولت چک کا کھوج نہ ملا تو بے نیل مرام چلا گیا۔ اس کے بعد وہ تالاب سے نکلے اور دشمن کے دستبرد سے اپنے کو بچایا[۵۶]

گرفتار ہونے سے پہلے ملک دولت چک نے پہلے تو تلوار سے دشمن کا مقابلہ کیا تھا۔ جب لڑتے لڑتے تلوار ٹوٹ گئی تو انھوں نے گرز گراں سے جنگ لڑی اور ایک جوان ترک سپاہی کے سر پر گرز اس زور سے ماری کہ ایک تو گھوڑے سے گر گئے اور دوسرے گرز ان کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ جب دوسرے مغل سردار نے دیکھا کہ اب وہ بغیر سلاح کے ہیں تو اس نے ان پر تلوار کا وار کیا۔ ملک نے ہاتھ اونچا کر کے اس کی تلوار چھین لی۔ اس سے ان کا دایاں ہاتھ مجروح ہو گیا۔ تلوار بائیں ہاتھ میں پکڑ کر اس مغل پر ماری[۵۷]

دولت چک چار سال سے زاید (۹۵۸ھ تا ۹۶۲ھ) عرصے تک حکومت کر کے اپنے اور غیروں کی سازش کا شکار ہو گئے۔ فتنہ پردازوں نے غازی خان اور حسین خان کو ان کے خلاف اکسایا۔ چنانچہ غرہ ماہ ذی الحجہ ۹۶۲ھ کو یہ لوگ ان کی جان کے درپے ہوئے۔ وہ شکار کھیلنے میں مصروف تھے اور جونہی انھیں اس سازش کا پتہ چلا تو وہ کشتی چھوڑ کر کوہ بھاگ کی چوٹی کی طرف روانہ ہوئے۔ غازی خان نے اپنا تمام لشکر ان کے پیچھے پکڑنے کے لیے بھیجا۔ آخر کار پہاڑ پر گرفتار کیے گئے۔ فتنہ پردازوں نے دو دن تک حسین خان کو مجبور کیا

کہ وہ غازی خان سے ملک دولت چک کا خاتمہ کرا دیں۔ دو دن کے بعد سازشیوں نے غازی خان کو گمراہ کیا۔ اور انھوں نے آنکھیں نکال کر ان کو اندھا بنا دیا اور اس طرح

"آں چناں سعادت منرے را در ہا دیۂ ہلاکت و اعمیٰ انگندند" [۵۸]

بعد کے مورخین نے دولت چک کے خلاف کی گئی سازش کی یہ وجہ بتائی ہے کہ انھوں نے اپنے چچا کاجی چک کی دوسری بیوی سے نکاح کیا جو غازی خان اور علی خان کی والدہ تھیں [۵۹]

غازی شاہ

۹۶۲ھ مطابق ۱۵۵۵ء میں دولت چک کو منصب وزارت سے معزول کر کے سلطنت کا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لے لیا اور انھوں نے سلطان اسماعیل شاہ کو برطرف کر کے اپنے بھانجے سلطان حبیب شاہ کو برائے نام بادشاہ بنایا۔ ایک دن حبیب شاہ دربار میں بیٹھے تھے تو انھوں نے امراء و سرداران کی موجودگی میں احکام صادر کرنے میں ایسی غلطی کی کہ جس سے تمام اہل دربار کو شرمندگی اٹھانی پڑی۔ اس سلسلے میں ملک حیدر چاڈورہ کہتے ہیں کہ:۔

"در تاریخ نہصد و شصت و دو کہ در دیوان نشستہ بود۔ در احکام غلطی کرد۔ کہ اکثر ارکان خجالت کشیدند۔ علی خان برادر خرد غازی خان تاج از سر حبیب بر داشت۔ و بر سر غازی خان گذاشت" [۶۰]

حسن نے حبیب شاہ کے سر سے تاج سلطنت ہٹانے کی یہ وجہ بتائی ہے کہ انھوں نے سر دربار ایسے زور سے ریاح خارج کیا کہ اہل دربار اس کی آواز سے جھینپ گئے۔ بادشاہ کے اس نامعقول طرز عمل سے علی خان غیظ و غضب میں بل کھانے لگے اور انھوں نے حبیب شاہ کے سر سے تاج اٹھا کر غازی خان کے سر پر رکھا۔ حسن کے الفاظ یہ ہیں:۔

"بعد انقضائے مدت یک سال حبیب شاہ بہ مسند شاہی نشستہ۔ گوزے شدید بکمال شدومد انداخت کہ بہ نفیر آں اہل مجلس شرمندہ شدند۔ و علی خان بجوش آمدہ تاج شاہی از سرش برداشتہ بر فرق غازی خان نہادہ۔ حبیب شاہ از نشیمن شاہی بیروں ساخت۔ بادشاہ سلاطین کشمیر بر خاتمہ رسید۔

سبحان اللہ پادشاہی دوصد و سی و دو سالہ بیک باد مخالف بباد رفت" [۶۱]

خاندان چک میں جو شخص سب سے پہلے بادشاہی کے درجے پر پہنچے وہ غازی شاہ ہی تھے۔ انھوں نے قلیل عرصے میں لداخ، اسکردو، گلگت، پکھلی دارد (دردستان) کشتواڑ غرضیکہ تمام کوہستان ہند کو مسخر کرکے اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ اور ہر ایک علاقے میں دفاع کے لیے اپنے فوجی دستوں کو مقرر کیا تھا۔[۱۱]

۹۶۲ھ کے موسم بہار کی ابتدا میں ان فتنہ پردازوں نے جو ہمیشہ ترہگام چکوں کی سازشوں میں ہندوستان میں بیرونی طاقتوں کے ساتھ ملوث ہوتے تھے ایک مرتبہ پھر علم بغاوت بلند کیا۔ ان کے بزرگ ہمیشہ اقتدار کی رسہ کشی کے لیے یہاں سے فرار ہوکر ہندوستان میں مغل بادشاہوں کو طرح طرح کے سبز باغ دکھا کر اپنی حمایت کا یقین دلاتے تھے اور ان کو کشمیر پر حملہ کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے بابر، ہمایوں، اور مرزا حیدر کاشغری کو کشمیر فتح کرنے کے لیے یہاں بھیجا تھا۔ اب ان لوگوں نے پہلے ہی مرحلے میں غازی شاہ اور ان کے بھائی حسین خان کے قتل کا منصوبہ تیار کیا کہ ان کے قتل کے بعد وہ خود تخت سلطنت پر قابض ہو جائیں۔ یہ باغی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے کیونکہ غازی شاہ کو اس سازش کا پتہ چلا تھا انھوں نے مخالفین کو بلایا۔ نصرت چک، یوسف چک پسر ریگی چک اور شنکر چک حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے ان کی چالبازی کے پیش نظر ان کو دلاسا دیا اور رات بھر کے لیے روکا۔ دوسرے دن نصرت چک کے بھائی اور دوسرے مخالفین نے دریائے جہلم کے تمام پل کاٹ دیے۔ اور غازی شاہ کے خلاف بہ مقام ذالڈگر صف آرا ہوئے۔ صبح کو غازی شاہ ان کی سرکوبی کو نکلے اور ذالڈگر میں حملہ کیا۔ شدید جنگ کے بعد انھیں شکست دی۔ نصرت چک کے بھائی اور کچھ دوسرے باغی موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ بعد ازاں یوسف چک پسر ریگی چک قید خانے میں ڈال دیے گئے۔[۱۲]

تھوڑے ہی عرصے کے بعد باغیوں کے ساتھ شنکر چک اور بہرام چک وغیرہ مل گئے۔ اور سوپور میں بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ غازی شاہ نے ان پر چڑھائی کی اور ان کو شکست دی۔ بہرام چک کھویہامہ میں گرفتار کرکے سری نگر میں قتل کیے گئے۔ یوسف چک اندھے کرکے قید کیے گئے لیکن ان کی آنکھیں درست ہوگئیں۔ کچھ دنوں کے بعد جیل سے فرار ہوکر پنجاب چلے گئے۔ ان کے بھائی ابراہیم چک کا صفایا کیا گیا۔ اس طرح غازی شاہ نے اپنے بھائی ملک حسین چک اور علی چک کے تعاون سے ملک کشمیر کو خس و خاشاک سے صاف کرکے ایک قلعے کی طرح مضبوط بنایا۔

ابو المعالی کی شکست اور مغلوں کے سروں کا منارہ

غازی شاہ کا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنے عہد میں کمال جرأت و مردانگی کے ساتھ ہمیشہ مغل سامراجیوں کو جن کی پشت پناہی مفاد پرست اور وطن دشمن کشمیری کر رہے تھے شکست فاش دی۔ انھوں نے کشمیر میں مغلوں کو غارت کر کے پورے ہندوستان سے اپنی بہادری کا لوہا منوایا تھا۔ جن لوگوں کو غازی شاہ نے شکست دی تھی اور جو ہندوستان مفرور ہوئے تھے وہ وہاں ان کے استیصال کے لیے سازشوں میں مصروف رہے۔ ان کا ایک وفد ملک شمس رینہ ولد عیدی رینہ کی قیادت میں شہنشاہ ہمایوں کے پاس دہلی گیا۔ اور ان سے کہا کہ وہ کشمیر پر حملہ کریں۔ بادشاہ ان کے بہکاوے میں آکر کشمیر پر حملہ کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا۔ لیکن انہی دنوں ہمایوں چھت سے گر کر جاں بحق ہوئے۔ کشمیریوں نے شاہ ابو المعالی (ہمایوں ان کو اپنا بیٹا کہتے تھے) کے ساتھ ساز باز کر کے ان کو اپنی حمایت کا یقین دلا کر ۹۶۵ھ مطابق ۱۵۵۸ء میں کشمیر پر حملہ کرنے کے لیے تیار کیا۔ چنانچہ دشمن نے بے خبری میں حملہ کر ہی دیا اور اب وہ بارہمولہ کے راستے سے سری نگر کی جانب پیش قدمی کر رہا تھا۔ کشمیر کے تمام چھوٹے بڑے سنی حضرات نے دشمن کا استقبال کیا اور جوق در جوق مغل فوج میں شامل ہو گئے۔ جب غازی شاہ کو معلوم ہوا کہ دشمن سر پر آرہا ہے تو وہ مقابلے کے لیے روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ دو بھائی حسین خان اور علی خان اور چند محدود لوگوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ ہانجی ویرا کے مقام پر زبردست جنگ ہوئی۔ میدان جنگ غازی شاہ کے ہاتھ رہا۔ انھوں نے دشمن کو مغلوب کر کے انھیں زبردست جانی نقصان پہنچایا۔ اور سترہ سو سپاہی قید کیے گئے۔ جو بچے تھے وہ حواس باختہ ہو کر فرار ہوئے۔ طرفین سے جنگ میں چار ہزار سپاہی کام آئے۔ مرنے والوں میں اکثر و بیشتر مغل سپاہی تھے۔ غازی شاہ نے مغل سپاہیوں کے سروں کے کئی منارہ مرتب کیے۔ انھوں نے ملک شمس رینہ کو بھی

"باوجود قرابت کہ دختر شمس الدین (شمس رینہ) درخانۂ پسر غازی خان بود بقتل آورد۔ وایں نوع فتحے از عواظم خواقین کسے را روئے نہ نمود کہ نصیب غازی خان شد۔"

غازی شاہ کی اس فتح عظیم سے مغلوں کے دل و دماغ پر کئی سال تک خوف و ہراس چھا گیا۔ حسن نے یہ واقعہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:۔

"شمس رینہ پسر عیدی رینہ و چند کس از امرا، برائے استعانت و استمداد در دہلی پیش ہمایوں بادشاہ پناہ گرفتند۔ درآں روز ہمایوں از بام افتادہ دنیائے فانی را پدرود نمود۔ امرائے کشمیر میرزا ابوالمعالی را کہ از سادات کاشغر پسرخواندہ بادشاہ بود۔ بہ خدیعت و فریب ورغلانیدہ با عسکر ہمراہ آوردہ در بے خبری بغتۃً وارد پٹن شدند۔ و دراں جا بسیارے از دلاوران و سپاہانِ کشمیر با ایشان ملحق گشتند۔ غازی خان بہ مسارعتِ تمام سرانجام مہام لشکر سرانجام دادہ سید ابراہیم خان را با خود متحد و متعہد ساخت۔ نصرت چک مسلسل و مغلول ہمراہ برداشتہ بوفور سامان و یراق و طمطراق یلغار کردہ بر نہر ہانجی دیرہ رایتِ تقابل افراشت۔ فردا از آب عبور کردہ فریقین بحرب و ضرب پیوستہ۔ انہار خون جاری کردند۔ از جانبین دادِ شجاعت و مبارزت دادہ۔ گرد ہیجا بہ فلک رسانیدند۔ از صبح تا شام صمصام خون آشام در انتقام بود۔ ظاہراً غلبہ از طرف مغلاں روئے نمود۔ ناگاہ دہشتے در عسکر مغلان افتادہ بجانب کوہستان منہزم شدند۔ و شمس رینہ دست و پا گم کردہ در اخراج مغلان سعی می کرد کہ مبادا دستگیر شدہ ضائع خواہند گرفت۔

درآں حالت غازی خان بر لشکر مغل تاخت آوردہ۔ قریب یک ہزار و ہفت صد کس از لشکر مغل مع شمس رینہ اسیر ساخت۔ سوائے آں از دلاوران فریقین چہار ہزار کس در رزم گاہ بقتل رسیدند۔ و ابوالمعالی با جمع از بقیۃ السیف بجانب ہند رجعت نمود۔ غازی خان از روئے سفاکی مغلانِ اسیر شدہ را طعمۂ تیغِ اجل ساختہ۔ شمس رینہ بدار کشید۔ از آنجا کوس فیروزی نواختہ بجانب مسندِ حکومت رایت معاودت افراخت" [٦٥]

اس واقعہ کے دو سال کے بعد ٩٦٥ھ (مطابق ١٥٥٨ء) میں محمد رینہ برادر شمس رینہ، لوہر چک، احمد خان ماگرے اور حبیب چک کیواری وغیرہ امرائے کشمیر نے بادشاہ غازی شاہ کے خلاف پھر علم بغاوت بلند کیا۔ ان کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔ باغیوں نے دریائے جہلم کے پل کاٹ دیے۔ اور میدان ذالڈگر واقع سری نگر میں اپنا محاذ قائم کیا۔ غازی شاہ محلہ دیدمر موجودہ

محلۂ خانقاہ سوختہ) کے قریب دریا پار کرکے ڈالڈ گر پہنچے۔ یہاں فریقین میں ہاتھیوں کی زبردست جنگ ہوئی۔ غازی شاہ نے دشمن کو شکست دی اور اپنے سپاہیوں میں انعامات تقسیم کیے۔ اس کے بعد وہ امور سلطنت کی طرف متوجہ ہوئے۔ تاریخ کشمیر کے صفحات میں اس جنگ کا حال یوں درج ہے:۔

"درسالِ دوم محمد رینہ برادر شمس رینہ بہ معاضدت حبیب چک پائے استقامت افشردہ بہ محاربہ و مجادلہ بر غازی خان غلبہ آورد۔ و غازی خان در عرصۂ کارزار فیلِ زیانِ خود را بہ جنگ محمد رینہ ہیجان داد و محمد رینہ ضربہائے ناچخ و صلیل برکالبد فیل انداختہ عاقبت ذلیل گشت و حبیب چک روبروئے فیل آمدہ، حملہ ہائے مردانہ ساختہ تاکہ فیل بہ غضب آمدہ خرطومِ خود بر حبیب چک افراخت۔ وے اسپ خود بدریا انداختہ رو بہ گریز نہاد۔ اما بموجب تقدیر پائے اسپش ناگاہ در خلّہ بند شدہ۔ سلاحش از دست افتاد۔ فیل بکمال غضب در عقب او تاختہ خرطوم براو رہا کرد۔ حبیب چک خرطوم فیل بدندان خود چناں بجزید کہ فیل بگریخت۔ چوں اجلش رسیدہ بود فیل بازگشتہ آمدہ اورا ریزہ ریزہ کرد۔ پس غازی خان علمِ نصرت بفلک افراختہ، سپاہیانِ خود را بہ انعام و اکرام ممنون ساختہ دور رتق و فتق امور سلطنت پرداخت۔"

قرابہادر کی شکست اور مغلوں کے سروں کا بلند مَنار

۹۶۷ھ مطابق ۱۵۵۹ء میں غازی شاہ کے امرائے مخالفین مثل حاجی بانڈے، لوہرڈ انگر، یوسف چک، فتح چک اور نصرت چک کیواری وغیرہ جو غازی شاہ کے ہاتھوں شکست کھا کر ہندوستان میں جلائے وطنی اور آوارہ گردی کی زندگی گزار رہے تھے متحد ہو کر کشمیر کی سودے بازی کے لیے شاہنشاہ اکبر کے پاس وفد کی صورت میں چلے گئے۔ ان لوگوں نے شہنشاہ کو دستور قدیم کے مطابق اپنی حمایت کے سبز باغ دکھا کر کشمیر پر حملہ کرنے کے لیے آمادہ کیا۔ اکبر اعظم نے قرابہادر ہمشیر زادۂ مرزا حیدر کاشغری کو حکم دیا کہ وہ کشمیر فتح کرے۔ قرابہادر سامراجی حکم کے تحت بارہ ہزار لشکر گراں اور کشمیری امراء کے ہمراہ فتح کشمیر کی غرض سے راجوری پہنچے۔ غازی شاہ کو دشمن کے آنے کی اطلاع جب ملی تو وہ بھی مقابلے کے لیے معدودے چند ساتھیوں کے ہمراہ

ہیرہ پور کے راستے سے تھنہ پہنچے۔ یہاں سے مزید کمک کے ساتھ لوہر کوٹ وارد ہوئے۔ اس مقام پر انھوں نے ایک دن میں قلعہ تعمیر کیا۔ دوسرے دن جانبین کی فوجیں نبرد آزمائی کے لیے راجوری میں صف بستہ ہوئیں۔ مغلوں کو شکست ہوئی۔ جن میں اور لوگوں کے علاوہ ان کے ایک نامی بہادر مثل رستم تو چک بہادر بھی کام آئے۔

غازی شاہ نے ایک فرمان جاری کیا کہ جو کوئی مغل سپاہی کا سر کاٹ کر لائے گا اس کو ایک ایک اشرفی انعام میں دی جائے گی۔ فرمان شاہی سنتے ہی ڈوموں کی ایک جماعت تیار ہوگئی۔ اس نے صبح سے نماز پیشین تک سات ہزار مغل سپاہیوں کے سر قلم کر کے غازی شاہ کے سامنے انبار کیے۔ انھوں نے ان لوگوں کو دوگنے انعام سے نوازا۔ بلکہ بعضوں کو پانچ گنا انعام سے سرفراز کیا۔ باقی مغل جو بچ گئے تھے انھوں نے راہ فرار اختیار کی۔ فتح کے بعد غازی شاہ سری نگر واپس آئے۔ یہاں انھوں نے دوسری مرتبہ مغل سروں کا منار تعمیر کیا جو پہلے مرتب کیے گئے منار سے کہیں زیادہ بلند تھا[۶۶]۔ مغلوں کے ساتھ غازی شاہ کی یہ دونوں لڑائیاں ان کے بلند کارنامے تھے[۶۷]۔

۹۶۸ھ مطابق ۱۵۶۰-۶۱ء میں فتح چک اور لوہر چک کی سربراہی میں امرائے کشمیر نے پھر بغاوت کی۔ غازی شاہ نے اپنے بھائی حسین خان کو ان کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ اسی اثنا میں سردی کا موسم شروع ہوگیا اور بہت سے باغی برف کے اندر دب کے مر گئے۔ بقیہ کشتواڑ کی طرف پناہ گزیں ہوئے لیکن چونکہ وہ بڑی مصیبت میں تھے انھوں نے حسین خان کے آگے ہتھیار ڈال دیے۔ ان لوگوں نے ان کی طرف سے غازی شاہ سے صلاح و مشورہ کیا۔ غازی شاہ نے انھیں بخش دیا اور جاگیر عطا کی۔

غازی شاہ بڑے انصاف پرور، بہادر، جفاکش، محب وطن اور بیدار مغز تھے۔ انھوں نے اپنے دور اقتدار میں غداروں، اور سرکشوں اور باغیوں کا قلع قمع کر کے ملک میں امن و امان قائم کیا تھا۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے شاہنشاہ اکبر کی فوج گراں کو دو مرتبہ موت کے گھاٹ اتار کر کشتوں کے پشتے لگائے اور سروں کے منار تعمیر کیے تھے۔ ان شکستوں سے مغلوں پر اتنا خوف و ہراس چھایا کہ ان کو غازی شاہ کے زمانے میں کشمیر پر حملہ کرنے کی ہمت ہی نہیں پڑی تھی۔ ڈاکٹر محب الحسن کہتے ہیں کہ

"غازی شاہ میں وہ تمام صفات موجود تھیں جو کسی خاندان کی داغ بیل

ڈالنے کے لیے کافی ہوتی ہیں۔ وہ بیدار مغز، ہمّت ور، جفاکش، دھن کا پکّا اور موقع شناس تھا۔ اس نے ۱۸ سال کی عمر میں اپنے باپ کاجی چک کی نگرانی میں سپاہی کی حیثیت سے زندگی کا آغاز کیا تھا۔ اس نے اس کے ساتھ نہ صرف لڑائیوں میں شرکت کی بلکہ جلاوطنی اور دوسری صعوبتوں میں بھی ساتھ دیا۔ کاجی چک کے انتقال کے بعد وہ خاندان کے دوسرے بزرگ افراد کے تحت کام کرتا رہا۔ اور اس نے چکوں کو اس طرح متاثر کیا کہ جب وہ دولت چک سے غیر مطمئن ہوئے تو انھوں نے غازی کو اپنا سربراہ بنایا۔ برسر اقتدار ہونے پر غازی چک نے باغی سرداروں کا سر کچل دیا۔ اور ملک میں امن و سکون قائم کیا۔ لیکن ان کی سب سے اہم خدمت یہ تھی کہ وہ ملک کو مغلوں کے حملے سے بچانے میں کامیاب رہا۔ جبکہ ۲۰ سال بعد اس کے جانشین اس حملہ کو روک نہ سکے۔ غازی شاہ کی شکل وصورت بھدی تھی۔ لیکن وہ علم وادب کا دلدادہ تھا۔ اور فارسی میں شاعری بھی کرتا تھا۔ وہ اپنے خیرخواہوں سے فیاضی کا برتاؤ کرتا تھا۔ لیکن غدّاروں پر اس کو ذرا بھی رحم نہیں آتا تھا۔ اور وہ ان کو سخت سے سخت سزائیں دیتا تھا۔ لیکن کشمیر کا پہلا سلطان تھا۔ جس نے سیاسی حریفوں کو اندھا کرنے اور ان کے اعضا کاٹنے کا طریقہ جاری کیا تھا۔ بایں ہمہ وہ بہادروں کو پسند کرتا تھا۔ اور مخالفت کے باوجود ان کو معاف کر دیتا تھا۔ جب مغل سردار کو چک بہادر تیر کھا کر شدید زخمی ہوا اور گرفتار کر لیا گیا۔ غازی شاہ نے اس کی جان بخشی کی اور اس سے مہربانی سے پیش آیا اور علاج کے لیے اس کو طبیب کے پاس بھیجا" ؎

غازی شاہ کا معیار عدل

تمام مؤرخین نے سلطان غازی شاہ کے عدل وانصاف کو شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ انھوں نے نظامِ عدل کے معیار کو ہمیشہ کے لیے اونچا رکھا ہے۔ انصاف کا پلّہ بھاری رکھنے کے لیے انھوں نے جو اعلیٰ ترین مثال تاریخ کشمیر میں قائم کی ہے اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی ہے۔ بادشاہ نے عدل ومعدلت کے بلند اصولوں کی خاطر اپنے جوان بیٹے کا خون بھی نہیں بخشا۔ بقول شاعر ؎

گشت از لیکہ در عدالت خاص کُشت فرزند خویش را بقصاص[۱۵]

ان کے میزانِ عدل اور ضابطۂ آئین کی مثال اس سے بڑھ کر اور کیا پیش کی جا سکتی ہے کہ ۹۶۶ھ مطابق ۵۹-۱۵۵۸ء میں ایک مرتبہ وہ چوگان کھیلنے کی غرض سے فوجی افسروں کے ہمراہ عیدگاہ جا رہے تھے۔ راستے میں اتفاق سے گھوڑے کی ٹاپ بجائے زمین کے ایک عنّاب فروش پر آ پڑی۔ جس سے اس کے انگور زمین پر گر پڑے۔ اسی اثنا میں غازی شاہ کے چہیتے بیٹے شہزادہ حیدر خان کے ملازم نے چند انگور زمین سے اٹھائے۔ ابھی وہ کھانے ہی جا رہا تھا کہ عنّاب (انگور فروش) نے بادشاہ سے شکایت کی۔ جب انھوں نے نافرمان نوکر کے ہاتھ میں انگور دیکھے تو جائے موقعہ پر ہی اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اور آناً فاناً ہاتھ قطع کیا گیا۔ یہ حادثہ شہزادے پر ناگوار گذرا۔ وہ باپ کے طرزِ عمل سے دل برداشتہ ہو گئے۔ اور ان کے پاس آنا جانا چھوڑ دیا۔ غازی شاہ نے اپنے سالے ملک محمد چاڈورہ کو شہزادے کے پاس سمجھانے بجھانے کے لیے بھیجا۔ ماموں اور بھانجے میں گرما گرمی اور کچھ تلخ کلامی ہوئی۔ اس پر شہزادے کو غصہ آیا اور انھوں نے ملک محمد کو ایک ہی ضربتِ شمشیر سے ملکِ عدم کو پہنچایا۔ اور "اولادکم عدوکم" کے حکم پر اکتفا نہ کرتے ہوئے تیغ خوں آشام لے کر باپ کے قتل پر آمادہ ہوئے۔ یہ دیکھ کر ماں دامنگیر ہوئی اور قسمیں دے دے کر بیٹے کو اس ارادے سے باز رکھا۔ جب یہ خبر بادشاہ غازی شاہ کو پہنچی تو انھوں نے شفقتِ پدری کو بالائے طاق رکھ کر انتہائی غیظ و غضب سے شہزادے کو بہ سیاست تمام گھر سے نکالا اور عیدگاہ کی سرِ راہ پر قربانی کے بکرے کی طرح پھانسی پر لٹکا دیا۔ جب کبھی عیدگاہ کی طرف اس راستے سے جاتے تھے تو بیٹے کی لاش کی جانب آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے۔ شہزادے کی لاش سولی پر آٹھ دن تک لٹکتی رہی اور بعد میں دریا میں پھینک دی گئی۔ اس سانحہ جانکاہ سے قدرتی طور پر غازی شاہ پر ایسا اثر پڑا کہ وہ عارضۂ جذام میں مبتلا ہوئے۔ گو یہ بیماری ان کو پہلے سے ہی تھی لیکن بیٹے کے المناک حادثے نے اس میں مزید اضافہ کیا اور ۹ سال دو ماہ کی حکومت کر کے ۹۷۱ھ (۱۵۶۳ء) میں اپنے بھائی حسین خان کے حق میں تاج و تخت سے دستبردار ہوئے۔ آخرکار ان کا انتقال ۵۰ برس کی عمر میں ۹۷۴ ہجری مطابق ۱۵۶۶ء میں ہوا[۱۶]

سلطان غازی شاہ مذہبی معاملات میں بڑے روادار تھے۔ مذہباً شیعہ تھے لیکن دوسرے فرقے کے لوگوں سے ان کا برتاؤ اچھا رہا۔ ہندوؤں اور بودھوں کو بھی مکمل آزادی دی

تھی۔ نوادر الاخبار کے مصنّف کا بیان ہے کہ غازی شاہ متعصّب تھے۔ اسی وجہ سے بہت سے سنّی حضرات مثل نصرت چک، یوسف چک اور ناجی چک وغیرہ کاشغر گئے اور ان کا تختہ الٹنے کے لیے مرزا حیدر دوغلت کو کشمیر پر حملہ کرنے کی دعوت دی تھی[13] حسن کا یہ کہنا غلط ہے کہ غازی شاہ نے شیخ حمزہ مخدوم کو پرگنۂ بیروہ بھیجا۔ اور "اہل سنت را بسیار زحمت رسانید" [14] اگر یہ صحیح ہوتا تو اس کا ذکر خواجہ اعظم کی تاریخ یا اس سے قبل کی کتابوں میں بھی ہوتا۔ راقم نے خواجہ اعظم کی تاریخ کے کئی پرانے نسخے جن میں ۱۸۴۵ء کا مطبوعہ نسخہ بھی شامل ہے بغور دیکھے ہیں۔ ان میں سے کسی بھی نسخے میں یہ نہیں لکھا ہے کہ غازی شاہ نے شیخ حمزہ مخدوم کو بیروہ کی طرف ڈھکیل دیا تھا یا یہ کہ انھوں نے سید کمال کو قتل کیا تھا۔ سید کمال غازی شاہ کے زمانے میں مرے تھے اس سلسلے میں خواجہ اعظم کے الفاظ یہ ہیں:۔

"اپنی موت سے موئے یا کسی نے زہر دے دیا۔ بہرکیف انھوں نے اس جہاں سے رحلت فرمائی" [15]

تاریخ کشمیر مولفہ خواجہ اعظم کا جو نسخہ آج کل رائج ہے اُسے کشمیر کے مشہور و معروف تاجر کتب غلام محمد نور محمد نے مولوی محمد شاہ سعادت کی تحریفوں کے ساتھ شائع کیا ہے۔ اس میں فاضل مرتّب نے اپنی طرف سے بہت سے مقامات پر حاشیے لکھے ہیں۔

کتب تواریخ میں اس بات کی کوئی شہادت نہیں ملتی ہے کہ غازی شاہ متعصّب تھے اور انھوں نے یہاں کے بزرگان دین کے ساتھ کوئی سختی کی تھی۔ اس بات کی بھی کوئی شہادت نہیں ہے کہ امرائے کشمیر غازی شاہ کا تختہ الٹنے کے لیے کبھی کاشغر بھی گئے تھے۔ جب شہنشاہ اکبر نے مرزا بہادر کو کشمیر فتح کرنے کے لیے بھیجا تھا تو بہت سے سنّی امرا جیسے فتح چک، لوہر چک اور نصرت چک نے مغلوں کا ساتھ چھوڑ دیا اور غازی شاہ کے وفادار رہے۔ تاریخ میں نصرت چک کا یہ جملہ آج تک محفوظ ہے کہ

"من پیش غازی خان بیایئیم و بغل یہ مغل ہمراہ نشویم"

غازی شاہ کی رواداری کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ انھوں نے مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں یگانگی پیدا کرنے کے لیے گکھر قبیلے کے سردار کمال خان کی صاحبزادی سے اپنا عقد کیا تھا۔ اسی طرح رشتۂ اتحاد کو مستحکم کرنے کے لیے انھوں نے اپنی صاحبزادی کی شادی مشہور

سنی سردار سید ابراہیم خان بیہقی کے ساتھ اور اپنے بیٹے سے شمس رینہ ولد عیدی رینہ کی لڑکی منسوب کی تھی۔[۲]

لوگوں کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ غازی شاہ کے عہد حکومت میں مذہبی اختلافات کی بنا پر بغاوتیں ہوئیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ چکوں کے دور اقتدار میں تختہ الٹنے کی سازشیں امرائے کشمیر نے اندرون کشمیر اور بیرون کشمیر محض طاقت اور بالادستی حاصل کرنے کے لیے کی تھیں۔ بہرحال لوگوں کا یہ کہنا غلط اور گمراہ کن ہے کہ غازی شاہ متعصب تھے اور انھوں نے دوسرے فرقوں کے لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا تھا۔ یہ الزامات بہارستان شاہی اور تاریخ ملک حیدر سے ثابت نہیں ہیں۔ برعکس اس کے تمام مورخین نے باتفاق رائے ان کے عدل و انصاف اور ملکی نظام کو شاندار الفاظ میں سراہا ہے۔

سلطان حسین شاہ

سلطان حسین شاہ ۹۷۰ھ میں "نوشیروان عادل" کے لقب سے تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوئے۔ کتب تواریخ میں عدل و انصاف اور رعایا پروری کی بنا پر ان کا سال جلوس "خسرو عادل" قرار دیا گیا ہے جس سے ۹۷۱ کا سال ہجری برآمد ہوتا ہے۔ انھوں نے منصب وزارت پر ملک حیدر چاڈورہ کے جد امجد ملک محمد ناجی کو فائز کیا اور ان کے ساتھ باپ کی طرح عزت و احترام سے پیش آتے تھے۔

حسین شاہ کے عہد حکومت میں ان ہی فتنہ پرور عناصر نے جنھوں نے کہ اقتدار کی ہوس میں ملک دولت چک اور غازی شاہ کے دور حکومت میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا دی تھی حسین شاہ کے خلاف سازشوں میں مصروف رہے۔ یہ لوگ ان کے استیصال اور قتل کے لیے منصوبے تیار کرنے لگے۔ جب بادشاہ کو اس سازش کا پتہ چلا تو انھوں نے بعض شرپسندوں کو سخت سزائیں دیں۔ احمد خان اور محمد خان ابدال ماگرے کے بیٹے کی آنکھیں نکلوائیں۔[۳] کچھ ہی عرصے کے بعد فسادیوں نے فتح خواجہ کو بادشاہ کے خلاف اکسایا۔ فتح خواجہ بادشاہ

۲۔ ان کا انتقال ۹۸۰ ہجری میں ہوا۔ مولانا محمد معین مستغنی نے "شیخ سپاہی" ان کی تاریخ وفات کہی ہے۔ (تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ورق ۲۶ ب)

کے مقربین میں سے تھے اور انھیں خان زماں کے لقب سے ممتاز کیا تھا۔ اس صاحب منصب نے فتح چک، شمس دونی، حیدر خان اور دوسرے امرا کے تعاون سے حکومت کا تختہ الٹنے اور اس پر قبضہ کرنے کی سازش کی۔ ایک دن حسین شاہ شکار کے لیے دتھنار جھیل کی طرف گئے تھے۔ ملک محمد ناجی سری نگر میں ہی تھے۔ ان کو سازش کے بارے میں علم ہوا وہ حسین شاہ کے محل میں گئے اور محل کے تمام دروازے بند کیے۔ باغیوں اور خان زماں نے موقع کو غنیمت سمجھ کر محل پر ہلّہ بول دیا لیکن محل میں ان لوگوں کا محاصرہ کیا گیا۔ انھوں نے بادشاہ کے محل میں بھی آگ لگا دی۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ مخطوطہ نمبر ۱۸۵۶ نسخہ سری نگر میں ورق ۱۹۱ الف میں درج ہے کہ

"وچوں شعلۂ آتش بلند شد حسین خان از دتھنار ملاحظہ کرد و دانست کہ آتش در نواحیِ دولت خانہ است بسرعتِ تمام مراجعت نمود۔ وتا رسیدن او ملک محمد ناجی خانِ زماں را شکست دادہ ومغلوب ساختہ بود۔ وچوں حسین خان رسید از ملک محمد ناجی بسیار راضی شد۔ چند پرگنہ دیگر زیادہ برانچہ داشتند مفوض داشت ومبلغی زر نثار کرد"

فتح چک اور بہادر خان پسر فتح خواجہ بعض کشادہ راہوں سے گھس آئے۔ جہاں زبردست مقابلہ ہوا۔ مخالفین مغلوب کیے گئے اور ان کے بہت سے سپاہی موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ خان زماں اور شمس دونی دم دبا کر بھاگے۔ لیکن کچھ لوگوں نے ان کا تعاقب کیا اور راستے میں گرفتار کیے گئے۔ بادشاہ نے ان کے اعضا کاٹنے کا حکم دیا اور پھر خان زماں کا منصب دوسرے سردار مبارز خان کو سونپا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد تعصب مذہب کی بنیاد پر انھوں نے بھی بادشاہ کے قتل کا منصوبہ باندھا۔ جب اس کا علم حسین شاہ کو ہوا تو انھوں نے مبارز خان کے ہاتھ پیر کاٹنے کا حکم دیا اور ان کے ساتھ ہی لوہر چک کے بھی ہاتھ پیر کٹوائے۔ نصرت چک جو کہ اس واقعہ سے قبل قید میں محبوس تھے ان کی آنکھیں نکلوائیں۔ علاوہ بریں جن لوگوں نے غازی شاہ کو فریب دے کر ملک دولت چک کی آنکھیں نکلوائی تھیں۔ وہ بھی طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا کیے گئے۔[۴۶]

۹۷۰ھ مطابق ۱۵۶۲ء میں حسین شاہ کے بھائی شنکر خان نے کوہستانِ نوشہرہ میں بغاوت شروع کی اور وہاں کے لوگوں پر دست تظلم دراز کیا۔ لوگ ان سے پریشان ہوئے اور انھوں

نے بادشاہ سے شکایت کی۔ بادشاہ شنکر خان کے نامعقول طرزِ عمل سے آزردہ ہوئے اور انھوں نے نوشہرہ کے لوگوں کو لکھا کہ

"شما اُو را دستگیر کنید و اگر محتاجِ مدد باشید بنویسید کہ تا کمک فرستادہ شود"

جب شنکر خان کو یہ اطلاع ملی تو وہ ایک فوج گراں کے ساتھ مقابلے کے لیے کشمیر کی طرف روانہ ہوئے۔ ادھر بادشاہ نے اپنے چھوٹے بھائی علی خان اور ملک محمد ناجی کی کمان میں مدافعت کے لیے اپنی فوج بھیجی۔ دونوں فوجیں پونچھ میں صف آرا ہوئیں۔ لشکرِ ہراول کے سپہ سالار ملک محمد ناجی علی خان سے پہلے ہی پونچھ میں خیمہ زن ہوئے۔ شنکر خان نے فوج کثیر کے ساتھ ان پر حملہ کیا۔ محمد ناجی نے اپنے خاندان کے ساٹھ بہادر عزیزوں کے ساتھ دشمن کے مورچہ پر مثل شیر ببر حملہ کیا۔ اور خود بھی میدان جنگ میں دادِ شجاعت دی۔ جنگ میں ان کا نیزہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ اس کے بعد انھوں نے تلوار کا مظاہرہ کیا۔ دشمن کی تعداد چونکہ بہت زیادہ تھی اس لیے ملک محمد ناجی کے داہنے ہاتھ کی تین انگلیاں جنگ کے دوران جدا ہوگئیں۔ آخر کار شنکر خان مغلوب ہو کر فرار ہوئے۔ جب اس فتح کی روداد بادشاہ نے سنی تو ملک محمد ناجی کے مراتب میں اضافہ کیا۔ [۷۹]

خان زمان اور مبارز خان کے زوال کے بعد حسین شاہ نے ۹۷۵ھ میں ملک لولی کو وزارت کا قلمدان سونپا۔ انھوں نے ۴۰ ہزار خروار سرکاری ملکیت کا دھان خورد برد کیا۔ اس غبن کے الزام میں بادشاہ نے انھیں عہدۂ وزارت سے برطرف کیا اور ان کی جگہ پر علی کوکہ کو منصب وزارت پر بٹھا دیا۔ [۸۰]

یوسف میر کا حادثۂ قتل

علی کوکہ شیعہ مسلمانوں کے خلاف متعصبانہ اور مخاصمانہ کارروائیوں میں سرگرم عمل رہتے تھے۔ [۸۱] چنانچہ انھوں نے دیدہ و دانستہ ایک ایسے قیامت خیز واقعہ کو جنم دیا۔ جس نے تاریخ کشمیر کو ہمیشہ کے لیے داغدار بنا دیا ہے۔ مورخین نے تہذیب و شائستگی کے دامن کو تار تار کر کے ایسی بے سروپا باتیں بیان کی ہیں کہ دل چاہتا ہے کہ تاریخ کے وہ اوراق پھاڑ کر پھینک دیے جائیں۔ واقعے کی اصلیت کو چھپانے کے لیے انھوں نے نہایت ہی غیر ذمہ دارانہ طرزِ عمل سے اپنی تاریخوں کو مرتب کیا۔ اس شرمناک واقعہ میں شہنشاہ اکبر کے سیاسی ہتھکنڈے بھی شامل تھے اور علی کوکہ اور دوسرے لوگوں کے شانہ بشانہ وہ بھی اس جرمِ عظیم کے مرتکب تھے۔ تاریخ کشمیر میں یہ المناک اور دلدوز واقعہ [illegible]

کے حادثۂ قتل کا ہے۔ جو ۹۷۶ھ مطابق ۱۵۶۸ء میں رونما ہوا۔ اس بارے میں مورخین نے جو کچھ لکھا ہے وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

سید علی — سید علی بیہقی جو اپنے والد کے ساتھ مرزا کاشغری کے قتل عام میں شریک تھے۔ لکھتے ہیں:۔

"در بادشاہیِ حسین شاہ فتنۂ مذہب شدہ۔ دو مفتی بقتل رسیدند۔ یکے ملّا الماس و دوم ملّا بیچہ گنائی کہ ہر دو شہید شدند۔ فتنۂ عظیم روئے دادہ۔ چنانچہ یوسف منڈو نام سپاہی از نوکران بتدبیر مرزا مقیم ایلچی اکبر بادشاہ در مسجد جامع بر سرِ قاضی حبیب کہ خطیبِ مسجد جامع نیز بود۔ شمشیر کشیدہ بودند۔ ازیں کار ملامت بہ حسین شاہ افزودہ باتفاقِ مرزا مقیم فتویٰ از مفتیانِ مذکور طلب کردہ کہ اگر کسے بر خونِ ناحق حکم کند و بحکم او کشتہ شود او را موافق شرع شریف چہ می رسد۔ چوں درمیانِ کشتنِ یوسف منڈو گذشتہ بود۔ ایں مفتیان خالی الذہن ازاں تدبیر بودند۔ فتویٰ مہر کردہ دادند" [41]

یعنی حسین شاہ کے عہدِ سلطنت میں ایک مذہبی فتنہ رونما ہوا۔ دو مفتی مارے گئے۔ ایک ملّا الماس اور دوسرے ملّا بیچہ گنائی۔ ان کے مارنے سے بڑا فساد ہوا۔ مرزا مقیم سفیرِ اکبر بادشاہ کے سپاہی یوسف منڈو نے جامع مسجد کے اندر قاضی حبیب کے سر پر تلوار ماری۔ اس ناگوار واقعہ سے حسین شاہ کی خجالت بڑھ گئی۔ انھوں نے مرزا مقیم کے مشورہ سے مذکورہ بالا مفتیوں سے فتویٰ طلب کیا تھا کہ اگر کوئی کسی بے گناہ شخص کے قتل کے بارے میں حاکم اور اس کے حکم سے وہ مارا جائے تو اس کے لیے شرع کیا کہتی ہے۔ چونکہ وہ بھی یوسف کے قتل میں شامل تھے اس لیے مفتیان اس ضمن میں خالی الذہن تھے اس لیے فتویٰ جاری کیا۔

خواجہ اعظم دیدہ مری — یوسف منڈو اکبر بادشاہ کے سفیر مرزا مقیم اصفہانی کے ملازم تھے۔ انھوں نے جمعے کی نماز کے بعد قاضی حبیب اللہ خطیب جامع مسجد کے سر سے پگڑی اتار کر بے ادبی کی۔ اس پر لوگوں نے حسین شاہ کے خلاف نفرت کا اظہار کیا اور لوگوں نے یوسف کو قتل کیا۔ ان کے قتل کا فتویٰ ملّا الماس اور ملّا فیروز گنائی نے بادشاہ کے کہنے پر دیا تھا۔ [42]

خلیل مرجان پوری کی بھی یہی رائے ہے۔ مزید برآں وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ

"یوسف منڈو نے بادشاہ حسین شاہ کے مشورے سے قاضی حبیب کی پگڑی اتاری تھی۔ اس لئے انھیں "بضربتِ خشت ومشت کشتند" [۵۴]

ملا بدایونی — ملا عبدالقادر بدایونی اس واقعے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

"اسی سال ۹۷۶ھ میں بادشاہ (اکبر) نے مرزا مقیم اصفہانی اور ایک شخص میر یعقوب کشمیری کو رافضی ہونے کے جرم میں فتح پور میں قتل کروا دیا۔ مرزا مقیم کچھ عرصے تک حسین خان کی ملازمت میں رہا تھا۔ حسین خان سیدوں کا بڑا معتقد تھا۔ اس لیے وہ مرزا کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آتا تھا۔ اس نے مرزا کو اپنی سرکار کا وکیل بھی بنا دیا تھا۔ حسین خان کے عزیزوں اور بھائیوں نے خان کو بتلایا کہ یہ مرزا کٹر رافضی ہے۔ اس لیے خان اس سے کبیدہ خاطر ہو گیا۔ مرزا بھی حسین خان کی ملازمت چھوڑ کر بارگاہِ بادشاہی میں جا پہنچا۔ بادشاہ نے اس پر مہربانی کی اور اُسے کشمیر کے حاکم حسین خان کے پاس شاہی وکیل بنا کر بھیج دیا۔ اس زمانے میں کشمیر میں چند متعصب رافضیوں نے قاضی حبیب کو جو پکے سنّی تھے مذہبی تعصب میں حملہ کر کے زخمی کر دیا۔ قاضی ابھی زندہ ہی تھا کہ کشمیر کے حاکم حسین خان نے مفتیوں کے فتوے کے مطابق قاتل کو سزا دے دی۔ مرزا مقیم نے اس معاملے میں مداخلت کی اور اپنے اثر سے کام لے کر ان مفتیوں کو اس جرم میں کہ انھوں نے قاتل کے قتل کا فتویٰ کیوں دیا ایک نہایت متعصب اور شدید رافضی کے حوالے کر دیا۔ اس نے تین چار مفتیوں کو قتل کر دیا" [۵۵]

عبدالباقی نہاوندی — آپ اس واقعہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:-

"در ۹۷۶ھ ست وسبعین وتسعمایہ، قاضی حبیب را کہ حنفی مذہب بود روز جمعہ یوسف اندر نام درپائے کوہ زخمدار ساخت وشمشیر دیگر انداختہ انگشتان (بن) او قلم کرد۔ وغیر از تعصب کہ بواسطۂ اختلاف مذہب بود۔ باعثِ دیگر ظاہر نبود۔ یوسف بعد از مجروح نمودنِ قاضی گریخت۔ حسین خان فرمود تا یوسف را پیدا کردہ حاضر ساختند۔ وفقہا را طلب فرمود کہ در باب او حکم نمایند۔ فقہا گفتند کہ

"کشتنِ ایں چنیں شخصے از روئے سیاست رواست۔" قاضی گفت "تا من زندہ ام، کشتنِ او جائز نیست۔" عاقبت او را سنگسار نمودند۔ جمعے کہ با او در مذہب یکے بودند۔ بہ حسین خان گفتند کہ در کشتنِ او عجلت واقع شد۔ حسین خان گفت کہ بسخنِ ملایاں کشتہ شد۔ دریں اثنا، مرزا یعقوب و مرزا مقیم برسم ایلچی گری از درگاہِ بندگانِ خلافت پناہ بکشمیر آمدند۔ بعد چند روز مرزا مقیم گفت "مفتیانے کہ یوسف را بفتوائے ایشاں کشتہ اند نزد ما فرستند۔" حسین شاہ مفتیان را پیشِ او فرستاد۔ قاضی زین کہ با یوسف در مذہب ہمراہ بود گفت: "مفتیاں فتوائے غلط کردند۔" مفتیان گفتند کہ "ما فتوائے کشتنِ او علی الاطلاق نہ کردیم۔ ما گفتیم ایں چنیں کساں را بجہت سیاست کشتن رواست۔" مرزا مقیم مفتیاں را در مجلس اہانت نمودہ بفتح خان رافضی سپرد۔ و ایشاں را ایذا کرد۔ و فتح خان بحکم مرزا مقیم مفتیاں را بقتل آورد۔ و ریسماں در پئے بستہ در کوچہ و بازار گردانیدند۔"[۸۶]

محمد قاسم فرشتہ — آپ لکھتے ہیں کہ:-

"۹۹۰ھ ہجری میں قاضی حبیب جو مسلم دیندار اور سنی حنفی المذہب تھے۔ جمعہ کے روز جامع مسجد سے باہر نکلے اور زیارت قبور کے لیے وادی کوہ ماراں روانہ ہوئے۔ یوسف نامی ایک شیعی نے قاضی صاحب پر تلوار کا وار کیا۔ قاضی صاحب کا سر زخمی ہو گیا۔ یوسف نے دوسرا وار کیا اور قاضی صاحب کی انگلیاں کٹ گئیں۔ اس واقعہ کی بنا محض تعصب مذہبی تھی ورنہ اس کو سیاست سے قطعاً تعلق نہ تھا۔ مولانا کمال قاضی صاحب کے داماد ان کے ہمراہ تھے۔ یوسف شیعی دو وار کر کے فراری ہوا۔ حسین شاہ اگرچہ خود بھی شیعی تھا لیکن اس نے یہ خبر سنتے ہی چند سپاہیوں کو یوسف کی گرفتاری کے لیے روانہ کیا۔ اور مجرم قید خانے میں بند کر دیا گیا۔ حسین شاہ نے شہر کے علماء ملا یوسف و ملا فیروز وغیرہ کو یکجا جمع کر کے فتویٰ طلب کیا۔ ان بزرگوں نے جواب دیا کہ از روئے سیاست ایسے شخص کو قتل کرنا جائز ہے۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ میں زندہ ہوں اس شخص کو قتل کرنا ناجائز ہے۔ غرضیکہ یوسف شیعی سنگسار کر دیا گیا۔

اسی درمیان میں اتفاق سے ایک شیعی گروہ یعنی مرزا مقیم، میر یعقوب
ولد بابا علی وغیرہ اکبر بادشاہ کے دربار سے بطور قاصد کشمیر وارد ہوا۔ . . . .
چند روز کے بعد مرزا مقیم نے جو یوسف شیعی کا ہم مشرب تھا کہا کہ جن علماء نے
یوسف کے قتل کا فتویٰ دیا تھا ان کو میرے حضور میں طلب کر دے حسین چک
نے مرزا مقیم کے حکم کی تعمیل کی۔ قاضی زین نے جو مذہب امامیہ کا پیرو تھا کہا کہ
علماء نے غلط فتویٰ دیا ہے۔ ان علماء نے جواب میں کہ ہم نے مجرم کے قتل کا
مطلقاً فتویٰ نہیں دیا۔ بلکہ ہمارے فتویٰ کا مقصود یہ تھا کہ ایسے شخص کو از رُوئے
سیاست قتل کرنا جائز ہے۔ مرزا مقیم نے اسی مجلس میں علماء کی توہین کی اور
ان کو فتح خان چک کے حوالے کر دیا۔ فتح خان نے ان علماء کو بہت آزار
پہنچایا۔ اور مرزا مقیم کے حکم سے علماء کو قتل کرکے ان کے پاؤں میں رسّی باندھی
اور ان کی لاشوں کو شہر میں اس طرح گشت کر دیا ہے[۵]

حسن — پیر غلام حسن کھویہامی مشہور کشمیری مورخ لکھتے ہیں:۔
"در ۹۹۰ ہجری مرزا مقیم شیعہ از جانب اکبر بادشاہ ظاہراً بطور سفارت
باطناً برائے تجسس راہ وطور وطرز ایں دیار با جمعے معدود بکشمیر آمدہ۔ و چند
ماہ دریں جا توقف نمود۔ و قاضی حبیب اللہ کہ قاضی شہر و خطیب مسجد جامع
بود بعد نماز جمعہ در ذیل کوہ ماران بزیارتِ قبور رفتہ بود۔ یوسف بندر کہ از
متابعانِ مرزا مقیم شیعہ بود از روئے تعصب و قصدِ ثواب شمشیر کشیدہ
حوالہ قاضی نمود و سرِ قاضی مجروح گشت۔ چوں ضرب دوم انداخت قاضی
دستِ خود سپر ساخت۔ انگشتان او بریدہ شد۔ و مولانا کمال کہ
داماد قاضی بود خود را بر قاضی انداخت و یوسف بعد از مجروح ساختن
قاضی بگریخت و علی کوکہ و دتی کوکہ کہ از اہل سنت بودند ایں خبر شنیدہ یوسف
مذکور را محبوس داشتند و حسین خان را از دربارعام بنام مفتیان نوشتہ
گرفتند کہ بہ نسبت یوسف بندر ہرچہ حکم شرع باشد جائز دارند و علی کوکہ
در پیش مولانا شمس الدین الماس و ملا میں گنائی و لد نونی گنائی مشہور بہ

ملّا فیروز رفته بیان کرد که حسین شاه به نظر سیاست یوسف بندر را حکم کشتن داداه است ـ ایشان هم مطابق زمان او حکم شرع جاری دارند و آن هر دو مفتیان گفتند که هرگاه کسے بر حاکم شرع یا والیِ اسلام به اهانت و اخفاف و ارادهٔ قتل اقدام نماید اگر حاکم وقت او برائے سیاست قتل کند در شرع ماخوذ نیست ـ و دران اثنا مردم عوام شهر هجوم کرده یوسف بندر در طرفة العین بقتل آوردند

بعد چند روز حسین خان را پسر ارجمند خود ابراهیم خان که در حسن و جمال مانند بدر منیر و در سپاهگری و تفنگ اندازی و اسپ دوانی بے نظیر بود ـ بآزارِ چیچک فوت شد ـ و حسین خان از تیمار فراقش مصیبت زده و پریشان خاطر گشت و ملّا زین العابدین که از علمائے شیعه بود حسین خان را ذهن نشین ساخت که مفتیانِ اسلامیه یوسف بے گناه را حکم کشتن داوند و به شامت بے گناهیِ او جگر گوشهٔ ایشان از جان رفت که در حق او عدل نه فرمودند ـ و حسین خان مفتیانِ شهر سبر دیوان طلبانیده بجانب مرزا مقیم سفیر اکبر شاه که به مذهب شیعه بود تجویز داد که یوسف بندر بے گناه مطلق است ـ مفتیانِ حنفیه بر بنا تعصب او را حکم قتل داوند ـ درین باب ایشان از جانب من منصف هستند ـ و از هر دو فریق دعویٰ و دلیل به تحقیق رسانیده حکم مناسب دهند ـ

مرزا مقیم از مفتیان سنّیه پرسید که ایشان به کدام مسئله یوسف بندر را حکم کشتن داوند ـ مفتیان دلیلِ شرعی پیش آوردند ـ که استخفاف و اهانتِ قاضیِ اسلام موجبِ اهانتِ شرع و شارع است ـ و مرتکبِ آن در هر ملل و نحل مستوجب قتل و سزاوارِ عقاب است و نیز در شرع وارد است که اگر والیِ اسلام بجائے حدِّ صغیر برائے تنبیه و سیاست حدِ کبیر جاری دارد روا ست ـ ما یان اطاعةً للشرع و امتثالاً لحکم اولی الامر حکم نمودیم ـ سوائے آن علی کوکه و تی کوکه پیش ما آمده اظهار کردند که حسین خان را یوسف بندر برائے سیاست کشتن است ـ شما حکم بکشتن او بنویسند ـ ما او را نه کشتیم بلکه حکم حاکم گشت ـ

د حسین خان سوگند کرد کہ مرا قصدِ کشتن او نہ بود۔ تفضیہ او بقضات و علما برائے
حوالہ کردہ بودم کہ تا او را کسے نتوانند کُشت ، ۵۳ھ

ترجمہ: "۹۸۰ھ ہجری میں مرزا مقیم شیعہ اکبر بادشاہ کی طرف سے ظاہراً بطور سفیر اور
باطناً کشمیر کے سیاسی حالات کا جائزہ لینے کے لیے چند لوگوں کے ساتھ وارد کشمیر ہوئے
اور کچھ دنوں کے لیے یہاں قیام کیا۔ قاضی حبیب اللہ قاضی شہر اور جامع مسجد سری نگر
کے خطیب تھے۔ ایک دن نماز جمعہ کے بعد وہ کوہ ماراں کے دامن میں قبروں کی زیارت
کے لیے گئے تھے۔ یوسف بندر شیعہ نے جو مرزا مقیم کے پیرو کاروں میں تھے بنائے
تعصب اور قصدِ ثواب کے لیے تلوار کھینچی اور قاضی کے سر پر ماری۔ جب دوسرا وار
کرنے لگے تو قاضی نے اپنے ہاتھ کو سپر بنایا۔ ان کی انگلیاں زخمی ہوئیں۔ قاضی کے
داماد مولانا کمال قاضی پر گر پڑے۔ یوسف قاضی کو مجروح کرکے چلے گئے۔ علی کوکہ
اور دتی کوکہ جو سنّی تھے انھوں نے یہ خبر سنتے ہی یوسف کو گرفتار کرکے قید کیا۔ اور
حسین خان سے دربار عام میں مفتیوں کے لیے نوشتہ لے گئے کہ یوسف کے بارے میں
جو بھی حکم شرع جاری کریں جائز ہے۔ علی کوکہ ملا الماس اور ملا فیروز کے پاس گئے۔ اور
کہا کہ حسین شاہ نے از روئے سیاست یوسف بندر کے قتل کا حکم دیا ہے۔ آپ بھی
بادشاہ کے حکم کے مطابق فتویٰ جاری کریں۔ دونوں مفتیوں نے جواب دیا کہ جو
کوئی حاکم شرع یا والی اسلام کی توہین کرے یا اقدام قتل کا ارادہ کرے اگر حاکم وقت
اس کو سیاست کی بنا پر قتل کرے تو شرع میں جائز ہے۔ اسی اثنا میں شہر کے عوام
نے یوسف کو آنکھ جھپکتے ہی موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس واقعہ کے چند ہی دنوں کے بعد حسین خان کے صاحبزادے جو حسن و جمال
میں لاثانی تھے اور جو تیر اندازی اور شہسواری میں بے نظیر تھے چیچک کی بیماری سے
انتقال کر گئے۔ بادشاہ ان کے داغ مفارقت سے دل ملول ہوئے۔ ملا زین الدین
جو علمائے شیعہ میں تھے انھوں نے بادشاہ کو ذہن نشین کیا کہ چونکہ مفتیوں نے
یوسف کا خون ناحق بہا دیا اور آپ نے ان کے حق میں انصاف نہیں فرمایا اسی
لیے شہزادے کی موت واقع ہوئی۔ اس پر حسین خان نے شہر کے مفتیوں کو سر

دربار طلب کیا اور مرزا مقیم سفیر اکبر سے کہا کہ یوسف بے گناہ تھے اور حنفی مفتیوں نے تعصب کی بنا پر ان کے قتل کا حکم جاری کیا۔ اس سلسلے میں آپ میری طرف سے عادل ہیں اور دونوں فریقین کے استغاثے کی خوب جانچ کر کے مناسب حکم صادر کریں۔

مرزا مقیم نے مفتیوں سے دریافت کیا کہ آپ نے کس بنیاد پر یوسف کے قتل کا حکم دیا۔ انھوں نے شرعی دلیلیں پیش کیں کہ "قاضی اسلام کی سبکی اور ذلت اسلام اور عالم شریعت کی توہین ہے جو اس امر کا ارتکاب کرے وہ ہر مذہب و ملت میں واجب القتل ہے۔ یہ بھی شرع میں لکھا ہے کہ اگر والیِ اسلام معمولی سزا کے بدلے کسی بڑی سزا کے لیے حکم جاری کرے وہ بھی جائز ہے۔ ہم نے عین شرع کے مطابق اور اولی الامر کے حکم کے تحت فتویٰ جاری کیا۔ اس کے علاوہ علی کوکہ اور دتی کوکہ ہمارے پاس آئے۔ انھوں نے بیان کیا کہ حسین خان کے لیے قتلِ یوسف ایک سیاسی مسئلہ ہے۔ لہٰذا آپ ان کے قتل کے لیے فتویٰ جاری کریں۔ ہم نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ بادشاہ کے حکم سے وہ قتل ہوئے" حسین خان نے قسمیں کھائیں کہ میری یوسف کے قتل کی نیت نہیں تھی۔ میں نے ان کا مقدمہ مفتیوں کے سپرد کیا تاکہ وہ محفوظ رہیں اور انھیں کوئی قتل نہ کر سکے۔"

حسن کا بیان گنجلک اور مبہم ہے۔ اس کے باوجود انھوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ قتل یوسف میں علی کوکہ وزیر اعظم نے مفتیوں اور ملاؤں کے ساتھ سازش کی تھی۔ کہ حسین شاہ از روئے سیاست یوسف کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا آپ ان کے قتل کا فتویٰ جاری کریں۔ حسن کے بیان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حسین شاہ کی نیت یوسف کے قتل کرنے کی نہیں تھی۔ انھوں نے محض تحفظ کے لیے یوسف کے مقدمہ کو علماء کے سپرد کیا تھا۔

حسن نے بادشاہ کے جس نوشتے کا ذکر کیا ہے وہ بھی جعلی اور فرضی معلوم ہوتا ہے اگر ان کی کوئی تحریر علی کوکہ یا مفتیوں کے پاس ہوتی تو وہ لوگ بھی اسے برسر عدالت دفاع میں پیش کرتے۔ اور مورخین نے اس کا ذکر ضرور کیا ہوتا۔ خود حسن کے بیان سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ عدالت میں مفتیوں نے استغاثہ کے دوران بادشاہ کی کسی تحریر کا حوالہ نہیں دیا۔ ان لوگوں نے شرعی حدود کے اندر

مقدمہ کا فیصلہ اسلامی جذبے کے تحت نہیں کیا تھا۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ خود مجروح قاضی حبیب نے ان کے فیصلے سے اتفاق نہیں کیا تھا۔ ان کا یہ فقرہ کتب تواریخ میں موجود ہے کہ جب ان سے قتل یوسف کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ

"تا من زندہ ام کشتن او جائز نیست" [۱۳]

ایسے ہی نام نہاد فتوؤں سے تاریخ اسلام کی پیشانی عرق آلود ہے۔

حسن نے قتل یوسف کے واقعات بہارستان شاہی سے اخذ کیے ہیں۔ انھوں نے واقعات بیان کرنے میں انصاف سے کام نہیں لیا بلکہ بگاہ غلط انداز مورخ کی طرح واقعات کو توڑ مروڑ کے پیش کیا ہے۔ بہارستان شاہی میں یہ واقعات یوں درج ہیں:۔

"حسین شاہ نے ملک محمد ناجی کو ہٹا کر علی کوکہ کو منصب وزارت پر فائز کیا۔ وہ بڑا متعصب اور شرپسند تھا۔ اس کے عہد حکومت میں ایک مشہور و معروف دوستدار یوسف اینڈر کے نام کے تھے۔ ایک دن راستے میں قاضی حبیب سے جو تعصب اہلبیت میں مشہور رہتے دوچار ہوئے۔ قاضی حبیب نے از سر تعصب شیعوں کو گالیاں دیں اور ان کی طرف تھوک دیا۔ اور غصے میں یوسف کے سر پر کوڑے مارے۔ یوسف میر چونکہ غیرت مند سپاہی تھے انھوں نے تلوار کھینچی اور ایک دو وار قاضی پر کیے۔ قاضی مجروح ہو کر گھوڑے سے گر پڑے۔ یوسف میر چلے گئے۔ علی کوکہ اور وتی کوکہ نے آپس میں یہ سازش کی کہ قاضی اور مفتی جو فتویٰ بھی جاری کریں اس پر عمل کیا جائے۔ ان دونوں نے قاضی موسیٰ، ملا فیروز گنائی اور ملا یوسف کو اپنے پاس بلایا۔ اور ان سے قتل یوسف کا فتویٰ صادر اور جاری کرایا۔ شہر کے لوگوں نے اس فقیر بے گناہ کو اس تعصب کے ساتھ قتل کیا کہ

"پارہ پارہ ہائے گوشت او را مردم بہ خانہائے خود تحفۂ زنان و ہدیۂ عورتان خود بردہ اند۔ و بسیار کسان خون آں فقیر را بجائے شربت نوشیدند"

قتل یوسف کے بعد علی کوکہ اور وتی کوکہ نے مفتیوں اور ملاؤں کے تعاون سے سوئے ہوئے فتنے کو جگا دیا۔ اور یوسف کے قتل کے باعث مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت ایک دوسرے کے خون کے تشنہ ہوئی اور جانبین سے بہت سے

لوگ مارے گئے۔ حسین شاہ ان واقعات سے کلیتاً بے خبر اور ناواقف تھے۔ قتل یوسف کے بعد اہل سنت و جماعت کے مُلا غیرت میں آ گئے۔ انھوں نے قاضی زین الدین اور ملا رضی ولد سلیمان مفتی کو یہ کہکر اپنا ہمنوا بنایا کہ ہم ان ملاؤں کے ساتھ مباحثہ اور مناظرہ کریں جنھوں نے مذہب اسلام کے نام پر یوسف میر کا قتل قرار دیا۔ ان کا قتل کسی بھی مذہب میں جائز نہیں تھا۔ ان ملاؤں نے محض تعصب اور دشمنی کی بنا پر یوسف کے قتل کا فتوئی جاری کیا اور اس طرح ان کو انھوں نے بغیر کسی وجہ کے قتل کیا۔

قاضی زین الدین اور ملا رضی تمام امرا، خواص اور حسین شاہ کے مقربین کو ساتھ لے کر لوگوں کے گھر گھر گئے اور ان کو قتل یوسف کی صحیح صورت حال سے آگاہ کیا اس کے بعد ان امرا اور مقربین نے اپنے موقف سے بادشاہ کو گوش گذار کیا اس کے بعد مرزا مقیم جلال الدین اکبر بادشاہ کی طرف سے سفیر کی حیثیت سے کشمیر آئے۔ اور انھی ایام میں بادشاہ کے حسین و جمیل شہزادے کا انتقال بھی ہوا۔ حسین شاہ تو پہلے سے ہی یوسف میر کے قتل سے پریشان تھے اب شہزادے کی موت نے پریشان تر کر دیا۔ آخر کار انھوں نے قتل یوسف کا مقدمہ بغرض عدل و انصاف مرزا مقیم کے سپرد کیا۔

مرزا مقیم نے بادشاہ کی یہ تجویز قبول کی اور انھوں نے مباحثہ کے لیے عدالت قائم کی۔ جب اہل سنت و جماعت کے ملا حاضر ہوئے تو اس جماعت میں سے جس نے یوسف میر کے قتل کا حکم دیا تھا صرف دو آدمی یعنی ملا بیچہ گنائی اور ملا یوسف الماس عدالت میں موجود تھے۔ باقی قضات اور مفتیان فرار ہو کر روپوش ہوئے تھے۔

جب قاضی زین اور ملا رضی نے مرزا مقیم اور علما، فضلا و اعیان مملکت و امرا اور معزز شہریوں کی موجودگی میں ملا یوسف بیچہ گنائی اور ملا الماس سے دریافت کیا کہ تم نے یوسف میر کے قتل کا فتوئی کس مذہب اور کس کتاب سے جاری کیا۔ جب کہ یوسف میر نے قاضی حبیب کو دو تین زخموں سے مجروح کیا

اور ان زخموں کے باوجود وہ نہیں مرے ہیں اور نہ مریں گے۔ اگر تم نے اس بچارے
کو حنفی مذہب کی رُو سے قتل کا حکم دیا تو یہ حنفی مذہب کی کتابیں حاضر ہیں۔ اگر
شافعی مذہب کے تحت فتویٰ جاری کیا تو یہ شافعی مذہب کی کتابیں سامنے ہیں۔
بتائیے کہ کس مذہب کی روشنی میں ان کے قتل کا فتویٰ صادر کیا۔ کس مجتہد کے فتویٰ
سے اس بے گناہ کے قتل کا حکم دیا۔ امتِ محمدیہ، شریعت نبویہ، ارباب اجتہاد،
مجتہدان امصار اور علمائے دہر نے ہر جراحت اور ہر زخم کے لیے قصاص مقرر کیا
ہے۔ یہ قصاص ہر مکتبِ خیال اور ہر عالم دین کی کتابوں میں درج ہے۔ بتائیے
کہ کس مذہب کے تحت اس فقیر کے قتل کرنے کے احکام جاری کیے ہیں۔

دونوں مفتیان ان سوالوں کے جواب دینے سے قاصر رہے۔ آخرکار انھوں
نے کہا کہ ہمیں علی کوکہ سے پیغام ملا تھا کہ بادشاہ یوسف میر کو از روئے سیاست
قتل کرنا چاہتے تھے آپ بھی ان کے قتل کا فتویٰ جاری کریں۔ ہم نے ان کو قتل
نہیں کیا بلکہ بادشاہ نے ان کو سیاسی مقصد کی بنا پر قتل کیا۔

جب بادشاہ حسین شاہ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے قسمیں
کھائیں کہ مجھے یوسف کے قتل کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ میں نے ان کا مقدمہ
قضات اور علماء کے سپرد کیا تھا۔ تاکہ وہ محفوظ رہیں اور ان کو کوئی قتل نہ
کر سکے۔ جب بادشاہ کا جواب عدالت میں پہنچا تو پھر دونوں مفتی ایک دوسرے
کا منہ دیکھ کر لاجواب ہو گئے۔ اس کے بعد جو سنی علماء عدالت میں موجود تھے
انھوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ سنایا کہ ان مفتیوں نے غلط فتویٰ جاری کر کے
ایک بے گناہ کا خون بہایا ہے۔ قاضی عبدالغفور حنفی المذہب اور قاضی
زین الدین شافعی المذہب نے پھر تمام علمائے اہل سنت و جماعت کے فیصلے
سے اتفاق کر کے دونوں مفتیوں کے خلاف قصاص کا حکم دیا۔ اس فیصلے کے مطابق
ملا فیروز گنائی اور ملا یوسف الماس دونوں قتل کیے گئے۔"

عدالتی فیصلے کے بارے میں مصنف بہارستان شاہیہ کے الفاظ یہ ہیں:۔

"علمائے اہل سنت و جماعت کہ درآں مجلس حاضر بودند۔ اتفاق نمودہ فتویٰ

به مذہب امام شافعی نوشتند که پادشاهِ این مملکت و قاضی عهد و مقتولِ همه مذہب امام شافعی داشتند و بنا بر قصاص مذکور نسبتِ همه ملایان اہل سنت و جماعت توقیعها کشیدند و این فتویٰ را همه صحیح الجواب نوشتند که این ہردو ملا به سبب حکمِ باطل و امر به قتلِ ناحق و به سبب ایشان کشتنِ مردے بے گناه متوجب قصاص و مستحقِ قود شدند۔ و قاضی عبدالغفور حنفی المذہب و قاضی زین الدین شافعی المذہب ہردو باتفاق بوقتِ این فتویٰ بقصاصِ ایشان حکم کردند۔ و حسین شاہ آں ہردو ملا را بحکم قضات و فقہا بأولیائے خون یوسف میر سپردند۔ و الیانِ خون و طالبانِ قصاص آں ہردو ملا را بقصاص رسانیدند و باقی ملایان بعضے بطرف لاہور و ہند رفتند و بعضے ازاں باستشفاعِ شفیعان و حمایت ملوک و امراء باز بہ مناصبِ خود نشستند" [10]

اکبر کا تعصب

اس واقعہ کے بعد علی کوکہ اور دتی کوکہ پھر خونریز سازشوں میں معروف عمل رہے۔ یہ لوگ ہمیشہ اس کوشش میں لگے رہتے کہ کسی نہ کسی طریقے سے فتنے کی چنگاری بھڑک اٹھے۔ انھوں نے سازشیں کر کے بہت سے لوگوں کے خونِ ناحق سے اپنے ہاتھ رنگے تھے۔ لیکن پھر بھی ان کی شمشیرِ خوں آشام کی پیاس نہ بجھی۔ جب حسین شاہ نے شہنشاہ اکبر کے لیے مرزا مقیم کو تحائف و سوغات دے کر روانہ کیا اور ان کے ہمراہ یعقوب میر کو اپنا سفیر مقرر کر کے رخصت کیا تو علی کوکہ اور دتی کوکہ نے ایک مرتبہ پھر سازش کا منصوبہ تیار کیا۔ ان دونوں فتنہ پردازوں نے بادشاہ کو فریب دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ خواجہ حاجی گنائی بھی مرزا مقیم کے ساتھ دارالخلافہ جائیں تاکہ وہ لاہور سے ان کو کچھ تحائف دیدیں۔ [11]

علی کوکہ اور دتی کوکہ نے مرزا مقیم کے پیچھے فتنہ پروروں اور شرپسندوں کا ایک وفد مرزا مقیم کی شکایت کے لیے شہنشاہ اکبر کے پاس بھیجا۔ اس سلسلے میں حسن کہتے ہیں کہ

"بعد رفتن آنہا خواجہ حاجی گنائی کہ از اکابران شہر بود و شیخ عبدالنبی و ملا عبداللہ و جماعتے از اہل سنت ہمراہ گرفتہ در پیش گاہ اکبر رفتہ۔ از شہادت مولوی الماس و ملا فیروز استغاثہ نمود" [12]

اکبر کے سامنے جب یہ بے بنیاد اور غلط مقدمہ پیش ہوا تو وہ چراغ پا ہو گئے۔ انھوں نے اکان

وفد اور علمائے متعصب کے ساتھ ملا عبداللہ اور شیخ عبدالنبی کو آگرہ جانے کا حکم دیا تھا۔ ان لوگوں نے گواہوں کو جھوٹی تعلیم سے آراستہ کیا۔ آگرے میں شیخ عبدالنبی اور دوسرے علماء نے جھوٹے گواہوں کے سہارے ایک ایسے فساد کے شعلے بلند کیے جس کے تحت مرزا مقیم، یعقوب میر اور سید حسینی شہید کر دیے گئے۔ [۹۳]

اکبر نے اپنے سیاسی ہتھکنڈوں کو بروئے کار لانے کے لیے یک طرفہ مرزا مقیم اور دوسرے لوگوں کے قتل کا فتویٰ شیخ عبدالنبی سے جاری کرایا۔ شہنشاہ کے ارادے کشمیر کے بارے میں اچھے نہیں تھے وہ ہمیشہ ملک کشمیر کو اپنی ملکیت سمجھتے تھے اسی لیے اسے "باغ خاصہ" کہتے تھے۔[۹۴] انھوں نے سیاسی اغراض کے لیے سفارتی آئین کے اصولوں کو پامال کر کے حسین شاہ کے سفیر یعقوب میر کو بھی شیخ عبدالنبی کے فتوے سے موت کے گھاٹ اتارا۔ اس طرح شہنشاہ ایک سیاسی جرم کے مرتکب ہوئے اور دوسرے یہ کہ کشمیری عوام میں مذہبی پھوٹ ڈالنے کے ذمہ دار بھی ہیں۔ انھوں نے مرزا مقیم اصفہانی اور یعقوب میر کشمیری کو محض رافضی ہونے کے جرم میں فتح پور میں قتل کرا دیا[۹۵]

حسین شاہ کی رواداری

بعض لوگوں کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ حسین شاہ متعصب تھے اور وہ ہندوؤں اور

ح ۔ شیخ عبدالنبی ۔ اکبر کے دین الٰہی کے نہ صرف حامی تھے بلکہ دین الٰہی پر اپنی مہر تصدیق بھی کی تھی (منتخب التواریخ صفحہ ۵۰۲) بڑے جعلی شخص تھے ۔ جھوٹی شہادتوں پر لوگوں کے قتل کے لیے فتوے دیتے تھے ۔ چنانچہ جھوٹی شہادت پر ایک برہمن کو بھی قتل کرایا ۔ اس قتل پر شہنشاہ ان سے خفا ہو گئے ۔ اور یہی قتل ان کے لیے باعث زوال بھی ہوا (منتخب التواریخ صفحہ ۲۰۷) شیخ صاحب بڑے مغرور، متکبر اور جاہل تھے " ح ۔ خ " اور " ر ۔ ز " کی تمیز نہ تھی (منتخب التواریخ صفحہ ۳۳۶) آخر کار اکبر ان کے نامعقول طرز عمل سے آزردہ ہوئے اور ان کے منہ پر پوری قوت سے گھونسہ مارا ۔ انھوں نے مکہ معظمہ جاتے وقت ستر ہزار روپیہ کا غبن بھی کیا تھا عرصے تک حوالات میں رہے ۔ آخر کار ایک رات گلا گھونٹ کر ہلاک کیے گئے ۔ قتل کے دوسرے دن ظہر تک ان کی لاش بے گور و کفن پڑی رہی ۔ یہ واقعہ ۹۹۳ھ ہجری میں رونما ہوا ۔ اسی لیے تاریخ وفات " شیخ کبنوہ " نکالی گئی (منتخب التواریخ صفحہ ۵۰۳) جب اکبر کو ان ملاؤں کے کردار کا حال معلوم ہوا ۔ تو انھوں نے ان میں سے بعضوں کو قتل کیا اور بعضوں کو گجرات بھیجا ۔ ملا عبداللہ کو بھی گجرات کی طرف دھکیل دیا ۔ (بہارستان شاہی ص[۱۳۶])

سنّیوں کے مخالف تھے۔[۹۱] حسن کے بیان میں تضاد ہوتا ہے۔ خود انھوں نے حسین شاہ کے عدل و انصاف اور رعایا پروری کے جذبے کو شاندار الفاظ میں سراہا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ

"حسین شاہ ہمگناں را بعدل ورافت ونصفت دل خوش ساخت" [۹۲]

یعنی حسین شاہ نے اپنی رعایا کو عدل و احسان سے راضی کیا تھا۔ ایک اور جگہ کہتے ہیں کہ

"حسین خان در رعیت پروری و داوگستری از کردۂ برادران دیگر موصوف بود" [۹۳]

یعنی حسین شاہ رعایا پروری اور عدل و انصاف میں اپنے دوسرے بھائیوں سے متصف تھے۔ کتب تواریخ میں ان کی رعایا پروری کی ایک مثال یہ بھی درج ہے کہ وہ ہر روز نماز صبح کے بعد غریبوں اور محتاجوں میں نقد روپیہ تقسیم کرتے تھے۔[۹۴]

حسین شاہ مذہبی معاملات میں بڑے روادار تھے۔ ہندو اور مسلمان دونوں کو انصاف کی نظر سے دیکھتے تھے۔ جہاں وہ ہندوؤں کے مذہب کا احترام کرتے تھے اور ان کے تہواروں میں شرکت کرتے تھے وہاں دین اسلام کی ترویج کے کوشاں بھی تھے۔[۹۵] ڈاکٹر محب الحسن ان کے نظام حکومت، رعایا پروری کی مشغولیات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

"خاندان چک میں حسین شاہ ہر لحاظ سے سب سے بہتر حکمران تھا۔ اس کی حکومت مضبوط ہونے کے علاوہ معتدل اور انصاف پسند بھی تھی۔ اور اس کی رعایا ایران کے عظیم ساسانی شہنشاہ کے نام پر اس کو نوشیروان عادل کہتی تھی۔ وہ ان کی شکایتیں سنتا تھا۔ ڈاکوؤں اور لالچی عمال سے ان کو بچاتا تھا۔ اور ان کی خوشحالی کے لیے کوشش کرتا تھا۔ وہ بہت سخی بھی تھا اور فجر کی نماز کے بعد روزانہ غریبوں اور حاجت مندوں کو روپیہ تقسیم کرتا تھا۔ اگرچہ خود شیعہ تھا لیکن حنفی قانون پر عمل درآمد کیا۔ اور خوارزم کے ایک سنّی فقیہہ سید حبیب کو سری نگر کا قاضی اور مسجد جامع کا امام مقرر کیا۔ اپنی غیر مسلم رعایا کے ساتھ بھی اس کا برتاؤ نہایت ہی اچھا تھا۔ اس نے ان کو اپنے مذہبی رسوم کو ماننے اور تہوار منانے کی پوری آزادی دے رکھی تھی۔ کچھ تہواروں میں مثلاً بسنت اور شری پنچمی میں وہ خود بھی شرکت کرتا۔ وہ علم وادب اور موسیقی کا شائق تھا۔ فارسی میں شاعری کرتا تھا اور

تھا ارد گرد اور اہل علم کی صحبت کو پسند کرتا۔ وہ ہفتہ بھر یوں کام کرتا تھا۔
سوموار کے دن قاضیوں اور میر عدل کے ساتھ دربار کرتا۔ منگل کو شکار
کھیلنے جاتا۔ بدھ کو اپنی فوج کے ساتھ دن گزارتا۔ جمعرات کا دن ماہرین
موسیقی اور احباب کے ساتھ گذارتا۔ جمعہ کے دن وہ علما سے بحث و تمحیص
کرتا۔ سنیچر کے دن وہ ہندو اور بودھ پروہتوں کے ساتھ رہتا اور اتوار صوفیوں
کے ساتھ گذارتا۔"[101]

حسین شاہ کے آخری ایام میں ان کے صاحبزادے ابراہیم خان کا انتقال عنفوان شباب میں ہوا۔ ان کے داغ جدائی نے ان کی صحت نڈھال کر دی جس کے سبب وہ تخت سلطنت سے اپنے بھائی علی خان کے حق میں ۹۷۸ھ ہجری (۱۵۷۰ء) میں دستبردار ہوئے۔ معزولی کے بعد وہ زینہ پور میں زندگی کے باقی دن یاد الٰہی میں گزارنے کے لیے گئے[102] اور ایک سال چند روز کے بعد زینہ پورہ میں ہی انتقال کر گئے اور وہیں دفن ہیں۔ اس حساب سے ان کا انتقال ۹۸۰ھ ہجری (۱۵۷۲ء) ہوا تھا۔ صاحب طبقات اکبری نے ان کا سال وفات ۹۷۹ھ قرار دیا اور ان کی جائے مدفن "حیران بازار" کے نواحی میں لکھا ہے[103] جو درست نہیں معلوم ہوتا ہے۔

علی کوکہ اور دتی کوکہ یوسف میر اور مرزا مقیم وغیرہ کے قتل ناحق کی سازشوں میں ملوث ہونے کے بعد بھی سازشوں میں مصروف تھے۔ اب انھوں نے ایک اور نئی سازش کا منصوبہ تیار کیا۔ وہ یہ ہے کہ جب حسین شاہ بیمار تھے تو انھوں نے اپنی جھوٹی حمایت کا یقین دلا کر ان کو اس بات کے لیے آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ علی شاہ، ان کے بیٹے یوسف شاہ اور سید مبارک خان بیہقی کو قید کر کے حسین شاہ کے کسی لڑکے کو تخت پر بٹھایا جائے۔ ان لوگوں نے نجی ملک کے مشورے سے علی شاہ پر شب خون مارنے کی سازش کی۔ دتی کوکہ نے یہ سازش فاش کی

ح ۔ تاریخ میں ان کے دو شعر یادگار ہیں ؎

حائل کردہ تیغ و بستہ خنجر یار می آید
آں ترکِ آل پوش سوار سمند شد

دلا برخیز کارے کن کہ جاں در کار می آید
یاراں حذر کنید کہ آتش بلند شد

(واقعات کشمیر ص۹۳)

اور اس نے نیح یاری کے گاؤں میں علی شاہ کو مطلع کرایا۔ علی کوکہ اور اس کے ساتھیوں نے پانچی دیرہ میں علی شاہ کے لشکر پر شب خون مارا۔ جب حملے کی یہ اطلاع علی شاہ کو ملی تو وہ خود بھی میدان جنگ میں لڑنے کے لیے آئے۔ دونوں فریقین میں جنگ ہوئی اور حسین شاہ کے سپاہی مغلوب ہوئے۔ سید مبارک خان نے کئی لوگوں کو قتل کیا۔ آخرکار حسین شاہ نے بابا خلیل اللہ کے ہاتھ تاج شاہی علی شاہ کے پاس بھیجا اور حسین شاہ تخت سے معزول ہوئے۔

سلطان علی شاہ

علی شاہ ۹۷۸ھ (۱۵۷۰ء) میں سریر آرائے سلطنت ہوئے۔ انھوں نے ایک مدبر، انصاف پسند اور روشن خیال شخص سید مبارک خان بیہقی کو منصب وزارت پر بٹھایا۔ سید مبارک ان کے وفادار جاں نثار دوستوں میں تھے۔ آپس میں اس قدر میل جول اور محبت و یگانگی تھی کہ بادشاہ نے اپنی صاحبزادی ان کے بیٹے سید ابو المعالی بیہقی سے منسوب کی[104]

دو سال تک ملک میں امن و امان رہا اور کسی سازش نے جنم نہیں لیا۔ لیکن دو سال کے بعد ۹۷۹ھ (۱۵۷۲ء) میں علی خان ولد نوروز چک اور دیگر امراء نے گٹھ جوڑ کر کے بادشاہ کے خلاف عہد و پیمان کے ساتھ بغاوت کرنا شروع کی۔ یہ لوگ چاہتے تھے کہ تخت سلطنت پر ہم ہی قابض رہیں۔ اس سازش کا پتہ بادشاہ کو چلا۔ انھوں نے علی چک کو قتل کرنا چاہا لیکن سید مبارک خان کے مشورے سے اس اقدام سے باز رہے۔ اور علی خان کو اپنے وطن مالوف کامراج بھیج دیا۔ علی خان کا سر فتور سے بھرا ہوا تھا۔ وہ کامراج سے لاہور فوجی کمک حاصل کرنے کے لیے اکبر بادشاہ کے پنجاب کے صوبہ دار حسن قلی خان کے پاس چلے گئے۔ بعض شر پسندوں نے ان کے لاہور چلے جانے کے لئے سید مبارک خان کو مورد الزام ٹھہرایا۔ ادھر علی خان تکبر اور فتور عقل کی وجہ سے حسن قلی خان سے کسی قسم کی فوجی امداد لیے بغیر ہی محمد کوٹ پہنچ گئے۔ علی شاہ نے آناً فاناً ان کے خلاف فوج روانہ کی۔ بالآخر گرفتار کیے گئے اور علی شاہ کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ انھوں نے ایک سال سے زائد ان کو قید خانے میں ڈال دیا۔ اس کے بعد سید مبارک خان کی سفارش پر ایک سو دینار بطور نذرانہ ان سے لیے اور پھر قید سے آزاد کیا[105]

علی شاہ کے زمانے میں ایبہ شاہ ولد غازی شاہ کے سر میں ملک پر قبضہ کرنے کا سودا پیدا ہوا۔ وہ پیٹھ پیچھے یوسف شاہ ولد علی شاہ کے خلاف لوگوں کو اکساتے تھے۔ جب اس کی اطلاع یوسف

شاہ کو ہوئی تو انھوں نے ایبہ شاہ کو موت کے گھاٹ اتارا اور خود سوپور کی طرف چلے گئے۔ کچھ امرا نے ابدال خان کی کمان میں ان کے خلاف فوج بھیجی۔ ابدال خان کا دل یوسف کے بارے میں صاف نہیں تھا۔ وہ ان کا قلع قمع کرنا چاہتے تھے تاکہ اس سے ان کی جانشینی کے لیے زمین ہموار ہو جاتی۔ سید مبارک ابدال خان کی چال سمجھ گئے۔ انھوں نے ان کو نصیحت کی اور کہا کہ آپ کی وفاداری علی شاہ کے تئیں ایبہ خان کو زندہ نہیں کر سکتی ہے۔ اگر آپ واقعی ایبہ خان کے ہمدرد ہیں تو ان کے بیٹوں سے ہمدردی کریں اس درمیان انھوں نے یوسف شاہ کو ایک نصیحت آمیز خط لکھا۔ اور اس طرح باپ بیٹے کی جنگ ایک مخلص اور بہی خواہ کی حیثیت سے ختم کرائی۔ یوسف شاہ سید مبارک خان کی نصیحت پر سری نگر واپس آئے۔ لیکن ان کے دل میں ابدال خان کا خدشہ برابر رہا۔ مصنف بہارستان شاہی کہتا ہے کہ

"این نوع غبار فتنہ بغیر از تیغ آبدار مبارزان این دیار فرو نمی نشست۔ آخر بیک رشحۂ قلم آبدار نجستہ غبار فتنہ و فساد فرو نشانید و علی شاہ را منت دارد ممنون گردید۔ خدشۂ این معاملہ از یوسف خان بخاطر ابدال خان ماند" [١٠٦]

اس واقعہ کے بعد ہی شمس دونی اور محمد مراج نے دوسرے کشمیری امرا کے تعاون سے ایک اور فتنہ فساد برپا کرنا شروع کیا۔ جب یہ خبر علی شاہ کو ملی تو انھوں نے بغاوت کا تدارک کرنے کے لیے ان پر فوج کشی کی۔ جب اس کی اطلاع فتنہ پردازوں کو ہوئی تو وہ فوراً سید مبارک خان کے گھر آکر پناہ مانگنے لگے۔ جب اس کا علم علی شاہ کو ہوا تو انھوں نے اپنی حکومت کے استحکام کے لیے سید مبارک خان کی سفارش پر ان کی خطا معاف کی۔[١٠٧]

۹۸۳ہجری (۱۵۷۵ء) میں علی شاہ کو ایک زبردست سازش سے دوچار ہونا پڑا یہ سازش حیدر خان ولد محمد شاہ اولاد زین العابدین نے ماگریوں کے ساتھ ساز و باز کرکے کی تھی۔ بقول فرشتہ حیدر خان عرصے سے گجرات میں مقیم تھے۔ اکبر بادشاہ کی فتح گجرات کے بعد وہ ان کے ہمراہ ہندوستان آئے۔ اور پھر یہاں سے نوشہرہ جا کر رہے۔[١٠٨] وہ حکومت کشمیر کے دعویدار تھے۔ اس ہم میں انھوں نے اپنے چچازاد بھائی سلیم خان کو بھی شریک کیا تھا۔ آخر کار محمد چک کے حسن تدبر سے یہ سازش ناکام ہوئی۔ محمد چک نے بڑی سمجھداری سے سلیم خان کو قتل کیا۔ اس ہم کے سر کرنے سے بادشاہ نے محمد چک کو انعام و اکرام سے ممتاز کیا۔ اس واقعہ کے بارے میں ملک حیدر چاڈورہ

لکھتے ہیں کہ :۔

" دریں عہد حیدر خان و سلیم خان کہ از اولاد شاہان سابق بودند۔ از ہندوستان رو بجانب کشمیر آوردند۔ و بعضے سرداران باہم ایشان ملحق شدند۔ پس علی خان مذکور لوہر خان و محمد خان را نسبت قرابت داشتند با لشکر گراں برائے مدافعۂ غنیم فرستاد۔ چوں بہ موضع ٹھنہ رسیدند محمد خان مرحوم لوہر خان را کہ ہمراہش بود مقید نمودہ باخود گرفت۔ ایں خبر بہ علی خان رسید و مضطرب شد۔ و ملک محمد ناجی را کہ در تدبیر و استقامت رائے بے مثل بود طلبیدہ مشورہ نمود کہ دریں امر چہ باید کرد وایشان گفتند کہ محمد خان عاقل است۔ وحی دانم کہ حرام نمکی نخواہد کرد و بنا بر مصلحت لوہر خان را محبوس نمودہ باشد۔ علی خان ایں معنی قبول نہ کردہ خود بفکر سفر افتاد و جاسوساں فرستاد۔ محمد خان مذکور در نوشہر با حیدر خان و سلیم خان ملاقات کرد و با ایشان اتفاق نمود۔ رو بکشمیر آوردہ و چوں براجور رسیدند محمد خان مذکور فرصت یافتہ سلیم خان را بقتل رسانید و حیدر خان فرار شد۔ پس لوہر خان را از قید خلاص ساختہ بفتح و نصرت برگشت۔ علی خان اعتقاد تمام باستقامت رائے و تدبیر و عقل ملک محمد ناجی بہم رسانید و محمد خان مذکور را با نعام و اکرام شاہانہ نواخت " [۱۰۹]

۹۸۱ھ مطابق ۱۵۷۳ء میں راجہ بہادر سنگھ کشتواڑ نے بغاوت شروع کی۔ علی شاہ نے تین فوجی دستے ابدال خان، علی خان اور نوروز چک کی سربراہی میں کشتواڑ پر حملہ کرنے کی غرض سے بھیجے اور خود سنگھ پور کے گاؤں میں قیام کیا۔ راجہ مقابلہ نہیں کر سکے کیونکہ ان کی فوجی طاقت مقابلتاً کم تھی۔ وہ صلح کرنے اور علی شاہ کی سرداری تسلیم کرنے پر راضی ہوئے اور اپنے بھائی نارائن سنگھ کو کسی عزیز کی خوبصورت اور حسین بیوی بادشاہ کے تحفے میں پیش کرنے کے لیے بھیجا۔ یہ عورت بادشاہ کی منظور نظر تھی۔ علی شاہ نے اس کے ساتھ نکاح کیا اور اس کا اسلامی نام فتح خاتون رکھا۔ عورت کے علاوہ راجہ نے خراج دینے کا وعدہ بھی کیا تھا۔[۱۱۰]

دوسرے سال ۹۸۲ھ مطابق ۱۵۷۴ء میں راجہ کشتواڑ بہادر سنگھ کے دماغ میں بغاوت کا فتور پھر شروع ہوا اور اس نے خراج دینے سے انکار کیا۔ اس مرتبہ علی شاہ نے اسماعیل گنائی اور

حیدر چک کے ہمراہ کشتواڑ پر ہلہ بولنے کے لیے فوج روانہ کی۔ پہلے کی طرح اس دفعہ بھی راجہ نے صلح کی اور اپنی بہن شنکر دیوی کو بادشاہ کے پوتے یعقوب خان کی شادی کے لیے بھیجا۔ اس کے علاوہ ہر سال خراج دینے کا وعدہ بھی کیا۔[110]

اکبر کی جاسوسی

اس واقعہ کے چند سال کے بعد ۹۸۶ھ مطابق ۱۵۷۸ء میں ایک اور واقعہ رونما ہوا وہ یہ ہے کہ اسا سال شہنشاہ اکبر نے ملا عشقی اور قاضی صدر الدین کو شہزادہ سلیم (جہانگیر) اور حسین شاہ مرحوم کی صاحبزادی کے رشتہ کے لیے سفیر بنا کر بھیجا۔ لیکن رشتے کی تہہ میں اکبر کا سیاسی مقصد کارفرما تھا یعنی وہ کشمیر پر حملہ کرنے کی راہیں ہموار کرنا چاہتے تھے۔ تاریخ کے یہ الفاظ ہیں:۔

"رسولان کہ در حقیقت جاسوسان بودند۔ راہ و رسم کشمیر را دیدہ بعرض اکبر بادشاہ رسانیدند"

علی شاہ نے رشتہ منظور کیا۔ اور اپنے وکیل محمد قاسم کو اپنی بھتیجی کے ساتھ تحائف سمیت شاہی دربار میں بھیج دیا۔ انھوں نے اکبر کے نام سے خطبہ پڑھوایا اور سکے ڈھالے[111]

شہزادہ سلیم کی شادی کا واقعہ بہارستانِ شاہی میں درج نہیں ہے اور نہ یہ واقعہ تاریخ ملک چاڈورہ میں نظر سے گذرا۔ اکثر کشمیری اور غیر کشمیری کتب تواریخ میں یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے۔ ان کتابوں میں لکھا گیا ہے کہ حسین شاہ والیِ کشمیر نے مرزا مقیم اور یعقوب میر کے ساتھ اپنی صاحبزادی کو اکبر کی زوجیت میں بھیجا تھا۔ مرزا مقیم کے قتل کے بعد اکبر نے عروس کو واپس کیا تھا[112]۔ یہاں یہ بات واضح نہیں ہوتی ہے کہ کیا حسین شاہ کی وہی صاحبزادی جو اکبر کی زوجیت کے لیے بھیجی گئی تھی! وجس کو اکبر نے ٹھکرایا تھا وہی جہانگیر کی زوجیت کے لیے بھی شہنشاہ کے سفیروں کے ساتھ روانہ کی گئی تھی۔ اگر یہ بات درست ہے تو پھر یہ عقد اس مقولے کے تحت کیا ہوگا۔

اگر پدر نتواں کرد پسر تمام کند

راقم الحروف کو ازدواج کے یہ دونوں واقعات افسانے معلوم ہوتے ہیں۔ اسی طرح علی شاہ کی طرف سے اکبر بادشاہ کے نام خطبہ پڑھنے اور سکہ ڈھالنے کے بارے میں بہارستانِ شاہی اور تاریخ ملک حیدر چاڈورہ میں کوئی ذکر نہیں ملتا ہے۔ ان دونوں تاریخوں میں اکبر کے نام سکہ ڈھالنا اور خطبہ جاری کرنا یوسف شاہ کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے۔ یعنی جو معاہدہ یوسف شاہ اور بھگوان داس کے درمیان

ہوا تھا اس میں یہ طے پا گیا تھا کہ یوسف شاہ تخت کے مالک رہیں گے لیکن شہنشاہ اکبر کے نام سکے ڈھالے جائیں گے اور خطبہ پڑھا جائے گا۔ [113]

علی شاہ کا عدل و انصاف

علی شاہ احکام شریعت کے سخت پابند تھے۔ انھوں نے وہ تمام سخت قوانین جو سلاطینِ کشمیر میں رائج تھے منسوخ کیے تھے۔ یعنی آنکھیں نکالنے، اعضا کاٹنے اور لوگوں کو ہلاک کرنے کے جملہ قوانین اپنے عہد سلطنت میں کالعدم قرار دیے۔ وہ عدل و انصاف اور رعایا پروری میں بےمثال تھے۔ تمام مورخین نے ان کے نظامِ عدل و معدلت کو یک زبان ہو کر سراہا ہے۔ اس سلسلے میں چند مورخین کی آرا ذیل میں درج کی جاتی ہیں :-

مصنف بہارستان شاہی ـــــ

"رسوم چشم کندن و مردم کشی و اعضا بریدن کہ در سلاطینِ ماضی و حکام سابقہ معیار شدہ بود، ایں علی شاہ در سلطنت خود برطرف نمود۔ و قواعد عدالت گستری و مراسم رعیت پروری کما ینبغی مرعی می داشت۔ و در ہیچ دقیقہ از دقائق معدلت و نصفت و حقائق احسان و شفقت بر رعایا و برایا فرو نمی گذاشت و تمام طوائف و قبائل امرار و حکامِ افتادہ را برپا ساخت و ہمیشہ در ایام حکومتِ خود پرستشِ حق سبحانہ و تعالیٰ و بہ ادائے فرائض و واجبات و ترکِ قبائح و محرمات و انقیادِ امر و نہی و اتباع سنت حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم می کرد" [114]

ملک حیدر ـــــ

"علی شاہ ہمہ وقت در عدل و داد و احسانِ رعیت داشت و اکثر مردمان از و راضی بودند" [115]

نرائن کول عاجز ـــــ

"علی شاہ سلطانے رعیت پرور و معدلت گستر بود۔ ایام سلطنت را صرف دلنوازی و کارسازی و چارہ پردازی می نمود" [116]

حسن بیگ ـــــ

"قواعدِ عدالت گستری و مراسم رعیت پروری مرعی داشت" [۱۱۷]

خواجہ اعظم دیدہ مری —

"علی شاہ غایت سعی درعدل و احسان ورعیت پروری نمود - اکثر اہلِ شہر را راضی داشت" [۱۱۸]

حسن —

"علی شاہ دررفاہِ رعیت و توقیر اہلِ فضیلت و تکریم علماء و تعلیمِ مشائخ و فقراء رائیت ہمت افراشت" [۱۱۹]

خلیل مرجان پوری —

"علی شاہ معدلت افزائی و دل فروزی و جاں نوازی مردم بسیار می کرد۔ و در احسان رعایا و پرورش برایا بذل موفور و سعی مشکوری نمود" [۱۲۰]

۹۶۴ھ (۱۵۵۶ء) میں کشمیر کے لوگوں کو ایک خطرناک اور مہلک حادثے کا شکار ہونا پڑا۔ وہ یہ تھا کہ اس سال ربیع کی فصل بے وقت شدید برفباری کی وجہ سے خراب و برباد ہوئی۔ اور کشمیر کو ایسے قحط عظیم کا سامنا کرنا پڑا جس کی نظیر کہیں نہیں ملتی تھی۔ برفباری کی وجہ سے غلّہ نہ پک سکا۔ اور ایسا قحط پڑا کہ لوگ مُردوں کو کھانے لگے۔ بھوک سے بے شمار جانیں تلف ہوئیں۔ یہ سلسلہ تین سال تک ایک ہی حالت پر رہا۔ اس کے بارے میں تاریخ میں یہ شعر مقید ہے ؎

قحط تا حدیکہ خلق از فرطِ بے قوتی چو شمع

جسم خود را سوختی بر آتش و مردے بکار [۱۲۱]

قحط کی شدّت دیکھ کر بادشاہِ نیکو خصال نے اپنی رعایا پروری اور رحمدلی کا مظاہرہ اس حد تک کیا کہ قحط زدگان لوگوں میں اپنا سارا خزانہ، مال و متاع اور زیورات تقسیم کیے۔ اور شب و روز ان کی دیکھ بھال کر کے ان کی مصیبتوں میں شریکِ حال رہے۔ دو سال کے بعد خزانہ خالی ہوا۔ اور قحط میں کسی قسم کی کمی واقع نہ ہوئی۔ تو بادشاہ نے مخیر امیروں اور دولت مندوں سے اپیل کی کہ وہ فاقہ کش عوام کی مدد اپنے سرمایہ سے کریں۔ اس زمانے میں انھوں نے ایک دن بھی چوگان نہیں کھیلا جس کے وہ عادی تھے۔ آخر کار جب قحط نے شدت کی صورت اختیار کی تو وہ پریشانی کے عالم میں بزرگانِ دین کے مزاروں کی طرف دعائے خیر کے لیے سوار ہوئے راستے میں ایک درویش زیتی چک سے ملاقات

ہوئی۔ وہ صاحب کمالات تھے۔ بادشاہ نے ان سے دریافت کیا کہ یہ بلا کب تک ہمارے سر پر منڈلاتی رہے گی۔ درویش نے جواب دیا کہ جب تک آپ زندہ ہیں۔ یہ سن کر علی شاہ دل ملول ہوئے۔ اور گھر واپس آئے[122] پھر جامع مسجد سری نگر کے بالائی حصے میں گئے وہاں علماء اور فضلاء کے ساتھ نماز و تلاوتِ قرآن میں مشغول ہوئے۔ فرشتہ اور نہاوندی کے بقول

"در ۹۸۶ھ علی شاہ بالائے مسجد برآمدہ، با علما و فضلا صحبت داشت و کتاب مشکوٰۃ درآں مجلس آوردہ، بموجب حدیثے کہ در فضائل توبہ وارد بود توبہ کرد و غسل نمودہ بہ نماز و تلاوتِ قرآں مشغول گشت[123]۔"

رواداری

علی شاہ مذہب کے معاملات میں بڑے وسیع النظر اور روشن خیال تھے۔ شیعہ اور سنّی میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔ انھوں نے اپنے سمدھی سید مبارک شاہ کو جو سنّی تھے وزیر اعظم بنایا تھا۔ شیخ حمزہ مخدوم اور ان کے دو شاگردوں بابا داؤد خاکی اور بابا رشی ہروی کا احترام کرتے تھے۔ شیخ صرفی اور خواجہ رفیق جیسے بزرگوں کی عزت کرتے تھے[124]۔ بابا داؤد خاکی علی شاہ بادشاہ کے کردار و سیرت سے اتنے متاثر ہوئے تھے کہ انھوں نے قصیدۂ لامیہ میں ان کی اور شاہزادۂ یوسف کی تعریف اس طرح کی ہے ع

والیِ دوراں علی شاہ دوستدار صالحاں　　پورِ او شہزادہ یوسف شاہ باجاہ و جلال
ہر دو ایشاں صحبتِ ایں پیر را دریافتند　　ہر دو کردندے دعائے خیر خود از وے سوال
او دعا گفتے و ایشاں را مبارک آمدے　　ہم دریں اشفاق ایشاں کرد ازیں جا ارتحال[125]

علی شاہ اپنے دورِ حکومت میں روزانہ صبح و شام کو عیدگاہ کے میدان میں چوگان کھیلتے تھے۔ بابا خلیل اللہ نے ایک دن از سرِ غیب کہلایا کہ چوگان بازی سے ان کو نقصان پہنچے گا۔ دوسرے دن انھوں نے اس بات کا دھیان نہیں رکھا اور ۹۸۷ھ (۱۵۷۹ء) میں اپنے تمام رفقا اور فوجیوں کے ساتھ عیدگاہ چوگان کھیلنے گئے۔ کھیلنے میں مصروف تھے کہ اچانک قضائے الٰہی یوں آئی کہ زین کا نوکدار کونہ ان کے شکم میں گھس گیا۔ جس سے ان کی آنتیں پھٹ گئیں۔ انھوں نے گھوڑے کی لگام پھیر دی اور گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ وقتِ چاشت گھر پہنچ گئے۔ اور پہنچتے ہی انتقال کیا[126]۔

یوسف شاہ

علی شاہ نے انتقال سے پہلے اپنے صاحبزادے شہزادۂ یوسف کو بادشاہ بنایا۔ جب علی شاہ کے بھائی ابدال خان کو علی شاہ کے مرنے اور یوسف شاہ کے بادشاہ بننے کی خبر ہوئی تو بعض شرپسندوں اور باغیوں نے انھیں تخت سلطنت پر حق جتانے کے لیے بغاوت پر آمادہ کیا۔ چنانچہ وہ اپنی فوج مرتب کرکے نوہٹہ میں یوسف شاہ کے خلاف صف آرا ہوئے۔ جب یہ اطلاع سید مبارک خان بیہقی کو ملی تو وہ یوسف شاہ کے پاس گئے جہاں وہ اپنے والد علی شاہ کی تجہیز و تکفین کے لیے فکرمند تھے۔ انھوں نے یوسف شاہ کے مشورے سے ابدال خان کے بارے میں صلح کی شرائط مرتب کرکے بابا خلیل اللہ کے ہاتھ ابدال خان کو بھیجیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہلوایا کہ لڑائی کا خیال چھوڑ کر علی شاہ کے گور و کفن میں شریک ہونا چاہیے۔ ابدال خان کے دل میں یوسف شاہ کے خلاف انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی کیونکہ یوسف شاہ نے ایبہ خان کو قتل کیا تھا۔ اس لیے انھوں نے صلح کی شرائط کو ٹھکرا دیا۔ اس کے بعد دوسری مرتبہ بابا خلیل اللہ، سید مبارک خان اور محمد بٹ وزیر اعظم ابدال خان کے پاس صلح کے لیے گئے۔ انھوں نے ابدال خان سے یہ بھی کہا کہ تخت سلطنت کے حقدار یوسف شاہ ہیں لہٰذا جنگ و جدل سے کیا فائدہ؟ ابدال خان نے ان کی کوئی شرط قبول نہیں کی اور وہ جنگ پر مُصر رہے۔ سید مبارک اور ان کے ساتھیوں نے یوسف شاہ کو ابدال خان کے خلاف جنگ کا مشورہ دیا۔ علی شاہ کی میّت ابھی تک گھر ہی میں پڑی رہی تھی کہ یوسف شاہ اور ابدال خان کے درمیان نوہٹہ میں جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ جنگ میں آخرکار ابدال خان، سید حسین خان ولد سید مبارک بیہقی کے ساتھ کام آئے۔ حبیب چک ولد دولت چک نے بھاگتے بھاگتے سید جلال خان بیہقی ولد سید مبارک خان کو قتل کیا۔ جنگ ختم ہونے کے بعد یوسف شاہ جب میدان حرب میں پہنچے اور ابدال خان کی لاش کو خون آلود دیکھا تو حکم دیا کہ کسی بھی شخص کو ان کی تجہیز و تکفین کی اجازت نہیں ہے۔ اس کے بعد وہ گھر آگئے۔

قاضی موسیٰ نے یوسف شاہ کے حکم کی خلاف ورزی کی۔ اور انھوں نے بادشاہ وقت کے سب سے بڑے باغی دشمن ابدال خان کی لاش میدان جنگ میں خاک و خون سے اٹھا کر ان کے آبائی مقبرے میں سپرد خاک کی۔ چونکہ پورا دن صبح سے شام تک میدان جنگ میں گزرا تھا اس لیے یوسف شاہ نے دوسرے دن اپنے والد علی شاہ کی تجہیز و تکفین کرکے انھیں اپنے خاندانی مقبرے

میں دفن کیا اور پھر اسی دن ۹۸۶ ہجری میں تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوئے۔[۱۲۶]

دو مہینے کچھ دن کے بعد یوسف شاہ کو ایک اور بڑی بغاوت سے دوچار ہونا پڑا۔ وہ یہ ہے کہ بادشاہ نے ایک قابل اور مدبر شخص محمد بٹ کو عہدۂ وزارت تفویض کیا۔ بادشاہ کے ایک اور باغی ابدال بٹ نے محمد بٹ کے خلاف منصب وزارت کے لیے بغاوت شروع کی۔ یوسف شاہ رقص وسرود اور عیش وعشرت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اور امور سلطنت کی طرف متوجہ نہیں تھے اس لیے لوگ ان سے بددل ہو کر ابدال بٹ سے مل گئے۔ لوہر خان، علی خان اور فتح چک کیوارہ بھی سازش میں شریک ہوئے۔ ۱۶ ربیع الثانی ۹۸۶ھ کو سید مبارک خان بیہقی بھی باغیوں کے ساتھ ملوث ہوئے۔ ابدال بٹ اور دوسرے امرا نے سید مبارک خان کو تخت پر بٹھانے کا فیصلہ کیا۔ ان لوگوں نے دریائے جہلم کے پلوں کو کاٹ کر عیدگاہ کو محاذ جنگ بنایا۔ یوسف شاہ خود ذالڈگر میں رہے۔ ان کے فوجی سردار محمد خان نواکدل کا پل بنا کر اپنی فوج کے ساتھ عیدگاہ پہنچے۔ اور انھوں نے باغیوں پر حملہ کیا۔ دونوں فوجوں میں خونریز جنگ چھڑ گئی۔ محمد خان قتل ہوئے۔ یوسف شاہ کا لشکر تتر بتر ہو گیا۔ کچھ لوگ سید مبارک خان کے ساتھ مل گئے اور کچھ ذالڈگر میں یوسف شاہ سے۔ جنگ میں بیہقی سادات کے سپاہیوں نے زبردست بہادری کا مظاہرہ کیا۔ اور آخر کار فتح ونصرت کا ڈنکا بجایا۔[۱۲۷] حیدر ملک یوسف شاہ کی شکست کے اسباب اور میدان جنگ کی کیفیت اس طرح بیان کرتے ہیں:

"چوں ایں خبر بہ یوسف خان رسید۔ ملک محمد ناجی را طلبیدہ و مشورۂ ایں ہم بایشان نمود۔ گفتند کہ در محاربہ تعطل درکار است۔ کہ لشکر غنیم بسیار است و باید اہل لشکر خود را بکثرتِ انعام خوش دل نمود۔ تا ہم لشکرِ غنیم رجوع شما بیارند۔ یوسف خان از خلل کہ داشت قبول ایں معنی نہ نمودہ و محمد خان و حبیب چک را سردار کردہ جمعی را بمحاربۂ سید مبارک خان فرستاد۔ ملک محمد ناجی ازیں عمل ہم منع نمودہ۔ گفت کہ اگر ارادۂ محاربہ ہست خود باید سوار شد۔ چوں ایام اوبارش بود۔ گفتہائے ملک مسطور محمول بغرض یافت۔ پس محمد خان وغیرہ با لشکرِ یوسف خان بہ محاربہ رسید۔ مبارک خان رواں شدند۔ و در عیدگاہ میان ایں دو لشکر قتال و جدال عظیم واقع شد و دریں جنگ قریب سیصد کس از

جانبین بقتل رسیدند و ملک قاسم پسر کہتر ملک محمد ناجی کہ شیر بیشہ شجاعت بود مقتول شد۔ محمد خان ہزیمت و سید مبارک خان لوائے فتح و نصرت افراخت چوں ایں خبر بہ یوسف خان رسید۔ طاقتِ مقاومت نیاوردہ تاج شاہی مصحوب ملک محمد ناجی پیش سید مبارک خان فرستاد و خود بکوہستانِ ہند فرار شد" [129]

سیّد مبارک خان

سید مبارک خان بیہقی ۹۸۶ھ مطابق ۱۵۷۸ء میں تخت سلطنت پر بیٹھے۔ انھوں نے تاج شاہی کے ہیرے، جواہرات اور دُر ہائے بیش بہا فقرا اور مساکین میں تقسیم کیے۔ اور سادہ لباس میں حکومت کرنے لگے۔ حسن کہتے ہیں کہ

"سید مبارک خان بعدِ ساعتے از جلوت بخلوت درآمدہ۔ تاج شاہی درپیش نہادہ نفسِ خود را مخاطب ساخت و گفت :۔

اے نفس شوم! ایں تاج شاہی فی الحقیقت مذموم است، اصلاً غرہ نہ شوی، فردا فرقِ تو از خاک مذلت آغشتہ باشد۔ ایں تاج برائے چندروز بر تو وبال است"

ایں بگفت و بر مسندِ شاہی نشستہ در رتق و فتق امورِ مملکت پرداخت و دیہیم جہانبانی کہ از عہد سلاطینِ پیشین بہ دُرّ و جواہر و یاقوت مکلل بود بشکستہ بفقراء و مساکین قسمت نمود۔ و خود بہ لباس حقیر و سادہ کار سلطنت می ساخت" [130]

سید مبارک خان نے چھ ماہ تک عدل و انصاف سے حکومت کی۔ بقول مصنّف بہارستانِ شاہی :۔

"ارقامِ جور و اعتساب از صفحات وجَنات اہل دیار محو گردانیدہ۔ ابواب عدل و انصاف بر روئے طوائفِ انسان برکشاد۔ و استسقائے دہر را از شربت عدالت شفائے عاجل بخشید" [131]

جب امرائے کشمیر نے دیکھا کہ سید مبارک ہمارے اشاروں پر چلنے والے نہیں ہیں تو ۲ شعبان ۹۸۶ھ کو وہ ابدال بٹ کی سربراہی میں ان کے خلاف بھی بغاوت پر تل گئے۔ انھوں نے یوسف شاہ کو اپنی جھوٹی حمایت کا یقین دلا کر واپس بلایا۔ جب وہ پرگنہ دیسو پہنچے تو سید مبارک خان کو اطلاع

مل گئی۔ وہ یوسف شاہ کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے۔ جن لوگوں نے یوسف شاہ کو اپنی حمایت کا وعدہ کیا تھا وہ ان سے منحرف ہو گئے ان واقعات کے پیش نظر یوسف شاہ واپس تھنہ چلے گئے اور مبارک خان بغیر کسی مقابلے کے کامیاب ہو کر واپس آئے۔

اس واقعہ کے بعد ابدال بٹ، لوہر خان اور حیدر چک وغیرہ امرائے کشمیر نے سید مبارک خان کے خلاف بغاوت شروع کی۔ ان کا موقف یہ تھا کہ سید مبارک عوام اور خاص کر چکوں کو تختۂ مشق بنا کر ان کے حقوق پامال کر رہے ہیں۔ اس لیے یہ فیصلہ کیا کہ یوسف شاہ یہاں آئیں۔ باغیوں نے اس مصالحت پر بھی پانی پھیر دیا جو یوسف شاہ اور سید مبارک کے درمیان ملا حسن اسود اور داؤد میر کی مفاہمت سے ہو رہی تھی۔ باغیوں کے سرغنہ ابدال بٹ کو جب اس مصالحت کا حال معلوم ہوا تو وہ اس کی مخالفت کرنے لگے۔ ابدال نے چکوں کو یہ کہہ کر سید مبارک خان کے خلاف اکسایا کہ وہ خاندان چک کو نیست نابود کرنے کے درپے ہیں۔ چنانچہ یہ سب لوگ سید مبارک کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ انھوں نے دریائے جہلم کے پل کاٹ دئے اور زالڈگر میں اقامت پذیر ہوئے۔ سید مبارک جنگ کرنا نہیں چاہتے تھے وہ بابا خلیل کی خانقاہ (موجودہ محلہ خانقاہ سوختہ نواکدل) میں گئے۔ وہاں چک سردار بھی جمع تھے۔ ابدال بٹ کی سربراہی میں لوگوں نے باتفاق رائے سید مبارک کو تخت سے دستبردار ہونے کے لیے مجبور کیا۔ ان کی جگہ پر لوہر چک کو بادشاہ بنایا۔[۱۳۲] مبارک خان نے چھ مہینے سے کچھ دن زیادہ حکومت کی۔[۱۳۳]

یوسف شاہ ابدال بٹ کے معاہدے کے تحت ٹپن تک آئے تھے۔ ابدال نے انھیں پیغام بھیجا کہ آپ کا یہاں آنا باعث نقصان ہوگا۔ اس لیے وہ دل برداشتہ ہو کر فتحپور سیکری شہنشاہ اکبر کے پاس مدد کے لیے چلے گئے۔[۱۳۴]

لوہر شاہ

لوہر شاہ ۱۵ شعبان ۹۸۸ھ مطابق ۲۶ ستمبر ۱۵۸۰ء کو تخت نشین ہوئے۔ وہ شنکر خان کے بیٹے اور حسین شاہ کے بھتیجے تھے۔ لوہر بڑے فیاض، رحمدل اور رعایا پرور تھے۔ عادل و منصف ایسے تھے کہ لوگ عہد نوشیروان بھول گئے تھے۔ ان کے بارے میں کتب تواریخ میں درج ہے کہ:-

"در انتظام مہام ملک داری پرداخت و رعایا را بعدل و احسان نواخته نام نوشیرواں از صفحۂ روزگار محو ساخت۔ و بہ آبیاری نیت حق طویت او کثرت

غلات و آبادیِ مزروعات بہ حدے رسید کہ مردماں یک خروار شالی
بیک فلوسِ مس کہ وزنِ آں بست و یک ماشہ بود در ہر جا بیع و شرا می کردند۔
و یک قرصِ نانِ کلاں بوزنِ پنج پاؤ کہ اہلِ کشمیر "لوہر منڈ" می گفتند در بازار
بہ قیمت یک پشیز می فروختند" [135]

لوہر شاہ نے ایک سال اور ایک مہینے تک حکومت کی۔ ابدال بٹ ان کے وزیر تھے[136] لوہر شاہ نے اپنے استحکام کے لیے علی چک اور ان کے بیٹے یوسف خان کو قید میں ڈال دیا۔ بعض امرا مثلِ شمس چک اور علم شیر خان وغیرہ کشمیر سے بھاگ کر یوسف شاہ سے مل گئے۔

یوسف شاہ ایک سال تک شہنشاہ اکبر کے پاس رہے تھے۔ اکبر نے اس دوران ان کی خوب آؤبھگت کی۔ انھوں نے یوسف شاہ کو دو کنیزیں بھی پیش کیں اور مرزا یوسف خان مشہدی اور راجہ مان سنگھ کو ان کے ساتھ فتح کشمیر کے لیے مقرر کیا۔[137] بقول فرشتہ اکبر بادشاہ ہمیشہ فتح کرنے کے خواہش مند تھے۔ بادشاہ دہلی کو یہ بہانا ہاتھ آیا۔[138] لشکر اکبری جب ان دو سرداروں کے ساتھ لاہور پہنچا تو یوسف شاہ مغل فوج کو وہیں چھوڑ کر اپنے لوگوں اور بیٹوں کی ملاقات کے لیے بہلول پور چلے گئے۔ جب اس واقعہ کی اطلاع ابدال بٹ کو ہوئی تو انھوں نے یوسف شاہ کو خفیہ پیغامات بھیجنے شروع کیے کہ آپ آئیے۔ یہ ملک آپ کا ہی ہے اسے سنبھالیے۔ ہم آپ کے ساتھ پورا پورا تعاون کریں گے۔ آپ خدارا ہماری گزشتہ خطاؤں کو درگزر کریں۔ شہنشاہ اکبر کے لشکر پر بھروسہ نہ کریں۔ وہ کشمیر فتح کرنے کے بعد انتظامِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر یہاں مغل تو امن نافذ کریں گے۔ براہ کرم آپ بغیر کسی خوف و تردد کے تشریف لائیں۔

"کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست" [139]

یوسف شاہ ابدال بٹ کے جھوٹے وعدوں پر بھروسہ کر کے بہلول پور سے روانہ ہوئے۔ انھوں نے بعض امرائے کشمیر مثلِ محمد بٹ وزیر اعظم وغیرہ جو پنجاب میں پریشانی کے دن گزار رہے تھے ان کے تعاون سے چار ہزار سپاہی کا لشکر مرتب کیا اور لاہور کے تاجروں سے زرِ کثیر بطور قرضہ لے کر راجہ مان سنگھ کی اجازت لیے بغیر کشمیر کی طرف رختِ سفر باندھ لیا۔[140] جب شہنشاہ اکبر کو معلوم ہوا کہ یوسف شاہ بغیر میری فوج کے سہارے کشمیر چلے گئے تو وہ مرزا یوسف خان اور راجہ مان سنگھ سے برہم ہو گئے۔[141]

لوہر چک نے اپنے وعدوں سے انحراف کرکے یوسف ڈار کو یوسف شاہ کی مزاحمت کے لیے نوشہرہ بھیجا۔ یوسف شاہ نے ان کو شکست دی۔ راجوری کے راجہ بھی باغیوں سے ملے تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ یوسف ڈار کو شکست ہوئی تو وہ یوسف شاہ سے مل گئے۔ یوسف شاہ نے ان کا احترام کیا اور اپنی فوج کے ہراول دستے کا افسر بنایا۔ اس کے بعد یوسف شاہ تھنہ کے لیے روانہ ہوئے۔ لوہر چک نے ان کے خلاف حسین شاہ کے لڑکے یوسف خان اور ابدال بٹ کے لڑکے کو مقابلے کے لیے بھیجا۔ سیڈد کے مقام پر یوسف خان نے نازک بٹ کو گرفتار کرکے یوسف شاہ کے حوالے کیا۔ اور خود بھی یوسف شاہ کے ساتھ شامل ہوئے۔ یوسف خان کے اس رویے سے لوہر خان کی فوج میں انتشار پھیل گیا اور اس کی ہمت ٹوٹ گئی۔ شمس دونی، ملک حسن اور دوسرے امرا بھی تھنہ میں یوسف شاہ سے ملے۔ جب یوسف شاہ کی فوجی قوت بڑھ گئی تو وہ چیڑ ہار کے راستے سے سوپور پہنچے۔ وہاں کامراج پر قبضہ کیا۔ لوہر خان نے باباخلیل اللہ کے ذریعے سے یوسف شاہ کو یہاں سے واپس جانے کے لیے کہلوایا اور یہ بھی کہا کہ آپ کو دچھن کھاور کے پرگنات بطور جاگیر دیے جائیں۔ یوسف شاہ نے یہ پیشکش ٹھکرادی۔ غرضیکہ یوسف شاہ قبضہ کرتے کرتے دلنہ پہنچے۔ یہاں ان کی اور لوہر چک کی فوجوں میں گھمسان کی جنگ ہوئی۔ لوہر شاہ کے وزیر اور سپہ سالار ابدال بٹ یوسف شاہ کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ لوہر شاہ کی فوج کو شکست ہوئی۔ اور یوسف شاہ باغیوں کا صفایا کرکے سری نگر روانہ ہوئے۔ [۱۳۲]

یوسف شاہ سری نگر جارہے تھے۔ یہاں کے سبھی لوگ جوق در جوق زن ومرد، صغیر وکبیر ان کے استقبال کے لیے برتھنہ آئے۔ لوگوں نے جس خلوص اور محبت کے جذبات کے ساتھ ان کا خیر مقدم کیا۔ تاریخ کشمیر میں اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی ہے۔ اس کے بارے میں مورخین باتفاق رائے لکھتے ہیں کہ

> " آنگاہ یوسف خان با جلالت وشہامت لوائے نصرت افراشتہ بجانب شہر عجلت کرد۔ وتمامی مردم شہر از وضیع وشریف وصغیر وکبیر تا موضع برتھنہ پیشوائی کردہ بہ تہنیت ومبارکباد غلغلہ برداشتند۔ یوسف خان ہر کس را مشمول عنایت ساختہ در استمالت دلجوئی اقاصی وادانی پرداخت۔ ملا محمد امین مستغنی پیش ازیں از کتاب دیوان حافظ فال کشیدہ

ع یوسف گم گشتہ باز آید بہ کنعاں غم مخور[۱۴۳]

یوسف شاہ باردوم

یوسف شاہ باغیوں کو شکست دے کر دوسری مرتبہ ۹۸۹ھ مطابق ۱۵۸۱ء میں تخت سلطنت پر بیٹھے۔ بابا داؤد خاکی کے مطابق وہ ۹۸۸ ہجری میں ہی دوسری مرتبہ تخت نشین ہوئے تھے۔ اس سلسلے میں قصیدہ غلیہ یوسف شاہی ملاحظہ ہو۔ انھوں نے محمد بٹ کو پھر وزارت کا عہدہ سونپا۔ بادشاہ نے تخت پر بیٹھتے ہی لوہر چک اور دوسرے باغی سرداروں کی سرکوبی اور گرفتاری کے احکام صادر کیے۔ لوہر چک پانچ ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ سوپور کی جنگ میں شکست کھانے کے بعد فرار ہوئے تھے۔ اور وہ سری نگر میں روپوش تھے۔ ایک دن محمد بٹ نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ لوہر چک قاضی موسیٰ کے گھر میں روپوش ہیں۔ بادشاہ نے قاضی کی شریعت کا لحاظ کرتے ہوئے فوج کو ان کے گھر میں تلاشی کے لیے نہیں بھیجا بلکہ ایک خواجہ سرا خواجہ ملک ناظر کو حکم دیا کہ وہ قاضی کے گھر جا کر تلاشی لے لے۔ تلاشی کرنے پر یوسف شاہ کے سب سے بڑے باغی دشمن لوہر خان قاضی موسیٰ کے گھر کے تہہ خانے سے برآمد کر کے گرفتار کیے گئے۔ یہ شرمناک واقعہ کتب تواریخ میں ان الفاظ میں معرض تحریر میں آیا ہے۔

"لوہر خان در قاضی موسیٰ پنہاں شدہ۔ چوں خان مرقوم رعایتِ شرعِ شریف بسیار داشت۔ نہ خواست کہ فوج بخانۂ قاضیِ مسطور رفتہ تفحص لوہر خان نماید۔ خواجہ سرا خواجہ ملک ناظر امتثال امر نمودہ بود۔ از تجسس بسیار لوہر خانِ مسطور را از خانۂ قاضی دستگیر نمودہ حاضر ساخت" [۱۴۴]

اعظم دیدہ مری نے لوہر خان کی سازش میں قاضی موسیٰ کی والدہ کو بھی ملوث کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ:۔

"لوہر شاہ در خانۂ قاضی موسیٰ خزیدہ است۔ یوسف شاہ رعایتِ شریعت کردہ خواجہ ملک خواجہ سرا از برائے تجسس فرستاد۔ ہر چند تفحص نمود۔ مدعا نہ یافت بزجر پیش آمد۔ معلوم شد کہ کسے از مادر قاضی خبر نہ داشت۔ نشان بحجرۂ تنگ و تاریک داد۔ از آنجا بر کشیدند" [۱۴۵]

یوسف شاہ نے لوہر خان کے علاوہ ان سرکردہ باغیوں کو بھی گرفتار کیا جنھوں نے ان کا تختہ الٹ دیا تھا۔ ان میں بیچہ گنائی، محمد چک اور حسنی چک وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ان میں بیچہ گنائی نہایت ہی کلے

درجے کے شرارت پسند اور خطرناک تھے۔ بادشاہ نے ان کے خلاف چار نکات پر مشتمل فردِ جرم عاید کر کے بعضوں کی آنکھیں نکالیں اور بعضوں کے اعضا قطع و برید کیے۔ الزامات یہ تھے

(۱) آنکہ باوجود نمک خوارگیِ قدیم بامن بے وفائی کردند

(۲) آنکہ درحق سید مبارک خان دغا نمودند۔

(۳) آنکہ مکتوباتِ مہر دستخطیِ خود بوثوقِ عہد و پیمان در پنجاب پیش من فرستادند۔

عاقبت برآں عمل نہ نمودند

(۴) آنکہ امروز بر سرِ من علم بغاوت افراشتند۔

ان الزامات کے بعد لوہر خان، محمد چک، حسن چک، بیجہ گنائی اور حسین خان کوکہ کے ہاتھ کاٹ دئے۔ یوسف لنڈو، علی چک، علی بٹ برادران ابدال بٹ سے تاوان وصول کر کے انھیں قید خانے میں ڈال دیا۔ شمس چک کپواری کو لوہر توری نے گرفتار کیا۔ اس کی بھی آنکھیں نکال کر اعمیٰ بنا دیا گیا[146]

کچھ ہی عرصے کے بعد شمس چک ولد دولت چک، عالم شیر خان ماگرے اور دوسرے امرا نے یوسف شاہ کا تختہ الٹنے کے لیے بغاوت شروع کی۔ یہ خبر ملتے ہی بادشاہ نے انھیں قید کیا۔ حبیب چک ہندوستان فرار ہو کر لاہور میں حیدر چک سے جا ملے۔ یوسف خان قید خانے سے فرار ہو کر باغیوں سے ملے۔ بادشاہ باغیوں کو پکڑنے میں کامیاب ہوئے۔ انھوں نے حبیب چک کی واپسی پر ان کی آنکھیں نکال لیں اور یوسف خان کے اعضا کاٹ دئے۔[147] حسن نے ان دونوں باغیوں کو شیطان کہا ہے۔[148]

ان ہی ایام میں محمد بٹ وزیر اعظم نے یوسف شاہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور ان کا تختہ الٹنے کے لیے برسرِ عمل رہے۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ محمد بٹ کو شمس دونی سے ذاتی عناد تھا۔ اور وہ ان کو سزا دینا چاہتے تھے۔ یوسف شاہ کو یہ بات پسند نہیں آئی کہ بلا وجہ شمس دونی سے انتقام لیا جائے۔ محمد بٹ نے یوسف خان کی مدد سے یوسف شاہ کے قتل کا منصوبہ باندھا۔ اس کی اطلاع بادشاہ کو ہوئی۔ محمد بٹ ناکام ہو کر قید کیے گئے۔ ان کے دوسرے ساتھی کشتواڑ ایبہ خان ولد ابدال بٹ کے ساتھ چلے گئے۔ لیکن ملا حسن اسود کے سمجھانے پر واپس آئے۔[149]

حیدر چک کی فوجی طاقت میں مزید باغیوں کے ملنے سے کافی اضافہ ہوا۔ انھوں نے بادشاہ کے خلاف کشتواڑ اور پیر پنچال میں بغاوت کے شعلے بلند کیے۔ یوسف شاہ نے یہ بغاوت کچل دی۔ باغیوں کے سردار حیدر چک کو شکست ہوئی۔ خود حیدر چک اور ان کے ساتھی لاہور جا کر راجہ

مان سنگھ سے ملے۔ راجہ نے ان کا پرجوش استقبال کیا۔ اور انواع و اقسام کے تواضعات و مدارات سے نوازا۔ انھوں نے سیاسی اغراض کے لیے بھمبر اور نوشہرہ کے علاقے بھی بطور جاگیر بخش دیے۔ راجہ کے اس طرزِ عمل سے یوسف شاہ کی پریشانیوں میں اضافہ ہوا اور ان کا ماتھا ٹھنکنے لگا۔ کیونکہ راجہ مان سنگھ ان سے پہلے ہی ناراض تھے۔ اکبر کشمیر کو اپنی ملکیت تو سمجھتے ہی تھے اور اسے ہڑپنے کے لیے وندان آز تیز کیے بیٹھے تھے لیکن اس پر قبضہ کرنے کے لیے موقع نہیں ملتا تھا۔ ان حالات کے پیشِ نظر انھوں نے ایک جعلیہ اور خوشامدی خواجہ قاسم نبیرۂ خواجہ حاجی بانڈے کو حیدر چک کی مخالفت کے لیے راجہ مان سنگھ کے پاس بیش بہا تحائف دے کر لاہور روانہ کیا۔ خواجہ قاسم دراصل اپنے جدِّ بزرگوار خواجہ حاجی کی طرح مغلوں کے ایجنٹ تھے۔ انھوں نے راجہ کے ساتھ اور ہی معاملات پر گفتگو کی۔ واپسی پر خواجہ نے یوسف شاہ کو جھوٹی اور فرضی باتیں کہہ کر خوش فہمی میں مبتلا رکھا۔ یوسف شاہ نے میٹھی اور چکنی باتیں سن کر خواجہ قاسم کو مرزا کا خطاب دیا اور پھر عہدۂ وزارت بھی انہی کے سپرد کیا۔[۱۵۰]

یوسف شاہ نے محمد بٹ کی برطرفی کے بعد اپنے بیٹے یعقوب خان کو اپنا وزیر بنایا تھا وہ وزارت کے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دیتے تھے۔ خواجہ قاسم کو ان سے اس منصب کے لیے حسد و بغض پیدا ہوا تھا کیونکہ وہ اس کے آرزومند تھے اور ہمیشہ "سخنان غرض آمیز بہ یوسف خان می گفت"[۱۵۱]

اکبر کی مداخلت

۹۸۹ھ ہجری کے ہی ایام میں شہنشاہِ خلافت پناہ اکبر بادشاہ نے اپنے دو سفیروں مرزا طاہر اور صالح عاقل کو کشمیر میں سیاسی حالات کا جائزہ لینے کے لیے یوسف شاہ کے نام ایک فرمان دے کر روانہ کیا۔ شاہی قاصد جب بارہمولہ پہنچے تو یوسف شاہ نے ان کا استقبال کیا۔ خط کا مضمون یہ تھا:۔

> "چوں از جبینِ آں ارادت مند فروغ صدق و اخلاصِ مبین بود۔ بیشتر بہ نوازش و التفاتِ بادشاہی ممتاز گردید۔ ازاں باز کہ مراجعت بہ کشمیر نمود۔ احوال ملک بہ ایستادگانِ پایہ سریر خلافت مصیر معروض نہ داشت۔ الحال کہ از متنازعانِ خاطر جمع کرد باید بہ تجرد ورود فرمانِ قضا جریاں بے توقف

و درنگ بغیر ربو درنگ بشرفِ تقبیلِ آستانِ خواقینِ درگاہ سعادت اندوز نشاتین گردد" [152]

خلاصۂ مضمون یہ ہے کہ یوسف شاہ نے کشمیر جانے کے بعد مغل دربار کو وہاں کے حالات سے آگاہ نہیں کیا اور اگر اس وقت وہاں کوئی شورش نہیں ہے تو فوراً شہنشاہ کے دربار میں حاضر ہو کر اپنی اطاعت گذاری کا ثبوت دے۔

یوسف شاہ شہنشاہ اکبر کے اس قہرنامہ سے گھبرا گئے۔ وہ جانتے تھے کہ اکبر کا ارادہ کشمیر پر حملہ کرنے کا ہے۔ اس لیے انھوں نے اپنے وزیروں اور مشیروں سے صلاح مشورہ کیا۔ مشیروں نے انھیں رائے دی کہ سرحدی چوکیوں کا دفاع مضبوط اور سخت ہونا چاہیے۔ اگر اکبر حملہ کر ہی لیں گے تو اس کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔ یوسف شاہ نے ان لوگوں کے کہنے پر عمل نہیں کیا۔ برعکس اس کے انھوں نے چھوٹے بیٹے حیدر خان کو ایلچیوں کے ساتھ قیمتی تحائف دے کر اکبر کے دربار قاہرہ میں روانہ کیا۔ بادشاہ یوسف شاہ کی یک طرفہ کاروائی اور ان کی ناعاقبت اندیشی سے مشیروں کو اس مکتوب کی پیشین گوئی یاد آئی جو پرسپور کے بت خانے کو منہدم کرتے وقت میر شمس الدین عراقی کے ہاتھ آیا تھا اور جس میں لکھا تھا کہ:۔

"در عہد سلطنت چکاں ملک کشمیر از دست خواہد رفت و بتصرف چغتائی خواہد درآمد" [153]

تاریخ کشمیر میں مرقوم ہے کہ

"از استماع ایں خبر یوسف خان مضطرب شدہ۔ ارکانِ دولت و سرداران را جمع نمودہ مشورت نمود۔ ہمہ کس بعد از مشورہ بعرض ایشان رسانیدند کہ جواب فرمان باید نوشت و چوکیہا محکم نمود و لشکر بشیر نگہداشت و اگر فوجی بیاید محاربہ باید نمود۔ ایں معنی را شامت ادبار کہ پیش آمدہ بود قبول نہ کرد۔ و یوسف شاہ پسرِ حیدر خان را از مود کہ سرانجامِ سفر نمودہ با بعض تحف و ہدایا ہمراہ ایلچیان بملازمت اکبر بادشاہ برود۔ ہمہ سرداران از پست فطرتی و سستی رائے او بسیار محزون شدند و حکایتِ مکتوبے کہ از بتخانۂ پرسپور برآمدہ بود بخاطر ایشان آمد۔۔۔۔ یوسف خان پسرِ خود حیدر خان را با تحائف و ہدایا بملازمت اکبر شاہ فرستاد۔ حیدر خان

مرقوم یک سال در رکاب بود۔ وبعد ازاں رخصت مشد۔ وبرائے یوسف
خان فرماں نوشتند کہ خود بملازمت بیاید دگرنہ آمادۂ جنگ باشد[۱۵۳]

یعقوب صرفی بطور سفیر

تاریخی شواہد سے ثابت ہے کہ یوسف شاہ نے اکبر بادشاہ کے سفیروں مرزا طاہر اور صالح عاقل کے ساتھ خیرسگالی کے طور پر شیخ یعقوب صرفی کو بطور سفیر تحائف وہدایا لاکر شہنشاہ کے پاس بھیجا تھا۔ شیخ صرفی اور شہزادہ حیدر دربار اکبری میں ایک سال گزار کر ۹۹۰ھ ہجری مطابق ۱۵۸۲ء میں شہنشاہ کا یہ فرمان لے کر واپس آئے کہ یوسف شاہ فوراً فتح پور سیکری آکر شہنشاہ کی قدمبوسی کے لیے حاضر ہوجائیں ورنہ ان کے خلاف فوجی کارروائی کی جائے گی۔[۱۵۴]

اس کے بعد راجہ مان سنگھ نے تیمور بیک کو ایسے ہی شاہی فرمان کے ساتھ اپنا سفیر بنا کر یوسف شاہ کے پاس کشمیر روانہ کیا۔ یوسف شاہ شہنشاہ اکبر کے عتاب نامہ سے ڈر گئے۔ اور انھوں نے ۹۹۲ھ ہجری (۱۵۸۴ء) میں اپنے بڑے صاحبزادے شہزادہ یعقوب کو قیمتی تحائف دے کر تیمور بیگ کے ہمراہ دربار اکبری میں روانہ کیا۔ جب وہ حاضر دربار ہوئے تو اکبر اعظم انھیں دیکھ کر بہت خفا ہوئے۔ اور شکایت کی کہ یوسف کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ قدم بوسی کے لیے حاضر ہوجائیں لیکن نہیں آئے۔ انھوں نے برہم ہو کر یعقوب کو حراست میں دو سال تک رکھا۔ اس اثنا میں شہزادہ محمد حکیم مرزا (اکبر کے سوتیلے بھائی) کا انتقال ہو گیا اور وہ کابل کے لیے روانہ ہوئے اور

"بہر منزل ومقام کہ نزول اجلال می فرمود، یعقوب خاں را برائے آمدن یوسف خان استعجال می نمود۔ ویعقوب خان واقعات ہر منزل بخدمت والد خود معروض می داشت" [۱۵۵]

یعنی یعقوب دربار اکبری میں رہ کر یوسف شاہ کو اکبر کے عزائم کے بارے میں مطلع کرتے رہے لیکن یہ اہم اطلاعات خواجہ مرزا قاسم (نبیرۂ خواجہ حاجی بانڈے) یوسف شاہ سے چھپاتے تھے ـــــ اسی دوران شہنشاہ اکبر نے قیام لدھیانہ کے وقت اپنے دو سفیروں حکیم علی اور صالح عاقل کو حکم دیا کہ وہ یوسف شاہ کو میرے سامنے حاضر کریں۔ اگر وہ آنے سے ہچکچائیں گے تو مورد عتاب ہوں گے۔ شہزادۂ یعقوب بڑے بہادر اور غیرت مند تھے۔ جب انھوں نے شہنشاہ اکبر

کا سخت اور مخالفانہ رویّہ دیکھا اور جب اکبر لاہور پہنچے تو وہ حراست کی زنجیریں توڑ کر کشمیر کی طرف بہلول پور سے روانہ ہوئے اور تین دن شب و روز کی مسافت طے کر کے یوسف شاہ کے پاس پہنچ گئے۔ ان کے آنے پر مرزا قاسم ڈر گئے۔ انھوں نے یعقوب کو یوسف شاہ کے سامنے غلط رنگ میں پیش کیا۔ یوسف انھیں گرفتار ہی کرنے والے تھے لیکن امرا کی برمحل مداخلت کرنے سے وہ ایسا نہ کر سکے[۱۵۶]۔ اکبر کا یہ فرمان تھا:۔

"یوسف خان از درگاہ ما سرفراز شدہ بہ ملک خود رفتہ۔ بہ عیش و عشرت مشغول گشت۔ و اصلاً اثر مریدی و شیوۂ بندگی ظاہر نہ ساخت۔ از برائے آں کہ فرمانِ عالی شان بہ طلبِ او صادر شدہ بود۔ کہ بہ تقبیل درگاہ خلائق پناہ آمدہ مشرّف شود۔ باز خود نیاید و فرزند کلانِ خود را فرستاد کہ خالی از خللِ دماغ و دیوانگی و خبطے نیست"[۱۵۷]

جب اکبر کے سفیر (بقول اکبرنامہ ص ۴۶۹ جلد سوم بہار الدین کنبوہ بھی ان کے ساتھ تھے) خانپور پہنچے تو یوسف شاہ نے ان کا پرتپاک استقبال کیا اور انھیں اپنے محل کے قریب سید علی کی حویلی میں اتارا[۱۵۸]۔ یوسف شاہ اکبر کے فرمان سے لرزہ براندام ہوئے اور انھوں نے دربار اکبری کی قدمبوسی کے لیے اپنے وزیروں اور مشیروں سے تبادلۂ خیال کیا۔ اِن لوگوں نے کہا کہ اکبر کے پاس جانے سے تخت سلطنت ہاتھ سے نکل جائے گا اور کشمیر میں مغلوں کے آنے سے ملک تباہ و برباد ہو جائے گا۔ کشمیریوں کو قیامت تک پچھتانا ہوگا۔ اور ہمارے چہروں سے بدنامی اور رسوائی کا دھبّہ کبھی نہ مٹے گا۔ یہ واقعہ تاریخ میں اس طرح درج ہے:۔

"چوں حکیم علی بہ کشمیر برسید و تبلیغ پیغام بہ یوسف خان نمود۔ بر اضطراب و خوفِ خان مذکور افزود۔ پس اعیان و اہالی را جمع نمودہ مشورت کرد۔ ہمہ اعیان حتیٰ کہ رعایا بہ عرض رسانیدند کہ از واقعہ ذوالقدر کہ سابق شدہ بود ہنوز اکثر ملک کشمیر خراب است۔ واگر باز غنیم غالب آید تا قیامت ملک رو بہ آبادی نخواہد آورد۔ وگرد خفّت و بدنامی از چہرۂ ما نہ خواہد رفت۔ ہر چند در ظاہر یوسف خان اطمینانِ خاطرِ ایشان می نمود"[۱۵۹]

یوسف شاہ نے شاہی سفیروں سے وعدہ کیا کہ وہ شہزادۂ یعقوب کو ہاتھ پاؤں باندھ کر دربار اکبری

میں بھیجیں گے۔ اس پر عوام نے بادشاہ سے سخت مخالفت کی۔ بابا خلیل، بابا مہدی اور دوسرے مشیروں نے یوسف شاہ پر واضح کر دیا کہ اگر آپ دربار میں حاضر ہونے پر اصرار کریں گے تو ہم آپ کو قتل کر کے یعقوب خان کو تخت نشین کریں گے۔ اس وقت یوسف شاہ نے امیروں اور مشیروں کے خوف سے دربار اکبری میں اپنی حاضری کو معرض التوا میں ڈال دیا۔ اور اکبری قاصدوں کو دو مہینے کے بعد واپس جانے کی اجازت دی۔ انھوں نے شہنشاہ کو صورت حال سے آگاہ کیا اور اس طرح اکبر کو یوسف شاہ کا ایک اور بہانہ ہاتھ آیا۔ چونکہ وہ کشمیر کو طاقت سے قبضہ میں کرنا چاہتے تھے اس لیے انھوں نے شاہ رخ مرزا، شاہ قلی خان اور راجہ بھگوان داس کو پچاس ہزار مغل سواروں کے ہمراہ کشمیر کو فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔ [۱۶۰]

اکبر کا حملہ صرفی کی سربراہی میں

ابوالفضل کے کہنے کے مطابق شہنشاہ اکبر نے ۲۰ دسمبر ۱۵۸۵ء کو شیخ یعقوب صرفی اور حیدر چک کی سربراہی میں مرزا شاہ رخ بہادر، راجہ بھگوان داس، شاہ قلی محرم، مادھو سنگھ، مبارک خان اور دوسرے فوجی سرداروں کے ساتھ کشمیر پر حملہ کرنے کی غرض سے بھیجا۔ یعقوب صرفی جن کو یوسف شاہ نے ۹۹۰ھ (۱۵۸۲ء) میں اکبر بادشاہ کے پاس تحائف وہدایا سمیت بطور سفیر بھیجا تھا انھوں نے اکبر کے ساتھ ساز باز کر کے حملہ آوروں کی کامیابی اور آسانی کے لیے پہاڑی راستہ دکھانے کی ذمہ داری قبول کی تھی۔ بہرحال مغل فوج شیخ صرفی کی رہنمائی میں دریائے کشن گنگا عبور کر کے داخل کشمیر ہوئی۔ [۱۶۱]

جب مغل حملہ آوروں کی اطلاع سری نگر پہنچی تو یوسف شاہ نے ظاہراً اپنی فوج ترتیب دینی شروع کی لیکن باطناً وہ اکبر کی مور و ملخ جیسی فوج گراں کا مقابلہ کرنا بیکار سمجھتے تھے اس لیے انھوں نے خود کو مغلوں کے حوالے کر دینے کا فیصلہ کیا۔ اس اثنا میں انھوں نے اپنے مخالفین محمد بٹ (سابق وزیر اعظم)، عالم شیر ماگرے اور دوسروں کو قید سے رہا کیا۔ بادشاہ سری نگر کو محمد بٹ کی نگرانی میں چھوڑ کر خود عالم شیر ماگرے کے ساتھ بارہمولہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور وہاں اپنی فوج کے تین دستے مرتب کیے۔ ہراول کا دستہ ملک حسن چاڈورہ (والد حیدر ملک) اور عالم شیر ماگرے کے سپرد کیا۔ داہنے دستے کو یعقوب خان اور ابوالمعالی کے حوالے کیا اور بائیں بازو

بابا طالب اصفہانی کی کمان میں رکھا۔ ترتیب فوج کے بعد یوسف شاہ کو ادہ مست کی طرف چل پڑے۔ جب مغل فوجیں درۂ بولیاس پہنچیں تو یہاں طرفین میں گھمسان کا رن پڑا اور مغلوں کو سخت جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ ان کے سرکاٹ کر یوسف شاہ کے سامنے لائے گئے۔ موسم کی خرابی کی وجہ سے بھی مغلوں کی جان کے لالے پڑ گئے۔ تاریخ میں یہ واقعہ یوں درج ہے۔

ح۔ بابا طالب اصفہانی۔ از دار السلطنت اصفہان است و مدتہاست کہ در ہندوستان می باشد و در سلک بندگان بادشاہ ظل اللہ اکبر شاہ منتظم بود۔ و در وش طبیعت وفانی مشرب است۔ و در ہندوستان بابا طالب اشتہار داد۔ و اکثر اوقات بہ مصاحبت اکابر و اعیان این ولایت مثل حکیم ابوالفتح و زین خان کوکہ و شیخ ابوالفضل و شیخ فیضی و سائر بزرگان بسر می برد و بے تعلق و قاعدہ دانی است و بیشتر ایام توقف در ہندوستان در کشمیر دلپذیر می باشد۔ و بغایت از آب و ہوا و دیگر خصوصیات آں دیار محظوظ است و در وقتے از فرمانِ فرمائے کشور ہندوستان نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ او را بطلب مرزا غازی ترخانی والی ٹھٹھہ فرستاد۔ برسم حجابت و در آں رفت۔ و آمد کارہائے نمایاں از و بظہور آمدہ۔ والحال (سنہ ۱۰۲۵ھ مطابق سنہ ۱۶۱۶ء) صدر ولایت گجرات است۔ و در شاعری و نکتہ دانی نیز مہارتے تمام دارد۔ و فی الجملہ طالب علمی نیز کردہ۔ ہمیشہ با مولانا قاسم و مولانا نظیری کہ از دانشمندان روزگار بودند۔ و در ہندوستان بدانش ممتاز بودند بسر می برد و صحبت می داشت۔ و خود را بمداحی و دعاگوئے ایں عالی جاہ مشہور ساختہ عمر خود را صرف مداحی ایشان کردہ و رعایت کلی یافتہ و می یابد۔ اگرچہ الحال توقعی نہ دارد نظر بر حقیقت می گمارد۔ از زخارف دنیوی بے نیاز است و از روش اشعارے کہ در مدح ایشان گفتہ روش التفات و مرحمت عالی جاہ و اخلاص مند را می توان یافت۔ (ماثر رحیمی جلد سوم صفحہ ۱۲۵۹ مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ)

بابا طالب اصفہانی در زمان حکومت چکاں از اصفہان بکشمیر رسید۔ از فنون علوم آراستہ و انواع کمالات پیراستہ بود قبولیتی بہم رسانید و در قرب سلاطین از اقران در گذرانید و در نزاع امرا و فتن ارباب داعیہ سعی مصالحہ بسیار داشت۔ تا ایام تسلط اولیائے دولت اکبری ہمین پیرائے نکتہ سنجی مود۔ چوں رحلت کرد در مزار بابا خلیل بمقام نوکدل (خانقاہ سوختہ حال) آسود۔ در فنون شاعری ماہر بود (واقعات کشمیر ص ۱۱۱)

(باقی حاشیہ)

" دلاوران طرفین دست و بازو کشادہ بہ حرب و ضرب پیوستند۔ و مبارزان یوسف خان بکمال شجاعت آویزش ہا بکار بردہ۔ بسیارے از مغلان بہ قتل رسانیدہ، سرہائے آنہا پیش یوسف خان فرستادند۔ و چند روز از جانبین بر یکدیگر تغلب و تفوق ساختہ آتش ہیجا مشتعل بود۔ ناگاہ بقدرت قادر قدیر ابر مطیر عالمگیر گشتہ، بارش و برف و باداں تا یک ہفتہ جانوراں را پر زدن نہ دادہ۔ دریاہا طغیانی و نہرہا و جوئے بارہا طوفانی گشت۔ و از ہر راہ بلیہا شکستہ۔ افواج شاہی را راہ رسد رسانی مسدود شد۔ و در میان فوج قحط عظیم افتاد کہ بیک اشرفی یک آثار غلہ یافتہ نمی شد۔ و فیلان و اسپان بہ مصرف خوردن رسانیدند۔ مولانا احمد دراں واقعہ گفت ؎

گر نظر بر ہلال می کردند   لب نانے خیال می کردند
گردن خود دراز می کردند   دہن آز باز می کردند

علاوہ بر آں معسکر شاہی زیر دامن کوہ در میان زمین زرعی بود کہ بسبب قلبہ رانی و از روئے کثرت آب گل ولائے بہم رسانیدہ بود و در میان آں بپا ہاں افتان و خیزاں بصولت برودت بے جان شدند و در طرفۃ العین جم غفیرے تباہ گشتند۔ معاذ اللہ طرفہ بلائے و عجب واویلائے در فوج شاہی افتاد ۹۲۳ھ

اکبر کی شکست

جب راجہ بھگوان داس نے شہنشاہ اکبر کی فوج کی ابتری اور انتشار کا یہ حال

(حاشیہ صفحہ گزشتہ)

علاء الدین علائی نے شعرائے فارسی کا تذکرہ نفائس المآثر کے نام سے لکھا۔ یہ تذکرہ ۹۰۳ ہجری میں ختم ہوا اور بعض شعرا کے حالات ۹۰۹ ہجری تک لکھے گئے۔ تذکرہ میں لکھا ہے کہ بابا طالب اصفہانی کشمیر میں گزشتہ ۲۰ سال سے مقیم تھے۔ اکبر نے انھیں لداخ میں بطور ایلچی بھیجا۔
(اودھ کیٹلاگ صفحہ ۶۱ ڈاکٹر اسپرنگر۔ مطبوعہ ۱۸۵۴ء)

دیکھا تو سپر انداختہ ہو کر صلح کرنے پر آمادہ ہو گئے، لیکن اس کے ساتھ ہی انھوں نے اپنے جارحانہ عزائم سے یوسف شاہ کو متنبہ کیا اور تحکمانہ انداز میں ایک خط لکھ کر اپنے ایلچی شاپور خان کے ہاتھ یوسف شاہ کو بھیجا۔ خط کا مضمون یہ تھا:۔

"بالفرض ہرگاہ عسکری شاہی این وقت بہ تندِ باد قہر الٰہی ضائع گشت۔
اما از پیشگاہ جم جاہ بارِ دیگر صد ہزار سپاہ تعین خواہد شد۔ و سرزمین این
بر و بوم بسُم فیلان بباد خواہد داد شارا فکر بر اصل کار و معاد این اطوار باید ساخت[۱۲۵]"

یعنی اگر اس وقت شہنشاہ خلافت پناہ اکبر اعظم کی فوج بادوباراں اور قہر الٰہی کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئی ہے لیکن دوسری مرتبہ بادشاہ کی طرف سے ایک لاکھ سپاہی مقرر ہوں گے اور اس سرزمین کا چپہ چپہ ہاتھیوں سے روندا جائے گا۔ آپ کو اس بارے میں غور کرنا چاہیے۔ بہتر یہی ہے کہ آپ شہنشاہ کے حضور میں حاضر ہو جائیں۔

راجہ بھگوان داس نے دو سفیروں کے ہاتھ اپنا خط یوسف شاہ کو بھیجا تھا۔ لیکن اتفاق سے یہ دونوں سفیر خط لے کر یعقوب خان کے پاس پہنچے۔ انھوں نے جب خط پڑھا تو دونوں سفیروں کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہا۔ لیکن آئینِ سفارت کا لحاظ رکھتے ہوئے دونوں کو چھوڑ دیا اور ان کو یوسف شاہ کے پاس روانہ کیا[۱۲۶]۔

یوسف شاہ نے سفیروں کے ساتھ رات بھر تبادلہ خیال کیا۔ مرزا قاسم نے یوسف شاہ کو چاپلوسی اور مکر و فریب کی شیشی میں اتار کر آمادہ کیا کہ وہ راجہ بھگوانداس کی وساطت سے اکبر کے پاس جائیں اور ان کے ساتھ معاہدہ کریں۔ آخر کار یوسف شاہ اس گمراہ کے ساتھ اپنی فوج کا جائزہ لینے کے بہانے سے نکلے اور چار پانچ سواروں کے ہمراہ بویاس میں ۱۴ فروری ۱۵۸۶ء کو مغل فوج سے جا ملے۔ ہر چند مشیروں، مدبروں اور بیٹوں نے وہاں جانے سے روکا تھا لیکن ان کی کوششیں بے سود رہیں[۱۲۷]۔

یوسف شاہ کے مغلوں کی طرف چلے جانے کے بعد کشمیریوں کے عزم و استقلال میں کوئی فرق نہیں آیا۔ انھوں نے اسی وقت یعقوب خان کو یوسف شاہ کے بجائے تخت نشین کیا اور مغلوں کے خلاف کوہ پیکر کی طرح میدان جنگ میں ثابت قدم رہے۔ کشمیریوں نے بابا طالب اصفہانی اور محمد سلیم کاشغری کو ہراول دستہ مرتب کر کے دشمن کے مقابلے میں روانہ کیا۔ انھوں نے

دوپہر تک شہنشاہ مغل اعظم کے تین ہزار سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس جنگ کے بارے میں تاریخ میں مرقوم ہے کہ:۔

"یعقوب شاہ با امراء و سرداران دیگر از یک جانب متوجہ گردیدہ روئے بہ محاربۂ مغل نہادند۔ جنگہا شد کہ رستم و ستاں رشک ازاں می بردند۔ اگر گیو و بیژن ہم حاضر بود ازاں دار وگیر از حیرت وغیرت خوں می خورد ؎

چناں خوں رواں شد ز دشت نبرد — کہ چوں سیل رفتہ ز جا پائے مرد
چکا چاک شمشیر برندہ فرق — زمیں را بہ دریائے خوں کردہ غرق
سناں آتش کیں برافروختہ — پر مرغ را در ہوا سوختہ"[۱۲۶]

شاہ رخ مرزا کے کچھ سپاہیوں نے اپنے ایک کشمیری غدار ادستالو بخارسے دریائے جہلم پر ایک مضبوط پل بنوایا۔ اور ان کے سپاہیوں نے سرحد کھادرہ عبور کی۔ یہاں قبیلہ گکھر کے زمین داروں نے ان کا قلع قمع کیا ان کے مال واسباب کو غارت کیا اور پھر پل مذکور کو توڑ دیا۔ ادھر موسم کی خرابی نے بھی لشکر مغل کو پامال کیا۔ راجہ بھگوان داس نے جب فوج کی یہ شکستہ حالت دیکھی تو انھوں نے مرزا علی اکبر شاہی کو بطور سفیر یعقوب شاہ کے پاس تسلی وتشفی کے لیے بھیجا اور مبارک خان گکھر کی لڑکی کو ان کی زوجیت کے لیے نامزد کیا۔ مغلوں نے اس طرح چاپلوسی کر کے صلح کی پیش کش کی یعقوب شاہ نے بھی جنگ روک دی۔[۱۲۷]

اکبر کی معاہدہ شکنی

جب یوسف شاہ بویا س میں راجہ بھگوان داس کے پاس گئے تھے تو دونوں میں یہ معاہدہ ہوا تھا کہ یوسف شاہ تاج وتخت کے مالک بدستور رہیں گے۔ لیکن شہنشاہ اکبر کے نام سکے ڈھالے جائیں گے اور خطبہ پڑھا جائے گا۔ یہ بھی طے ہوا تھا کہ ٹکسال، زعفران کے کھیت ابریشم و شالبافی اور شکار کے شعبے قلندر بیگ، خواجہ میرکی اور ملا مظہری کی نگرانی میں رہیں گے۔[۱۲۹] مبارک خان گکھر کی لڑکی شہزادہ یعقوب سے منسوب ہوگی۔ یوسف شاہ کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ یعقوب خان کو اکبر کے حضور میں پیش کریں گے[۱۳۰] معاہدہ مکمل کر کے راجہ بھگوان داس نے یوسف شاہ کو اٹک کے مقام پر شب جمعہ ۲۹ ربیع الاول ۹۹۴ھ کو پیش کیا۔ اکبر نے معاہدہ کو رد کیا۔ اس لیے دربار شاہی کے جو امراء یوسف شاہ کے ساتھ تھے ان کی پیشانیاں عرق شرم

سے تر ہو گئیں اور وہ منہ چھپائے بیٹھے رہے - اکبر یوسف شاہ کو پھانسی دینا چاہتے تھے -
جب بھگوان داس نے شہنشاہ کے یہ تیور دیکھے کہ اکبر معاہدے کی خلاف ورزی کر رہے ہیں تو
انھوں نے اپنے قول و قرار کی حمیت و غیرت میں خودکشی کا اقدام کیا۔[۱۱] مصنف بہارستان
شاہی نے لکھا ہے کہ

"چوں راجہ بھگوان داس در سخن و قول خود خلل دید - غیرت اصلی کہ در نہاد آں
طائفہ جبلی است او را بران آورد - کہ دشنۂ تیز خوں ریز از کمر خویش برآوردہ حوالۂ
شکم خود نمودہ، امعاد احشائے خویش بیروں انداخت - چوں قاصد ممات بمنزل
حیات او نہ رسیدہ بود باز خلعت تندرستی پوشیدہ۔"[۱۲]

اکبر نے اٹک میں یوسف شاہ کو راجہ رام داس کچھواہا کے حوالے کیا تھا - لاہور پہنچ کر ٹوڈرمل
کی نگرانی میں قید خانے میں ڈال دیا - جہاں ڈھائی سال تک انھوں نے ایک قیدی کی زندگی
گزاری - اس کے بعد بہار کے گرم ترین علاقے میں بھیجے گئے۔[۱۳] ملک حیدر کے بیان سے یہ بھی
معلوم ہوتا ہے کہ جب راجہ بھگوان داس کھیلی پہنچے تو انھوں نے یوسف شاہ کو گردن میں طوق اور
پاؤں میں زنجیر ڈال کر (مسلسل و مغلول) اٹک میں شہنشاہ خلافت پناہ کے حضور میں پیش کیا اور
پھر راجہ ٹوڈرمل کی نگرانی میں ان کو قید خانے میں ڈال دیا - جب راجہ مان سنگھ کابل سے واپس
آئے تو ان کی سفارش پر اکبر نے دو سال کے بعد قید و بند سے آزاد کیا اور ان کے لیے نہایت
ہی قلیل یومیہ مقرر کر کے انھیں پھر صوبہ بنگال بھیجا جہاں ان کی خوشحالی مفلسی میں بدل گئی۔[۱۴]
ایک اور ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کھیلی تک یوسف شاہ راجہ بھگوان داس کے ہمراہ
بڑے اعزاز کے ساتھ پہنچائے گئے - پھر یہاں سے ان کی گردن اور پاؤں میں زنجیریں ڈال کر
انھیں راجہ بھگوان داس نے جلال الدین محمد اکبر کے حضور میں دریائے اٹک کے کنارے حاضر کیا -
اکبر نے راجہ ٹوڈرمل کو حکم دیا کہ انھیں قید خانے میں سخت سے سخت تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائی
جائیں - راجہ مذکور نے اکبر کے شاہی عتاب نامے کے تحت یوسف شاہ کو اخلاقی مجرموں کی طرح
بڑی ذلت اور انتہائی رسوائی کے ساتھ قید خانے میں ڈال دیا - کچھ عرصے کے بعد ان کی تکلیفوں
اور صعوبتوں میں شہنشاہ عالم پناہ کے حکم سے یوسف شاہ کی نازک مزاجی کے سبب نرمی
کر دی گئی - چونکہ یہ المناک اور شرمناک واقعہ مورخین نے چھپایا ہے اور اسے ایک ایسے شخص

نے بیان کیا جو اپنے تعصب کی بنا پر سلاطین چک کو بدترین خلائق میں سمجھتا تھا اور ان کے نام غیر شائستہ الفاظ استعمال کر کے اپنے لیے فخر سمجھتا تھا۔ اس لیے ذیل میں من وعن درج کیا جاتا ہے۔

> "یوسف خان چک تا سرکار کھلی با عز از تمام واکرام ہمراہ راجہ بھگوانداس دسران دیگر رسیدہ۔ در آنجا سرکشان لشکر اکبر بادشاہ گردن وپایش مسلسل ومغلول گردانیدہ وبدستور اسیران ہمراہ بردند۔ ودر کنار دریائے اٹک راجہ بھگوانداس شرف عتبہ بوسی بارگاہ اکبر بادشاہ دریافتہ۔ بعد عرض چون دیرا سرگذشت یوسف خان چک را بنظر انور گزرانیدہ از راہ قہر وغضب فرمان قضا جریان اکبر بادشاہ چنان صادر گردید۔ کہ یوسف خان چک را حوالہ راجہ ٹوڈرمل نمایند کہ بشدائد قیح در قید مشں گزارد۔ بنا بر اصدار حکم والا راجہ ٹوڈرمل مثل گنہگاران سائر الناس او را بذلت وخفت نا متناہی چندگاہ محبوس گذاشتہ در اندک بر طبق حکم عالم پناہ صعوبات وعقوبات تخفیفش شدہ بہ سبب اشتہار نازک مزاجی وچابک طبعی او"[175]

بعض مورخین نے یوسف شاہ کے ساتھ حبہ خاتون کے فرضی نام کو بھی وابستہ کیا ہے۔ اور "عیش یوسف شاہی وسرود حبہ خاتون" کی ضرب المثل ان کی طرف منسوب کی ہے۔ یہ افسانہ سب سے پہلے یوسف شاہ کے کوئی تین سو سال بعد پنڈت بیربل کاچرو نے اپنی تاریخ میں بغیر کسی حوالے کے اختراع کیا[176]۔ اس کے بعد حسن[177] اور خلیل مرجان[178] پوری نے اپنی شوخی تحریر سے اس افسانے میں مزید رنگ آمیزی کی۔ بعد ازاں جس آدمی نے بھی مصنف بننے کے شوق میں یوسف شاہ یا حبہ خاتون کے بارے میں لکھا اس نے اس فرضی قصے کو تاریخی لباس پہنانے کی کوشش کی حتیٰ کہ فوق نے اپنی کتاب میں اس بے بنیاد افسانے کو بہارستان شاہی کے حوالے سے بیان کیا[179]۔ جبکہ بہارستان شاہی میں ابتدا سے آخر تک کہیں کسی حبہ خاتون کا نام نہیں ملتا ہے۔ حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ ڈاکٹر آر۔ کے پارمو[180]، ڈاکٹر محب الحسن[181] اور حکیم غلام صفدر مرحوم[182] نے بھی اس فرضی اور من گھڑت افسانے کو اپنی کتابوں کی زینت بنایا ہے۔ جب راقم الحروف نے حبہ خاتون کے افسانے کے بارے میں ڈاکٹر محب الحسن سے تبادلۂ خیال کیا تو انھیں بھی حبہ خاتون کا تاریخی وجود مشکوک نظر آنے لگا۔ اور انھوں نے کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں اس بات کا اعتراف کیا۔

بہرحال جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حبہ خاتون یوسف شاہ کی محبوبہ یا ملکہ تھیں وہ تحقیقی کاموں میں غیر واقف معلوم ہوتے ہیں۔ تفصیلات کے لیے راقم کی کتاب تحقیقی فوادر مطبوعہ اردو پبلشرز لکھنؤ ۱۹۷۳ء میں صفحہ ۲۲۲ میں "ملکہ حبہ خاتون کا وجود عنقا کے برابر" ملاحظہ ہو۔

یوسف شاہ کا نظامِ عدل

یوسف شاہ کا عدل و احسان، دادگستری، رواداری اور رعایا پروری اس حد کو پہنچی تھی کہ گویا ان کے عہدِ حکومت میں شیر اور بکری ایک ہی گھاٹ پانی پیتے تھے۔ رعایا کی فلاح و بہبود کے لیے کسانوں سے سپاہیوں کی بیگار لینا ممنوع قرار دیا تھا۔ ماہیگیروں سے بیگار اور زکوٰۃ لینا ناجائز ٹھہرایا تھا۔ ہندوؤں سے جزیہ اور دوسرے لوگوں سے ظالمانہ محصولات لینا خلاف قانون قرار دیا تھا۔ بقول ملک حیدر چاڈورہ:۔

"یوسف خان در مدتِ سلطنت ہمیشہ در عدل و احسان و پرورش رعیت و لشکریان اہتمام تمام داشت۔ و اکثر بدعتہائے کہ در زمان حکام سابق بود برطرف نمود۔ و بعض رعایا کہ پریشان احوال بودند حاصل مقرری معاف کرد۔ و بعض عاملہا کہ از روئے تعدی مقرر کردہ بودند کہ رعایا بے اجرت سفرہا ہمراہ می بردند و سر درخت میوہ دار و سر نغز جز دگر چیزے مقرر بود می گرفتند ہم معاف کرد"[۱۸۳]

یوسف شاہ بڑے فیاض اور سخی تھے۔ ان کا دستِ سخاوت ہمیشہ کھلا رہتا تھا اور نقد و جنس لوگوں میں تقسیم کرتے تھے۔ ان کی فیاضی اور دادگستری کتب تواریخ میں شاندار الفاظ میں ضبطِ تحریر میں آچکی ہے۔ حسن کہتے ہیں کہ:۔

"یوسف شاہ بہ بسط بساطِ معدلت پرداخت و دستِ نوال بہ بذل نقود و اموال برکشاد۔ و در ہدم بنیان بدعت ہا کہ پیشتر مروج شدہ بود سعی بلیغ بکار بردہ رفع نمود"۔

حکیم غلام صفدر اپنی کتاب میں ملک حیدر چاڈورہ کی تاریخ صفحہ ۱۹۴ کے حوالے سے "یوسف شاہ کی سخاوت" کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

"یوسف شاہ کی عشرت عسرت میں مبدل ہوئی۔ ان کے پاس نقدی زیور

اور سونا چاندی تھا۔ وہ غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کیا۔ وہ لوگ جو یوسف شاہ کی فیاضی سے واقف نہ تھے اس سخاوت کو دماغی فتور تصور کرنے لگے۔ ان اجنبیوں اور اغیار کو کیا معلوم تھا کہ یوسف شاہ اپنے دورِ حکومت میں غریبوں اور محتاجوں کو کس قدر امداد کرتے تھے۔ وہ کسی بھی وقت خیرات اور بخشش کرنے سے غافل نہیں رہتے تھے۔ چنانچہ ان کی جود و سخا کے متعلق شاعر نے کہا ہے ؎

بود زبس مائلِ احسانِ زر ۔۔۔ چوں کفِ گل بود کفش کانِ زر

گر نبودے اہلِ نیازی برش ۔۔۔ دادے ازیں کف بکفِ دیگرش

کس نہ شدے از کرمش تنگ دل ۔۔۔ بود چو کان و نہ کان سنگ دل

اور جو چیز انھوں نے لوگوں کو نہیں دی وہ ظلم اور تکلیف تھی"[۱۸۵]

ملّا محمد توفیق کشمیر کے ایک مشہور و معروف شاعر تھے۔ انھوں نے اپنے کلیات میں منظوم تاریخ کشمیر لکھی ہے وہ یوسف شاہ کی رعایا پروری اور جود و بخشش کے بارے میں لکھتے ہیں ؎

کہ چوں کرد استادِ رنگین سخن ۔۔۔ گلِ رفتہ را باز زیبِ چمن

کہ چوں گشت کشمیر بار دگر ۔۔۔ بفرمانِ یوسف شہِ نامور

دلِ مردمِ شہر دہ کرد شاد ۔۔۔ بہ جود و بہ بخشش بعدل و بداد

رسومِ ستم ہائے شاہانِ پیش
بہم بر زدن ساخت آئینِ خویش[۱۸۶]

یوسف شاہ اور مشائخ کشمیر

یوسف شاہ مذہبی معاملات میں بڑے فیاض اور روشن ضمیر تھے۔ وہ علماء و فضلاء اور بزرگانِ دین کا بہت زیادہ تعظیم و احترام کرتے تھے۔ حسن کہتے ہیں کہ

"یوسف شاہ در استفادۂ مزارات اولیاء، وصحبتِ مشائخ و بزرگان مستفید می شد۔ و در خدمتِ حضرت بابا ہردی ریشی برہنہ پا می رفت"[۱۸۷]

یعنی یوسف شاہ اولیاء کے مقبروں کی زیارت کرتے تھے۔ اور مشائخ و بزرگان کی خدمت میں حاضر ہو کر فائدہ اٹھاتے تھے۔ حضرت بابا ہری ریشی کی خدمت میں احتراماً پیادہ حاضر

ہوتے تھے۔

یوسف شاہ حضرت شیخ حمزہ مخدوم کو بھی عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ انھوں نے ان کے آستانۂ شریفہ کی تولیت کے لیے اپنے فرمان کے ذریعہ سے شیخ علی کو متولی مقرر کیا تھا۔ فرمان شاہی سنہ ۹۹۰ھ مطابق ۱۵۸۲ء میں بادشاہ کے دستخط اور مہر کے ساتھ جاری کیا گیا تھا۔ یہ نادر و نایاب دستاویز عدالتِ عالیہ سری نگر کی گولڈن جبلی کی نمائش میں عوام کی دلچسپی کے لیے یکم جون ۱۹۷۸ء کو رکھی گئی تھی۔ یوسف شاہ کے دل میں مخدوم صاحب کا جو جذبۂ خلوص و عقیدت کارفرما تھا اس کا اندازہ اس فرمان سے بآسانی ہوگا۔ فرمان سے ان لوگوں کے خیالات کی تردید بھی ہوتی ہے جو سلاطینِ چک کو بدنام کرنے کے لیے یہ پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں کہ وہ بزرگانِ دین کا احترام نہیں کرتے تھے۔ ذیل میں اس فرمان کی نقل درج کی جاتی ہے۔

باسمہٖ سبحانہٗ

فرمان نصیر الدین محمد یوسف

سادات کرام و مشائخ عظام و علمائے نیکو نام و قضاتِ ذوی الاحترام و جمہور انام و اہالی و موالی من الخواص و العوام بدانند کہ دریں وقت فرمان جہان مطاعِ خورشید شعاع از مکمن عواطف خاصتانی شرف نفاذ و عز صدار یافت کہ امر تولیتِ مقبرہ و منزل گہ شریف قدوۃ المحققین زبدۃ المتورعین عمدۃ الفضلاء والکبرا . . . . . والاتقیاء کمال الحق والدین حضرت شیخ حمزہ مرحوم و مغفور بادشاہ پناہ و ہدایت دستگاہ فضائل مآب کمالِ انتساب نظام الدین بندگی شیخ علی . . . . . شیخ مرحوم مفوض وارزانی فرمودیم و زمین و کتب و باغات و عمارات و اشجار و غیر ذالک کہ تعلق بمقام قلاشش پورہ داشتہ باشد بلا مشارکت احدی از سائر خلفاء و مریدان بہ تخصیص موصی لہٗ آنحضرت مرحوم و از مجاوران و متوطنان و سکنۂ آں مزار بمقام مذکور بآں متولی مشارٌالیہ مقرر و مسلم نمودیم۔ و کسے را نمی رسد کہ بلا اجازتِ ولی و رخصتِ بندگی شیخ مذکور دراں مزار متبرکہ دخلے و تصرف نماید و اندک زمیں جہتِ قبر کردن بہ کسے حوالہ کند و آنچہ از نذور و ہدایا و تحفہ و فتوحاتِ مریدان و معتقدانِ مخلصین بداں مزارات بابرکت

ارسال نمایند بہ معرفت متولی موصی الیہ میاں مجاوراں واہل خدم از مجاوراں و مریدان و امام و موذن و آب کش و آشپز و جاروب کش وغیرہم تقسیم نمایند واحدی از مذکورین از سخن صواب دید او کہ موافق شریعت غرا بودہ باشد بوجہی من الوجوہ تمرد وخلافِ عدول وانحراف جائز ندانند، سبیل حکام و دیوانیان و عمال حال و استقبال بدانند۔ کہ مزار و مقام بموجب نوشتہ زیور تصرف متولی مشارٌالیہ وگذاشتہ۔ اصلا پیرامون نہ گردند و از کل تکالیف و حوالات سلطانی و تغیر و وجوہات دیوانی و مرفوع القلم دانستہ۔ ہر سال ۔ ۔ ۔ ۔ پروانہ طلب ندانند۔ سنہ ۹۹۰ ہجری شاہ



یوسف شاہ قاضی موسیٰ کا بھی ادب اور لحاظ کرتے تھے۔ اس بارے میں دو مثالیں ملتی ہیں۔ ایک یہ کہ جب کہ یوسف شاہ نے فرمان جاری کیا کہ کوئی بھی شخص ابدال خان کی میت نہ اٹھائے۔ قاضی موسیٰ نے بادشاہ وقت کے حکم کی صریحاً خلاف ورزی کی اور میدان جنگ سے ابدال خان کی میت اٹھا کر اُسے دفن کیا۔ یوسف شاہ نے اس سنگین خلاف ورزی پر قاضی سے سوال و جواب نہیں کیا۔ ایک اور موقع پر لوہر خان نے سازش کر کے یوسف شاہ کا تختہ الٹنے کے لیے بغاوت کی تھی۔ بادشاہ نے لوہر خان کی گرفتاری کا حکم جاری کیا۔ تلاش و تفحص کرنے کے بعد وہ قاضی موسیٰ کے گھر میں پکڑے گئے۔ یوسف شاہ کی رواداری اور حسن سلوک دیکھئے کہ انھوں نے اس موقع پر بھی قاضی کو درگذر کیا۔ حالانکہ وہ اخلاقی اور آئینی طور پر انھیں بھی سزا دینے کا حق رکھتے تھے۔

یوسف شاہ اور بابا داؤد خاکی

یوسف علما اور فضلا کی نظر میں اعلیٰ سیرت و کردار کے مالک تھے۔ کشمیر کے ایک ممتاز عالم و فاضل اور بزرگ صوفی شاعر بابا داؤد خاکی ان کے حسن اخلاق، عدل و انصاف، شعر و شاعری، علما پروری اور فنون لطیفہ کے کمالات سے بے حد متاثر ہوئے تھے۔ چنانچہ

فرماتے ہیں کہ:۔

"یوسف شاہ اللہ کے رسولؐ، آلِ رسولؐ اور اصحاب کے عاشق ہیں۔ گھر میں نماز جماعت کی امامت خود ہی انجام دیتے ہیں۔ بعد نماز قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ شعر گوئی، صرف و نحو، صنفِ معمّا، علم تصوّف، فن خوشنویسی لغات فارسی اور سخن فہمی میں بے نظیر ہیں۔ فنِ موسیقی میں مقامِ حسینی و غزال کو نقطۂ عروج تک پہونچایا ہے۔ وہ لوگوں سے جبراً غلہ وصول کرنے کے خلاف ہیں۔ اہل زہد و تقویٰ، قاضیان و مفتیانِ شہر اور خطیبانِ مساجد کے لیے یہ ضروری امر ہے کہ وہ بر سرِ منبر درود و وظائف کے بعد ان کے حق میں دعا کریں۔ لوگ انھیں ظل الٰہی سمجھتے ہیں۔ علاوہ ان اوصاف کے وہ شہسواری اور تیر اندازی میں بھی بڑی مہارت رکھتے ہیں۔ ان کی تیر اندازی کا یہ عالم ہے کہ گھوڑے پر سوار ہو کر عین نشانے پر تیر مارتے ہیں۔"

بابا داؤد خاکی نے یوسف شاہ کے یہ اوصاف حمیدہ "قصیدہ غسلیۂ یوسف شاہی" میں بیان کیے ہیں۔ یہ قصیدہ یوسف شاہ کے عہد حکومت میں ۹۸۸ھ ہجری مطابق ۱۵۸۰ء میں تصنیف کیا گیا تھا۔ قصیدہ ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ اس کا ایک نسخہ بخط مصنّف مکتوبہ ۹۹۳ھ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری کو دستیاب ہوا تھا وہ قصیدے کے بارے میں اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ

"راقم الحروف گوید۔ در ایام تحریر این اوراق، ورقے چند بخط شریف حضرت بابا داؤد بدست آمد۔ چوں تحریر آں مناسب حال ست۔ دریں رسالہ نقلِ آں مرقوم می شود۔ ایں است:۔

"ایں ذکر بیت مشتمل بر آنکہ در سال نہصد و نود و سیوم (۹۹۳ھ) در دور مبارک سلطنت سلطان محمد یوسف اسعدہ تعالیٰ در قریہ بلدۂ کشمیر......" [۱۸۹]

قصیدۂ غسلیہ کے دو مخطوطات حیرت کشمیری اور مہجور کشمیری کے کتاب خانوں میں محفوظ ہیں۔

راقم نے جس نسخے سے استفادہ کیا وہ محکمۂ ریسرچ سری نگر میں زیر نمبر ۱۹۱۴ موجود ہے۔ اس کے اختتام پر پروفیسر حسن شاہ ڈائرکٹر لائبریز ریسرچ اینڈ میوزیم نے مورخہ ۴ اپریل ۱۹۶۳ء کو اپنے دستخط اور مہر کے ساتھ درج ذیل عبارت لکھی ہے۔

"اصل ہذا مملوکہ پیرزادہ محمد امین ابن مہجور سے مقابلہ کرکے تعلیق وتسوید درست پائی گئی ہے۔ نقل ہذا محکمہ ریسرچ کی نقل ہے"

بابا داؤد خاکی کا اپنے ہاتھ سے "در دورِ مبارکِ سلطنتِ سلطان محمد یوسف اسعدہ تعالیٰ" لکھنا ہی اس بات کا بڑا ثبوت ہے کہ یوسف شاہ اپنے عہدِ حکومت میں علماء اور بزرگانِ دین کی نظروں میں صاحبِ عزت وتوقیر اور اعلیٰ کردار کے مالک تھے۔ قصیدے میں یوسف شاہ کے صاحبزادوں شہزادہ یعقوب اور شہزادہ ابراہیم کی تعریفیں بھی کی گئی ہیں۔ قصیدہ کی تمہید الفاظ ذیل سے شروع ہوتی ہے:-

"ملاحظۂ حق محبت واخلاص واحسانِ سلطان وقت و پادشاہِ جوان مرد وجوان بخت، محبِ علم وعلماء ومعتقدِ زہاد وصلحاء نصیر الدین محمد یوسف شاہ غازی سلمہ اللہ واصلح شانہ باعثِ آں شد کہ بتقریب آنکہ ایں رسالۂ غسلیۂ نادرہ چوں بدر درِ ہمایوں دوقتِ میمونِ او درخیال ایں داعی افتادہ وبزودی باتمام رسیدہ، خطاب او "غسلیۂ یوسف شاہی" کردہ آمد تا بدیں تقریب نامِ نیک انجام واسمِ سعادت فرجام او تا دیرگاہ ماند۔ وچوں قرین و مُدرجِ رسالۂ دینیہ باشد در اطرافِ عالم بر السنۂ دینداراں وصالحانِ باذکر ودعا واوصافِ پسندیدہ جویاں یابد و برکاتِ آں شاملِ احوالِ دوجہانیِ ایں پادشاہِ سعادت دستگاہ باشد۔ وبہ مناسبتِ ذکرِ بعضے اوصافِ پادشاہ مذکور بعضے نصائح کہ مناسب پادشاہ وحکام وامراء باشد اشارتے رفتہ تا شاید کہ حضرت پادشاہ وبعضے فرزندان سعادتمند وامراء سعداء او وغیرہم در اثنائے مطالعۂ ایں رسالہ براں واقف شوند و بقدرِ استطاعت در عمل آرند و بہ سعادتِ دینی ودنیوی بہرہ مند شوند۔ واللہ الموفق"

اس کے بعد یوسف شاہ کی مدح میں ۶۰ شعر ہیں۔ آخری شعر میں سالِ تصنیف ۹۸۰ھ درج ہے۔ اس کے بعد بطورِ "التماس" درج ذیل عبارت لکھی ہے :۔

" ازمطالعہ کنندگانِ باانصاف آنکہ چوں غرضِ اصلی ایں داعی ہمیں تنظیم بعضے روایات بودہ۔ معلوم است کہ گنجائیدنِ معنی آیات واحادیث ونقول درنظم یک قصیدہ خالی ازعسرتے نبود۔ پس اگرازممرِ تکرار بعضے قوافی کہ درقصائد جائز داشتند یااز رگیکد رعدم سلامتِ بعضے الفاظ یا بسبے دیگر دریں منظوم قصورے بنیند۔ اگر توانند بقلم اصلاح راست سازند۔ ولابد بذیلِ عفو بپوشند"

اس کے بعد رسالۂ غسلیہ کے ۲۰۵ اشعر درج ہیں۔ تمہید چھ صفحوں پر مشتمل ہے۔ ابتدائی الفاظ یہ ہیں :۔

" ایں رسالہ ایست دربیان روایاتِ غسلہائے مفروضہ باذکر بعضے فضائل و فرائض آن وغسلہائے مسنونہ غسلہائے مستحبہ واغسال نقلیہ وروایات ونقول مُشعر بآنکہ عبادتِ غسل اززمان حضرت آدم تازمان پیغمبرؐما ماموروں مشروع بودہ است"

جو لوگ یوسف شاہ کے بارے میں محض کج فہمی اور کوتاہیِ مطالعہ کی بنا پر متعصبانہ رائے رکھتے ہیں ان کے لیے یہ قصیدہ تازیانۂ عبرت سے کم نہ ہوگا۔ قصیدہ کا ایک ایک لفظ یوسف شاہ کو ان نام نہاد الزامات سے بری الذّمہ قرار دینے کا ضامن ہے۔

قصیدۂ غسلیہ میں کل ۲۱۲ شعر ہیں۔ ان میں جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے ۶۰ شعر یوسف شاہؒ کے لیے مخصوص ہیں۔ بقیہ اشعار میں فقہ سے متعلق بعض اہم مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ رسالے کے دیباچے میں مصنف کہتا ہے :۔

" ایں رسالہ ایست دربیانِ روایاتِ غسلہائے مفروضہ باذکر بعضے فضائل و فرائض آن وغسلہائے مسنونہ غسلہائے مستحبہ واغسال نقلیہ وروایات ونقولِ مُشعر بآنکہ عبادتِ غسل اززمان حضرت آدم تازمان پیغمبرؐما ماموروں مشروع بودہ است"

قصیدہ غسلیہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بابا داؤد خاکی نے یوسف شاہ کی ذات کو اس قدر

مقدس سمجھتا تھا کہ انھوں نے ایک مذہبی رسالے میں ان کی مدح میں تعریف کرنا اپنے لیے ایک اہم فریضہ سمجھا۔ یوسف شاہ کی اہمیت اس سے بھی واضح ہو جاتی ہے کہ بابا خاکی نے قصیدے کا نام ان ہی کے نام پر "غسلیہ یوسف شاہی" رکھا۔ بہرحال "غسلیہ یوسف شاہی" "عیشِ یوسف شاہی" کی نمایاں تردید ہے۔ قصیدے کا ایک ایک شعر یوسف شاہ کے کردار و سیرت اور ان کے کمالات کا آئینہ دار ہے۔ اس لیے ان کی تعریف کے بھی اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں ؎

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمدِ باریِ تعالیٰ

حمدِ پاک از جانِ ہر پاکے بپاک ذوالجلال — آنکہ ہست او دوستدارِ طاہرانِ جسم و بال
ہر دُرودِ پاک بر لوحِ رسولِ پاک ذات — باد و بر اولاد و بر اصحابِ او پاکی مآل
بعد ازاں از عبدِ حق داؤد خاکی گوش کن — در بیانِ غسل ہا ایں خوش روایات و مقال

اشارتے بتوجیہ تسمیۂ ایں رسالہ و نسبِ آں بپادشاہِ زماں سلمہ اللہ عزّ و جل

نام ایں منظوم من غسلِ یوسف شاہی است — چوں بہ فرح دورِ یوسف شاہ آمد در خیال
نامور شاہے کہ بارِ دیگر از لطفِ حقش — گشتہ حاصل تخت و بخت و تاج و باج و ملک و مال
حاصلش گشتہ ز فضلِ حق بہ تقسیمِ ازل — سیرت و صورت مزین با نکوئی و جمال
دوستدارِ مصطفیٰ و اہلبیت و صحبِ اوست — مذہبِ مقبول دارد ایں شۂ نیکو خصال
زانکہ با اخلاصِ گفتارِ مسلمان و مومنم — نیز بیزارم بدل از بدعت و کفر و ضلال
طالبِ علم و شریعت ہست خوانانِ کتب — از مسائل عالماں را می کند اکثر سوال
بشنود از عالمانِ معنیِ تفسیر و حدیث — فکر و دخلے می تواند کردن اندر ما یقال
در جماعت خانہ وقتے خود امامت می کند — سورہ خواند گہہ قصار و گہہ ز اوساط و طوال
بہرہ دارد ز علمِ اصطلاحِ صرفیاں — می شناسد وزن و حرفِ افتعال و انفعال
ہم ز حرف و نحویاں نوعے خبر می دارد او — می تواند فہم کردن حدِ استثنا و حال
تیز فہمی و سوادے دارد اندر نظم و شعر — وز معما داند استخراج اعمال و مثال
خواہشِ علمِ تصوف نیز در دل دارد او — فہم از قولِ مجازی رمزہائے اہلِ حال

بر لغت ہا واقفست و در ہنرہا ذوفنون   حسن خطّے نیز دارد ایں شہِ نیکو خصال

اہلِ حرفت و سخندان با شناسیِ شعر   طبع موزوں نیز دارد ایں شہِ فرخندہ حال

ورزشِ نیکو بداند گفتن موزوں بود   با زبانِ ہندی گوید ثنائے ذوالجلال

علمِ موسیقی رسانیدہ بحدِّ انتہا   ہر مقالے نیک داند چوں حسینی و غزال

ہست شاہے نرم، خوش شیریں زبانِ دُربار   باز در فہم و فطانت بے نظیر و لامثال

ہیبت و فرمانروائی نیک دارد ہر طرف   ظالماں از ہیبتش ہستند اندر اہتیال

عاملاں را حکم کرد از بہرِ اوقافِ قدیم   تا نہ گیرند از کسے مقدار ابنان و جوال

مستحقانانِ جدیدی را تفحّص کردہ نو   وقف کردہ دادہ بعضے را ز مینے منطال

قاضیان و مفتیان را بہرِ عدلِ خلق ماند   تا کسے ظلمے نہ خواہد کرد بر یک بیوہ زال

از پئے تادیب اہلِ معصیت در شہر دہ   ماند جمع محتسب با دُرّہ چرم ددوال

جمعے از زہّاد و مرتاض از حقِ احسانِ او   در دعائیش بعد وردِ خویش دارند اشتغال

ایں خطیبانِ مساجد ہم دعائے خیرِ او   بر سرِ منبر ہمی گویند بے ہیچ احتمال

ہم دریں شہرش مدرسہاست در ہر گوشۂ   از پئے تعلیمِ در محظورِ و مکروہ و حلال

با وجودِ آں پے تقصیرہائے نفسِ خویش   خواہد از عفوِ غفورِ مذنبان حب سجال

شاہ زر بخشے کہ خلقے را عطاہا می دہد   غازی کو کردہ با اعدایش بنفسِ خود قتال

بر خدا کردہ توکّل تاخت بر خیلِ عدد   آمد از غیبش مدد از لطفِ حق در اقتتال

شُد ز فضلِ بارئش نصرٌ من اللہ حاصلش   گفتہ بسم اللہ چو دادہ تیغِ خود را انسلال

خصمِ مدبر را سرِ گردن جدا کرد از تنش   بر سرِ گردن اگرچہ داشت محکم خود وحال

شہسوارے آنچناں کز ہر طرف دہ دہ کند   چوں سواری می کند با تازی زینبندْ بال

چوں بہ ہندوستاں دواں بر اسپ تیر انداختہ   مردم آنجا شدہ در وصفِ او حیران و لال

بازداران قدیم از صنعتش حیراں شود   چوں کند ارسال سوئے مرغ بازِ تیز بال

بر دعا کن اکتفائے دل چو اندر مدحِ شاہ   ہست در نظمِ قصیدہ نطق را طبقِ محال

یارب ایں شہ را ز فضلِ خویشتن انعام کن   صحّتِ ایمان و تن توفیقِ عدل و صلاح بال

لشکرِ او باد با فتح و ظفر چوں می دہند   بر سرِ اعدائے دیں شمشیرِ خود را انسلال

باز دیگر جملگی اولاد ہم احفاد او — نیک بختاں و دستدار از بخشش باری تعال

ہست اولادش کلاں مرزا لقب یعقوب خاں — آنکہ عقل کاملاں دارد بنو عہدی بسال

در دلیری و سخا ممتاز ازاں قرن آمده — شہرتے دارد بحسن صورت و خلق و خصال

دیگر ابراہیم میرزا نیک و خوش شہزاده ایست — صاحب اقبال و جود و حشمت و جاه جلال

در دعا فرض است بر مردم بقول مصطفےؐ — بہر ایاں یک دعا دیگر پے سلطان حال

ہر شہے در جہاں بر زیر دستاں عدل کرد — جا دہد فردا مرا اورا عرش حق زیر ظلال

گفت پیغمبرؐ اگر سلطان بنا شدمی خورند — یک دگر را مردماں پست حیثیت تر زین خیال

ہر شہے کو نصرت حق جست باید کردنش — نصر دین حق بعدل و احسانش لامحال

مصطفےؐ گفتا کہ سلطاں در زمین ظل خدا است — تا ستم دیده کند سوئے پناہش ارتحال

پادشہ را عدل مظلومے و دفع ظلم ازو — با ثواب حج ہا آمد برابر در مثال

ہست مشہور اینکہ بعضے پادشاہاں با فقر — با وجود سلطنت توفیق در کسب کمال

زانکہ در ترویج دیں بس عدل و کوشش کرده اند — داشتندے نیز اندر طاعت و ذکر اشتغال

والیے کو ترک گیرد عدل و شفقت بر عوام — گوئیا او را خلیفہ ساختہ شیطان خصال

والئے کو مال بیت المال و محصول خراج — صرف حقداراں نہ سازد بے شکے بیند نکال

بہتر ہر قوم و دیگر سرور و سردار ده — حکم شہ دارد کندش از رعایایش سوال

نظم نقد خویش را داعی بنام شاه خواند — تا بماند نام نیکش یا دعا تا دیر سال

آنچناں کہ شعر سلماں شاہی سلطان اویس — ذکر یابد در جہاں با نیکنامی لایزال

آرے آرے مانده است از نظم فردوسی بدہر — ذکر شاہا نیکہ بوده جنگی شاں پور زال

جز فسانہ خسرواں ار نہ ماند نیک کن — تا بماند نیک نامی از تو بعد از انتقال

بوده از ہجرت گذشتہ ہشصد و ہشتاد و ہشت
بہر ایں تصنیف اگر خواہش کنی تاریخ سال

یوسف شاہ اور فن موسیقی

بابا داؤد خاکی کے زیر نظر قصیدے کو محض شاعری سمجھ کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے یوسف شاہ میں جن فنون و کمالات اور اعلیٰ اوصاف کا مشاہده

کیا ہے ان کی ترجمانی اپنے کلام میں فرمائی۔ بابا کے بیان کی تائید و تصدیق کتب تواریخ سے بھی ہوتی ہے۔

یوسف شاہ کو علم موسیقی میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ اس فن میں انھیں تان سین پر فوقیت حاصل تھی۔ خود تان سین نے اس بات کا اعتراف کر کے یوسف شاہ کو اپنا استاد تسلیم کیا تھا۔ افسوس ہے کہ یوسف شاہ کا یہ فن بھی تعصب کی نذر ہو گیا ہے۔ بابا داؤد خاکی کا یہ شعر اظہار حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ

علم موسیقی رسا نیدہ بحدّ انتہا
ہر مقامے نیک داند چوں حسینی و عزال

یعنی یوسف شاہ نے فن موسیقی کو نقطۂ کمال تک پہنچایا اور وہ موسیقی کے جملہ مقامات جیسے حسینی و جہ عزال میں مہارت رکھتے تھے۔ ملک حیدر کہتے ہیں کہ

" در مجلس ساز و نغمہ کہ در فن موسیقی بے نظیر بود۔ پادشاہ (شہنشاہ اکبر) با او صحبت می داشت۔ چنانچہ یک مرتبہ نادر الزماں میاں تان سین کلاونت را کہ در یکے از مقامات غلط کردہ بود۔ یوسف شاہ تعلیم کرد و تان سین مذکور قبول داشت و چوں بادشاہ از صحبت او محظوط بود " [190]

یعنی یوسف شاہ فن موسیقی میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ شہنشاہ اکبر ان سے لطف اٹھاتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ نادر زماں میاں تان سین نے کسی مقام پر غلطی کی۔ یوسف شاہ نے ان کی غلطی درست کی۔ تان سین نے اس غلطی کو دل سے تسلیم کیا۔ اکبر بادشاہ یوسف شاہ کی صحبت سے محفوظ ہوتے تھے۔ اس واقعہ کو ایک اور مورخ نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔

" روزے مطربے تان سین نام کہ در فن علم موسیقی یکتائے عالم بود۔ پیش اکبر بادشاہ بالائے طبقۂ ثانی کوشک طنبور یا ساز دیگر می نواخت و یوسف خان چک حاضر آمدہ۔ ما بین طبقۂ دوم ایستادہ، بعنوان امتحان اکبر بادشاہ از وپرسید کہ ہنر نوازندہ چگونہ می یابی۔ جوابش داد کہ استادے بدل است۔ امّا تار ساز او شکست خوردہ، برداخت آں نمی کند۔ ساز ندہ در تفحص افتادہ۔ تار درونی ساز را شکستہ دیدہ بادشاہ، حضار مجلس و نغمہ سنجان ضرب المثل از رسائی طبیعت او حساب بر داشتند " [191]

یعنی ایک دن تان سین جو فنِ موسیقی میں یکتائے روزگار تھے۔ اکبر بادشاہ کی موجودگی میں محل کے طبقۂ ثانی کے بالائی حصّے میں طنبورہ یا اور کوئی ساز بجا رہے تھے۔ یوسف شاہ بھی طبقۂ دوم میں دُور سے کھڑے ہو کر مشاہدہ کر رہے تھے۔ شہنشاہ نے امتحان کے طور پر ان سے دریافت کیا کہ تان سین ساز کیسا بجا رہے ہیں۔ یوسف شاہ نے جواب دیا کہ استاد بے نظیر ہیں لیکن ساز کا ایک تار ٹوٹا ہوا ہے۔ اس لیے ٹھیک نہیں بجتا ہے۔ تان سین نے ساز کی طرف بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کا اندرونی تار واقعی شکستہ تھا۔ اس پر بادشاہ، حاضرینِ مجلس اور بے مثال نغمہ پردازوں نے یوسف شاہ کی استادی کو تسلیم کیا۔

نوادر الاخبار میں فنِ موسیقی کے سلسلہ میں یوسف شاہ کے درک کے بارے میں درج ہے کہ

"روزے اکبر بادشاہ بہ سیر و شکار رفتہ، یوسف خان چک را در رکابِ سعادت ہمراہ گرفتہ۔ ہنگام تگ و دو شکار کار بازان و نہایت گرمیِ آفتاب در شکارگاہ یوسف خان چک جامہ و کلاہِ بارانی پوشیدہ۔ لمحہ نگذشت کہ باران از آسمان رو آوردہ۔ اکبر بادشاہ وجہ دریافت تقاطرِ بارش از و استفسار فرمودہ۔ عرض کرد کہ صدائے غوک موافقِ آہنگ را بتاشیر ندکو یا وازباران خواہد بارید۔ تمام لشکریان از قوتِ نغمہ فہمی او حیرت دانستہ افزودہ"[۱۹۲]

ج۔ تان سین۔ اصلی نام تان سینا یا ٹونا سانٹا تھا۔ کہتے ہیں کہ ان کی پیدائش اٹلی میں ہوئی تھی۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ پرورش کشمیر میں ہوئی۔ شاید کشمیر ہی میں پیدا ہوئے ہوں۔ ۹۷۵ھ میں وہ کشمیر سے لاہور میں آئے۔ وہاں سے ۱۸ سال کی عمر میں دہلی چلے گئے۔ یہاں ایک بزرگ ملّا سلامت کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ یکم رمضان ۹۰۰ہجری کو پشاور بھاگ گئے۔ لیکن سرکاری آدمی دو توں کو دہلی سے پکڑ لائے۔ ملّا سلامت کے مرنے کے بعد وہ دہلی سے آگرہ چلے گئے۔ یہاں چھ ماہ ٹھہر کر بہار اور بنگالہ کی طرف چلے گئے اور داؤد شاہ کے دربار میں ملازم ہو گئے۔ داؤد کی سلطنت کے بعد وہ آگرہ کو لوٹ آئے اور چند ہی دن میں دربار اکبری میں باریاب ہوئے۔ تان سین کا انتقال ۱۰۰۱ہجری میں ہوا۔ (منتخب التواریخ بدایونی ص۴۳ (اردو ترجمہ)

یعنی ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت شہنشاہ اکبر سیر شکار کے لیے یوسف شاہ کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ اس وقت شدت کی گرمی پڑ رہی تھی۔ شکارگاہ میں یوسف شاہ نے برساتی اور ٹوپی پہن لی۔ ابھی ایک لمحہ بھی نہ گزرا تھا کہ بارش ہونے لگی۔ اکبر نے یوسف شاہ سے بارش کی وجہ پوچھی۔ جواب دیا کہ مینڈک کی آواز میرے کانوں میں مقام نوا کے موافق سنائی دی۔ اس آواز کی تاثیر سے میں سمجھا کہ بارش ہوگی۔ لشکر کے تمام لوگ جو اس موقع پر شہنشاہ کے ہمرکاب تھے یوسف شاہ کی قوت نغمہ فہمی سے ہکا بکا رہ گئے۔

صاحب نوادر الاخبار نے یوسف شاہ کے کمال فن موسیقی کے کئی عجیب و غریب واقعات کا انکشاف کیا ہے۔ ایک واقعہ اس محفلِ سرود کا ہے جو اکبر بادشاہ نے یوسف شاہ کے ذریعۂ منعقد کرائی تھی۔ اس میں بہت سے نغمہ پرداز، تماشہ بین اور حوریان رقص کناں و پائے کوباں زرق برق لباس پہن کر جلوہ گر ہوئی تھیں۔ تمام اہل مجلس نے یک زبان ہو کر کہا کہ یوسف شاہ جیسا عیاش دنیا میں کوئی دوسرا پیدا نہیں ہوا ہے۔ اس کتاب میں یہ بھی درج ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خلافت پناہ نے تان سین اور یوسف شاہ کو حکم دیا کہ وہ دونوں صاحبان کمال ایک محفل موسیقی میں اپنے اپنے فن کے جوہر دکھا دیں۔ تان سین نے دلچسپی کے لیے ایسا درد بھرا اور پرتاثیر نغمہ الاپا کہ جنگلی جانوران و خیزاں نغمہ سے متاثر ہو کر ارد گرد جمع ہوئے اور مبہوت سا ہو کر نغمہ سننے لگے۔ تان سین نے موتیوں کا ہار ایک ہرن کے بچے کی گردن میں آراستہ کیا اور پھر دوسرے مقام یعنی راگ پر نغمے کو الاپا۔ اس کی آواز سے جنگلی جانور ایسے لطف اندوز ہوئے کہ وہ عادت کے موافق دشت و بیاباں سے رُخ کر کے تان سین کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ پھر اپنے مدمقابل یوسف شاہ سے کہا کہ ہار ہرن کے بچے کی گردن سے نکالیں اور اپنے فن کا مظاہرہ کر کے جانوروں کو اپنی نغمہ سرائی کی طرف متوجہ کریں۔ یوسف شاہ نے ہرن کے بچے سے ہار نکالا۔ اور اُسے پھر تان سین کی گردن میں پہنایا۔ اس کے بعد یوسف شاہ نے ایک ایسا نغمۂ جانگداز ساز پر چھیڑا کہ اس کی آواز کے اثر سے پتھر نرم ہو کر پانی ہو گیا۔ اور پھر اس پر اپنا ساز پھینک دیا۔ ساز پانی میں مل کر پتھر ہو گیا۔ اس کے بعد تان سین سے کہا کہ اب آپ پتھر سے میرے ساز کو نکال کر اپنے فن کا مظاہرہ کریں۔ تان سین نے عاجزی سے کہا کہ مجھے یہ کمال حاصل نہیں ہے کہ اپنے نغمے کے جادو سے آپ کے ساز کو پتھر کے پیٹ

سے باہر نکالوں، یوسف شاہ نے یہ جواب سنتے ہی اپنی لحنِ داؤدی سے ساز کو بھڑ کے پیٹ سے لیے ہی نکالا جس طرح بھیڑیں پھتے سے بھنبھناتی ہوئی فوراً نکل پڑتی ہیں۔

صاحب فوادرالاخبار کی باتوں میں مبالغہ آرائی نظر آتی ہے۔ اس طرح کی باتیں قلم بیجو باورا میں تان سین کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ چونکہ یہ باتیں ایک ایسے مؤرخ کی تاریخ میں درج ہیں جو یوسف شاہ اور دوسرے چک بادشاہوں کے بارے میں حقیقت پسندی سے کام نہیں لیتا ہے۔ یہ باتیں ایک دوسری تاریخ گوھرِ عالم میں بھی موجود ہیں۔ دونوں کتابیں نایاب اور غیر مطبوعہ ہیں۔ اس لئے ذیل میں یوسف شاہ کے فن موسیقی کے واقعات درج کیے جاتے ہیں:

" روزے حسب الامر اکبر بادشاہ جمعی از مقربان درگاہ او پیش یوسف خان چک تشریف بردند۔ و برطبق استدعائے جماعہ مذکور یوسف خان چک در یک نشیمنِ غیر مختلف الالوان بارتفاع یک وجب بالائے فرش عنبر جاکردہ مطربان شیریں ہنر و رقاصانِ پری پیکر از ہمراہیان خویش طلبیدہ۔ مطربان را برکنار فرش عنبر جا دادہ۔ رقاصاں را میان طاقہائے چار دیوارِ نشیمن زیر پردہ ہا پنہاں نشانیدہ۔ بعد آرائش مجلس مہمانانِ تماشابین را در محفل پیش خود خواندہ مطربان بحکم او نغمہ آراستند۔ ہمیں کہ آہنگ چنگ و عود و نوائے رود و سرود درہم آمیخت رقاصانِ پری پیکر از زیر پردہ ہائے مزین و مکلل بیرون دویدہ۔ پائے کوبان بر فرشِ عبیر استبرق و یاقوت دگھر رنگ برقص درآوردند۔ واز کبرو باد دامن بکالے (کذا) آں ماہ رویان کرد و غبار عبیر گونا گوں برخاستہ۔ مثال ستارہ ہائے زنگار رنگ بر رخسار ہائے افروختہ۔ ایشاں جا بجا نشستہ ساعتِ محفل رشک فزائے گلشن فرادیس گردیدہ۔ بزم نشینان را از کمالِ تعجب و تحیر گماں شد کہ طلسم بکار بردہ۔ چنیں عجیبہ را درچشم مشاہدہ اہل مجلس جلوہ گر ساختہ۔ کیفیتِ صحبت سراسر بہ بہجت پیشِ اکبر بادشاہ اظہار نمودہ۔ گفتند کہ عیاش شل یوسف خان چک اغلب کہ در عالم بوجود نیامدہ باشد"

روزے بادشاہ تان سین قوال را کہ بعد از افلاطون در کمالاتِ فن علم موسیقی دم می زد۔ با یوسف خان چک در مجلسِ یک جا کردہ۔ ہردو صاحب کمال

رافزمود کہ نہایت کمالاتِ نغمہ آرائی و غایتِ تاثیر آہنگ پردازی بآئین شائستہ از ہر جہت بازنمایند۔ ہر دو تنِ مدّعیانہ باہم دگر در اظہار کمالاتِ فنونِ خود ہا کوشیدند و قوال افلاطون بر یوسف خان چک در ہیچ شعبہ اصلاً مطلقاً نگرفتہ۔ از راہ دل بستگی نغمۂ رقت آمیز و موثر القلوب بر وئے کار آوردہ۔ وحوش دشتی باثر آہنگِ قوال افتان وخیزان از ہر سو دویدہ۔ در گردِ او باستماع آواز نغمہ اشش مبہوت و معدوم الحرکت جاگزیدہ۔ قوال مذکور مروارید گلوئے خویش در گردن آہو بچۂ وحشی پیراستہ، نوائے نغمہ بمقام دیگر برگردانیدہ۔ فی الفور وحوش بعادت وحشتِ ذاتی خویش در پیرامون قوال جانب دشت وبیابان رو نہادہ۔ بعد آمیختن وحشیان قوال یوسف خان چک راگفت کہ زیور مروارید من از آہو بچۂ وحشی باز آر و کمال فن خود را روشن ساز۔ وحشیان مذکور بہ مجرد استماع استدعائے قوال در آہنگ نغمہ پرداختہ بدستورِ حال مستدعی مزبور وحوش را در مجلس حاضر ساختہ۔ زیور مروارید از آہو بچۂ وحشی در ربودہ برگردنِ قوال آویختہ۔ پس ازاں خانِ مسطور متصل او از نغمۂ جانگداز آراستہ بتاثیر نوائے او سنگ مانند آب و آلت ساز در بطن سنگ ناپدید گشتہ و گفت کہ آلتِ ساز من از بطن سنگ بیروں کن خود را نشو و نما بخش۔ قوال در آں امرش در زیدہ۔ بکمال عجز و فروتنی بر زباں راند۔ ہنر بدیں درجہ نہ دارم کہ در بطن سنگ بزور آہنگ بر آرم۔ یوسف خان چک باستماع جواب قوال فی الحال آواز از حلق نشاط آمیز برکشیدہ۔ بتاثیر الحان شیریں او لات ساز از بطن سنگ مثل زنبور از آشیانہ صدا کنان بے درنگ بیروں جہندہ۔ قوال حلقہ بگوش وار پایش بوسیدہ و اکبر بادشاہ کتان از ہر چپ و چار بہ تحسین و آفرین او زبان کشادند"[193]

مصنف بہارستانِ شاہی یوسف شاہ کے مختلف علوم فنون کی مہارت کے بارے میں لکھتا ہے کہ:۔

"یوسف شاہ بحلیۂ حسنِ بشرہ وصورت و بزیورِ جمال و سیرت آراستہ و پیراستہ

بود از علم موسیقی و اشعار ہندی وفارسی اقصی الغایت واقف و آگاہ بود،

چنانچہ در زمرۂ اہل شوق مخترعاتِ طبع لطیفش و اشعار ہندی در ہند و اشعار کشمیری و اشعار فارسی او بر زبان فضلا و شعرا اشتہار نام دارد"

ایک اور مورخ اپنی قلمی و غیر مطبوعہ کتاب میں کہتا ہے کہ :-

"یوسف شاہ در فن موسیقی مہارتے کامل و در حسن لہجہ ملاحتے شامل داشت۔ چوں قطعہ و غزلے تصنیف فرمودے فی الفور آں را ترانہ بستے و بہ مقامے نشانیدے۔ نوعیکہ در عہد عشرت آثار او بہ ولایتِ کشمیر رواج علم موسیقی پذیرفتہ۔ در زمانِ بادشاہانِ پیشین عشرِ عشیرِ آں نہ بود۔ اخبار نویسان آغاز روداد عملِ او چناں در تصانیف مرقوم فرمودند۔"

یوسف شاہ اور کشمیری موسیقی

کتب تواریخ سے ثابت ہے کہ یوسف شاہ نہ صرف بادشاہ ہی تھے بلکہ وہ علم موسیقی کے علاوہ فن شاعری میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ جب بھی شعر کہتے تھے تو اسی وقت اُسے راگ یا مقام (اصطلاح موسیقی میں راگ کو کہتے ہیں) میں ڈھالتے تھے۔ حکومت جموں و کشمیر کے محکمۂ ریسرچ کے کتاب خانے میں کشمیری مورخ پنڈت بیربل کاچرو کے والد پنڈت دیارام کاچرو تخلص خوش دل کا فن موسیقی میں ایک نایاب اور نادر مخطوطہ زیر نمبر ۱۲۲ محفوظ ہے۔ یہ مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ہے جو ۱۲۵۱ھ ہجری مطابق ۱۸۳۳ء میں تصنیف کیا گیا تھا۔ خوشدل نے کتاب کے صفحہ ۱۶ میں یوسف شاہ کو کشمیری شاعری کی موسیقی کا موجد قرار دیا ہے اور درج ذیل مقامات ان کی طرف منسوب کیے ہیں۔

چارگاہ	عراق	حسینی	دوگاہ	نوا
بوقت صبح	چاشت	تا چاشت	در وسط روز	در وقت پیشین
رہاوی و نوروز عجم	غزال	سہ گاہ مع زنگولہ		راست
بعد ازاں	تا سہ پہر	شام		تا یک پہر شب

تبریز و اصفہان	محاوات وعشیران	بیات ہا	نوا و رہاوی
تا نصف شب	نصف شب	بعد ازاں	در نصف شب

یوسف شاہ کشمیری کے علاوہ ہندی میں بھی شعر کہتے تھے - اس کے علاوہ وہ ہندی موسیقی میں بھی صاحبِ کمال تھے - شفیق اور رنگ آبادی نے ان کا ذکر تذکرۂ شعرائے فارسی میں کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ

" در موسیقیِ ہندی خیلے ماہر بود و در نواختنِ مزامیر یدِطولی داشت[۱۹۴] "

یوسف شاہ بحیثیت شاعر

یوسف شاہ فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے - ان کے فارسی شعر علماء و فضلاء اور شعراء کی نوک زبان پر ہوتے تھے، وہ یوسف تخلص کرتے تھے اور شعر خوب کہتے تھے - افسوس ہے کہ ان کا کلام بھی ناقدردانی کی وجہ سے انہی کے ساتھ دفن ہو گیا ہے - یہ شعر دستیاب ہیں ؎

دلِ پر دردِ من جاناں، بسانِ غنچہ پرخون ہست
چہ بے رحمی نہ پرسیدی کہ احوالِ دلت چوں است

بعیش کوش کہ تا چشم می زنی برہم
خزاں ہمیں رسد و نو بہار می گزرد[۱۹۵]

لیلیٰ جنازہ را بر مجنوں بخود نہ راند
زور کند جذبۂ معجز نمائے اوست[۱۹۶]

بریاد دو زلف بتِ کشمیر نژادے
شد تار سر و مار سراز گریہ دو چشم[۱۹۷]

مرد تمام آنکہ نہ گفت و بکرد
وانکہ بگوید بکند نیم مرد[۱۹۸]

وآنکہ نہ گوید و نہ کند زن بُود

نیم زنست آنکہ بگفت و نہ کرد

ایک مثنوی کے چند شعر یہ ہیں ؎

چنیں گفت مردِ سخن آفریں — ز اخبار یوسف شہے دوربیں

چو تہدید ابدال بٹ شہ شنود — زبانے بیاں در جوابش کشود

تو بودی کشاورز آبائے من — کشاورز را کے سزد جائے من

بشمشیر ترکش ترا نیست کار — کشاورز را با دلیری چہ کار

چہ میگوئی اے گرگ ابدال لنگ — بہ ترسانی از آبِ دریا نہنگ

غضنفر بصد فر برآورد سر — حذر کن زروباہ بازی گذر

تو درمن چو نرم آستیں دیدہ — کہ فولادِ خود را پسندیدہ

من اینک عناں بازپیچم زراہ — کہ یا سر دہم یا ستانم کلاہ

ترا آنچہ بایست گفتم تمام

تو دانی دگر بعد ازیں والسلام[۱۹۹] ؎

وفات

آخرکار جنتِ ارضی کشمیر کا یہ مظلوم بادشاہ، یوسف ثانی، بہادر سپاہی، ہرفن مولا، کانِ جود و سخا، محبوب علماء و فضلاء، حامیِ دینِ مصطفیٰؐ، غمگسارِ غرباء، چشم و چراغِ رعایا، شاعرِ باکمال، فنِ موسیقی میں بے مثال، شہنشاہِ خلافت پناہ، بادشاہِ دولتِ قاہرہ اکبرِ اعظم کے دامِ فریب، ہوسِ ملک گیری اور عہد شکنی کا شکار ہو کر بہار جیسے دور دراز گرم علاقے میں ذی الحجہ سنہ ۱۰۰۰ ہجری مطابق ۶ ستمبر سنہ ۱۵۹۲ء کو منگل کے دن وقتِ چاشت بیمار ہوا۔ چھ دن کی مختصر علالت کے بعد ۱۴ ذی الحجہ سنہ ۱۰۰۰ھ مطابق ۱۲ ستمبر سنہ ۱۵۹۲ء کو بدھ کی شب میں سہ گھڑی گزرنے کے بعد عالمِ بے کسی میں اس کا انتقال ہوا ؎

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

یوسف شاہ کی میت کشمیر کے ایک جانباز سپاہی اور حریت آزادی کشمیر کے حامی سید ابوالمعالی بیہقی نے شاہانہ طور پر موضع جگرناتھ سے اٹھائی۔ روز غربا، مساکین اور حافظانِ قرآن

میں خیرات وعطیات اور کھانا تقسیم کرکے سوا دو مہینے کی لمبی مسافت طے کرکے ۲۳ ربیع الاول ۱۰۰۱ھ مطابق ۱۸ نومبر ۱۵۹۲ء کو یوم دوشنبہ وقت نماز پیشین صوبہ بہار میں بسوک کے پرگنے میں سپرد خاک کیے گئے۔ دفن کرنے کی تاریخ یہ ہے ؎

"یوسف شاہ مرد فریاد"

۱۰۰۱ ہجری

ان کے مقبرے کے اردگرد ایک بہت بڑا باغ اور کنواں پختہ اینٹوں سے تعمیر کیا گیا تھا۔[۳۰]

یعقوب شاہ

شہنشاہ اکبر کے توسیع پسندانہ اقدامات، بدعہدی اور یوسف شاہ کی گرفتاری کے بعد ۹۹۴ھ مطابق ۱۵۸۶ء میں یعقوب شاہ تخت نشین ہوئے۔ "ظل اللہ" تاریخ جلوس ہے۔ انھوں نے ایک ناقابل اور بے اصول شخص علی ڈار کو عہدہ وزارت پر مسلط کرکے بڑی غلطی کی۔ ان کی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے ملک میں سازشیں زور پکڑنے لگیں۔[۳۱]

ان ہی ایام میں یعقوب شاہ اپنے فرزند کی کدخدائی کے لیے سری نگر سے ہالہ دالہ کے گاؤں گئے، جب رستہ طے کرکے وہ اچھ بل پہنچے تو علی ڈار نے شمس چک کیواری، علم شیر ماگرے، میر حسین چاڈورہ اور دوسرے فسادیوں کے ساتھ ساز و باز کرکے علم بغاوت بلند کیا۔ باغیوں کا مطالبہ تھا کہ یعقوب شاہ تختِ سلطنت سے دستبردار ہوجائیں اور ان کی جگہ پر باغیوں کے سرگروہ شمس چک کیواری بیٹھیں۔ ان لوگوں نے سید حسین خان بیہقی اور شمس چک دونی کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی تھی۔ بغاوت کی اطلاع موصول ہوتے ہی یعقوب شاہ نے محمد میر کو قید و بند سے آزاد کیا۔ اور پھر انہی کے ساتھ باغیوں سے قبل سری نگر پہنچے۔ یہ دیکھ کر شمس چک کیواری اور علی ڈار اپنے دوسرے حامیوں کے ساتھ ذالڈگر میں صف آرا ہوئے۔ یعقوب شاہ نے عیدگاہ میں اپنی فوج جمع کی۔ دونوں فریقین میں سات دن تک زبردست جنگ ہوتی رہی۔ ملک حیدر کہتے ہیں کہ:۔

"آخر کار فضیلت پناہاں بابا خلیل و شیخ حسن مصلح شدند و قرار دادند کہ سمت کامراج از نہر سو پور گذشتہ تعلق بہ سرداران مذکور داشتہ باشد۔ و باقی در تصرف یعقوب خان۔ پس سرداران باتفاق بابا خلیل و شیخ حسن بطرف کامراج

کوچ کردند۔ درعرض راہ دہارہ ترٹھ شمس چک قتل بابا خلیل و شیخ حسن نمود۔
ازیں معنی ملک محمد حسن اطلاع یافتہ مانع آمد و ایشاں را خلاص نمودہ رخصت
کرد۔ چوں مشارٌ الیہما بہ پیش یعقوب خان رسیدند۔ حقیقت بعرض او رسانیدند۔
یعقوب خان چوں نسبت ارادت بایشان داشت۔ ازیں امر شگفت آمدہ
تہیۂ محاربہ با سرداران مذکور نمود۔ و با دوازدہ ہزار سوار و بست ہزار پیادہ
سوار شد۔ و چوں بہ سوپور رسید ہنوز از نہر عبور نکردہ بود کہ سرداران
مسطور طاقت و مقاومت نیاوردہ فرار شدند"[۲۰۲]

یعنی آخرکار بابا خلیل اللہ اور شیخ حسن زڈی بلی کی مصالحت سے فریقین میں طے پایا تھا کہ سوپور سے کامراج تک کا علاقہ باغیوں کے قبضے میں رہے گا۔ اس کے بعد شمس چک اور دوسرے باغی بابا خلیل اور شیخ حسن کے ہمراہ سوپور کی طرف روانہ ہوئے۔ جب باغیوں نے "ہارہ ترٹھ" دریا کو عبور کیا تو شمس چک وغیرہ معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے لگے اور انھوں نے دونوں علما کو قتل کرنا چاہا۔ جب اس کی اطلاع ملک حسین چاڈورہ کو ملی تو وہ ان کے اقدام قتل کے مانع ہوئے اور دونوں بزرگوں کو بحفاظت سری نگر پہنچایا۔ جب شیخ حسن اور بابا خلیل نے سری نگر میں یعقوب شاہ کو اس صورتِ حال سے آگاہ کیا تو عقیدت مندی کے جذبے کے تحت وہ یہ سن کر حیران ہو گئے اور فوج گراں کے ساتھ شمس چک کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے۔ جونہی وہ سوپور پہنچے اور ابھی دریا کو عبور نہیں کیا تو باغی مقابلے کی تاب نہ لا کر فرار ہوئے۔[۲۰۳]

شکست کے بعد باغی گروہ تتر بتر ہو گیا۔ علم شیر ماگرے اور دوسرے باغی کھہامہ کی طرف دم دبا کر بھاگے۔ ملک حسین چاڈورہ نے موضع شمہال کا رخ کیا۔ علی ڈار نے برنفل کے ایک زمیندار کے گھر میں پناہ لی اور باغیوں کا سرغنہ شمس چک کیواری میر شمس الدین عراقی کی خانقاہ زڈی بل میں گرفتار کیے گئے۔ ان کی گرفتاری کے بعد باغیوں کا ایک گروہ اکبر بادشاہ کے پاس چلا گیا اور انھیں کشمیر فتح کرنے کی حمایت کا یقین دلایا تھا۔ تاریخ کے الفاظ یہ ہیں :۔

شمس چک در محلہ زڈی بل بخانۂ شیخ ابراہیم پنہاں شد۔ روز دیگر او
را دست بستہ پیش یعقوب خاں آوردند۔ و مقید داشت۔ و زمرۂ دیگر را
نیز دستگیر کردند۔ گروہے بخدمت پادشاہ آفاق بہ ہندوستان رفتند و

دربار معلّیٰ متعہد شدند۔ کہ کشمیر را بتصرف اولیائے دولت قاہرہ دہند۔
یعقوب خان بعد فراغ خاطر از گوشمال متعارضان محمد بٹ را محبوس داشتہ
بازہمان مذکورات سابق با قاضی موسیٰ آورد۔ بعد از قیل وقال بسیار قاضی
رابدرجۂ شہادت فائز گردید" [۲۳]

اعظم دیدہ مری کے مطابق باغیوں کی جماعت شمس چک کپواری کی قیادت میں یعقوب شاہ کے استیصال کے لیے کمربستہ تھی۔ یہ سبھی باغی قاضی موسیٰ کے معتقدین اور مخلصین تھے۔ انھوں نے اچھ بل میں یعقوب شاہ سے بغاوت کی تھی اور پھر وہاں سے بغاوت کا جھنڈا بلند کرکے پہاڑی راستوں سے ہیرہ پور پہنچ کر خیمہ زن ہوئے تھے۔ وہاں انھوں نے یعقوب شاہ کی اس لیے مذمت کی کہ انھوں نے یعنی یعقوب شاہ نے شہنشاہ اکبر کی فوج سے ڈٹ کر مقابلہ کرکے کشمیریوں کو رنجیدہ اور آزردہ کیا اب وہ قاضی موسیٰ پر لگائے گئے الزامات کی تحقیق کرنے لگے۔ باغی گروہ ہندوستان جاکر شہنشاہ اکبر کے پاس وفد کی صورت میں جانے کا عازم تھا لیکن ملک حسین چاڈورہ نے وہاں جانے سے باز رکھا۔ اور یہ سب آپس میں متفق الرائے ہوئے کہ یعقوب شاہ کے سری نگر پہنچنے سے پہلے ہی ہم ان کے تخت پر قبضہ کریں گے۔ یہ سن کر یعقوب شاہ نے نون پاک کے گاؤں پہنچ کر محمد بٹ کو قید خانے سے رہا کیا اور پھر ان کے ساتھ بغیر کسی تاخیر کے دشمن سے پہلے ہی سری نگر کی جائے سکونت نوہٹہ پہنچے۔ شمس چک وغیرہ مغرب کی طرف سے آئے۔ انھوں نے دریا کے تمام پل کاٹ دئے۔ اور لڑائی کے لیے صف آرا ہوئے۔ سات دن تک شب وروز گھمسان کی جنگ رہی۔ آخر کار بابا خلیل اور شیخ حسن کی مصالحت سے یہ طے پایا کہ سوپور اور کامراج شمس چک کو دیا جائے گا اور باقی تمام علاقوں پر یعقوب شاہ بدستور متصرف وقابض رہیں گے۔ اس معاہدے کے تحت بابا خلیل اور شیخ حسن باغیوں کے ہمراہ سوپور کے لیے روانہ ہوئے۔ چونکہ یہ دونوں شیعہ تھے اس لیے شمس چک ان کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ چونکہ اعظم دیدہ مری نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ باغی گروہ کو قاضی موسیٰ کی حمایت حاصل تھی اس لیے کہ وہ لوگ ان کو اپنا مرشد سمجھتے تھے دوسرے یہ کہ بابا خلیل اور شیخ حسن شیعہ تھے اس لیے شمس چک کپواری ان کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ خواجہ اعظم نے ان کے قتل کی وجہ یہ بتائی ہے کہ وہ دونوں باعثِ فتنہ تھے۔ کسی مورخ نے ان دو بزرگواروں کو فتنہ انگیز نہیں کہا

ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں ہمیشہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں باہمی مفاہمت اور میل جول سے رہنے کی کوشش کرتے تھے ۔ اگر ان کی نیت میں کسی قسم کا شبہ ہوتا تو پھر وہ یعقوب شاہ اور شمس چک کپواری کے درمیان مصالحت نہیں کراتے اور سوپور وغیرہ شمس چک کو نہ دلواتے ۔ بہرحال چونکہ خواجہ اعظم کا بیان یعقوب شاہ اور قاضی موسیٰ کے مناقشے کے بارے میں نہایت ہی اہم اور معنی خیز ہے اس لیے ذیل میں بیان کیا جاتا ہے ۔

" یعقوب شاہ از بسکہ خدمتِ شریعت مرتبت کمالات منزلت قاضی موسیٰ ابدال خان را بطور خود دفن کرد ۔ واز یوسف شاہ نہ پرسیدہ بود ۔ ثانیاً لوہر شاہ را در خانۂ ایشان یافتند حالانکہ قاضی خبرے نہ داشت ۔ بقصدِ انتقام با قاضی بحث مذہب درمیان آوردہ وخلاف رائے ارکان دولت خود نمود ۔ باوجود آنکہ مذہب اہل تشیع تقیہ است ۔ از راہ غرور وعلانیتہً با قاضی بے ادبی نمود ۔ مخلصا قاضی ہر ہمہ خصوصاً شمس چک کو پہ واری و ملک حسین چاڈورہ ، علم شیر خان ماگرے وعلی ڈار وغیرہم سرداران کہ بر سرچشمہ اچھ بل با یعقوب شاہ رفتہ بودند ۔ از آں جا راہ کوہستان گرفتہ در ہیرہ پور نزول فرمودند و بر یعقوب شاہ ملامت می نمودند ۔ کہ ہمچو اکبر شاہی را بہ غضب آوردہ مردم شہر را ناراضی داشت ۔ اکنون حرف مذہب با قاضی شہر درمیان می آرد ۔ معہذا قاضی نرم و گرم سرسخن بستہ می داشت و یعقوب شاہ برخلاف آں پیش می آمد ۔ جماعۂ مذکور قصد ہندوستان کردہ بودند ۔ وملک حسین مانع رفتنِ ہند آمدہ ۔ مقرر کردند کہ زود رفتہ سری نگر خواہم گرفت و تا یعقوب شاہ برسد ، تخت بدست خواہم آورد ۔ یعقوب شاہ در موضع نون پاک بود کہ ایں خبر وحشت اثر شنود و محمد بٹ را از حبس خانہ برآوردہ مشورہ پرسید گفت لشکر زود بہ شہر نمی رسد کہ سری نگر را بگیرند ۔ شاہ خود را بزودی تمام بہ سری نگر رسانید در نوہٹہ کہ جائے سکونتش بود فرو کش نمودہ ۔ شمس چک وغیرہ جانب عزب آمدہ بودند ۔ پلہا ویران ساختہ ، مستعد جنگ استادند تا ہفت شباں روز مقابلہ و مقاتلہ بود ۔ آخر بابا خلیل و شیخ حسن جڈی بلی کہ ہر دو از پیران یعقوب شاہ بودند ۔ درمیان آمدہ طرح صلح انداختند و قرارداد

که از سوپور معہ کامراج تعلق بہ شمس چک وغیرہ باشد و باقی یعقوب شاہ
مسلم دارند - بریں قرار از سری نگر برآمدہ بوے سوپور رفتند و مردم ایں ذخیخ
اہل تشیع را کہ ہر مرتبہ باعث نفاق و فتنہ می شدند - می خواستند کہ بکشند - ملک
حسین چاڈورہ مانع آمدہ - کسان خود را ہمراہ دادہ ہر دو را بشہر فرستاد - چوں ہر
دو پیر سرگذشت خود بشاہ نوجوان بیان کردند یعقوب شاہ بغضب لشکرا بنوہ
تعین نمود - شمس چک وغیرہ از راہ طمع سری نگر باز بشہر آمدہ "[۲۰۵]

اصل میں شمس چک کیواری کی بغاوت کے ذمہ دار قاضی موسیٰ تھے - وہ ہمیشہ سلاطین چک کی تباہی
بربادی کے لیے برسرِ عمل رہتے تھے - جب شمس چک یعقوب شاہ کے تخت کے دعویدار ہوئے تو انھیں
قاضی کی حمایت حاصل تھی - اس سے قبل حسین شاہ کے عہدِ حکومت میں ایک بڑے فتنہ و فساد کے
مرتکب ہوئے تھے قتل یوسف میر کا فتویٰ جن لوگوں نے دیا تھا ان میں قاضی موسیٰ بھی شامل تھے -
اور جب ملا زین الدین شافعی اور ملا عبدالغفور حنفی نے ملا فیروز اور ملا الماس کو اسلامی عدالت میں
قصاص مقتول لینے کا فیصلہ سنایا تو قاضی موسیٰ فرار ہو کر روپوش ہوئے - بعد میں چند امرا کی سفارش
سے ان کا قصور معاف کر دیا گیا - قاضی صاحب ابدال خان کی سازش میں بھی شریک تھے -
ابدال خان یوسف شاہ کا تختۂ حکومت الٹ دینے کے لیے برسرِ جنگ تھے - قاضی موسیٰ فتنے کی آنچ
کو ہوا دینے کے لیے شاہی فرمان بھی ٹھکراتے تھے - اس کی مثال یوسف شاہ کے اس فرمان کی ہے
جس کے تحت انھوں نے متنبہ کیا تھا کہ کوئی بھی شخص میدان جنگ سے ابدال خان کی لاش کو
دفن نہ کرے - اسی زمانے میں جب لوہر خان نے باغی ہو کر یوسف شاہ کا تختہ الٹ دیا تھا تو
ان کی پیٹھ پر بھی قاضی ہی سوار تھے - یہاں تک کہ انہی کے شریعت کدے سے وہ گرفتار
کیے گئے تھے - ان واقعات کے بعد جب ۹۹۲ھ ہجری میں راجہ بھگوانداس نے پچاس ہزار مغلوں
سے کشمیر پر حملہ کیا تو یعقوب شاہ نے ایک فرمان کے ذریعہ سے دشمن کے خلاف خواجگان کشمیر سے
ملک کی سالمیت اور اس کا دفاع مستحکم کرنے کے لیے سامان جنگ اور دوسرے ہتھیار حکومت
کے حوالے کرنے کو کہا تھا - قاضی نے اس شاہی فرمان کو ٹھکرا کر لوگوں سے کہا کہ وہ ملک کے دفاع
کے لیے بادشاہِ وقت کو اسلحہ نہ دیں - ان باتوں کے علاوہ مذہبی معاملات میں رخنہ ڈالنے کا الزام
بھی ان پر عاید تھا[۲۰۶]

اوپر کی ان تاریخی شہادتوں کے پیش نظر ہر وہ انسان جو ذرا بھی حقیقت پسندی کا جذبہ رکھتا ہو یہی نتیجہ مرتب کر سکتا ہے کہ قاضی موسیٰ کسی وجہ سے سلاطین چک سے خوش نہ تھے اور وہ ہمیشہ ان کے خلاف دشمنوں کی پیٹھ ٹھونکتے تھے۔ ان حالات کی بنا پر کوئی بھی خود مختار اور ذمہ دار حکومت جس کو اپنی آزادی عزیز ہو کسی بھی شخص کی ان تخریبی کارروائیوں کو دیکھ کر ایک تماشائی کی طرح خاموش نہیں بیٹھ سکتی ہے۔ آخر کار یعقوب شاہ نے قاضی موسیٰ کو شمس چک کیواری کے ساتھ بغاوت میں ملوث ہونے کے ثبوت میں موت کی سزا دی تھی۔

بعض مورخین لکھتے ہیں کہ یعقوب شاہ نے قاضی موسیٰ پر دباؤ ڈالا تھا کہ وہ "علیؑ ولی اللہ" کا فقرہ داخل اذان کریں۔ اس کی تائید بہارستان شاہی یا تاریخ ملک حیدر کے کسی مستند نسخے سے نہیں ہوتی ہے۔ محکمہ ریسرچ حکومت جموں و کشمیر کے کتاب خانے میں راقم الحروف نے ملک حیدر کے دو نسخوں سے استفادہ کیا ہے۔ ان کا مخطوطہ نمبر ۳۹ اور ۸۵۶ ہے۔ ان میں سے اس فقرے کے بارے میں کچھ نہیں درج ہے۔ اس تاریخ کا ایک اور نسخہ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں بھی زیر نمبر ۵۸۸۶ محفوظ ہے۔ اس میں بھی اس امر کے بارے میں کچھ نہیں لکھا ہے۔ 'علیؑ ولی اللہ' کے بارے میں اعظم دیدہ مری کہتے ہیں کہ اس فقرے کے قول کی سچائی میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ لیکن شیعہ لوگ اس فقرے کو ایک بہانہ بنا کر ترویج مذہب کے خواہاں تھے۔ اسی لیے قاضی موسیٰ نے انکار کیا تھا۔[۲۰۰]

جن حالات میں یعقوب شاہ کی حکومت قائم ہوئی تھی ان حالات کے پس منظر میں یہ کہنا درست نہیں معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب شاہ نے قاضی موسیٰ پر مذہب کی آڑ لے کر علیؑ ولی اللہ کے لیے کوئی دباؤ ڈالا ہوگا۔ وہ بخوبی جانتے تھے کہ شہنشاہ اکبر کے خیالات ان کے موافق نہیں تھے اور انھوں نے حسین شاہ کے زمانے میں ہی مرزا مقیم اور یعقوب میر کو آگرے میں بے گناہ قتل کر کے کشمیر میں بے پناہ مذہبی منافرت کا بیج بویا تھا۔ یعقوب شاہ یہ بھی جانتے تھے کہ اکبر بادشاہ ہمیشہ کسی نہ کسی بہانے سے کشمیر کو ہضم کرنا چاہتے تھے۔ ان حالات میں وہ کیسے لوگوں پر مذہبی دباؤ ڈالتے۔ جب کوئی بڑی طاقت کسی چھوٹی حکومت کا تختہ الٹ دینے کے درپے ہوتی ہے تو اس کے خلاف تمام تر سیاسی اور مذہبی ہتھکنڈے بروئے کار لائے جاتے ہیں۔ اور اس حکومت کو بدنام کرنے کے لیے غلط اور گمراہ کن پروپگنڈا کیا جاتا ہے۔ ان حربوں کا استعمال زمانۂ قدیم ہی میں

نہیں ہوتا تھا بلکہ صدیاں گزرنے کے باوجود آج کل کی متمدن دنیا میں بھی ہو رہا ہے۔ لہٰذا اعلیٰ ولی اللہ کا نعرہ یعقوب شاہ کی طرف سے داخل اذاں کرانے کا الزام محض ایک افسانہ دکھائی دیتا ہے۔ بہارستانِ شاہی تمام کتب تواریخ میں ایک ایسی کتاب ہے جس کے مصنف نے ایک سچے وطن دوست اور حقیقت پسند مبصر کی طرح یوسف شاہ اور یعقوب شاہ کے زمانے کے حالات و واقعات کا عینی مشاہدہ کیا تھا۔ وہ اور مورخین کی طرح مغلوں کا وظیفہ خوار یا اور کسی دربار سے منسلک نہیں تھا۔ اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ بہرحال قاضی موسیٰ اتنے با اثر اور صاحب رسوخ تھے کہ حسین شاہ اور یوسف شاہ ان کے ساتھ رواداری سے پیش آتے تھے اور مختلف سازشوں میں ملوث ہونے کے باوجود ان کا بال بیکا نہیں کر سکے۔ بہارستانِ شاہی نے یعقوب شاہ کی کھل کر تنقید کی ہے کہ انھوں نے اپنے مشیروں اور مدبروں کی مخالفت کے باوجود قاضی موسیٰ کو قتل کر کے غیر دانشمندی کا ثبوت دیا اور اس طرح قتلِ موسیٰ زوالِ حکومت یعقوب شاہی ثابت ہو گیا۔[۲۰۸] اس واقعہ کے بعد یعقوب شاہ نے محمد بٹ کو وزارت کے عہدہ سے برطرف کر کے قید کیا اور ان کی جگہ نازک بٹ کو مقرر کیا۔ اس تبدیلی سے سپاہیوں اور سرداروں کو فتنے کی دیا سلائی ہاتھ آئی اور وہ بادشاہ کے خلاف برسرِ عمل رہے۔[۲۰۹]

معاہدۂ الحاق

تاریخ سے ثابت ہے کہ بعض کشمیری امرا سلاطین چک کے خلاف محض اپنے ذاتی اقتدار کے لیے ہمیشہ مغلوں کے ساتھ سازش کر کے ان کا تختہ الٹ دینے کی فکر میں رہتے تھے لیکن ان کی یہ سازشیں کبھی کامیاب نہیں ہوئیں۔ کشمیریوں نے ملک کی حفاظت کے لیے بابر، ہمایوں اور مرزا حیدر کاشغری کو شکستِ فاش دی تھی اور مغلوں کے سروں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر منارے مرتب کرتے تھے۔ اکبر کو جب یہ شکستیں اپنے بزرگوں کے آئینۂ تصویر میں نظر آنے لگیں تو انھوں نے کشمیر میں مذہبی منافرت پھیلانا شروع کی اور کشمیری امرا کی بھاری رشوتوں سے دلجوئی اور حوصلہ افزائی کرنے لگے۔ اسی جذبے کے تحت کشمیری امرا کا ایک وفد اکبر بادشاہ کے پاس یعقوب صرفی کی قیادت میں گیا۔ وفد نے اکبر کو مکمل حمایت و تعاون کا یقین دلایا اور ان کے ساتھ کشمیر فتح کرنے کا معاہدہ بھی کیا۔[۲۱۰] یہاں اس بات کا اعادہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ معاہدہ الحاق سے چند سال قبل یوسف شاہ نے شیخ صرفی کو تحائف و ہدایا کے ہمراہ دربار اکبری میں اپنا سفیر بنا کر

بھیجا تھا۔ وہ شہنشاہ کے پاس ایک سال تک رہے۔ اس کے بعد جب اکبر کو بھگو انداس وغیرہ کی قیادت میں کشمیر پر پچاس ہزار سپاہیوں کے ساتھ حملہ کیا تو شیخ صرفی دشمن کی کامیابی کے لیے انھیں پہاڑی راستے دکھانے پر مامور ہوئے تھے۔ اب کی انھوں نے اکبر کے ساتھ جو معاہدہ الحاق کیا اس کے بارے میں خواجہ اعظم کہتے ہیں کہ

"حضرت جامع الکمالات شیخ یعقوب صرفی با جمع دیگر از اکابر و رسا و نقرا محرک اکبر بادشاہ شدند و بشارتِ تصرف و تسخیر با دلیائے دولتِ بادشاہ دادند و عہد و قرار بمیان آوردند" ۱۱۲

یعنی جامع الکمالات حضرت شیخ یعقوب صرفی نے اکابر و رسا اور نقرا کی تحریک و ترغیب سے اکبر بادشاہ کو کشمیر فتح کرنے کی بشارت دی اور ان کے ساتھ معاہدہ بھی کیا۔ معاہدہ الحاق کی شرطیں یہ تھیں۔

(۱) عبادت کی پوری آزادی ہوگی۔ اور مذہبی امور میں کوئی مداخلت نہ ہوگی۔

(۲) کشمیریوں کو غلام نہیں بنایا جائے گا۔

(۳) کشمیریوں کو تنگ نہیں کیا جائے گا اور نہ ان سے بیگاری لی جائے گی

(۴) سلطنت کے نظم و نسق میں چک خاندان کے افراد کو اقتدار سے کوئی تعلق نہیں رہے گا۔

(۵) جبر و زبردستی سے غلہ (جسے کشمیری اصطلاح میں مجوزہ کہتے ہیں) وصول نہیں کیا جائے گا۔

(۶) تجارت اور خرید و فروخت کے بارے میں کوئی مداخلت نہیں ہوگی

(۷) "آنکہ چکانِ شیعہ را در کشمیر ساکن نہ دارند"۔ یعنی شیعوں کا قلع قمع کر کے انھیں کشمیر میں رہنے کی اجازت نہیں ہوگی

شہنشاہ اکبر کی طرف سے معاہدۂ الحاق میں جو شرط درج کی گئی تھی وہ تاریخ کشمیر میں ان الفاظ میں محفوظ ہے:۔

"از جملہ پیمان اکبر بادشاہ کہ با ارباب شہر و رسائے دہر انعقاد یافتہ

یکے این بود کہ بعد تصرف اولیائے دولتِ قاہرہ از مردم کشمیر ہیچ یکے اسلحہ نہ بندد۔ و بہ امور سپہ گری نہ پردازد "۲۱۲

یعنی اکبر بادشاہ کی طرف سے معاہدۂ الحاق میں کشمیری وفد نے یہ شرط قبول کی تھی کہ فتح کشمیر کے بعد کسی بھی کشمیری کو ہتھیار رکھنے یا اس کو فوج میں بھرتی کا حق نہیں ہوگا۔

معاہدۂ الحاق کے بعد اکبر بادشاہ کی فوج کثیر جس کی تعداد تیس ہزار بتائی جاتی ہے قاسم خان میر بحر کی کمان میں تسخیر کشمیر کے لیے بغیر کسی اعلان کے بڑے بڑے فوجی افسران مثل فتح خان، گوہر خان، مرزا علی اکبر شاہی، شیخ دولت خنجری، شیخ سکندر، رفیق شاہ محمد، میر عبدالرزاق معموری، یادگار حسین، لعل دیو، سنار چند، خواجہ ظہیر، ولی بیگ اور ہزارہ بیگ وغیرہ کے ساتھ روانہ ہوئی۔ شیخ یعقوب صرفی نے پہلے ہی شہنشاہ کو فتح کشمیر کی حمایت کا یقین دلایا تھا اور بادشاہ نے کشمیر فتح کرنے کا مصمم ارادہ کیا تھا۔ شیخ صرفی کے سپرد مغل فوج کو راستہ دکھانے اور کشمیریوں کو یعقوب شاہ کے خلاف مغلوں کی طرف اکسانے کا کام تفویض کیا گیا تھا۔ صرفی نے یہ یقین بھی دلایا تھا کہ ہنی درنج میں بہت سے کشمیری سردار مغل فوج کا استقبال کریں گے۔ اس یقین دہانی پر قاسم خان کی ہمت بڑھ گئی اور وہ آگے کی طرف پیش قدمی کرنے لگے۔ اس سلسلے میں بہارستان شاہی کے الفاظ یہ ہیں:-

"حضرت خلافت پناہ جامعہ مبارزان صاحب شکوہ با لشکر انبوہ خلعتہائے شہنشاہی و انعامات بادشاہی سرفراز و ممتاز ساختہ بہ تسخیر ممالک کشمیر ہمراہ قاسم خان میر بحر روانہ گردید و جامع صورت و اسلوب شیخ یعقوب (صرفی) ہمراہ قاسم خان میر بحر مرخص و مامور فرمود تا در ہر موضع و منزل رہبر شان بود۔ بہر کدام طائفۂ اسمالت و مردانگی می دادہ باشند تا ہیچ احدی ہراس و رعب بخاطر خود را نہ داد و جلاوطنی اختیار نہ درزد "۲۱۳

جب یعقوب شاہ کو معلوم ہوا کہ دشمن کی فوج شیخ صرفی کی راہنمائی میں کونہ بل پہنچی تو وہ سری نگر سے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے۔ سری نگر میں انھوں نے اپنے وزیر نازک بٹ کو حفاظت کے لیے مقرر کیا تھا۔ ابھی یعقوب شاہ ہیرہ پورہ نہیں پہنچے تھے کہ ان کے فوجی دستوں کے افسران

بہرام نائک، اسماعیل نائک اور شنگی چاڈورہ غداری کرکے دشمن کی فوج سے مل گئے۔ بادشاہ ابھی راستے میں ہی تھے کہ سری نگر میں شمس چک کے بیٹے ظفر چک نے بغاوت کرکے علم شیر ماگرے اور دوسرے سرداروں کے ساتھ سری نگر پر حملہ کیا۔ باغیوں نے محمد بٹ سابقہ وزیر اور شمس چک کیواری کو قید سے رہا کیا۔ یوسف خان بیہقی نے یعقوب شاہ کے وزیر اعظم سے فریب و جعل کے ذریعے سے خلعت، گھوڑا اور اسلحہ لیا۔ اور پھر علم شیر ماگرے اور ظفر چک کے ساتھ کھاما میں زڈی بل کو نذر آتش کرنے اور شیعوں کے قتل عام کا معاہدہ کیا۔ تاریخ میں مرقوم ہے کہ:

"ظفر خان پسر نامور ملک شمس چک بہ مجرد استماع تسلط پدر بر سر حکومت در شہر کشمیر از غیرت تعصب کردہ مذہب اہل تشیعہ در شکنجۂ ایذا گرفتار نمودہ۔ علی الرغم مخالفان مذہب اہل تشیع در خانقاہ میر شمس الدین عراقی را در محلہ جڈی بل بیوت با ساکنان گرد و نواح بقہر آتش سوختہ" [۲۱۴]

حسن کے کہنے کے مطابق شیعوں کے اس قتل عام میں ظفر چک کو عوام کا تعاون حاصل تھا۔ تین دن تک شیعوں کی تباہی و بربادی جاری رہی۔ [۲۱۵] ظفر چک شیعوں کا قتل عام کرکے پونچھ کی طرف سے بھاگے اور پھر اکبر کی فوج میں شامل ہو گئے۔

جب یعقوب شاہ کے سپاہیوں کی غداری کا حال مغل افواج کو معلوم ہوا تو قاسم خان میر بحر نے معاہدے کے تحت شیخ صرفی کو پیشقدمی کا حکم دیا اور دشمن کی فوج شیخ یعقوب صرفی کی رہنمائی میں ہستی ونج پہنچی تو یہاں پر کشمیری اور مغل افواج کے درمیان زبردست مقابلہ ہوا۔ مغل فوج کے بہت سے لوگ مارے گئے۔ شیخ یعقوب صرفی گرفتار کیے گئے اور مغلوں کو شکست دے دی گئی۔ [۲۱۶] نوادر الاخبار کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ

"حسب الامر شیخ یعقوب صرفی در میدان کارزار شجاعت کار فرما شدہ افواج مخالفان مزبور را از معرکۂ جدال و قتال مانند روباہ گریزانیدند" [۲۱۷]

یعنی میدان جنگ میں شیخ صرفی نے بہادری کے جوہر دکھائے۔ انھوں نے کشمیری افواج کو میدان جنگ سے لومڑیوں کی طرح بھگا دیا۔

بقول ابوالفضل ہستی ونج کی لڑائی میں یعقوب صرفی کو دو زخم آئے اور وہ گرنے ہی والے اور مرنے ہی والے تھے کہ ان کے دوستوں نے انھیں بچایا۔ ابوالفضل کے الفاظ یہ ہیں:-

"شیخ یعقوب بد و زخم از پا درآمد و نزدیک بود کہ قالب تہی کند۔ آشنائے دستمایہ رہائی شد"[۲۱۸]

بہارستان شاہی کے مطابق شیخ صرفی گرفتار کیے گئے اور بہ سبب بزرگی و فضیلت ان کو پناہ دے دی گئی۔

"شیخ یعقوب را بہ سبب فضیلت او دشنگی چاڈورہ را بہ سبب خویشی و آشنائی حسین چک باوجود تعدّی و آزار ایشان تعرض نہ رسانندہ، دستگیر نمودہ اماں دادند"[۲۱۹]

اس لڑائی میں قاسم نائیک، ان کے بیٹے ظفر نائیک اور محمد چک داد مردانگی دیتے ہوئے مارے گئے۔ اس کے بعد لشکر اکبری نے پیر پنجال کو عبور کر کے یعقوب شاہ کی فوج پر حملہ کیا۔ ان کی فوج بے دلی سے لڑ رہی تھی یعنی کہ دل مغلوں کی طرف اور تلواریں برائے نام یعقوب شاہ کی طرف تھیں۔ یہ دیکھ کر یعقوب شاہ نے کشتواڑ جانے کا فیصلہ کیا اور پرگنہ برنگ پہنچتے پہنچتے ان کے ساتھ معدودے چند آدمی رہ گئے۔ جب کشمیریوں نے ہستی ونج میں مغلوں کو شکست دی تو وہ اپنی فتح کو فیصلہ کن فتح سمجھ کر دروں کے دفاع کرنے سے غافل رہے۔ اس کے بعد ہیرہ پورہ چلے گئے۔ یہاں انھوں نے حسین خان ولد ابیہ خان کو چار دن کے لیے بادشاہ بنایا۔ انھی دنوں شمس چک کیواری یعقوب شاہ کی قید سے بھاگ کر کامراج گئے۔ وہاں ملک محمد حسن ولد ملک محمد ناجی نے ان کو مشورہ دیا کہ یہ وقت بھاگنے کا نہیں ہے بلکہ دشمن سے لڑنے کا ہے۔ انھوں نے ان سے اتفاق کیا اور دشمن کے مقابلے میں ہیرہ پور کی طرف چل پڑے۔ ابھی ہیرہ پورہ نہیں پہنچنے پائے تھے کہ شیخ یعقوب صرفی اور حبیب ناجی وغیرہ کی گرفتاری کی اطلاع ملی۔ ہیرہ پورہ پہنچ کر انھوں نے حسین خان کو معزول کیا اور خود ان کی جگہ پر بادشاہ ہوئے۔ شمس چک کے بادشاہ بننے کے سلسلے میں ہی ان کے بیٹے ظفر چک نے زڈی بل کو پھونکا تھا۔[۲۲۰] جب قاسم خان میر بحر نے کشمیریوں کا یہ انتشار دیکھا تو وہ آگے بڑھے اور ۱۷ ذی قعدہ ۹۹۴ھ مطابق ۲۰ اکتوبر ۱۵۸۶ء کو سری نگر میں داخل ہوئے۔[۲۲۱]

سری نگر میں شہریوں کی ایک جماعت نے مغل افواج کا استقبال کر کے "خیر مقدم" کی تاریخ کہی جس سے ۹۹۴ھ کا سال نکلتا ہے۔ اس موقع پر مغل فوج

کے مخالفوں نے بھی "ظلم بے حد" کی تاریخ کہی جس سے ۹۹۴ھ کا سال نکلتا ہے۔ شیخ عبدالوہاب نوری کبروی کہتے ہیں کہ اکبر کے اس حملے سے سنی خوش اور شیعہ ناراض تھے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:۔

"در آخر ماہ ذی الحجہ ۹۹۴ھ ہجری قاسم خان بفتح و فیروزی داخل کشمیر شد۔
دریں سال دو طایفہ دو تاریخ مناسب حال خود یافتند۔ مردم سنتیہ
"خیر مقدم" گفتند و اہل تشیع "ظلم بے حد" گفتند"[222]

سری نگر میں قاسم خان نے معاہدۂ الحاق کے تحت لوگوں کا قتل عام کرنا شروع کیا۔ بقول خواجہ اعظم:۔

"ہر جا مجمعے از دلاوران کشمیری دیدند قتل عام می نمودند"[223]

مسکین کہتے ہیں کہ معاہدۂ الحاق کے تحت اکبر کی فوج نے شیعوں کا صفایا کیا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:۔

"..... شہر دہلی رفتہ با اکبر پادشاہ عہد نامہ نوشتہ دادہ و ہمراہ خود فوج
شاہی آوردہ بر رافضیان و چکان عنانِ پیکار منعطف ساختند۔ پس بنا بر
یلغار لشکرِ جرار اکبر بادشاہ جمیع رافضیان و قوم چکان مانند موشان در غارہائے
اطراف خزیدند و شکست خوردند و منہزم و مغلوب شدند"[224]

ایک اور مؤرخ نہایت فخر و مباہات اور سرادنچا کر کے اکبر بادشاہ کے ہاتھوں فتح کشمیر کے بارے میں کہتا ہے کہ جب مغل اعظم شہنشاہِ اکبر کو کشمیر کی فتح نصیب ہوئی تو جناب شیخ یعقوب صرفی وغیرہ جو مغل فوج کی رہنمائی فرماتے تھے سری نگر شہر میں تشریف لائے۔ بابا داؤد خاکی اہل اللہ کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ زنگی پورہ گاؤں سے آئے۔ ان بزرگوں نے تمام عرفاء، فضلاء

ح ۔ راقم ۳۰ رجب ۱۴۰۰ھ ہجری مطابق ۱۴ جون ۱۹۸۰ء کو اساتذۂ اردو کے ایک بزرگ کی سازش کا شکار ہوا۔ "ظلم بے حد" کا فائدہ اٹھا کر اس کے ساتھ "نشانۂ" (۴۰۶) کا اضافہ کیا گیا ہے اور اس سازش کی تاریخ "نشانۂ ظلم بے حد" کہی گئی ہے جس سے ۱۴۰۰ھ کا سال ہجری نکلتا ہے۔ یہ سازش مجھے آپ بیتی لکھنے کی محرک ہوئی۔ کتاب آج کل زیر ترتیب ہے۔ انشاء اللہ جلد ہی "نشانۂ ظلم بے حد" (۱۴۰۰ھ) کے تاریخی نام سے منظر عام پر آئے گی۔ (اکبر حیدری۔ نشانۂ ظلم بے حد)

اور امرار کو سری نگر میں طلب کیا۔ اور اہل سنّت و جماعت کے حوصلے بلند کیے۔ محمد قاسم خان نے سری نگر کی گلی کوچوں میں اکبر بادشاہ کی فتح و ظفر کا نقارہ بجایا۔ تمام اہل سنّت حضرات کے سرکردہ شہریوں نے ایک رائے ہو کر مغلوں کی اطاعت کا طوق اپنی گردنوں میں ڈالا اور اہلِ تشیع چوہوں اور لومڑیوں کی طرح ذلّت و رسوائی کے بلوں میں گھس گئے۔ قاسم خان نے حرّیت آزادی کے جانباز سپاہیوں کو یہ دھمکی بھی دی تھی کہ ہر وہ شخص جو اپنی گردن میں شہنشاہ اکبر کا حلقۂ اطاعت نہ ڈالے

۲۔ ملّا عبدالقادر بدایونی نے اپنی تاریخ میں جو اکبر کے عہدِ حکومت میں لکھی گئی ہے شہنشاہ اکبر کا خاکہ ان الفاظ میں کھینچا ہے "اکبر نے سنہ ہجری کو منسوخ کر کے سنہ جلوس ایجاد کیا۔ اور تمام علمار کو دربار سے خارج کیا تھا۔ اپنا یہ کلمہ اختراع کیا تھا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اَکْبَرْ خَلِیْفَۃُ اللّٰہ۔ انھوں نے قرآن، حدیث اور فقہ حنفی کا پڑھنا بھی منسوخ کیا تھا۔ نماز روزہ اور حج بیت اللہ پر پابندی لگائی تھی۔ معراج کے منکر تھے۔ آفتاب پرستی ان کا شعارِ زندگی تھا۔ ہندوستانی راجاؤں کی لڑکیوں کی صحبت میں اپنی جوانی کے زمانے سے ہی ہَوَن کیا کرتے تھے جو ہندوؤں کی آتش پرستی کی ایک پوجا ہے۔ شراب جائز قرار دی گئی تھی۔ اور خلیفۂ الٰہی نے اس کا نرخ خود مقرر کیا تھا۔ اس شراب میں سور کے گوشت کا عرق بھی شامل تھا۔ شیطان پور کے نام سے ایک نئی بستی بنائی گئی تھی جہاں ملک بھر کی طوائفیں اور فاحشہ عورتیں جمع ہو گئی تھیں۔ امرار بادشاہ کی اجازت سے ان عورتوں کے ساتھ زنا کرتے تھے۔ زناکاری اس حد تک پہنچی تھی کہ راجہ بیربل نے اپنی بیٹیوں تک کو نہیں چھوڑا۔ اکبر نے ملّاؤں کو داڑھی ترشوانے کا حکم دیا تھا۔ جب ان کی والدہ کا انتقال ہوا تو پندرہ ہزار لوگوں کی ریش کا صفایا کیا تھا۔ دینی مسائل کا تمسخر اڑاتے تھے۔ سونا اور ریشم پہننا فرض عین قرار دیا گیا تھا۔ جب تخت پر بیٹھتے تھے تو پہلے ٹیکا لگاتے تھے اور پھر ہَوَن کرتے تھے۔ بتدریج یہ بے دینی اور بداعتقادی اس انتہا پر پہنچ گئی کہ احکامِ شریعت اور اسلام کی تردید و تنسیخ کے لیے کسی دلیل اور تاویل کی بھی ضرورت نہیں رہی جب جی چاہتا تھا کسی بھی حکم کو اعلانیہ ترک کر دیا جاتا۔ اس بے دینی کی تاریخ "کفر شائع شد" (۹۸۵ھ) اور "فتنہائے امت" (۹۸۶ھ) ہے۔ اکبر اپنے کو انسانِ کامل سمجھتے تھے۔ اور اپنے آپ کو سجدہ کرانا لازمی قرار دیا تھا۔ اس کا نام زمین بوس رکھا گیا۔ شیخ صرفی اکبر اعظم کے دینِ الٰہی کے زبردست حامی تھے۔ عربی پڑھنا اکبر کے عہد میں عیب ہو گیا تھا۔ فقہ، حدیث اور تفسیر پڑھنے والے مطعون کیے جانے لگے۔ عربی کے خاص حروف جیسے ث، ح، ع، ص، ض، ط، ظ کو لغت سے نکال دیا۔ چنانچہ عبداللہ کو ابداللہ، احدی کو اہدی (باقی صفحہ ۲۱۶ پر)

وہ موت کے گھاٹ اتار اجائے گا اور اس کا مال و اسباب نذر آتش کر دیا جائے گا۔ اعلان میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ جاسوسوں کو پہاڑوں اور صحراؤں کے اطراف و اکناف مقرر کیا گیا ہے جو اس بات کی اطلاعات فراہم کریں کہ کون ہمارا دشمن ہے اور کون دوست۔ اس طرح کشمیر کے حالات کما حقہٗ معلوم ہو جائیں۔ اس مورخ کی اصل عبارت ذیل میں درج کی جاتی ہے:۔

"فتح و نصرت نصیب اولیائے دولت قاہرہ اکبر بادشاہ گردیدہ۔ دراں معیار شیخ یعقوب صرفی و خواجہ محمد ناجی با بہادر چک و ملک ابراہیم بالملک لولائی و سران دیگر در نفس شہر کشمیر نزول جلال فرمودند۔ بابا داؤد با جمعی اہل اللہ سائر الناس ہمراہی از الاق تربہ زنگی پور دعوفار و فضلا و اعیان را از گوشہائے انزوا در شہر طلبانیدہ۔ ارباب تسنن را از ہر جہت اطمنان خاطر افزودہ۔ محمد قاسم را بسرعت ہرچہ تمام تر شتافتہ۔ در نفس شہر کشمیر کوس دورہ دورۂ اکبر شاہ در ہر کوچہ و بازار نواختہ۔ سران اہل سنت و جماعت یکسرہ حلقۂ اطاعت امو رمحمد قاسم بر گردن خود ہا آویختند و اہل تشیع مثل موش درو باہ در گوشہائے زاویۂ ذلت و خواری درخزیدند۔ و محمد قاسم در گرد شہر منادی کنانیدہ کہ ہر کہ از سران نامدار ہر قوم بپائے خود در دار الامارت حاضر آید۔ و مطاوعت فرمان اکبر بادشاہ پایۂ رفعت او از اوج آسمان درگزرد و ہر کہ در ملازمت و متابعت ابا ورزد خون او ہدر شود و خان مانش بتاراج خواہد رفت و جاسوسان را در اکناف الاق صحاری و جبال فوج فوج در ہر مکان برگماشت کہ کیفیت دوست و دشمن گوش من رسانیدہ باشند تا اخبار ممالک کما حقہ ظاہر گردد[۲۲۹]"

قاسم خاں نے سری نگر میں حیدر[ح] چک کو جو شیخ صرفی کے ساتھ وفد لے کر اکبر کے پاس گئے

کہا اور لکھا جاتا تھا۔ (منتخب التواریخ صفحات ۴۶۹ تا ۴۸۹، ۴۹۶ تا ۵۰۰ اردو ترجمہ از محمود احمد فاروقی) اس طرح اکبر بادشاہ کے مذہبی اعتقادات فاسد ہو گئے تھے (تاریخ حسن ۲۵۲ جلد دوم)

ح۔ بعض مورخین نے غلطی سے حیدر چک کو یوسف شاہ کا لڑکا بتایا ہے۔ حیدر چک غازی چک کے بیٹے تھے۔

بھے گرفتار کیا۔ ان کے اس طرز عمل سے کشمیری حریت پسند ناراض ہوئے ــــ جب یعقوب شاہ کو یہ اطلاع ملی تو وہ کشتواڑ سے راجہ بہادر سنگھ سے اجازت لیے بغیر کشمیر واپس آئے ۔ انھوں نے موضع بیرونی میں یوسف خان ولد حسین خان ابراہیم خان ابدال خان ملک محمد حسن بجاڈورہ اور دوسرے جنگجو سپاہیوں کی مدد سے اپنی مختصر سی فوج کو از سر نو ترتیب دیا اور مراج کے علاقے کو فتح کیا۔ یہاں انھوں نے مغل کے پرزے اڑائے اور

" داد مردانگی و دلاوری داد ند و دمار از لشکر غنیم بر آوردند و عاجز نمودند " ۲۲۱

اس فتح کے بعد یعقوب شاہ سری نگر آئے ۔ یہاں مغلوں پر ایسا شبخون مارا اور ان کو اتنا جانی نقصان پہنچایا کہ کشتوں کے انبار لگ گئے ۔ جن مکانوں میں مغل سپاہی رہتے تھے ان کو خاکستر بنادیا اور اکبر کے شاہی خزانے کو بھی طرفتہ العین میں غارت کر دیا۔ کشمیری سپاہیوں نے اس جنگ میں شہنشاہ اکبر کے بڑے بڑے سرداروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان نامی سرداروں میں پائندہ قزاق اور علی میر کوکہ قابل ذکر ہیں ۔ یعقوب شاہ کے حملے سے مغل افواج کے حوصلے پست ہوئے اور انھوں نے ہتھیار ڈال دئے ۔ اس طرح مغلوں کو شکست دے کر یعقوب شاہ نے پھر اپنا تخت سنبھالا۔ تخت حکومت پر جلوس کر کے یعقوب شاہ سے یہ غلطی ہوئی کہ انھوں نے ان سپاہیوں کے خلاف بدلہ لینے کا حکم جاری کیا جو ہیرہ پورہ میں قاسم خان مغل سے ملے تھے ۔ یہ سنتے ہی وہ سپاہی ان سے بددل ہو کر دشمن سے مل گئے ۔ قاسم خان نے جب یہ حال دیکھا تو انھوں نے حیدر چک کو قید سے نکال کر قتل کیا ۔ اس تمام واقعے کو مورخین نے اس طرح بیان کیا ہے :-

" شبانگاہ یعقوب خان بہ مرافقت یوسف خان پسر حسین شاہ و ابراہیم چک و علی ملک ناجی وغیرہ مبارزان بر سر قاسم خان شبخونی آوردہ قصر یوسف شاہ کہ محل سکونت قاسم خان بود آتش کشیدہ در شب تاریک روز روشن کردند۔ آنگاہ در قتل و خونریزی مغلان حملہ آوردہ سرہائے پردلان بر زمین انداختند و از کشتہ ہا پشتہ ہا افراختند و در کوچہ و بازار مردم عوام ازدحام کردہ بزخم کلوخ و سنگ و چوب مغلاں را بہ رنگ مقتول و مجروح ساختند

وخزینہ شاہی کہ دردست میر عبدالرزاق معوری بود، مبارزان کشمیر باتفاق
سید ابوالمعالی درطرفۃ العین بغارت بردند قاسم خان بوقوع این حادثہ اولاً
حیدر خان چک از محبس کشیدہ بہ قتل آورد۔ انگاہ مبارزان خود پائے ثبات
استوار کردہ درمحاربہ ومقاتلہ داد مردانگی دادہ بسیار سے از مخالفان بہ وادی
عدم انداخت وپائیدہ قزاق کہ از دلاوران جلادت شعار بود درمیدان
مبارزت پائے جلادت افشردہ جمعی کثیر از تیغ گذرانید وعلی میرکوکہ کہ از بہادران
نامی بود بقتل آورد۔ عاقبت الامر سید ابوالمعالی برسر او تاخت آوردہ بیک
ضرب نیزہ بے سر ساخت پس دلاوران عسکر شاہی ہفتاد کس ہجوم کردہ او را
درمحاصرہ گرفتند۔ اما سید ابوالمعالی اسپ را جولان دادہ از حلقۂ کارزار بدر جست۔
عاقبت عسکر شاہی ہر سو پریشان گشتہ یعقوب خان بہ نصرت وفیروزی در دولت
خانۂ شاہی درآمدہ برمسند حکومت جلوس نمود۔ وبدل خود خیال نمود کہ از لشکر
بادشاہی کسے زندہ نماندہ باشد۔ بنابراں درہماں مغروری بیان ساخت کہ
درمعرکہ ہیرہ پورہ ہر کس کہ از محاربہ گریختہ بہ قاسم خاں پیوستہ است او را
بقتل رسانم۔ باستماع این سخن تمامی مبارزاں واعیان کہ درمعرکۂ ہیرہ پور گریختہ
بودند از مجلس او برخاستہ متفرق شدند[۲۲۹]

شکست کے بعد یعقوب شاہ اپنے چند لوگوں کے ساتھ دلر کی طرف چلے گئے۔ قاسم خان شاہی محل
میں اطمینان سے بیٹھ گئے۔ شمس چک، سید حسین خان بیہقی اور شمس دونی نے سوپور میں مغلوں کے
خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ قاسم خان کو جب یہ اطلاع ملی تو انھوں نے گکھڑوں کی ایک جماعت
دولت بختیار کی سرکردگی میں سوپور روانہ کی۔ جب مغل فوج پٹن پہنچی تو شمس چک نے اس پر شبخون
مارا اور بہت سے لوگوں کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد وہ سوپور چلے گئے۔ وہاں سے کرناہ کا راستہ
اختیار کیا۔ اتنے میں جاڑا شروع ہوا اور یعقوب شاہ کشتواڑ چلے گئے۔ اس طرح موسم سرما کے
دوران جنگ بند رہی۔ اس اثنا میں یوسف خان اور ابراہیم خان لشکر اکبری میں شامل ہوئے۔
قاسم خان نے اپنے استحکام کے لیے سید مبارک خان بیہقی، بابا مہدی، بابا خلیل اور یوسف خان
ولد حسین شاہ کو جلاوطن کرکے ہندوستان بھیجا[۲۳۰]

موسم سرما ختم ہوتے ہی اوائل بہار ۹۹۵ھ ہجری (۱۵۸۷ء) میں یعقوب شاہ اپنے چھوٹے بھائی ابراہیم خان اور ایبہ خان کے ساتھ کشتواڑ سے واپس آگئے۔ انھوں نے موضع برنگ میں اپنی مختصر سی فوج منظم کی اور پھر موضع ڈگون پرگنہ دلر میں خیمہ زن ہوئے۔ سید ابو المعالی، سید ابراہیم خان بیہقی، یحیٰ رینہ زمیندار برتھل، بہرام نائک، احمد نائک اور یوسف زیٔی وغیرہ موضع لدہ سے روانہ ہوئے اور غازی نار میں مغلوں کے خلاف صف آرا ہوئے۔ ادھر شمس چک، شمس دونی اور کمراج کے لوگوں کے تعاون سے کرناہ سے آکر کمراج میں مقابلے کے لیے تیار ہو گئے۔ جب قاسم خان کو....

یعقوب شاہ کی فوجی تیاریوں کی اطلاع ملی تو انھوں نے میرزا زادہ علی خان، سید عبداللہ خان، بگر خان، مرزا علی اکبر شاہی اور جلال الدین مسعود وغیرہ کی قیادت اور علم شیر خان ماگرے کی رہنمائی میں آٹھ ہزار سپاہی یعقوب شاہ کے مقابلے کے لیے بھیجے۔ موضع گاسو میں دونوں فوجوں کے درمیان شدت کی خونریز جنگ ہوئی۔ کشمیریوں نے مغل فوج کو ٹھکانے لگایا اور بھاری جانی نقصان پہنچایا، لڑائی میں شہنشاہ اکبر کے ایک نامور سردار میرزادہ علی خان ایک بڑی فوجی جماعت کے ساتھ موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ ابو الفضل نے مرنے والوں کی تعداد تین سو بتائی ہے۔ یہ حال دیکھ کر قاسم خان دم دبا کر سری نگر آ گئے۔[۲۲۹]

اس فتح کے بعد یعقوب شاہ موضع ڈگون (پرگنہ دلر) سے حملہ آور ہوئے اور انھوں نے سری نگر پہنچ کر کوہ سلیمان کے دامن میں محاذ جنگ قائم کیا۔ اتنے میں سید ابو المعالی اپنی جماعت کے ساتھ پہاڑ سے آکر یعقوب شاہ کے ساتھ ملحق ہوئے۔ شمس چک اور شمس دونی سوپور سے آکر قلعہ ہانجک میں صف آرا ہوئے۔ اس وقت قاسم خان کے قبضے میں سری نگر کے سوا اور کوئی علاقہ نہیں تھا۔ قاسم خان نے اپنی فوج دو حصوں میں تقسیم کی، ایک حصہ باندر کٹھن کی طرف سے اور دوسرا حصہ گوپکار کی جانب سے یعقوب شاہ کے مقابلے میں بھیجا۔ یہاں بھی مغلوں کے چھکے چھڑائے گئے۔ حسن لکھتے ہیں کہ:

> "پس مبارزان طرفین دست و بازو کشادہ آتش ہیجا را ہیجان ہیجان دادند کہ بسیارے از دلاوران کارزار خونبار گشتہ باخاک آمیختند و بعضی از مبارزان روزگار خستہ و افگار بجگر یختند۔ این کشش و کوشش و آویزش از صبح تا پیشین اشتداد یافت نزدیک بود کہ افواج شاہی را تباہی عاید می شد۔"[۲۳۰]

پورا میدان جنگ قریب قریب یعقوب شاہ کے ہاتھ میں تھا کہ ناگاہ ان کے سپاہ سالار نورنگ

چک کی آنکھ میں کسی نے تیر مارا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے۔ اور یہی یعقوب شاہ کی شکست کا باعث ہوا، شکست کے باوجود یعقوب شاہ اپنے مقام پر رہے۔ دوسرے دن انھوں نے ملک محمد حسن ناجی کے ہاتھ شمس چک کیواری کے نام قلعہ ہانجک میں خط لکھا۔

"فیما بین مقرر شدہ بود کہ ہرگاہ غنیم بر سر ما آید شما رفتہ شہر را قبضہ بکنید و اگر بجانب شما فوج متوجہ شود ما یان تعرف شہر می کنیم۔ ایشان برخلاف عہد و عمل می سازند۔ اگر پسند خاطر شما این است کہ ملک از دست برود پس این قدر خون مردم ریختن چہ فائدہ می بخشد "۲۳۱

اس کے بعد ملک محمد حسن چاڈورہ کے توسل سے یعقوب شاہ اور شمس چک کے درمیان معاہدہ ہوا۔ پھر دونوں قلعہ ہانجک میں مغلوں کے خلاف صف آرا ہوئے۔ دوسرے دن دشمن کی فوج مقابلے کے لیے قلعہ ہانجک پہنچی۔ یہاں فریقین میں قیامت کی جنگ ہوئی۔ کشمیریوں نے مغلوں کا صفایا کیا۔ اور کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ لشکر اکبری کے پندرہ سو سپاہی موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ ملک محمد حسن چاڈورہ اور دوسرے بہادر کشمیری سپاہیوں نے داد شجاعت دی اور بقول ملک حیدر:-

"ملک محمد حسن چاڈورہ ہراول لشکر یعقوب خان وغیرہ بود۔ داد مردانگی و دلاوری داد۔ کہ بر صفحۂ روزگار ماند۔ چون شیر ژیاں بہر طرف کہ می تاخت از کشتہ پشتہ می ساخت۔ و از بنان سنان نخل حیات معاندان را از بن می انداخت۔ لشکر غنیم فیل مستے پیش انداختہ بود۔ ملک مسطورے تیرے بر فیل زدہ کہ فیل روگرداں شدہ رو بہ لشکر خود آورد۔ و پامال نمودہ شکست داد۔ دراں معرکہ از لشکر غنیم ہزار و پانصد کس بقتل رسید "۲۳۲

یعقوب شاہ کی فوج نے ذالدگر تک دشمن کا تعاقب کیا۔ ڈھائی مہینے تک کشمیریوں نے پریشان و عاجز کیا۔ ان کے حوصلے پست ہوئے۔ اور لڑائی سے خوفزدہ ہوئے۔ کشمیری سپاہی مغلوں کے گھروں میں داخل ہو کر خوب زد و کوب کرتے تھے۔ جو بھی ہاتھ آتا تھا اس کو وہ مال غنیمت سمجھ کر لے جاتے تھے۔ مغل سپاہی ڈر کے مارے چھپ جاتے تھے۔ اگر کوئی ہاتھ آجاتا تھا تو اس کو تہہ تیغ کرتے تھے۔ کشمیریوں نے ان کے بہت سے اسلحہ جنگ اور سامان و لباس پر قبضہ کیا۔ مغل افواج کی ابتری اور زبوں حالی سے قاسم خان میر بحر کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اس صورت حال سے انھوں نے بار بار اکبر کو مطلع کیا۔

قاسم خان کی پے در پے اطلاعات سے شہنشاہ اکبر گھبرا گئے۔ انھوں نے اس معاملے پر اپنے درباریوں سے صلاح مشورہ کیا۔ انھوں نے متفقہ طور پر یہ رائے دی کہ سید مبارک خان بیہقی کے اثرات کشمیریوں پر بہت زیادہ ہیں اس لیے ان کے بغیر اور کوئی شخص کشمیر کے حالات کو درست نہیں کر سکتا۔ پس شہنشاہ نے مبارک خان کو طلب کیا۔ انھیں بھاری رشوتوں سے نوازا اور حکم دیا کہ وہ مرزا یوسف خان اور دوسرے ارکان دولت کے ہمراہ کشمیر جائیں اور وہاں کی بغاوت کو ٹھنڈا کریں۔ سیّد مبارک [ح] بیہقی نے بادشاہ جلال الدین اکبر کی تمام پیش کشوں کو ٹھکرا دیا اور کشمیر کی سودے بازی کے لیے تیار نہیں ہوئے۔ ان کی اس جرأت وانکار پر بادشاہ بہت ناراض ہوئے اور انھیں شہباز خان کنبوہ کی نگرانی میں بنگال کے قید خانے میں بھیجا۔[۲۳۳]

اس کے بعد شہنشاہ اکبر کا تازہ دم لشکر بے کران پچیس ہزار جوشن پوش اور خنجر گداز مرزا یوسف خان مشہدی کی قیادت میں بابا خلیل اور محمد بٹ کے ہمراہ کشمیر کے لیے روانہ ہوا۔ بابا خلیل کو شیعوں اور محمد بٹ سابقہ وزیر سلاطین چک کو سنّیوں پر دباؤ ڈالنے کے لیے یہ سیاسی حربہ استعمال کیا گیا۔ جب اکبر کی فوج گراں کشمیر میں داخل ہوئی اور اس کی اطلاع یعقوب شاہ کو ہوئی تو سپہ سالار ملک محمد حسن چاڈورہ نے مشورہ دیا کہ شمس چک مرزا یوسف خان کے اور یعقوب شاہ سری نگر میں مرزا قاسم خان کے مقابلے کے لیے جائیں یا یعقوب شاہ مرزا یوسف خان کے مقابلے میں جائیں اور شمس چک تب تک ہانجک میں قیام کریں جب تک کہ مرزا یوسف خان کا صفایا پہاڑی دروں میں نہ کیا جائے۔ یعقوب شاہ نے اس تجویز کے ساتھ اتفاق نہیں کیا۔ برعکس اس کے شمس چک نے اپنے بھائی لوہر چک کو مرزا یوسف کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ وہ بابا خلیل کے ذریعہ سے ہیرپور میں لشکر مغل میں شامل ہوئے، اس طرح اکبر کی فوج بغیر کسی مزاحمت کے سری نگر پہنچی۔ جب یہ خبر ہانجک کے سپاہیوں کو ملی تو وہ فرار ہو گئے۔ آخر کار یعقوب شاہ، سید ابوالمعالی، ایبہ خان اور دوسرے سپاہی کشتواڑ چلے گئے۔ شمس چک اور شمس دونی نے پونچھ کا راستہ اختیار کیا۔[۲۳۴]

مرزا یوسف خان نے ۹۹۵ھ ہجری میں اقتدار سنبھالا اور مرزا قاسم خان میر بحر کشمیر میں

ح ۔ جلاوطنی کے دوران فیروز پور میں ۹۹۹ھ میں انتقال کیا۔ "شہید رفت" تاریخ وفات ہے —— حیدری

گیارہ مہینے حکومت کرکے عالم شیر خان ماگرے اور چند دوسرے سواریوں کو اپنے ساتھ ہندوستان لے گئے۔ یعقوب شاہ کشتواڑ سے واپس آئے اور انھوں نے دیچھن پارہ میں اپنے مٹھی بھر سپاہیوں کو منظم کرکے بغاوت کے شعلے بلند کیے۔ ابوالمعالی بھی ان کے ساتھ تھے۔ مرزا یوسف خان نے محمد بٹ اور دربار اکبری کے ایک نامور سپاہی حاجی میرک کو ان کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ محمد بٹ نے اوچھے ہتھیاروں سے یعقوب شاہ اور سید ابوالمعالی کو گرفتار کرنا چاہا تھا۔ محمد بٹ کے ساتھ پانچ سو سپاہی تھے۔ جب وہ ناکام ہوئے تو جنگ شروع کی۔ فوج مغل کے بہت سے سپاہی میدان میں کام آئے۔ خود محمد بٹ بھاگ کر لشکر اکبری میں پناہ گزین ہوئے۔ یعقوب شاہ پھر یہاں سے پرگنہ دُلر گئے اور تازہ دم مختصر سی فوج ترتیب دی۔ ان میں سے کچھ سپاہی دشمن کے ساتھ شامل ہوئے، یعقوب شاہ کشمیریوں کی یہ غداری دیکھ کر حیران ہوئے اور دلر کی پہاڑی کی بلندی پر قیام کیا۔ محمد بٹ فوج شاہی لے کر دوسرے دن وہاں پہنچے۔ دونوں فوجوں میں سخت لڑائی ہوئی۔ یعقوب شاہ کے مزید سپاہی دشمن سے مل گئے۔ آخر کار یہ سالار بے لشکر تن تنہا کہاں تک خلافت پناہ کی مور و ملخ جیسی فوج گراں سے لڑتے۔ اس لیے کشتواڑ چلے گئے۔ سید ابوالمعالی گرفتار کرکے ہندوستان جلاوطن کیے گئے۔[۲۳۵]

اس کے بعد جن کشمیریوں نے مغلوں کا اقتدار اعلیٰ تسلیم نہیں کیا وہ ہندوستان میں جلاوطن کیے گئے۔ وہاں انھیں جاگیریں بطور رشوت دی گئیں۔ کشمیر کی املاک اُن کی ضبط کی گئی۔ یہ سب لوگ حراست میں بھیجے گئے ان میں سید حسین خان بیہقی، علی ڈار، لوہر چک، شمس چک اور اسماعیل دونی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

مرزا یوسف خان نے معاہدۂ الحاق کے تحت اکبر کے پاس سامراجی ہتھکنڈوں کا مظاہرہ کرکے کشمیریوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے۔ اس نے کشمیریوں کو جھوٹے اور بے بنیاد مقدموں میں ملوث کرکے بڑی بہیمیت اور غیر انسانی حربوں سے موت کے گھاٹ اتارا۔ شہنشاہ اکبر کا یہ ظالم نمائندہ روز کسی نہ کسی بہانے سے حریت پسندوں کو بتہ تیغ کرتا تھا۔ اس نے کشمیری بہادر سپاہی بہرام نائک کو فرزندوں کے ساتھ زہر ہلاہل دلا کر پورے خاندان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔ سیف خان بیہقی، علی خان دیچھن پارہ اور ابراہیم برادر حیدر چک کی آنکھیں نکلوا کر ان کو اعمیٰ بنا دیا۔ لوہر چک تو رچی کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر قتل کیا۔[۲۳۶] تاریخ کشمیر کا یہ جملہ یادگار رہے۔

"ہر روز بے فردے از افرادِ روزگار بحیلہ و بہانہ ماخوذ کردہ بقتل رسانیدند۔
تا کہ این گل زمین از خار عدوان سرکشان پاک گشتہ رتق و فتق انتظام
مملکت بہم رسید"۔ ۲۳۷

اس قتل عام کی وجہ سے بڑے بڑے کشمیری سپاہی جیسے میر محمد بہادر ولد عیدی رینہ وغیرہ
نامعلوم مقامات میں چھپ گئے۔

۹۹۶ھ میں جب اکبر "باغ خاصہ" یعنی ملک کشمیر کی سیر کو آئے تو انھوں نے ڈل جھیل
کی سیر و تفریح کے بعد اپنے حامیوں میں انعام و اکرام تقسیم کیے اور آزادی پسند لوگوں کا صفایا کیا۔
اس سلسلے میں حسن کہتے ہیں کہ

"اعیان ملک و امرایان شہر و اہل علم و فضل و بزرگ خاندانہا را مناصب و
جاگیرات مرحمت فرمود و اکثر باغیان و طاغیان را قلع قمع کردہ مغلوب و منکوب
ساخت"۔ ۲۳۸

یوسف خان صوبہ دار کے بعد شہنشاہ اکبر نے رسوائے زمانہ ظالم محمد قلی خان کو ۹۹۶ ہجری میں
کشمیر کی حکمرانی کے لیے بھیجا۔ اس نے بھی چکوں کا قتل عام جائز قرار دیا۔ تاریخ میں درج ہے کہ

"در قلع و قمع فرقہ چکان و طائفہ مفسداں علم تجبر افراخت۔ ہر احدی را کہ
دعدغہ شجاعت و خیال مبارزت بخاطرمی داد او را بسیاست می رسانید"۔ ۲۳۹

یوسف خان نے اپنے دورِ اقتدار میں شہنشاہ اکبر کے ایک خاص ملازم محب علی کو دچھن پارہ
اور کھاور پارہ میں ایک ظالم فوجی افسر کو مقرر کیا تھا۔ یہ محمد قلی خان کے عہد حکومت میں بھی وہیں
مقیم تھا۔ اس نے کشمیری سپاہیوں کی ایک بڑی جماعت کو جاں بخشی کی ضمانت دی تھی اور
ان سے معاہدہ کیا تھا کہ تھارا بال بیکانہ ہوگا۔ اس نے چہرہ نویسی کے بہانے سے ان تمام سپاہیوں
کو چشمۂ مچھ بھون کے کنارے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور اس طرح بے گناہ اور مظلوم مسلمانوں
کی خون کی ندیاں بہادیں۔ ان کے خون ناحق سے چشمہ میں پانی کے بدلے خون جاری کیا۔ شہنشاہ
عالم پناہ اکبر اعظم کے ہاتھوں کشمیریوں کی نسل کشی کے بارے میں یہ جملہ اکبر کے مظالم کی واضح دلیل ہے:

"از خونِ مسلمانان جو یہائے خوں چوں آب مچھ بھون جاری ساختہ"۔ ۲۴۰

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ بقول فرشتہ کشمیر کے سپاہی شیعہ مذہب کے پیروکار تھے۔ ۲۴۱

جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ قاسم خان میر بحر نے اپنے ہمراہ لوہر چک، ان کے بھائیوں اور بیٹوں کو جلا وطن کر کے شہنشاہ اکبر کے حضور میں پیش کیا تھا۔ وہ وہاں سے آکر وطن عزیز کے خاطر وار دمیں مقیم ہوئے۔ مرزا یوسف نے انھیں امان دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس کے بعد اس نے عہد و پیماں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ان سب سپاہیوں کو سوپور میں قتل کیا۔ اس واقعہ کے بعد شہنشاہ خلافت پناہ کے حکمراں نے ملا جمیل کے ذریعہ سے شمس چک کے بیٹے حسین چک اور دوسرے سپاہیوں کو دامِ فریب میں پھنسا کر رنگی پور کے مقام پر تہ تیغ کیا۔[221]

مشہور کشمیری بہادر سپاہی شمس چک ولد دولت چک جلا وطنی کی زندگی گذار کر برہان پور دکن میں انتقال کر گئے۔ ان کے دو بیٹے حسین چک اور ظفر چک اپنے عزیزوں کے داغ جدائی سے پریشان حال رہے اور وہ وہاں کی گرم ہوا سے تنگ آکر کشمیر واپس آگئے۔ انھوں نے لداخ کے راجہ سے فوجی کمک حاصل کی اور دو مہینوں تک شیر کوٹ میں مغلوں کے خلاف جنگ لڑی۔ چونکہ مغلوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لیے کشمیری سپاہ پسپا ہو گئے۔ مغلوں نے مقتول کشمیری سپاہیوں کے سر کاٹ کر کشتیوں میں سری نگر لائے۔ جہاں ان سروں کا منارہ مرتب کیا گیا۔ مرزا علی اکبر شاہی نے قاضی صالح کے ذریعے ظفر خان کو قسمیں دے کر اپنے پاس بلایا اور پھر عہد و پیماں توڑ کر انھیں قید خانے میں ڈالا۔ اس کے بعد اس بانی ستم نے کشمیریوں کے قتل عام کا حکم دیا۔ جہاں بھی صبح سے دوپہر تک کوئی سپاہی، رئیس زادہ یا کوئی کاریگر وغیرہ نظر آتا تھا وہ بے دریغ قتل کیا جاتا تھا۔ یہ قتل عام تاریخ میں اس طرح درج ہے۔

"ہر کہ از سپاہ و زمیندار و صنعت گر و جولاہ وغیرہ در می یافتند از صباح
تا دوپہر روز بقتل می آوردند"[222]

دو دن کے بعد ظفر خان اور سترہ امیر زادوں کو حاتم خان کے ہاتھوں شمشیر آبدار سے شربت مرگ پلایا گیا۔ ان کی لاشوں کے ساتھ توہین کی گئی اور محلہ سورہ ٹینگ۔ رینہ واری کی سڑک پر دھوپ میں بے گور و کفن پھینکوا گئیں۔ کسی کو ان کی تجہیز و تکفین کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ جب سڑی ہوئی لاشوں سے عفونت آنے لگی تو محلے کے لوگوں نے کمہاروں کی بستی میں ان لاشوں کو راکھ سے چھپایا۔[223]

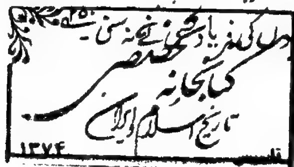
یعقوب شاہ کی المناک موت

جب شہنشاہ اکبر س۹۹۶ھ میں کشمیر آئے تو مرزا یوسف خان نے یعقوب شاہ کو

عہد و پیمان کے ساتھ اکبر کے سامنے پیش کیا۔ اکبر نے انھیں مرزا یوسف خان کے ہمراہ ہندستان بھیج دیا۔ وہاں انھیں رہطاس میں راجہ مان سنگھ کی حراست میں رکھا[۲۴۵]۔ نوادر الاخبار میں لکھا ہے کہ یعقوب شاہ دربار اکبری میں ایک قیدی کی طرح پابند زنجیر پیش کیے گئے تھے۔ تاریخ کے الفاظ یہ ہیں کہ

"جمی غفیر بغل در زنجیر دستگیر کردہ با یعقوب خان چک و ملک شمس چک مسلسل و مغلول در بارگاہ خلائق پناہ حاضر گردانیدند"[۲۴۶]

کشمیری اور ہندوستانی مورخین نے یعقوب شاہ کے انتقال کے بارے میں غلط واقعات درج کیے ہیں۔ بدایونی کہتے ہیں کہ یعقوب شاہ کا انتقال بہار کے قید میں مالیخولیا کے عارضے میں ہوا[۲۴۷]۔ حسن کہتے ہیں کہ چھوٹے بھائی نے یعقوب شاہ کو زہر دے کر ہلاک کیا اور وہ کشتواڑ میں دفن ہیں[۲۴۸] جبکہ صاحب نوادر الاخبار کہتا ہے کہ شہنشاہ اکبر نے انھیں ایک زہریلا خلعت بھیجا اسے پہنتے ہی ان کی موت واقع ہوئی[۲۴۹]۔ دراصل کشمیر کے اس عظیم ترین سورما اور آخری خود مختار بادشاہ کی موت اکبر کے سیاسی اور سامراجی حربوں سے واقع ہوئی۔ وجوہات یہ ہیں کہ جب یوسف شاہ کا انتقال ہوا تو یعقوب شاہ کو راجہ مان سنگھ نے باپ کا منصب عطا کیا۔ راجہ کو اکبر نے آگرہ بلایا جب وہ جانے لگے تو دو آدمیوں نے راجہ سے کہا کہ یعقوب شاہ کو آزاد کرنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ ان کو بند رکھنا چاہیئے۔ تاکہ آپ کی عدم موجودگی میں یہ حکومت کے خلاف سازش نہ کریں۔ راجہ نے انھیں قلعہ رہطاس میں نظر بند ہی رکھا جب واپس آگئے تو دو آدمیوں نے قاسم خان کے ساتھ انھیں قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ قاسم خان اپنے آپ کو یوسف شاہ کا بیٹا کہتا تھا۔ حالانکہ اس میں ذرہ بھر حقیقت نہ تھی۔ یعقوب شاہ نے راجہ سے جاگیر پر جانے کی اجازت لی اور وہ قاسم خان کے پاس بھی رخصت کی غرض سے گئے۔ اس یزید خصائل نے پان میں زہر ہلاہل ملا کر یعقوب شاہ کو دیا۔ پان کھاتے ہی ان کا بدن نیلا ہو گیا اور بالآخر ۶ محرم سنہ ۱۰۰۱ ہجری مطابق روز دو شنبہ ۲۲ ستمبر سنہ ۱۵۹۲ء کو ان کا انتقال ہوا۔ سید ابو المعالی نے ان کی لاش بھیرا سے اٹھائی اور بسوک میں اپنے والد کے پہلو میں دفن کیا۔ ان کے انتقال کے بعد یعقوب شاہ کے یتیم بچوں کا گلا رسی سے گھونٹا گیا۔ ان کے پاس جو نقد و جنس اور زیورات تھے وہ سب قاسم خان یزید سیر لے گیا اور ان یتیموں کی فریاد [illegible] نہ سنی۔



یعقوب شاہ کے اوصاف حمیدہ اور بہادری

بعض غلط بین مؤرخین کو یعقوب شاہ میں سوائے برائیوں کے کوئی خوبی نظر نہیں آتی ہے۔ خواجہ اعظم کہتے ہیں کہ

"اوضاع پسندیدہ و اخلاق حمیدہ نہ داشت[۲۵۱]"

برعکس اس کے مصنف بہارستان شاہی نے انھیں بحلیہ عقل و کیاست و فرط تدبیر و فراست آراستہ بود[۲۵۲] قرار دیا ہے۔ مؤرخین سے قطع نظر بابا داؤد خاکی بھی ان کے اخلاق شائستہ اور اوصاف پسندیدہ جیسے سخاوت، شجاعت اور عقل و فراست کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ چنانچہ قصیدہ غسلیہ یوسف شاہی میں فرماتے ہیں ۔

ہست اولادش کلاں مرزا لقب یعقوب خاں
آنکہ عقل کاملاں دارد بنو عہدے بسال
در دلیری و سخا ممتاز ازاں قرن آمدہ
شہرتے دارد بحسن صورت و جاہ و کمال

کتب تواریخ میں یعقوب شاہ کی بہادری اور شجاعت کے غیر معمولی واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ ایک واقعہ یہ بھی درج ہے کہ فتح کشمیر کے بعد اسیری کی حالت میں جلا وطن کیے گئے تھے تو ایک مرتبہ شہنشاہ اکبر نے یعقوب شاہ سے کہا کہ میں آپ کی بہادری کے کارنامے پہلے تو بہت سن چکا ہوں لیکن اپنی آنکھوں سے آپ کی بہادری نہیں دیکھی ہے۔ اس کے بعد مجمع عام و خاص میں انھوں نے یعقوب شاہ کو ایک مست ہاتھی سے لڑایا۔ اور ایسا لڑایا کہ ہاتھی بے چارہ فریاد کرتا رہا اس واقعہ کو یعقوب شاہ کے مخالف مؤرخین کے الفاظ میں سنیے:۔

"آں نہنگ طیناں بغیر سلاح و حربہ ہرکدام با فیل مقابلۂ خویش در آویختند۔ بعد حملات بسیار و ہنرہائے بے شمار یعقوب خان چک دم فیل مقابلۂ خود را در دست پلنگ توت خویش مضبوط گرفتہ۔ فیل بے چارہ بنالہ و فریاد در آمدہ۔ ہر چند زور زد کہ از دست یعقوب خان چک رہا شود و راہ گریز گیرد۔ غیر ازیں اخلاص فیل صورت بہ نبست کہ دُم از جسد جدا گشتہ در دست یعقوب خاں چک ماند و فیل بہزار حرثقیل نجات یافتہ جوشان و خروشان از حلقۂ معرکہ

بدر رفت [۲۵۳]

ایک اور واقعہ بھی سنیے کہ ہندوستان میں بندھیلہ کے مہاراجہ نیلہ کنٹھ نے اکبر بادشاہ سے بغاوت کی تھی۔ اکبر نے اپنے صلاح کاروں سے مشورہ کر کے راجہ پر فوج کشی کے احکامات جاری کیے۔ اتفاق کی بات ہے کہ اسی وقت یعقوب شاہ بھی دربار میں حاضر ہوئے۔ جب یہ واقعہ سنا کہ اکبر بادشاہ راجہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر رہے ہیں تو انھوں نے کہا کہ اس کی کیا ضرورت ہے۔ اجازت مرحمت فرماویں تو میں تن تنہا راجہ سے نمٹ لوں۔ اکبر نے اجازت دی۔ یعقوب شاہ بھیس بدل کر ایک فقیر کی طرح راجہ کے لشکر میں داخل ہوئے اور موقعہ کے انتظار میں رہے۔ ایک دن راجہ اپنے چند نوکروں کے ساتھ دریا میں نہانے کے لیے لشکر گاہ سے روانہ ہوئے۔ یعقوب نے تعاقب کیا اور پھر راجہ سے کہا کہ میں کشمیر کا یعقوب خان چک ہوں اور تجھے اکبر کے پاس لے جانے کے لیے یہاں آیا ہوں۔ اگر میرے ساتھ آؤ گے تو میں وعدہ کے مطابق پھر اپنی جگہ پر پہنچا دوں گا۔ ورنہ سر قلم کر دوں گا۔ راجہ کا ایک آدمی فوج بلانے گیا۔ یعقوب خان چک نے راجہ کو گھوڑے پر اٹھا لیا اور اکبر کے پاس پہنچایا۔ اکبر کو اس واقعہ سے بڑی حیرت ہوئی اور یعقوب شاہ کے وعدے کے مطابق راجہ کو واپس بندھیلہ بھیجا۔[۲۵۴]

یہ واقعہ تاریخ ملک حیدر (نمبر مخطوطہ ۵۸۰۶) نسخۂ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں بھی درج ہے اور یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب فتح کشمیر سے قبل یعقوب شاہ دربار اکبری میں موجود تھے۔ تاریخ میں مذکور ہے کہ راجہ بندھیلہ کے پاس پچاس ہزار راجپوت سوار اور ڈیڑھ ہزار ہاتھی کا لشکر گراں موجود تھا۔ تاریخ میں منقول ہے کہ

"چوں پیشتر از آں ہم یعقوب خان در بے معارک خود تنہا رفتہ کارہائے نمایاں کردہ بود و اورا حضرت بادشاہ ازیں جہت بجنوں منسوب می نمودند دریں ہنگام کہ ہمچو داعیہ از دے سرزد۔ بادشاہ برائے انصرام دو امر یکے امتحان دوم فنائے خان مذکور برضا جنبانیدہ رخصت نمود"

"فنائے خان مذکور" کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ شہنشاہ اکبر دربار قاہرہ میں بھی یعقوب شاہ کی موجودگی کو خالی از خطرہ نہیں سمجھتے تھے۔ اسی لیے ان سے چھٹکارا پانے کے لیے انھوں نے اپنی طرف سے یعقوب شاہ کو موت کے منہ میں دھکیل دیا۔ تاریخ میں یعقوب شاہ کا یہ جملہ "من یعقوب خان کشمیریم" ان کی خاندانی وجاہت پیش کرتا ہے۔ ایسا ہی جملہ گزشتہ اوراق میں کاجی چک

کی طرف سے بیان کیا گیا ہے جب انھوں نے ایک مغل جوان کو ہانجی دیرہ ٹین میں نیزہ مارا تھا تو کشمیری زبان میں کہا تھا کہ اسی کا نام کاجی چک ہے۔

"ظلم بے حد" کی مزید تفصیلات

یعقوب شاہ کی جلاوطنی اور پھر ان کے انتقال کے بعد بھی مجاہدین آزادی کشمیر نے ملک کو مغلوں کے پنجۂ اقتدار سے چھڑانے کے لیے ۱۰۲۱ھ مطابق ۱۶۱۲ء تک اپنی جد وجہد جاری رکھی تھی۔ خواجہ اعظم کہتے ہیں کہ

"الغرض ہر گوشہ کسے از چکان سر بہ شورش بر می داشت و تشویش مردم بادشاہی می انداخت تا اواسط سلطنت نور الدین جہانگیر بادشاہ ۱۰۲۱ ہجری یک بیک ملک بے خلل نہ بود" ۲۵۵

جہانگیر کے بعد بھی آزادی پسند لوگوں کو شاہجہاں، اورنگ زیب اور ان کے بعد پٹھانوں، سکھوں اور ڈوگروں کے عہد حکومت میں ناقابل برداشت مظالم کا سامنا کرنا پڑا۔ مذہب کے نام پر انھیں جھوٹے اور بے بنیاد مقدموں میں ملوث کیا جاتا تھا اور پھر صاحبان اقتدار نام نہاد فتویٰ فروش ملاؤں کے فتوے سے ان کو قتل کرتے تھے۔ مشہور مؤرخ اور سپاہی ملک حیدر چاڈورہ کے بیٹے حسین ملک چاڈورہ کو اورنگ زیب نے قاضی عسکر کے فتوے سے قتل کیا۔ ان کے قتل کا یہ دردناک مرثیہ اب تک کتب تواریخ میں زیادکناں ہے ؎

شد از ظلم بیداد قوم یزید
حسینؑ ابن حیدرؓ دوبارہ شہید ۲۵۶

کشمیر کے شیعہ سنی فسادات میں ہمیشہ بیرونی حکمرانوں کا ہاتھ تھا۔ وہ اپنی حکومتوں کے استحکام کے لیے مذہبی منافرت کو سیاسی ہتھکنڈوں کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ ان فسادات میں مذہب کو کوئی دخل نہیں تھا۔ حسن کا یہ کہنا غلط ہے کہ شیعہ لوگ سنی بزرگان دین کی توہین کرنا اپنے لیے باعث ثواب وعبادت سمجھتے تھے۔ اس لیے شیعان کشمیر ہر تیس یا چالیس سال کے بعد تعصب کا شکار ہوتے تھے ۲۵۷۔ کوئی بھی مذہب بزرگان دین کی گستاخی داخل عبادت قرار نہیں دیتا ہے چونکہ لوگ مذہب کو ایک سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہیں اس لیے بے بنیاد الزامات لگا کر بے گناہوں

کا خون بہایا جاتا ہے۔ لوگوں نے سلاطین چک کو محض اس لیے بدنام کیا کہ وہ ظالم تھے۔ اور دوسرے فرقوں کے ساتھ رواداری سے پیش نہیں آتے تھے۔ یہ صرف الزام ہی الزام ہے اور کسی بھی معاصر تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا ہے۔ سلاطین چک کی رواداری اور رعایا پروری کی بنیاد پر ہی مؤرخوں نے انھیں عادل اور انصاف پرور کہا ہے۔ اگر وہ واقعی ظالم اور متعصب ہوتے تو تاریخ انھیں عادل نہیں بلکہ ظالم ہی لکھتی۔ ان کی رواداری کی نظیر اس سے زیادہ اور کیا پیش کی جا سکتی ہے کہ ان کے عہد میں کوئی شیعہ سنی فساد نہیں ہوا۔ یہ بھی کسی چھوٹی سی چھوٹی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا ہے کہ انھوں نے کسی خانقاہ یا عبادت گاہ کی بے حرمتی کی ہو۔ یا لوگوں کو قتل کر کے ان کی املاک نذر آتش کی ہو۔ شیعوں کی بے گناہی کا ثبوت حسن کے ایک ہی جملے سے ملتا ہے۔ اور یہ جملہ ضخیم تاریخوں کے برابر ہے یعنی شیعوں کے قتل و غارت کے بعد کشمیریوں پر خدا کی طرف سے قحط کی صورت میں قہر نازل ہوتا تھا اور وہ گوناگوں تکلیفوں میں گھر جاتے تھے۔ حسن نے اس بارے میں جو کچھ بھی کہا ہے وہ نہایت ہی وثوق اور تحقیق کے ساتھ کہا ہے۔ شیعوں پر کیے گئے مظالم کے ذیل میں ان کے الفاظ یہ ہیں:-

"انتباہ - راقم الحروف غلام حسن معروض می دارد کہ بہ مطالعہ تواریخ کشمیر ہمیں تحقیق شد کہ در ملک کشمیر بعد تاراج مردم شیعہ خواہ مخواہ قحط واقع می شود "۲۵۵"

ذیل میں "تاراج مردم شیعہ" کے تحت تاریخ حسن میں سے چند اقتباسات درج کیے جاتے ہیں۔

تاراج اول — در ۹۵۵ھ ہجری مرزا حیدر بہ معاونت امرائے شہر مثل عیدی رینہ و خواجہ حاجی بانڈے وغیرہ اعیان عوام الناس را حکم نافذ داد کہ فرقہ شیعہ ہا غارت سازند۔ باشارۂ عوام الناس ہر سو تاختہ، شیعہ ہا را تاخت و تاراج کردہ، بیوت آنہا را در دادہ خاکستر نمودند و خانقاہ شمس عراقی کہ در جڈی بل بسوزانیدند۔ لاشۂ شمس عراقی از گور کشیدہ در سرگین سگان لطمۂ آتش کردہ مقبرۂ او را مزبلۂ اہل شہر ساختند۔ و شنگلی ریشی کہ از مریدان بابا علی نجار بود و در نواحی پرسپور رواجے داشت از شالی کوب سرش کوفتہ، جسدش بہ خواری بسوختند و مردم بسیارے از اعیان شیعہ و متابعان شمس عراقی بہ قتل رسانیدند۔

و میر دانیال گرامی فرزند میر شمس عراقی کہ در اسکردو ترویج مذہب خود می ساخت مرزا حیدر او را بہ سرزنش آوردہ یک سال محبوس داشت و بگواہی چند

شاہدان سبّ صحابہ بر دے ثابت گشتہ بفتوائے قاضی ابراہیم و قاضی عبدالغفور بہ قتل رسانید۔ تاریخ قتلِ او "دشتِ کربلا" گفتہ اند"[۲۵۹]

"تاراجِ دوم ۔ در سنہ ۹۹۴ ہجری وقتے کہ مرزا قاسم خان با عساکر اکبر شاہ برائے تسخیر کشمیر در ہیرہ پورہ رسید و یعقوب خان چک برائے مقابلہ و مقاتلہ در ہیرپورہ پیش قدمی ساخت ۔ سید یوسف خان بیہقی از نازک بٹ وزیر یعقوب خان چک خلعت و اسپ و اسلحہ بہ فریب گرفتہ در کچھامہ با عالم شیر ماگرے و ظفر خان بچۂ شمس چک پیوستہ با ہمدیگر عہد و پیمان بستہ در شہر آمدند ۔ و بر سیدنِ ایں جا شمس چک و محمد بٹ کہ یعقوب خان در زندان داشتہ بود از محبس کشیدہ اند و باتفاقِ مردمِ عوام محلۂ جڈی بل را آتش دادند ۔ و خانقاہِ شمس عراقی کہ دولت چک دوبارہ تعمیر کردہ بود بسوزانیدند ۔ و خانقاہ میر شمس عراقی را مزبلہ کردہ شیعہ ہا بسیار رنجانیدند و ناموس و مال و جان آنہا بباد دادہ از راہ پوبگہ مفرور شدہ با فوج اکبر شاہ پیوستند"[۲۶۰]

"تاراجِ سوم ۔ در عہدِ حکومت ظفر خان سنہ ۱۰۴۵ ہجری مردمانِ شہر برائے توت خوری در مایہ سومہ رفتہ بودند ۔ درمیان شیعہ سنی نزاع افتاد ۔ شیعہ ہا از روئے بے پروائی سبّ صحابہ کبار نمودند ۔ مدّعیان در پیش قاضی ابوالقاسم مرافعہ کردہ اعلام شرعی بنام سابیاں گرفتند ۔ صوبدار کہ از اہل تشیع بود در اجرائے آں ہا مساہلہ نمود و مردم عام بشورش آمدہ، بعضے خانہائے شیعہ را غارت کردہ بسوزانیدند"[۲۶۱]

"تاراجِ چہارم ۔ در عہد ابراہیم خان سنہ ۱۰۹۶ ہجری در محلہ حسن آباد عبدالشکور و پسرِ او صادق نام ہمراہ یک سنی خصومت و نزاع نمودہ در حقِ اصحابِ کرامِ حضرت انام زبانِ شنعت کشودند ۔ و اہل سنت مرافعہ بہ قاضی نمودند سابیاں بہ اعلام قاضی در پناہ ابراہیم خان کہ شیعہ بود ماندند ۔ موجب آں قاضی محمد یوسف بہ شورش آمدہ با صوبہ دار مکابرہ فرمود ۔ دراں اثنا مردم عوام حسن آباد را آتش کشیدہ غارت نمودند ۔ جمعے کثیر مقتول و مجروح نمودند ۔ عبدالشکور و

پسر و داماد وے کہ سابق بودند حوالۂ عوام کردہ بقتل رسانیدند۔ عوام خانہ محمد طاہر مفتی ہم تاخت نمودند و بابا قاسم مقتدائے شیعہ را در راہ گرفتہ بصد خواری و اہانت کشتند و بقایا با فرزند خواجہ حبیب نوشہری شورش برداشتہ خانۂ ابراہیم خان را آتش کشید"۔ ۳۶۲ھ

"تاراج پنجم ۔ در ماہ ذی قعدہ ۱۱۳۲ھ ہجری عوام بشورش آمدہ بر سر محلہ جڈی بل ریختند، مردم شیعہ کہ در ایّام فساد با اہل ہنود اتحاد و اتفاق کردہ مورچال عظمی بستہ مضبوط بودند۔ الحال بکنگاش قتل محتوی خان متہم گشتہ، ہجومیان بر سر آنہا تاختہ، بہر جا نہب و غارت ساختہ، خانمانِ آنہا در ہلکۂ آتش انداختہ از صغیر و کبیر و زن و مرد جمعی کثیر بعدم رسانیدند۔ و با فعال ناشائستہ پردۂ ننگ ناموس آنہا دریدہ، نامہ ہائے خود سیاہ کردند۔ و در محلہ جڈی بل طفلان و نسواں بخوف جاں درمیان خانقاہِ میر شمس عراقی پناہ گزین شدہ۔ دروازہ بودند۔ اہل فساد از بازپرس یوم التناد نہ ترسیدہ خانقاہ مذکور را باز روے عناد آتش کشیدہ ماہ رویانِ سیمین بدن را بباد دادہ طفلانِ بے گناہ را خاکستر نمودند۔ العظمۃ اللہ! ایں چنیں حادثۂ تباہ و واقعۂ جانکاہ بر مردمانِ شیعہ گاہے بہ عمل نیامدہ بود۔ کہ در عرصۂ یک پہر روز تمامی خانماں و مال و متاع و ننگ و ناموسِ آں ہا تباہ گشت"۔ ۳۶۳ھ

خاندانی حالات میں یہ المناک واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ بلوائیوں نے اس قتل عام میں اتنا خونِ ناحق بہایا کہ تا زانوئے اسپ خون تھا۔ جس جگہ قتلِ عام کیا گیا تھا وہ خانقاہ میر شمس الدین کے متصل ہی ہے ۔ اس کا نام مرگ بل رکھا گیا۔ مرگ بمعنی موت اور "بل" کشمیری زبان میں جگہ کو کہتے ہیں۔ یہ مقام اب بھی اسی نام سے مشہور ہے ۔ اس کے علاوہ زڈی بل میں بطرف شمال ایک غار تھا۔ اس کو کشمیری میں" ہودہ بل" کہتے ہیں۔ یہاں لگ بھگ بارہ سو عورتیں اور بچے پناہ گیر ہوئے تھے۔ فسادیوں نے غار کے دروازے پر لکڑی کا انبار جمع کیا اور پھر اسے جلایا۔ جس کے سبب غار کے تمام لوگ خاکستر ہوئے ۔ اس کے بعد پورا زڈی بل نذر آتش کیا گیا۔ یہ واقعہ خاندانی حالات کے مطابق ۲ ذی قعدہ یوم جمعہ ۱۱۳۲ھ ہجری کو ہوا تھا۔

"**تاراج ششم** — در ایامِ حکومتِ برکات خان باتفاق راجهٔ کوهستان لباسِ بغاوت پوشیده، شهرِ اسلام‌آباد را به هرجا تاخت تاراج کرده ملک بے چراغ نمودند۔ چندروز در محلهٔ زڈی بل همراه اہلِ شیعه کنگاش داشته علمِ بغاوت افراخت و فوجِ شاهی را منہزم و هزیمت داده شهریان را تاراج ساخت۔ عاقبت ابوالبرکات خان با جمعیت منصب دارانِ شهر و افواجِ شاهی استقامت کرده بعد جدال و قتالِ بسیار آں باغی طاغی را از شهر بدر کشیده در کامراج منہزم گردانید۔ و در تعاقب پرداخت نه نموده همگیِ عوام الناس را بر تاراج اہلِ شیعه محاذ کرد، خانهائے آں ہا را از هر محله در داده، مال و دولت بغارت برده، در ننگ و ناموسِ آنها دقیقهٔ فروگذاشت نکردند و چند محله را در یک پهر روز بباد دادند۔ "عام التشویش" در ۱۱۵۸ هجری "تاریخ است[۲۶۴]"

"**تاراج هفتم** — کریم داد خان اہلِ تشیع را زجر و توبیخ نموده امیرآباد هم ویران فرمود[۲۶۵]"

"**تاراج هشتم** — در حکومت بلند خان (۱۱۷۵ - ۱۱۷۷ هجری) مردمان برائے صلوٰة استسقا در عیدگاه رفتند و شیعه هائے زڈی بل به نسبتِ خواجه حبیب نوشهری کلام بے ادبانه گفتند۔ مردم عوام بشور آمده، زڈی بل را آتش کشیدند و شیعه ها را غارت نمودند۔ بلند خان تحقیق ایں امر نموده، بعضے شیعه ها را قطع گوش و بینی کرده و مصادره ها گرفته به سزا رسانید[۲۶۶]"

"**تاراج نهم** — در عهد جمعه خان (سنه ۱۲۰۱ هجری) در آں ایام مردم شیعه در جڈی بل و حسن آباد ماتم سرا نموده، رواج ماتم داری افزودند و نائب صوبه اسلام خان را برائے تحقیقِ ایں امر مامور فرمود۔ چوں درست بوده، فردا روز جمعه محبت خان به ازدحام عوام سر موقع رفته۔ بنیاد ماتم سرا از پا در انداخته طبقهٔ شیعگان از نهب و غارت و احراق مامون ساخت[۲۶۷]"

"**تاراج دهم** — در جور و جفا و ظلم و ایذائے مردم خاص و عام (جمعه خان) علمِ تجبر افراخته، ساکنانِ شهر و ده را در ورطهٔ تحسر انداخت۔ خصوصاً در

حقِ جنودِ ہنود و اہل تشیع از روئے تعصب و کینہ پروری دستِ تغلّب دراز کردہ از اکابرانِ ہنود جمعی کثیر بقتل رسانید و بعضی ہا در بوریا پیچیدہ میانِ گرداب ڈل غرق گردانید[۲۶۸]"

"تاراج یازدہم - در عہدِ فرمانروائیِ عبداللہ خان ۱۲۱۶ھ سنہ ہجری و نیابت عطا محمد خان واقع شد - باعث آں ایں است کہ اہل شیعہ بروز عاشورا در ماتم سرا اعلانیہ سبّ و تبرا بہ نام اصحاب کبار ظاہر کردند - و در مرثیہ خوانی و جنازہ رانی مبادرت نمودند - ازیں رو خاطر خاص و عام برآشفتہ و خوانین کابل را آتش غیرت بہ جوش آمد - بہ موافقتِ او باشانِ شہر و قلّاشان دستِ تطاول دراز کردہ مال و مکنت آنہا بہ یغما غارت کردہ بہ آتش قہر و غضب خانمان آنہا را در طرفۃ العین تودہ ہائے خاکستر نمودند - و در ننگ و ناموسِ آنہا دست انداختہ از بے شرمی دقیقہ نہ گذاشتند[۲۶۹]"

"تاراج دوازدہم - در نظامت بہمان سنگھ ۱۲۴۶ھ بہ ظہور پیوست وجہ آں مورخان چناں بیان سازند کہ در تالابِ خوشحال سر موخ زارے کہ معروف است گیاہ - آں را بوریا ہا منسوج کردہ از عہد ابراہیم خان معمول بود کہ نصفہ آں برائے فرش مسجد جامع می دادند و نصفہ دیگر را بساط ماتم سرائے زڈی بل می کردند - دریں سال اہل تشیع را بہ سبب حکومت سنگان خیال دیگر بہ خاطر راہ یافتہ بود بنا بر شرارت اندرونی بوریا ہائے حصۂ مسجد جامع عمداً در ماتم سرائے خود فرش کردند - سنّیاں را ایں حرکت دشوار آمد - تا کہ بروز غرّہ ماہ عاشورا باہمدیگر گفتگو کردہ پیشِ ناظم استغاثہ بردند - بہمان سنگھ حکم داد کہ بوریا ہائے معمولی مسجد جامع در مسجد جامع رسانیدہ دہند - مردم شیعہ چند روز بہ تغافل گزرانیدہ بوریہ ہا از دست نہ کشیدند - علاوہ بر آں تبرّا و تقلید تابوت شہدا نمودند - و چند کس از سنّیاں در پیش بہمان سنگھ از عدم حصول بوریا ہائے مسجد عریضہ گذرانیدند - بہمان سنگھ دو نفر سپاہاں ہمراہ دادہ فرمود کہ بوریا ہائے مسجد از ماتم سرا کشیدہ در مسجد جامع برسانند - سنّیاں بہ

اعانت سپاہان در ماتم سرا دست انداز بوریا ہا شدہ بودند۔ اہل تشیعہ بشورش آمدہ آتشِ جنگ و جدل افروختہ سنّیاں را ردّ و بدل گفتند۔ ہماں وقت تمام باشندگانِ شہر را خبر شد از گریبان عناد سر کشیدہ خانہائے شیعہ ہا را بہ آتش افروختند۔ اندوختۂ آں ہا از مال و متاع و اسبابِ تمام بہ غارت بردہ در یک دوپہر با خاکِ فنا آمیختند۔ و پردۂ ننگ و ناموس آنہا دریدہ بعد مباشرتِ فعلِ شنیع شرمگاہِ بعض نسواں را بہ خنجر کشیدہ ریزہ ریزہ گردانیدند[240]"

"تاراج سیزدہم۔ در زمانِ ایالت رنبیر سنگھ و انتظام وزیر پنّوں در ۱۲۸۹ھ بعمل آمدہ۔ وجہ ایں است کہ دریں سال دو سہ ماہ آتش و با دریں ملک مشتعل بود۔ و خلقتِ بسیار طعمۂ اجل گشت۔ در آں اثنا مردمان در مساجد و خانقاہ برائے دفعِ ایں بلا بہ خدا التجا می کردند۔ اہل شیعہ در محلہ مدین صاحب متصل خانقاہ بر زمینِ مقام (مسجد) بنیاد مسجد امامیاں انداختہ بہ سجود و رکوع در آں جا قیام می کردند۔ و سنّیاں را ایں سخن ناگوار می شد۔ ۱۱ ماہ رجب روز عرس سید محمد مدنی خاص و عام بہ ازدحامِ تمام دراں جا جمع گشتہ دیوارہائے مسجد اہل شیعہ از پا بر انداختند۔ امامیاں خروج کردہ باہمدیگر بہ جدل پیوستند و اہل اسلام را مضروب و مجروح ساختند۔ دوکان داراں را غارت کردند۔ و سنّیاں در محکمہ کوتوالی و عدالت و دربار اعلیٰ استغاثہ نمودند و در تاریکیِ شب ہیچ کسے از حکام پرداختِ ایں امر خطیر نہ نمود۔ و مردم مستغیث بوقتِ مراجعت از شیرگڈھ در شہر شہرت افترا انداختند کہ وزیر پنّوں مارا بغارتِ شیعہ ہا تجویز داد۔ بہ سمعِ ایں خبر مردم تلاش داد باشش انگر فساد افروختہ بوقت چار بجے صبح خانہائے شیعہ را یکبار آتش کشیدہ بہ غارت پیوستند۔ و تا بہ ہنگام نہ ۹ نواخت (نو بجے) وزیر از خوابِ نخوت بیدار نہ شدہ تا کہ مال و متاع و خانہائے شیعہ ہا بباد رفت"[241]

اس تاراجِ عظیم کی تاریخ یہ ہے ؎

ازیں حسرت جہانے را جگر سوخت خرد تاریخ آں گفتا "جگر سوخت"[242]

۱۲۸۹ھ

شیعوں کے جو مکان جلائے گئے تھے ان کی تعداد نو سو ساٹھ[۹۶۰] تھی[۲۷۳]۔ خاندانی حالات میں یہ جگر سوز واقعہ ۱۲ رجب یوم دوشنبہ ۱۲۸۹ھ ہجری کو رونما ہوا۔ تمام شیعوں کی املاک نذر آتش کی گئی تھی۔ امام باڑہ حسن آباد اور امام باڑہ زڈی بل بھی خاکستر کیے گئے تھے۔ فساد میں میر شمس الدین عراقی کی اولادوں میں سیّد عبداللہ کے صاحبزادے سیّد صادق بھی مارے گئے تھے۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ نے آتش زدگان کو دو لاکھ اسّی ہزار روپیہ اور امام باڑہ زڈی بل کے لیئے پچیس[۲۵] ہزار روپیہ کا عطیہ دیا تھا۔ خاندانی حالات میں اس لوٹ مار کی تاریخ "ظلم شدیدا" (۱۲۸۹ھ ہجری) درج ہے۔

★

فہرست مآخذ

مقدمۂ اوّل

(۱) بہارستانِ شاہی ص ۱۳۱، تاریخ کشمیر ملک حیدر قلمی وغیر مطبوعہ سال تصنیف ۱۰۲۹ھ نسخۂ سری نگر

(۲) کشمیر سلاطین کے عہد میں ص ۵۵ ڈاکٹر محب الحسن (اردو ترجمہ) کشمیر ص ۴۳ جلد دوم ڈاکٹر محی الدین صوفی

(۳) کشمیر سلاطین کے عہد میں ص ۳۴ از ڈاکٹر محب الحسن (اردو ترجمہ)

(۴) تاریخ جموں ص ۴۹۳

(۵) مجالس المومنین ص ۲۱۵ مطبوعہ نولکشور

(۶) خاندانی حالات قلمی، سید حسن صفوی

(۷) مجالس المومنین تہرانی ایڈیشن ص ۲۵۶

(۸) دائرہ معارف اسلامیہ ص ۵۱۰-۵۴ جلد ۱۱ مرتبہ: دانش گاہ لاہور، طبع اول ۱۹۷۵ء

(۹) تحفۃ الاحباب قلمی وغیر مطبوعہ (سال تصنیف ۹۵۰ ہجری)

(۱۰) تحفۃ الاحباب

(۱۱) تحفۃ الاحباب ص ۸، ص ۲۹

(۱۲) بہارستان شاہی ص ۳۰

(۱۳) مجالس المومنین ص ۲۱۰

(۱۴) تاریخ فرشتہ (ص ۳۵) اختر درخشاں ص ۹ آغا سید باقر

(۱۵) واقعات کشمیر ص ۵

(۱۶) تاریخ حسن جلد اوّل ص ۲۳۰ مطبوعہ حکومت جموں و کشمیر

(۱۷) تحفۃ الاحباب ص ۱ بہارستان شاہی

(۱۸) بہارستان شاہی ص ۵-۹

(۱۹) تحفۃ الاحباب ص ۲۱ تا ص ۲۲

(۲۰) بہارستان شاہی ص ۹۶

(۲۱) تاریخ فرشتہ ص ۹۱ اردو ترجمہ از مولوی فدا علی طالب

(۲۲) تاریخ حسن جلد اول

(۲۳) واقعات کشمیر (تاریخ اعظم دیدہ مری) ص ۴۳

(۲۴) منتخب التواریخ قلمی وغیر مطبوعہ

(۲۵) آئین اکبری ص ۳۶۴ انگریزی جرٹ

(۲۶) تاریخ فرشتہ ص ۶۶ (اردو ترجمہ)

(۲۷) اینشنٹ جغرافی آف کشمیر ص ۱۱۳

(۲۸) تاریخ حسن ص ۳۹۳ جلد اول

(۲۹) اینشنٹ جغرافی آف کشمیر ص ۱۵۹

(۳۰) تاریخ کشمیر ملک حیدر قلمی نسخہ خدا بخش لائبریری پٹنہ ص ۱۹۳

(۳۱) تحفۃ الاحباب ص ۲۲۴ تا ص ۲۳

(۳۲) تحفۃ الاحباب ص۲۳

(۳۳) تاریخ کشمیر قلمی وغیر مطبوعہ ورق ۲۵ ب نسخہ محکمہ ریسرچ جموں وکشمیر سری نگر و واقعات کشمیر ص۷۱ و تاریخ حسن ص۳۲۵ جلد دوم

(۳۴) بہارستان شاہی ص۳۱

(۳۵) تحفۃ الاحباب ص۶۵-۶۴

(۳۶) تحفۃ الاحباب ص۲۳ ۱۵۶

(۳۷) تحفۃ الاحباب ص۳۰-۳۵

(۳۸) تحفۃ الاحباب ص۹۱

(۳۹) تحفۃ ص۵۳

(۴۰) تحفۃ الاحباب ص۶۳-۶۲

(۴۱) تحفۃ الاحباب ص۶۹-۷۰، بہارستان شاہی ص۵۱

(۴۲) تحفۃ الاحباب ص۸

(۴۳) بہارستان شاہی ص۵۷

(۴۴) تحفۃ الاحباب ص۸

(۴۵) تحفۃ الاحباب ص۶۰-۵۸

(۴۶) تحفۃ الاحباب ص۱۲۱

(۴۷) تحفۃ الاحباب ص۱۳۰-۱۳۷

(۴۸) تحفۃ الاحباب ص۱۴۰-۱۳۵

(۴۹) تحفۃ الاحباب ص۱۱۳

(۵۰) تحفۃ الاحباب ص۱۰۱

(۵۱) تحفۃ الاحباب ص۹۷

(۵۲) تحفۃ الاحباب ص۱۳۵

(۵۳) تاریخ کشمیر ورق ۲۵، الف ۲۶، ب

(۵۴) واقعات کشمیر ص۹۰-۹۱

(۵۵) تاریخ حسن ص۲۴۰ جلد دوم

(۵۶) تاریخ رشیدی مرزا حیدر کاشغری

(۵۷) تحفۃ الاحباب ص۱۳

(۵۸) تاریخ فرشتہ جلد دوم ص۳۳۶ مطبع نولکشور لکھنؤ

(۵۹) کشمیر سلاطین کے عہد میں ص۴۲۳ حاشیہ

(۶۰) ہسٹری مسلم رول ان کشمیر ص۱۰۱ (ڈاکٹر پارمو)

(۶۱) تحفۃ الاحباب ص۱۵۲

(۶۲) تحفۃ الاحباب ص۱۳۶

(۶۳) تحفۃ الاحباب ص۵۸

(۶۴) تاریخ کشمیر سید علی ورق ۲۶ ب

(۶۵) واقعات کشمیر ص۸۵ تاریخ حسن ص۲۵۲ جلد دوم

(۶۶) تحفۃ الاحباب ص۱۱

(۶۷) تاریخ کشمیر قلمی حسن بیگ ورق ۲۴ الف، قلمی واقعات کشمیر ص۱۱، تاریخ ملک حیدر ۹۲ ب (نسخہ سری نگر) تاریخ حشمت کشمیر ورق ۴۲، ب، قلمی، تاریخ حسن ص۳۳۳ جلد دوم

(۶۸) تاریخ ملک حیدر ورق ۹۲ ب، واقعات کشمیر ص۱۲۵ تاریخ شیعان کشمیر ص۱۲۵ حکیم غلام صفدر ہمدانی

(۶۹) تحفۃ الاحباب و تاریخ ملک حیدر ۳

(۷۰) نفحات کبرویہ قلمی وغیر مطبوعہ ص۸۵ وہاب الدین نوری

(۷۱) ٹرائبس آف دی ہندوکش ص۲۶-۲۵ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۸۰ء

(۷۲) خاندانی حالات قلمی ص۵

(۳) تحفۃ الاحباب ص،،

(۴) تحفۃ الاحباب ص،،

(۵) تحفۃ الاحباب ص۱۵۲

(۶) تحفۃ الاحباب ص۱۵۴-۵

(۷) تحفۃ الاحباب ص۱۶۲-۶۵

(۸)- تاریخ حسن جلد دوم ص۲۴۷

فہرست مآخذ

مقدمہ دوم

(۱) واقعات کشمیر ص۸

(۲) تاریخ حسن جلد دوم ص۲۱۷

(۳) سلاطین کشمیر ص۶۴ (اردو ترجمہ) مصنف ڈاکٹر محب الحسن

(۴) بہارستان شاہی

(۵) تاریخ حسن جلد دوم ص۲۱۸

(۶) تاریخ حسن جلد دوم ص۲۱۷

(۷) تاریخ حسن جلد دوم ص۲۱۷

(۸) شیعان کشمیر ص۳

(۹) تاریخ حسن جلد دوم ص۲۱۸

(۱۰) بہارستان شاہی، تاریخ ملک حیدر، تاریخ

(۱۱) بہارستان شاہی

(۱۲) تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص۱۲۲ نسخہ سرینگر
تاریخ حسن ص۲۳۲ جلد دوم۔ بہارستان شاہی

(۱۳) بہارستان شاہی و تاریخ حسن ص۲۳۳ جلد دوم

(۱۴) بہارستان شاہی، تاریخ ملک حیدر ص۱۲۳ (نسخہ ثانی ص۸۶) و تاریخ حسن جلد دوم ص۲۳۳

(۱۵) تاریخ حسن (اردو) ص۴۹۵، بہارستان شاہی
تاریخ ملک حیدر ص۱۲۴، تاریخ حسن جلد دوم ص۲۳۶

(۱۶) سکہ ص۳۶۵، بہارستان شاہی ص۸۹، تاریخ
ملک حیدر ص۱۲۶ طبقات اکبری جلد سوم ص۶۲۳
نظام الدین، تاریخ فرشتہ ص۴۹۷، نوادر الاخبار
ص۶۵ ابا رفیع الدین احمد المفتی کشمیری (فوٹو اسٹیٹ)
منتخب التواریخ قلمی نرائن کول عاجز، تاریخ حسن
جلد دوم ص۲۳۷

(۱۷) نوادر الاخبار ص۶۵ الف، تاریخ حسن جلد دوم ص۲۳۷

(۱۸) بہارستان شاہی، ملک حیدر ص۱۲۷ واقعات کشمیر ص۸،
تاریخ فرشتہ ص۴۹۸، تاریخ حسن ص۲۴۰ جلد دوم

(۱۹) تاریخ حسن جلد دوم ص۲۴۰

(۲۰) بہارستان شاہی ص۹۵

(۲۱) تاریخ رشیدی ص۴۳۷ بہارستان شاہی

(۲۲) تاریخ حسن ص۲۴۲

(۲۳) بہارستان شاہی ص۹۹ تاریخ حسن ص۲۴۴

(۲۴) بہارستان شاہی ص۱۰۳

(۲۵) تاریخ حسن ص۲۴۳، ملک حیدر ص۱۳۱

(۲۶) تاریخ حسن جلد دوم ص۲۴۹ واقعات کشمیر ص۸

(۲۷) بہارستان شاہی ص۱۰۵ واقعات کشمیر ص۹

تاریخ رشیدی ص ۳۸۴

(۲۸) بہارستان شاہی ص ۱۰۶، اکبرنامہ جلد اول ص ۴۰۳

(۲۹) تاریخ سید علی ورق ۵۰، تاریخ حیدر ملک ص ۱۴۵

(۲۹) طبقات اکبری ص ۴۶۸ جلد دوم، تاریخ حیدر ملک ص ۱۴۵

(۳۰) تاریخ حسنی ص ۲۵۴، بہارستان ص ۱۰۸، نوادر الاخبار ص ۶۹ ب

(۳۱) بہارستان شاہی ص ۱۰۶

(۳۲) بہارستان شاہی ص ۹۹، ملک حیدر ص ۵۳

(۳۳) بہارستان شاہی ص ۱۰۳، تاریخ کشمیر خلیل مرجان پوری قلمی و غیر مطبوعہ ص ۶۹، ملک حیدر ص ۵۵

(۳۴) تاریخ فرشتہ ص ۹۳۴

(۳۵) تاریخ کشمیر ورق ۳۲ الف قلمی و غیر مطبوعہ مخطوطہ نمبر ۳، حسن بیگ (نسخۂ سرینگر)

(۳۶) تاریخ حسنی ص ۲۵۴ جلد دوم، ملک حیدر ص ۵۶، تاریخ حسن بیگ ۳۳ الف، منتخب التواریخ ص ۱۸ الف از نرائن کول عاجز، تاریخ سید علی ورق ۲۶ ب، واقعات کشمیر ص ۸۰

(۳۷) تاریخ ملک حیدر ص ۱۳۴، منتخب التواریخ، تاریخ حسنی جلد دوم ص ۲۵۴، نوادر الاخبار ص ۴۳، ۳۰

(۳۸) بہارستان شاہی ص ۹۹-۱۰۸

(۳۹) تاریخ رشیدی ص ۴۳۶ انگریزی از الیث الیاس

(۴۰) تاریخ فرشتہ ص ۵۵۶

(۴۱) بہارستان شاہی ص ۱۱۶

(۴۲) بہارستان شاہی ص ۱۱۵

(۴۳) ملک حیدر ص ۱۳۶، تاریخ حسنی ص ۲۶۰

(۴۴) تاریخ حسنی ص ۲۶۳، ملک حیدر ص ۱۳۹

(۴۵) طبقات اکبری ص ۶۲۲ مطبوعہ نولکشور، تاریخ فرشتہ ص ۳۵۸

(۴۶) تاریخ حسنی ص ۲۶۳

(۴۷) بہارستان شاہی ص ۱۱۴

(۴۸) تاریخ حسنی ص ۲۶۱، بہارستان شاہی ص ۱۱۴

(۴۹) طبقات اکبری ص ۶۲۰

(۵۰) تاریخ ملک حیدر ص ۵۹

(۵۱) بہارستان شاہی ص ۱۱۵-۱۱۸

(۵۲) تاریخ ملک حیدر ۵۹، واقعات کشمیر ص ۸۹، تاریخ حسنی ص ۲۷۰

(۵۳) ملک حیدر ص ۵۹ واقعات کشمیر ص ۸۹

(۵۴) نوادر الاخبار ص ۴۳

(۵۵) ملک حیدر ص ۵۹

(۵۶) بہارستان شاہی ص ۹۱ تاریخ ملک حیدر ص ۱۲۷

(۵۷) بہارستان شاہی ص ۹۱-۹۰

(۵۸) بہارستان شاہی ص ۱۱۸

(۵۹) ملک حیدر ص ۱۴۲، تاریخ حسنی ص ۲۶۹

(۶۰) ملک حیدر ص ۶۰

(۶۱) تاریخ حسنی ص ۲۷۱

(۶۲) تاریخ ملک حیدر ص ۶۰

(۶۳) بہارستان شاہی ص ۱۱۹ تاریخ ملک حیدر ص ۶۱

(۶۴) بہارستان شاہی ص ۱۲۰، ملک حیدر ص ۶۱

منتخب التواریخ ص۶۲، تاریخ فرشتہ ص۵۱۶

(۶۵) تاریخ حسن ص۲۷۶-۲۷۵، اکبر نامہ ص۱۵۴ انگریزی جلد دوم ایچ بیورج مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۹۰۴ء

(۶۶) ملک حیدر ص۶۱

(۶۷) اکبر نامہ ص۱۹۹ جلد دوم، تاریخ فرشتہ ص۵۱۸ طبقات اکبری ص۴۳۰ جلد سوم انگریزی برجندرناتھ کلکتہ سنہ ۱۹۳۱ء، ملک حیدر ص۶۲، منتخب التواریخ ورق ۹۲ نرائن کول عاجز، واقعات کشمیر ص۹۰ تاریخ حسن ص۲۷۶

(۶۸) بہارستان شاہی ص۱۲۱

(۶۹) کشمیر از ڈاکٹر صوفی ص۲۱۸ جلد دوم

(۷۰) کشمیر سلاطین کے عہد میں ص۲۳۳

(۷۱) تاریخ باغ سلیمانی قلمی ص۲۵۵ میر سعد اللہ شاہ آبادی

(۷۲) طبقات اکبری ص۴۳۳-۴۳۶، تاریخ فرشتہ ص۵۱۸ ملک حیدر ص۶۲ واقعات کشمیر ص۹۰ منتخب التواریخ ص۹۲ الف نرائن کول عاجز، تاریخ کشمیر خلیل مرجان پوری ص۶۲

(۷۳) نوادر الاخبار ص۶۷ ب

(۷۴) تاریخ حسن ص۲۷۷

(۷۵) اردو ترجمہ تاریخ کشمیر (واقعات کشمیر) خواجہ اعظم ص۹۱ مطبوعہ سنہ ۱۸۴۶ دہلی کالج (نسخہ پٹنہ) بہارستان شاہی ص۱۳۰

(۷۶) ملک حیدر ص۶۱، تاریخ حسن ص۲۷۵

(۷۷) بہارستان شاہی ص۱۲۲ ملک حیدر ورق ۶۰

(۷۸) بہارستان شاہی ص۱۲۲، تاریخ حسن ص۲۸۱ واقعات کشمیر ص۹۳

(۷۹) ملک حیدر ص۶۴، تاریخ حسن ص۲۸۳

(۸۰) تاریخ فرشتہ ص۵۲۲، طبقات اکبری ص۴۹۳ جلد سوم فارسی

(۸۱) بہارستان شاہی ص۱۳۳

(۸۲) تاریخ کشمیر سید علی ورق ۲۸

(۸۳) واقعات کشمیر ص۹۱

(۸۴) تاریخ کشمیر ص۵۳ خلیل مرجان پوری

(۸۵) منتخب التواریخ (بدایونی) ص۳۹۳ اردو ترجمہ محمود احمد فاروقی مطبوعہ پاکستان سنہ ۱۹۶۲ء

(۸۶) مآثر رحیمی جلد اول ص۲۵۴-۲۵۳

(۸۷) تاریخ فرشتہ ص۵۲۲ (تاریخ فرشتہ ص۳۶۳ جلد دوم مطبوعہ نولکشور سنہ ۱۲۸۱ء

(۸۸) تاریخ حسن ص۲۸۵-۲۸۳ جلد دوم

(۸۹) طبقات اکبری ص۴۳۵، انگریزی، تاریخ فرشتہ ص۵۲۲، مآثر رحیمی ص۲۵۴-۲۵۳

(۹۰) بہارستان شاہی ص۱۲۵-۱۲۳

(۹۱) بہارستان شاہی ص۱۲۶

(۹۲) تاریخ حسن ص۲۸۶

(۹۳) بہارستان شاہی ص۱۲۶ طبقات اکبری ص۴۳۶، منتخب التواریخ (بدایونی) ص۱۲۵ انگریزی

(۹۴) منتخب التواریخ اردو ترجمہ ص۵۳۶ طبقات اکبری اکبر نامہ ص۸۱۶ جلد سوم

(۹۵) منتخب التواریخ ص۲۹۳

(۹۶) نوادرالاخبار ورق ۸۱، واقعات کشمیر ص۹۱
تاریخ حسن ص۲۸۲

(۹۷) تاریخ حسن ص۲۸۲

(۹۸) تاریخ حسن ص۲۸۲

(۹۹) ملک حیدر ورق ۶۱ الف، منتخب التواریخ ۹۲
نرائن کول

(۱۰۰) ملک حیدر ۶۱ ب

(۱۰۱) کشمیر سلاطین کے عہد میں ص۲۴۲-۲۴۳

(۱۰۲) ملک حیدر ۶۲ الف

(۱۰۳) بہارستان شاہی ص۱۳۰

(۱۰۴) طبقات اکبری ص۴۷

(۱۰۵) طبقات اکبری جلد سوم ص۴۹۸ تاریخ حسن ص۲۹۱

(۱۰۶) طبقات اکبری جلد سوم ص۴۹۹، تاریخ حسن ص۲۹۲

(۱۰۷) طبقات اکبری جلد سوم ص۴۹۹

(۱۰۸) تاریخ فرشتہ ص۸۲۷

(۱۰۹) ملک حیدر ورق ۶۲ ب ۶۳ الف، واقعات کشمیر
ص۹۲

(۱۱۰) ملک حیدر ۶۳ ب ۶۴ الف، تاریخ فرشتہ ص۸۲۶
طبقات اکبری جلد سوم ص۴۹۸

(۱۱۱) طبقات اکبری جلد سوم ص۴۹۹، تاریخ فرشتہ ص۸۲۶
واقعات کشمیر ص۹۲، تاریخ حسن بیگ ورق ۴۴ ب

(۱۱۲) مآثر رحیمی ص۲۵۴، تاریخ فرشتہ ص۸۲۳، واقعات
[illegible] تاریخ حسن ص۲۹۲، منتخب التواریخ

(بدایونی) اردو ترجمہ ص۳۹۳

(۱۱۳) ملک حیدر ص۱۹۹، طبقات اکبری جلد دوم ص۲۰۱

(۱۱۴) بہارستان شاہی ص۱۳۲

(۱۱۵) تاریخ کشمیر ورق ۶۴ ب

(۱۱۶) منتخب التواریخ قلمی ورق ۹۳ ب

(۱۱۷) تاریخ کشمیر ص۹۲ ۴۴ ب

(۱۱۸) واقعات کشمیر ص۹۳

(۱۱۹) تاریخ حسن ص۲۸۳ جلد دوم

(۱۲۰) تاریخ کشمیر ص۹۲-۹۳

(۱۲۱) واقعات کشمیر ص۹۳

(۱۲۲) ملک حیدر ورق ۶۴ الف، منتخب التواریخ ورق
۹۴ ب نرائن کول عاجز

(۱۲۳) تاریخ فرشتہ ص۸۲۸ مآثر رحیمی ص۲۵۸

(۱۲۴) نوادرالاخبار ورق ۸۰، ۸۸

(۱۲۵) تاریخ حسن ص۲۸۵

(۱۲۶) تاریخ فرشتہ ص۸۲۸ بہارستان شاہی ص۱۳۲
واقعات کشمیر ص۹۳

(۱۲۷) بہارستان شاہی ص۱۲۹-۱۳۶ حیدر ملک ۱۷۱ الف
واقعات کشمیر ص۹۴ تاریخ حسن ص۲۹۵

(۱۲۸) بہارستان شاہی ص۱۳۶-۱۴۰

(۱۲۹) ملک حیدر ۶۵ ب ۶۶ الف

(۱۳۰) تاریخ حسن جلد دوم ص۳۱، بہارستان شاہی ص۱۴۷

(۱۳۱) بہارستان شاہی ص۱۴۷

(۱۳۲) بہارستان شاہی ص۱۵۵ تاریخ فرشتہ ص۸۲۹

ملک حیدر ۶۷ ب

(۱۳۳) واقعات کشمیر ص ۹۲، تاریخ حسن جلد دوم ص ۳۰۶

(۱۳۴) بہارستان شاہی ص ۱۵۵

(۱۳۵) تاریخ حسن ص ۳۰۶، واقعات کشمیر ص ۹۲ ملک حیدر ۶۹ الف، منتخب التواریخ ۹۶ الف

(۱۳۶) تاریخ حسن ص ۳۱۳، واقعات کشمیر ص ۹۲ منتخب التواریخ قلمی ۹۶ الف

(۱۳۷) بہارستان شاہی ص ۱۵۶

(۱۳۸) تاریخ فرشتہ ص ۸۲۹

(۱۳۹) بہارستان شاہی ص ۱۵۶

(۱۴۰) تاریخ حسن ص ۳۰۹

(۱۴۱) بہارستان شاہی ص ۱۵۶

(۱۴۲) ملک حیدر ۶۹ الف تا ۷۱ الف تاریخ فرشتہ ص ۸۳۰ واقعات کشمیر ص ۹۵

(۱۴۳) ملک حیدر ۷۱ الف، واقعات کشمیر ص ۹۵ تاریخ حسن ص ۳۱۳

(۱۴۴) بہارستان شاہی ص ۱۶۳، تاریخ حسن ص ۳۱۳

(۱۴۵) واقعات کشمیر ص ۹۵

(۱۴۶) بہارستان شاہی ص ۱۶۴ تاریخ حسن ص ۳۱۴ ملک حیدر ۷۱ الف، طبقات اکبری ص ۵۰۴ جلد سوم

(۱۴۷) طبقات اکبری جلد سوم ص ۵۰۴، تاریخ حسن ص ۳۱۶

(۱۴۸) تاریخ حسن ص ۳۱۶

(۱۴۹) بہارستان شاہی ص ۱۶۹-۱۶۸

(۱۵۰) بہارستان شاہی ص ۱۶۷

(۱۵۱) تاریخ حسن ص ۳۱۸

(۱۵۲) تاریخ حسن ص ۳۱۹

(۱۵۳) ملک حیدر ورق ۷۳ الف

(۱۵۴) اکبرنامہ جلد سوم ص ۵۷۶، طبقات اکبری جلد سوم ص ۵۰۴ تاریخ فرشتہ ص ۸۳۱

(۱۵۵) تاریخ حسن ص ۳۲۰

(۱۵۶) بہارستان شاہی ص ۱۷۳، تاریخ حسن ص ۳۲۰ ملک حیدر ص ۷۵ الف، تاریخ فرشتہ ص ۸۳۲ طبقات اکبری جلد سوم ص ۵۹۷

(۱۵۷) ملک حیدر ۷۴ ب

(۱۵۸) واقعات کشمیر ص ۹۶، تاریخ حسن ص ۳۲۱

(۱۵۹) تاریخ ملک حیدر ورق ۷۵ ب

(۱۶۰) تاریخ فرشتہ ص ۸۳۲، طبقات اکبری ص ۵۹۷، جلد سوم واقعات کشمیر ص ۹۷، ملک حیدر ۷۵ ب، منتخب التواریخ بدایونی ص ۵۲۶ اردو ترجمہ

(۱۶۱) اکبرنامہ جلد سوم ص ۶۱۵، طبقات اکبری جلد سوم ص ۶۰۰

(۱۶۲) بہارستان شاہی ص ۱۷۴ حیدر ملک ۷۶ ب

(۱۶۳) تاریخ حسن ص ۳۲۳، واقعات کشمیر ص ۹۷

(۱۶۴) تاریخ حسن ص ۳۲۴، حیدر ملک ۷۶ ب

(۱۶۵) واقعات کشمیر ص ۹۷

(۱۶۶) اکبرنامہ ص ۲۴۷ جلد سوم، بہارستان شاہی ص ۱۷۵

(۱۶۷) واقعات کشمیر ص ۹۷، ملک حیدر ۱۹۱

(۱۶۸) تاریخ حسن ص ۳۲۵، بہارستان شاہی ص ۱۷۶

(۱۶۹) اکبرنامہ ص ۴۸۱ فارسی مطبوعہ نولکشور لکھنؤ

(۱۷۰) بہارستان شاہی ص ۱۷۷

(۱۷۱) منتخب التواریخ ص ۵۷۶ اردو، طبقات اکبری ص ۷۱۶ جلد سوم، تاریخ فرشتہ ص ۳۴۸، تاریخ حسن ص ۳۲۵، تاریخ کشمیر حسن بیگ ورق ۳۵ ب

(۱۷۲) بہارستان شاہی ص ۱۷۷

(۱۷۳) ملک حیدر ورق ۷۷ ب، بہارستان شاہی ص ۱۷۷

(۱۷۴) تاریخ کشمیر ۸۰ ورق حیدر ملک

(۱۷۵) نوادرالاخبار ورق ۱۰۱ الف

(۱۷۶) مجموعہ التواریخ ورق ۱۱۲ ب پنڈت بیربل کاچرو

(۱۷۷) تاریخ حسن ص ۲۹۷

(۱۷۸) تاریخ کشمیر خلیل مرجان پوری ص ۱۷۹

(۱۷۹) خواتین کشمیر ص ۱۰۸-۱۰۷ مطبوعہ علی محمد حبہ کدل سری نگر۔

(۱۸۰) ہسٹری آف مسلم رول ان کشمیر ص ۲۰۳-۲۰۴

(۱۸۱) کشمیر انڈر سلاطنز ص ۱۸۰

(۱۸۲) شیعان کشمیر ص ۹۰

(۱۸۳) تاریخ کشمیر ورق ۲۷ الف

(۱۸۴) تاریخ حسن ص ۳۱۴

(۱۸۵) بہارستان شاہی ص ۱۹۹ شیعان کشمیر ص ۸۰

(۱۸۶) کلیات توفیق قلمی وغیر مطبوعہ ورق ۹۷ ب

(۱۸۷) تاریخ حسن ص ۳۱۵

(۱۸۸) سرینگر ٹائمز مطبوعہ ۲ر جون ۱۹۷۸ء

(۱۸۹) واقعات کشمیر ص ۱۷۸، ملک حیدر ص ۶۹

(۱۹۰) تاریخ ملک حیدر ص ۶۹

(۱۹۱) نوادرالاخبار ص ۱۰۳

(۱۹۲) نوادرالاخبار ص ۱۰۳

(۱۹۳) نوادرالاخبار ص ۱۰۵-۱۰۴

(۱۹۴) گل رعنا ورق ۵۶ ب اورنگ شفیق آبادی قلمی (غیر مطبوعہ نسخہ خدابخش لائبریری پٹنہ)

(۱۹۵) بہارستان شاہی ص ۱۶۶

(۱۹۶) واقعات کشمیر ص ۹۳

(۱۹۷) تاریخ کشمیر خلیل مرجان پوری

(۱۹۸) بہارستان شاہی ص ۱۶۳

(۱۹۹) تاریخ حسن ص ۳۱۱

(۲۰۰) بہارستان شاہی ص ۱۹۹

(۲۰۱) بہارستان شاہی ص ۱۸۰

(۲۰۲) ملک حیدر ورق ۹۷ الف، ۹۷ ب، واقعات کشمیر ص ۹۶ فتحنامہ اکبر وغیرہ ص ۵۰۶، تاریخ حسن ص ۳۲۸

(۲۰۳) ملک حیدر ۹۷ ب، واقعات کشمیر ص ۹۶

(۲۰۴) تاریخ حسن بیگ ورق ۴۱ ب، تاریخ حسن ص ۳۲۹

(۲۰۵) واقعات کشمیر ص ۹۶

(۲۰۶) بہارستان شاہی ص ۱۸۱، واقعات کشمیر ص ۹۸ تاریخ حسن ص ۳۳۱

(۲۰۷) واقعات کشمیر ص ۹۹، تاریخ حسن ص ۳۳۱

(۲۰۸) بہارستان شاہی ص ۱۸۱

(۲۰۹) تاریخ حسن ص ۳۳۲، بہارستان شاہی ص ۱۸۲

(۲۱۰) اکبرنامہ ص۴۸۲ جلد سوم، حیدر ملک ۸۰ الف

(۲۱۱) واقعات کشمیر ص۹۹

(۲۱۲) واقعات کشمیر ص۹۹ نوادرالاخبار ص۱۲۲-۱۲۱

گوہر عالم ص۲۴۵ محمد اسلم منعمی، تاریخ کشمیر خلیل

مرجان پوری ص۳۳۳

(۲۱۳) بہارستان شاہی ص۱۸۱ ملک حیدر ۸۰ الف،

اکبرنامہ ۴۹۶ جلد سوم، تاریخ حسن ص۳۳۳

(۲۱۴) ملک حیدر ورق ۸۱ ب، نوادرالاخبار ص۱۱۲،

گوہر عالم ص۲۴۶، واقعات کشمیر ص۱۰۰

(۲۱۵) تاریخ حسن ص۳۳۴

(۲۱۶) ملک حیدر ۸۱ الف، بہارستان شاہی ص۱۸۲

(۲۱۷) نوادرالاخبار ص۱۱۲

(۲۱۸) اکبرنامہ ص۵۰۳ جلد سوم فارسی

(۲۱۹) بہارستان شاہی ص۱۸۳

(۲۲۰) حیدر ملک ورق ۸۱ الف، ۸۱ ب

(۲۲۱) تاریخ حسن جلد سوم ص۴۱۶

(۲۲۲) نفحات کبرویہ ص۵۰۵، تاریخ حسن ص۴۱۶

(۲۲۳) واقعات کشمیر ص۱۰۱

(۲۲۴) تاریخ کبیر کشمیر ص۱۷۱ (قلمی) محی الدین مسکین

(۲۲۵) نوادرالاخبار ص۱۱۵-۱۱۳

(۲۲۶) ملک حیدر ورق ۸۲ الف

(۲۲۷) حیدر ملک ۸۳ الف، تاریخ حسن بیگ ۴۲ الف

تاریخ حسن ص۴۱۸-۴۱۷

(۲۲۸) بہارستان شاہی ص۱۸۵-۱۸۶، تاریخ حسن ص۴۱۹

(۲۲۹) بہارستان شاہی ص۱۸۶-۱۸۷، تاریخ حسن ص۴۱۹

تاریخ حسن ص۴۲۱ ملک حیدر ۸۳ ب

(۲۳۰) واقعات کشمیر ص۱۰۱ تاریخ حسن ص۴۲۱

(۲۳۱) تاریخ حسن ص۴۲۲

(۲۳۲) ملک حیدر ۸۴ الف تاریخ حسن ص۴۲۳

(۲۳۳) واقعات کشمیر ص۱۰۳، تاریخ حسن ص۴۲۳

(۲۳۴) بہارستان شاہی ص۱۸۹ تاریخ حسن ص۴۲۵

(۲۳۵) تاریخ حسن ص۴۲۶، بہارستان شاہی ص۱۹۱

(۲۳۶) بہارستان شاہی ص۱۹۳

(۲۳۷) تاریخ حسن ص۴۳۰

(۲۳۸) تاریخ حسن ص۴۳۳

(۲۳۹) تاریخ حسن ص۴۳۵

(۲۴۰) بہارستان شاہی ص۲۰۳، تاریخ حسن ص۴۳۶

(۲۴۱) تاریخ فرشتہ ۵۶۰

(۲۴۲) بہارستان شاہی ص۲۰۴ تاریخ حسن ص۴۳۶

(۲۴۳) بہارستان شاہی ص۲۰۶

(۲۴۴) بہارستان شاہی ص۲۰۷

(۲۴۵) منتخب التواریخ بدایونی ص۳۰۵

(۲۴۶) نوادرالاخبار ص۱۳۱

(۲۴۷) منتخب التواریخ بدایونی ص۳۰۷

(۲۴۸) تاریخ حسن ص۴۳۵

(۲۴۹) نوادرالاخبار ص۱۳۴

(۲۵۰) بہارستان شاہی ص۲۳۵-۲۳۴

(۲۵۱) واقعات کشمیر ص۱۰۶

(۲۵۳) نوادر الاخبار ص۱۳۲ گوہر عالم ص۲۳۵

(۲۵۴) تاریخ کشمیر خلیل مرجان پوری ص۱۰۹-۱۰۸ تاریخ ملک حیدر ص۱۰۴ نسخۂ خدا بخش لائبریری پٹنہ)

(۲۵۵) واقعات کشمیر ص۹۸

(۲۵۶) تاریخ حسن جلد ص۵۴ واقعات کشمیر ص۱۶۳

(۲۵۷) تاریخ حسن جلد اول ص۴۸۰

(۲۵۸) تاریخ حسن جلد اول ص۵۴۶

(۲۵۹) تاریخ حسن " ص۴۸۰

(۲۶۰) تاریخ حسن " ص۴۸۱

(۲۶۱) تاریخ حسن " ص۴۸۳

(۲۶۲) تاریخ حسن " ص۴۸۲

(۲۶۳) تاریخ حسن " ص۴۸۸

(۲۶۴) تاریخ حسن " ص۴۸۹

(۲۶۵) تاریخ حسن " ص۶۹۶

(۲۶۶) تاریخ حسن " ص۴۹۰

(۲۶۷) تاریخ حسن جلد دوم ص۴۹۰

(۲۶۸) تاریخ حسن جلد دوم ص۱۰

(۲۶۹) تاریخ حسن جلد اول ص۴۹۰

(۲۷۰) تاریخ حسن " ص۴۹۰

(۲۷۱) تاریخ حسن " ص۴۹۲

(۲۷۲) تاریخ حسن " ص۴۹۳

(۲۷۳) تاریخ حسن جلد دوم ص۸۵۲

کتب لغات

(۱) بہار عجم مرتبہ ٹیک چند بہار مطبع ۱۸۹۴ء مطبع نولکشور لکھنؤ جلد دوم

(۲) غیاث اللغات ۔ مرتبہ مولوی غیاث الدین رامپوری مطبع رائے صاحب منشی گلاب سنگھ لاہور (کتب خانہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

(۳) نفائس اللغات مرتبہ اوحد الدین بلگرامی مطبع مصطفائی لکھنؤ ۱۲۵۱ ہجری مملوکہ کتاب خانہ ڈاکٹر نیر مسعود صاحب لکھنؤ۔

(۴) لغات کشوری ۔ مطبع نول کشور لکھنؤ


تاریخ کشمیر
معروف بہ
بہارستانِ شاہی
(۱۰۲۳م)



پہلا باب

احوالِ ملکِ کشمیر و راجگانِ ہندو

احوالِ کشمیر مورّخانِ اخبارِ سلاطینِ ممالکِ کشمیر کہ از جملہ حالات و واقعاتِ ملوک و احکام احوالِ اشراف نام را بقلم کشمیری نوشتند۔ در دفاترِ اخبار و صحائفِ آثار چنیں ثبت نمودند کہ در کشمیر در زمانِ قدیم آب بر زمین مستولی بود۔ تا دو ہزار دو و بیست سال کہ دراں کشپ سرمی گفتند و در ہمسائگیِ آں کشپ سرمردِ زاہدے متاہل بود، از اہل ہند کشپ نام۔ پس از حضرت عزّت خواست۔ زمینِ خشک را جہتِ عبادت و بودن خود۔ پس حق سبحانہ وتعالیٰ سہ نفر از فرشتگان فرستاد۔ امر کردہ اند اخراجِ آں آب تا خشک شد و آں قدر جائیکہ آں زاہد بہ نشیند و عبادت کند بجہت او تعیّن کردہ اند آں زمین را بہ کشپ سر نام کردہ اند یعنی آں سنگ تراشیدہ است۔

آوردہ اند کہ بعد ازاں باسم ہبکید رات (کذا) زمین بگلہا کندہ انواع تخم انداختہ وزراعت دامارت بسیار کرد۔ و از طرف ہند جمع کثیر آمدہ خانہ ہا گرفتند و پادشاہِ آنہا راجای والانام۔ آں پادشاہ ترکشل است و معنی ترکشل آں است کہ ہیچکس نمی تواند در بخت و اقبال با او برابری کرد و ایں زمینِ کشمیر نام نہادہ اند و منبع گنگ ہم آنجاست۔ و آنجا راہ نمی تواں رفت و در درمان

آں کوه و مزار عہا و زمین ہائے پاکیزه و خوش و بے نہایت است ۔ آں را تا ور نامند ۔ ہمہ آں زمین ہا ہفتاد و دو قطعہ است کہ عبارت از صد و ہشت کرده است ۔ درمیان آں زمین ہا شہر کشمیر است ۔ در آنجا شصت و چہار صنف آدمیان پیدا شد و راجہ یک صنف انساں است ۔ ایں ہا ہمہ علما و بزرگان و مجتہدان آں طائفہ اند ۔ بعد از ایشان صنف دیگر است کھتریش نام ۔ آنہا داد بادشاہان و خدام آنہا اند ۔ بعد از ایشان دیش اند ۔ آنہا مزارعان محترف اند ۔ وبعد از ایشان چنڈال اند آنہا عوام کمتریں مردم اند ولولیان امثال ایشانند ۔

وسلطان کہ اوّل بنائے شہر کشمیر کرد نام او پرورسین بود ۔ بہ تربیت او کلان شده بود ۔ چوں برد مقبره او نگاف شده ، بر آسمان رفت نزدیک ماہی شور ۔ بعد ازاں پسر او زناد ت بر تخت سلطنت نشست ۔ شصت سال پادشاہی کرد ۔ بعد ازاں پسر او دنتہ دیو چہل سال پادشاہی کرد چوں برد از نسل او للتہ دت پیدا شد ۔ پادشاہی ہشتاد سال کرد و اہل کشمیر اورا ذوالقرنین میگویند ۔ ومیگویند کہ او جمع عالم در تصرف خود آورد و از ابتدا ر چین تا انتہا معرف ۔ و در کشمیر تماہا دئے) للتہ دت بسیار است وللتہ دت شہری بنا کرد نام آں پرسپور معنی آنست کہ ہیچ شہرے مثل آں نیست و بت خانہا در آنجا بنیا د کرد و بناہائے کلان در آنجا نصب کرد و بتی شصت گز دراز بود ۔ بعضی گویند کہ در آں زمان قد آدمی ہماں قدر بود عرض جثہ آدمی بقدر درازی بود ۔ و ہرچہ آں ذوالقرنین از بت می طلبید میسر می شد ۔ و اورا در زمان ذوالقرنین پرستش بسیار می کردند ۔

و در آں زمان شخصے بود ۔ دو سنگ از جواہر داشت وخاصیت یکی آں دو جواہر آں بود کہ ہرگاه در بحر می انداختند آب خشک می شد ہر کہ میخواست در راه خشک میگذشت ۔ وخاصیت جواہر دیگر آں بود کہ ہرگاه در برابر بحر میداشتند آں جواہر دیگر پیش او میرسید باز آب بحال خود می آمد و ذوالقرنین میخواست کہ آں دو جواہر را بخرد ۔ صاحب جواہر قبول نمی کرد و میگفت کہ از دست من کسے نمی تواند برآورد مگر بصورت شاک موتی ۔ معنی شاک موتی آنست کہ جان خود را بقالب دیگرے در آرد ۔ چونکہ من از جمع بلاہا و آفت ہا بواسطۂ آں دو جواہر خلاص شدم ۔ بعد از سال ششم باز در کشمیر آمد ۔ شہر کشمیر را بہ پسرزادۂ خود سپرد ۔ رتنا تیر نام ۔ خود بجہت تسخیر ممالک ولایت رفت بازگست و خبر موت او ہیچکس نرسانید کہ چگونہ بود ۔ ورتنا تیر پسرزادۂ

او بجهت تسخیر ولایات روان شد و اکثر شهرها گرفت تا آنکه بشهرے رسید از طرف مشرق. پادشاه
شهر را از رتناتیر رسانیدند. باد وزیر و امرا مشورت کرد که درین امر صلاح ارکان دولت چیست.
وزیر اعظم بعرض رسانید که رتناتیر پادشاه عظیم و ایشان را مقاومت بجنگ نتوان کرد و در
مصلحه خاطر ترا امن نیست و دافع او مشکل مگر آنکه پادشاه در مجلس بمن مشورت کند. من بطریق
نصیحت با نقیاد اطاعت رتناتیر صلاح دهم و سلطان در غضب آمده حکم بینی بریدن اخراج کردن
نماید. چون مرا از شهر اخراج کند و بینی بهبرند در میان غنیم رفته فکر هلاکت دشمن بجنم. چون چنین
آد از وزیر اعظم در میان دشمن و احوال او به رتناتیر رسید در فتح بلاد او را هم داستان کرد.
وزیر عاقل که او در مقام ربود فریب است. رتناتیر را دلالت براهی کرد که ده دوازده روز
آب پیدا نبود. اکثر انسان و حیوان آن لشکر هلاک شدند. چون رتناتیر مکر وزیر معلوم کرد
از وی پرسید. سبب مکر تو چه بود؟ او در جواب گفت که قصد هلاکت شما. تا ملک پادشاه من
از شر شما محفوظ ماند. چون رتناتیر معلوم کرد او را خلعت و انعام فرمود. پادشاه او را نیز نظر
مرحمت التفات کرد. از آنجا ولایت کیش و بحرین رفت. آنجا شکست خورد. اکثر لشکر و
حشم او تلف شد و سلطان با معدودے چند در دست پادشاه بحرین افتاد. او برادر خود سپرد
که او را نگاه دارد.

روزے رتناتیر برادر او گفت که پسر تو چنین و چنین توانم کرد. او در جواب از روے
تعجب گفت که در بندی چنین و چنان چون توانی کرد. درین اثنا باد شدید وزیدن گرفت.
خود را و برادر سلطان در کشتی انداخت و کشتی را بطرف معبر برد. در آنجا شیرے بود مردم
را می کشت. سلطان معبر از هلاک او عاجز بود. بس رتناتیر دست چپ در دهن شیر انداخت
بدست راست او را پاره کرد. چون سلطان معبر چنین دید. تعجب کرد او را بحضور خود طلبید.
خلعت و انعام داد و دختر خود را در عقد او در آورد. لشکر بسیار با او همراه کرد. و به تسخیر ولایت
فارس فرستاد. و آنجا ممالک را حد تصرف خود در آورد و دوکان آنجا متسل ساخت و
از آنجا با زبدیار کشمیر رفت و آنجا سلطنت می کرد. روزے از روزها سوار شد. مقرعه و
چابک بمن رسان. او گفت که این کار من نیست. شغل من قاصدے سفر است. آنها را
بزبان کشمیری "پونکان" می گفتند. پادشاه از سخن او برآشفت. فرمود عنقریب شغل تو

حاضر سازم۔ پس سلطان حکایت نوشت بدست سفیرے داد وگفت ایں نوشتہا را بسلطان
گنگ برسان و گنگ شہرے عظیم و مشہور بود از بلاد ہند و نام بادشاہ گنگ دادرس بود۔ د
فرمان بنام او باین مضمون نوشت کہ یک ہزار و پنج کشتی بمجرد رسیدن فرمان ازبرائے
ساختن قلعہ بفرستند۔ چوں قاصد در کشتی نشست ماہی بزرگ کشتی را بآن مردم فرو برد۔
آں قاصد شمشیر داشت۔ و بآں شمشیر ماہی را پارہ کرد تا ماہی بمرد و کنارۂ دریا افتاد۔ نزدیک
شہر کشر ندان قاصد از شکم ماہی برآمد۔ چوں مردم کشر ندان حال مشاہدہ کردند۔ تعجب نمودند۔
و ماجرا او استفسار نمودند۔ آں شاہد حال خطوط فرامین کشمیر یافتہ اند۔ پس پیش سلطان
گنگ بردند۔ چون سلطان گنگ از قصہ واقف شد۔ یکہزار و پنج کشتی ہمراہ پوتکان فرستاد۔
چوں پوتکان در حوالی شہر کشمیر رسید از آمدن دیوان سلطان گنگ بہ پادشاہ کشمیر خبر کرد سلطانِ
کشمیر نخود[1] و آہنش[2] و میوہ ہائے خاردار بجہت دیوان فرستاد۔ و راتبہ دیوان ہر روز ازیں نخود
نواکہ بود تا قلعہ تمام ساختند باندر کوٹ۔ ہفتاد سال در آنجا پادشاہی کرد۔ بعد ازاں سلطنت بہ
پسرِ خود داد باسم برداناتنت۔ بعد از وے پادشاہ بکشتل در مرچند منقل شد۔ بعد از وفات
او بانت دیو منتقل شد۔ انت دیو پادشاہ بود بخیل و حریصِ جمع مال تا آنکہ امر کرد بدختران خود کہ در
کوچہا جہت زنا بنشستند تا زر از مردم بگیرند و درزنا مردی بود عظیم الشان برہمن نام۔ چوں برہمن
بمرد۔ از وی یک زن و یک پسر بماند۔ پسر او عاشق شد بدختر سلطان از روے نصیحت گفت کہ ترا
از پدر میراث نماند کہ بآں مطلب خود توانی حاصل کرد مگر آں کہ یک دینار از و ماندہ بود و در وقت
سوختن در دہن او گذاشتیم۔ چوں پسر برہمن بریں حال واقف شدہ رفت و جائے کہ ایں برہمن
سوختہ بودند۔ آں دینار را پیدا کردہ بدختر سلطان داد تا بمراد خود رسید۔

روزے دیگر دختر با جمیع دختران دیگر دینار پادشاہ را انباط روئے داد۔ از ضرب عیار
او تعجب نمودند و بامرائے احضار خود صاحب دینار را حکم کرد۔ چوں صاحب دینار حاضر شد از وصول
دینار در کشفِ تعشق او استفسار نمود۔ بعد از وقوف احوال از وزیر صیانت تدبیر پرسید۔ کہ
از موت چیزے ہمراہ مردہ بودہ باشد از مال و جاہ دنیائے۔ وزیر گفت بغیر از ذکر جمیل و عدل

---

[1] [2] ایک قسم کا غلہ ہے۔

رعایا دخیر جاری۔ چوں پادشاہ حرف وزیر شنید از کردۂ خود پشیمان شد۔ وامر بنائے مدارس احادیث بنا بر عمارت مساجد تعمیر پل و راہ ہا کرد و آنچہ از دنیا داشت بر فقرا و مساکین وقف کرد۔ بعد ازاں استحقاق حقوق کرد و اورا نہ نفر از اولاد بود۔ ہمہ یکے بعد از دیگرے سلطنت کردہ اند۔ سیصد و شصت سال در ایام سلطنت۔ آنہا سیصد و شصت گنج جمع شد۔ حکم کرد آنہا را مہر کنند و دراں زمان دیوانہ بود سنگے در بغل گرفتہ پیش سلطان رفت کہ ایں گنج من درمیان گنجہائے خود دفن کن۔ سلطان گفت کای دیوانہ ایں سنگ است نہ گنج۔ دیوانہ گفت کہ گنج بے منفعت و دل بے لہیت و خشم بے وقت کم ازیں سنگ است۔ پس سلطان فریاد باز کشید و دست بر سر زد و گفت کایں دیوانہ راست گفت۔ بسخن باید نظر کرد۔ نہ بسخن گوینش۔ خزائن را متفرقہ ساخت و اموال بہ لشکریان و فقرا و مساکین تفرقہ کرد۔ و در حال ایں حال سلطان فوت شد۔ و در زمان او زاہدے بود چو خبر فوت سلطان شنید بر خیرات حسنات او تاسف خورد و روح خود را بہ بدن سلطان نقل کرد و در سلطان زندہ شد۔ و شکر خدا کرد و گفت حمد خدا را بعد از مردن مرا زندہ کرد۔ ایں خبر در بلاد ہند شائع شد۔ خبر بحکما رسید۔ جمع شدہ بسلطان عرض کردند۔ خبر باید گرفت کہ دریں ایام کسے فوت شدہ باشد۔ چوں تفحص کردند۔ زاہد مردہ را یافتند۔ در حال بدن او را سوختند تا روح او عود نکند۔ پس ازاں سی و شش سال سلطنت کردہ بمرد۔

بعد ازاں درمیان امرا اختلاف نزاع افتاد پس متفق شدند۔ ہر کہ صباح از دروازۂ شہر اول در آید او را پادشاہ سازند۔ پس روز دیگر فقیرے از دروازۂ شہر در آمد او را پادشاہ ساختند۔ فرزندان او تا چہار صد سال پادشاہی کردہ اند۔ آخر پادشاہان آں جماعت ہرشید نام بود او بتان را از چوب و سنگ و گچ و کلوخ ساختن اختراع کرد و پیش ازاں از طلا و نقرہ می ساختند۔ در آں زمان پادشاہ دیگر بود۔ دو پسر داشت۔ ہرشید قصد کشتن آں دو پسر کرد از جہت آنکہ امرای ہرشید باں دو پسر میل داشتند پس خبر رسید باں دو پسر ہر دو گریختند ہرشید تعاقب کرد۔ آنہا را نیافت والدین آنہا را کشت و برگشت چوں پسران خبر کشتن والدۂ خود شنیدند۔ و از سلاطین نواحی امداد خواستند جمع کردہ بر سر ہرشید آمدند۔ جنگ درگرفت۔ آخر الامر شکست بر ہرشید افتاد و کشتہ شدہ سلطنت و تاج و تخت بدست برادر کلاں افتاد

عدل و انصاف کرد و دوازده نفر از فرزندان او سلطنت کردند۔ آخر آنہا در ہفصد و پنجاہ ہجری بود و نام آخر آنہا شیوہ دیو بود۔ و در زمان او پادشاہے در ہند بود۔ عظیم قوی ہیکل نام او شری بس۔ او لشکر کشید بہ سلطان کشمیر و او را کشت و ملک او را گرفت و صد سال پادشاہی کرد۔

بعد از آں بر سر او سلطان شیر اکرمادت بر او لشکر کشید۔ از وی شہر کشمیر گرفت او را کشت۔ از وے دخترے و پسرے خرد ماند۔ ہر دو گریختند۔ بولائیت تابر در تہ درختے فرود آمدند۔ و سال بسیار در آنجا گذرانیدند۔ تناسل و توالد از آنہا در آنجا بسیار شد۔ از ایشان مقول بسیار ظہور آمد۔ از ایشان پرسیدند۔ کہ نسل شما بہ کہ میرسد در جواب گفتند کہ ما فرزندان این درختیم و پیش ازین سلطانی بود۔ در ہند نام او شر ہرشہ دیو۔ ما را او این کشمیر داد۔ پس بنائے کشمیر آباداں کردند۔ تا سیصد سال او د فرزندان لشکر منگول آمد۔ بحکم قاآن ترک سر لشکر کہ او بود۔ شہر کشمیر را محاصرہ کرد و اہل او را غارت۔ اما رام دیو گریخت بر ژنگ سوار شدہ و لشکر در عقب او میرفت۔ تا آنکہ او بدریا در آمد و از دریا گذشت۔ منگول در کشمیر شش ماہ ماند و غارت کرد۔ پس منگول بازگشت بوطن خود و رام دیو باز آمد۔ بہ کشمیر و سلطنت گرفت و منگول را شکست داد بعد از آں رام دیو بمرد و برادر او بر تخت سلطنت نشست۔ لکشمہ دیو نام بحکم میکوقان دہلاکو قان و چون لکشمہ دیو بمرد۔

در تاریخ پانصد دسی و یک از ہجرت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم زیہ سہم دیو نام حاکم والی کشمیر بود۔ و در عہد سلطنت وے در تاریخ پانصد دسی و پنجم ہجری رائے نگرکوٹ ملہ چند بہ کشمیر در آمد۔ و بزیہ سہم دیو اتفاق و متابعہ نمودہ سپہ سالاری می نمود و مدت ایام سلطنت زیہ سہم دیو قریب بہ بیست و ہفت سال بود و در تاریخ پانصد و پنجاہ و ہشت مرغ روحش از قفس بدنش پرید۔ و پسر وے پرمات دیو نام بجائی وے بہ سلطنت نشست و مدت حکومت وے نہ سال و شش ماہ بود۔ در تاریخ پانصد و شصت و ہشت از ہجرت وفات یافت و بجائے وے پسرش ونت دیو نشست و ایام دولت وے نہ سال و چہار ماہ و دو روز بود۔ و در تاریخ پانصد و ہشتاد و شش ازین دار فنا رخت بربست و بجاے وے پسرش زسہ دیو بر تخت نشست و ایام دولت وے ہژدہ سال سیزدہ روز بود و در تاریخ ششصد و چہارم ہجری پیک اجلش در رسید و بجاے وے پسر وے زکہ دیو حاکم شد و ایام دولتش چہاردہ سال و دو ماہ بود۔ و در تاریخ ششصد و ہژدہ

سال سلطنت وے باخر رسید۔ و پسر وے رازہ دیو جانشینِ او شد و در زمان وے از نسل
چنداں گکہ چند سپہ سالار بود۔ و والیان متقدم بنفس ولایت کشمیر قناعت کردہ بودند و بضبط
اطراف و جوانب تردّد نمی کردند و ایں رازہ دیو بتدبیر سپہ سالاری گکہ چند جوانب و اطراف کشمیر
را نیک ضبط نمودند و در تحت تصرف خود آوردند و گکہ چند در پرگنۂ لار قلعۂ گکنہ گیر بنا ساختہ و
ایام سلطنت رازہ دیو بیست و سہ سال و سہ ماہ و بیست و ہفت روز بود و در تاریخ ششصد
و چہل و یک رخت از عالم بربست و بجائے وے پسرش سنگرام دیو نشست۔ و در ایالت
وے بلاد چند پسر گکہ چند سرخیل بود۔ و در شہر محلۂ بردی مر بنا کردۂ اوست و وقتی کہ سنگرام دیو در
قصبۂ بنچہ بلا رو سنگرام اتو بنا ساخت۔ ایں بلاد چند دران قصبہ چند دریا بنا کرد و ایام سلطنت
سنگرام دیو شانزدہ سال بود۔ و در ششصد و پنجاہ و ہفت وفات یافت و پسر وے رام دیو جانشینِ
او شد۔ مدتِ دولت او بست و یک سال و یک ماہ و دوازدہ روز بود و در ششصد و ہشتاد و
ہشت لشکرِ اجل بر مملکتِ حیاتِ او تاخت و حکم قضا پسر وے لچھمہ دیو را قائم مقام او ساخت و
ایام حکومت وے سیزدہ سال و سہ ماہ و دوازدہ روز بود و در عہد وے سنگرام چند پسر بلاد سرخیل
لشکر بود۔ پس در ششصد و نود و یک لچھمہ دیو ازیں عالم رحلت نمود و پسر وے سہمہ دیو جانشینِ او شد و
ایام دولتش چہاردہ سال و شش ماہ بود۔ در ہفتصد و پنج ازیں جہاں رخت بربست و پسر وے سہہ
دیو بجائے وے نشست و مدت سلطنت نوزدہ سال و سہ ماہ و بیست و پنج روز بود۔ سپہ سالار ایشان
رامہ چند پسرِ سنگرام چند بود۔

سہہ دیو
سنہ ۱۳۰۱ء

در عہدِ سلطنتِ سہہ دیو شہمیر کہ از اولاد سلاطین سواد کبر بود اکنون بلقب
سلطان شمس الدین معروف و مشہور ریست بولائیت کشمیر درآمد۔ باعث آمدنش
آں بود کہ جدِ وے وقور شاہ نام مردے با تقویٰ و صلاح تمام بود و پیش پیران طریقت و مشائخ
حقیقت سلوک نمودہ و ریاضتہا کشیدہ۔ صنعتی کہ صاحب صفای باطن شدہ۔ مرتبہ مکاشفہ حاصل
کردہ و وے از کشفِ باطن و مشاہدۂ عالم معنی خبر داد کہ از فرزند من کہ مسمی است بطاہر پسرے پیدا
شود۔ شہمیر نام۔ پادشاہِ ولائیت کشمیر شود۔ و لقب باشد شمس الدین و سلطنتِ آں مملکت و
حکومت آں ولائیت مدّت مدید و عہد بعید بفرزندانِ او مفوض و مسلّم باشد و چوں ایں شہمیر بحدِ
بلوغ رسید و ایں بشارت از زبان پدر و افواہ اقارب خود شنید و بکرامات و خوارق عادات جد

خود متیقن و معتقد بود با امید این بشارت با اہل و عیال بولایت کشمیر آمد۔ و چون در قصبہ بارہمولہ رسید سہہ دیو کہ حاکم و والی کشمیر بود خبر وصول او بدان موضع شنید۔ محل سکونت دیرا بقریہ دوارکبیل فرمود و وجہ معاش او ہم از آنجا تعیین نمود۔

لنگر چک

در زمانِ سلطنت ہمیں سہہ دیو لنگر چک کہ جدِ چکان است بواسطۂ مخالفت بنی اعمام از ولایت دارد و برخاستہ در دارد بنشستہ بود و در عہد سہہ دیو با اہل عیال بکشمیر درآمد و در قریۂ ترہگام لنگر توطن و اقامت انداخت ایزد تعالیٰ ہمان دہ را منزلِ چکان ساخت۔

در عہدِ سلطنت ہمیں سہہ دیو رینچن از ولایت تبت بملک کشمیر درآمد۔ وسبب آمدنش ہم مخالفت اعادی و دشمنان بود چون بکشمیر درآمد التجا برامہ چند آورد کہ سپہ سالار سہہ دیو بود۔ رامہ چند محل سکونت وے گگنہ گیر تعیین نمود۔

ذوالچو کا حملہ

و در عہد ہمیں سہہ دیو فتنۂ ذوالچو ہم در کشمیر واقع شد مورخان واقعات کشمیر در ہیچ عہدے واقعہ پُرشور و حادثۂ پرفتنہ و آشوب از واقعہ ذوالچو نہ نوشتند و آنچنانست کہ در تاریخ ہفصد و بیست و چہارم ہجری در اوائل بہار پادشاہے ذوالچو نام و از زبان میرزا حیدر باسم زلاجی متحقق گشتہ با ہفتاد ہزار پیادہ و سوار مغول و ترک از راہِ بارہمولہ درآمد۔ و از ہمانجا لشکر خود را بقتل عام فرمان داد۔ از سرحد کمراج تا نہایت مراج ہر کرا می یافتند کشتند۔ قومے کہ از منازل بجرم بختیاری بقلل جبال و جنگلہا درآمدہ بودند۔ ایشان را گرفتہ می آوردند و مردمان را می کشتند و عورات و اطفال ایشان را بردہ اسیری کردند۔ و بہ تجار و سوداگران خطا کہ ہمراہ داشتند فروختند و تمام عمارتہا شہر و دیہا می سوختند و غلہ و ثالی آنچہ می توانستند می خوردند و آنچہ زیادہ ماند سوختہ و تلف میکردند۔ و بہمیں نسق تمام کشمیر را سیر و گذر کردند و سہہ دیو کہ حاکم و والی کشمیر بود بہ سبب نتیجۂ ظلم فسادی کہ معتاد او شدہ بود چنان بیدل و نامرد گشتہ کہ معدودے چند از خاصۂ خود ہمراہ گرفتہ بجانب کہتہ وار (کشتواڑ) گریخت و رامہ چند کہ سردار و سرخیل لشکر او بود در پرگنۂ لار بقلعۂ سلہ متحصن شد و لشکر بیگانہ بہمان طریق قتل مردم و غارت اموال میکردند و ہیچ متنفس را از جنگل ہائی کوہسار و مواضع اختفا از آباد و عوار محال بیرون آمدن نماند چہ جائے آنکہ کسی از دہاقین و مزارعات بکار زراعت می پرداختند۔ الا جرم تمام اراضی کشمیر نشستہ و نامزروع

ماند و حاصلات و غلات سال گذشته بعضی خورد و بعضی سوخته و لشکریانش از سبب قحط و گرسنگی چشم بر هلاکت دوخته و تمام آن جماعت کشتیٔ حیاتِ خود را در ورطهٔ نومیدی انداخته فرمودهٔ بزرگان مِنبس ساخته ؎

رعایا چو بیخ اند و سلطان درخت ٭ درخت اے پسر باشد از بیخ سخت
مکن ناتوانی دلِ خلق ریش ٭ دگر میکنی میکنی بیخ خویش

چون لشکرِ بیگانه و جماعت بے ملاحظه قتل و سفک دماء و خونریزیِ مردم رعایا از حد گذرانیدند۔ و قریب هشت ماه در کشمیر گذرانیدند۔ و چون آفتاب بآخرِ عقرب رسید بواسطه شدت قحط همه لشکریانش بی اختیار شدند۔ و بجهتِ اضطرار قرار بر فرار دادند و تدبیر راه برآمدن ازین دیار میکردند۔ و از اسیران و بندیان که بدست ایشان محبوس بودند۔ می پرسیدند که بجانب هندوستان نزدیک تر کدام راهست؟ ایشان براه رمل دلالت نمودند و همه اسیران همراه گرفته به پهانگ راه متوجه هندوستان شدند۔ و چون بر سر کوه رسیدند۔ از قدرتِ الهی و غضبِ نامتناهی تیرباران قهرباریدن گرفت و آثار فَأَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ ظهور نمودن پذیرفت و چندان برف و باران بارید که تمام لشکریان و مردم ترک و اسیران را در بحرِ فنا غرق گردانید و هیچکس از ایشان کشتیٔ حیاتِ خود را بساحلِ نجات نتوانست رسانید و چون ولایتِ کشمیر از تاراجِ ترک و غارتِ ذولجو خلاص شد و اهالیِ کشمیر یگان یگان که باقی مانده جا بجا بخزیده بودند و از مکمن اختفا بیرون آمده بمنازل و مساکنِ خود می رفتند، بامید آنکه مگر کسے از خویش قبیلهٔ خود واصدقا و اقربا را دریابند۔ دیدند که تمام ولایت کشمیر ویران شده و آثار یوم تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ ظهور نموده۔ هرچند سو بسو شتافتند۔ هیچکس از آشنایان و دوستان و خویشان نیافتند۔ چندان غم و حسرت و اندوه و حیرت بر دلهائے ایشان استیلا یافت که ممات را بر حیات اختیار میکردند و مرگِ خود را زندگانی بهتر میدانستند و از آنحال سالهائے سال اراضی مملکت چنان نامزروع معطل تیه[1] بیکار ماند که از ان باز تا اکنون که دویست و هفتاد سال گذشت هرجا که زمینے نامزروع می ماند و تیه میگردد و آں را بزمین آں عهد نسبت نموده۔

---

[1] یعنی بیابانِ دویران ۔

میگویند کہ اینجا مکرر ذوالجو درمون گشتہ است و چون مردم کوہستان و متوطنان جبال
ویرانی کشمیر دیدند مردم کہیان و دزدان از جوانب و اطراف در آمدہ مردم باقی ماندہ کشمیر را
الجہ[1] و غارت می کردند و اطفال و عورات ایشان را اسیری بردند بنابران در ہر پرگنہ چہل
پنجاہ زر اتفاق نمودہ یکے را سر ساختند و آلات حرب و سلاح جنگ مرتب و مہیا ساختہ بوقایتہ
اہل و عیال و محافظۃ النفس و اموال می پرداختند تا رفتہ رفتہ در ہر پرگنہ قلعہ گرفتند و یکے را
کوتوال ساختہ دم از استقلال می زدند و ہیچ کس بہ ہیچ کس سر فرو نمی آورد و از پرگنہ لار رینچن
نام جمعیتی پیدا کردہ بہ دندغۂ ولایت بہ بہانۂ سوداگری بقلعۂ رامچند فرستاد و اسلحہ و آلات
حرب را در بارہائے ایشان پنہان ساختہ فرستاد و ایشان را فرمود کہ چون من آنجا برسم و اظہار
مجادلہ و مقاتلہ نمایم بشما ہم دست بجنگ و قتال از درون قلعہ کشاید۔ کسان وے
بموجب فرمودہ در قلعہ رامچند رسیدند۔ وے ہم بعقب ایشان در ہمان شب آنجا رسید۔
وے از بیرون قلعہ و جماعت وے از درون قلعہ بجنگ و قتال رامچند مشغول شدند و
رامچندر را بقتل رسانیدند و پسرش راون چند و اہل و عیال او را گرفت۔

---

[1] سال غنیم۔

دوسرا باب

سلاطینِ کشمیر

در تاریخ ہفصد و بست و پنج رینچن حاکم و والی ایں ولایت شد و چوں رینچن از مردم ایں ولایت نبود۔ تدبیر او بر ان قرار یافت کہ تا مردم کشمیر یار و معاون خود می توان ساخت بحکومت ایں ولایت نمی تواں پرداخت۔ پس راون چندر را پیش خود مقرب کرد و خواہر او کوتہ رینی[1] بنتِ رام چندر را بعقدِ نکاح و تزویج خود گرفت و پرگنہ لار و ولایت تبت را براون چند تفویض نمود و عرف ایں دیار دراں وقت چناں بود کہ ہرکہ را بتعظیم نام می بردند۔ او را فلاں رینو می گفتند و معنی رینہ مالک و صاحب است۔ پس رینچن بداں سبب راون چندر را رینو خطاب داد۔ تا مدتِ لقبِ آں طائفہ ہمیں رینہ است کہ سہہ دیو حاکم ایں ولایت کہ از ترس خطرات ذولجو بہ ولائیت کہتہ دار (کشتواڑ) گریختہ بود باز بہ امید تصرف ولایتِ خود آمدہ و بمقابلۂ رینچن کہ از کمینہ خدمت گاران او بود نشست آخر باو بجنگ و مقاتلہ برابر نتوانست شد۔ و منہزم گشتہ باز بجانب ہماں کہتہ وار گریخت و حکومت ولایت بہ رینچو قرار یافت دوے بہیچ دین و ملت مقید

---

[1] کشمیری میں کبوتری کو کہتے ہیں۔

نبود و در ایام سلطنت خود بقدر وسع و طاقت بعدل و انصاف خلق و رعیت می شتافت و بہ منت
عدلش ممالک کشمیر معمور بہ آبادانی می یافت و دراں وقت کسے نبود کہ قضایائے خلق را بحسب
شریعتِ مصطفوی فیصل می داد۔ لاجرم رینچو بہ عقل و فراست و درایت و کیاست خود گرہ
از مشکلاتِ واقعات می کشاد و قصۂ خصومت صاحب کسراق در یک کرہ و در آب از یل اندا ختن
آں کرہ از جملہ احکام فراست اوست کہ در زمانِ ایالت و حکومتِ ایشان یک کرۂ شیر دو کسراق
می خورد و بداں سبب نوعے با ہر دو کسراق موافقت و استیناس گرفتہ بود کہ تیز دے از دیدۂ ادراکِ
ناظراں بالکل برخاستہ بود۔ ناچار صاحب کسراق رضاعی دعوی ملکیت کرہ نمود و مالک کرہ را
بغایت عاجز گردانید بالضرورت ہر دو متخاصم مرافعہ مذکور نزد رینچو بردند۔ قضاتِ زمان و قضاء
صاحبِ عرفان بی پنبہ در حکم آن متردد ماند سر بہ جیب تحیر فرو کشیدند رینچو چوں آں حالت بہ چشم
بصیرتِ احساس نمودہ فراست بجا آوردہ حکم فرمود کہ ہر دو کسراق با کرہ بر جسر نہر شہر بردہ کرہ
را از پشت آں جسر در آب اندازند و آں دو کسراق برحال و جائے خویش بمانند۔ بموجب
آں کرہ بمجرد صدمہ کہ در آب انداختند مادر حقیقی او بجذبۂ عرق مادری بے اختیار خود را متعاقب
کرۂ خویش در آب انداختہ بطرف کنارہ رہنمون گشتہ بیروں آوردہ و آں کسراق را مطلقاً جذبۂ
التفات بجانب نشد و بر جائے خویش ایستادہ ماند۔ آخر الامر بنور فراست رینچو حق بمرکز خویش
قرار و دعوی آں باطل گردید۔

رینچن کا اسلام قبول کرنا

دراوائل ہیچ دینی از ادیان متمسک و مقید نبود و ہمیت عدالتش بر آں داشت کہ بہ دینے از ادیان در آید و
درہ در عبادت حق سبحانہ تعالی جد و اہتمام نماید و در آن زمان اہالی کشمیر اندک جماعتے مشرف
اسلام بودند۔ و تمام اہالی و رعایا منافق بودند یا کافر۔ چوں رینچو را دغدغہ تمسکِ دین و تردد اعتصام
ملتے را پیدا گشت از کافران دانا و اہل عالم آں وقت قواعد و آداب و احکام دین ایشان پرسید و
ایشان تلقین می نمودند و از اہل اسلام ہم قواعد و آداب اسلام مسالت نمود۔ ایشان ہم تلقین
ارکان و احکام ایمان و اسلام میکردند و بواسطۂ اختلاف مذاہب و طرف فریقین اطمینان خاطر و
اقرار دلی او را حاصل نمی شد۔ و بہ مقتضائی کل حزبٍ بما لدیہم فرحون ہر قومے دین خود
و مذہب خویش حق می پنداشتند و ہر گروہے بمذہب و کیشِ خویش ترغیبش میدادند و بدین و

ملّتِ خویشتن میخوانند۔ ودے بواسطۂ کثرت اختلافات وتعارض اولات ہر یک حیران و متفکر ماندہ واز مباحثہ ومناظرہ ایشان او را ہیچ یقینے واطمنان حاصل نمی شد وچون عنایتِ الٰہی مساعدِ حال او شدہ بود وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا بدر قۂ عنایت الٰہی او را راہِ قویم وصراط مستقیم ارزانی فرمود وبالہام ربّانی درآئینۂ ضمیراو صورت این استخارۂ تفاؤل منعکس گشت کہ فردا صباح پگاہ ازخانۂ خود بدر آیم نخستین کسے کہ در نظرمن درآید دادرا بہ بنیم دین وملت او گزینم وطریقہ ومذہب او بگیرم وچون وقت صباح باین نیت ازخانۂ خود برآمد لوامع آفتاب ہدایت یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ اورا ازظلمت جہالت وضلالت خلاصی بخشید۔

بابا بلبل ناگاہ درحویلی خود درویشے رادید کہ نماز میگذارد و بشوق تمام نزدیک وے رفت وچون آن درویش ازنماز خود فارغ شد رنیچو دست او را گرفتہ نزدیک خانۂ خود برد وترجمانی طلب نمود کہ عارف ہر دو زبان باشد واز درویش پرسید نام تو چیست؟ ودین وملت تو کدام است؟ سلسلہ ومذہب تو چیست؟ درویش گفت کہ نام من بابا[1] بلبل قلندر است ودین وملت من اسلام است وسلسلۂ ومذہب من سلسلۂ شاہ نعمت اللہ ولی است وبعضے ازمعجزاتِ حضرت رسالت پناہی واہبت ومناقب حضرت امامت دستگاہی وکرامات وخوارق عادات شاہ نعمت اللہ بیان فرمود ؎

نعمت اللہ ماست پیرِ ولی	یادگارِ محمّد است وعلیؓ
نعمت اللہ ہست بود وبود	نعمتِ لَا یَزَالُ لَمْ یَزَلِی
نعمت اللہ را مشو منکر	در شوی کافرے در خلقی

...... چون آئینۂ دل او ازصور اعتقادات ملل باطلہ سیاہ بود ومرآت ضمیرش ازنقوش عقائد مذاہب فاسدہ۔ ارادہ رقوم سعادت لزوم احکام شریعتِ مصطفوی واصول عقائد صحیحہ طریقت مرتضوی برصحیفۂ دل او مرقوم ومنقش گشت وباعتقاد واخلاص تمام دین وملتِ اسلام راقبول کرد وازادیان باطلہ ومذاہب فاسدہ تبرا نمود۔ اول پادشاہے کہ درممالک کشمیر بشرف اسلام مشرف شد رنیچو بود۔ ازبرائے بابا بلبل قلندر نزدیک حویلی خود خانقاہے بنا کرد وجاگیرے برائے وے تعین

[1] کشمیری مورخین نے ان کا نام سید شرف الدین لکھا ہے۔

نمودند تا توابع و لواحق و مسافران و قلندران آینده و رونده در همان لنگر بابابلبل اقامت می نمودند۔
و از برکت حسن نیت و خلوص طویت او تا این مدت آن مقام و منزل آباد آنست و قبر بابا بلبل
هم در آنجاست که و این رینچو برای اقامت جمعه و جماعت صلوٰة خمسه نزدیک حویلی مسجدی بنا کرده
بود۔ و دائم اقامت جمعه بجا می آورد و خمس اوقات بجماعت حاضر می شد۔ اما مسجدی که بنا کرده
او بود۔ سوخته و مسجدی صغیر در آنجا سنگین بنا کرده اند و از نسل چند اول کسی که مسلمان شد همان راون
رینه بود که رینچو او را تربیت میکرد که برادر کوته رین بود۔

شاه میر سلطان شمس الدین

این رینچو شهمیر را که مشهور و معروف به سلطان شمس الدین است
از جمله امراء و سرداران خاصهٔ خود گردانید و پسر خود حیدر خان
نام که از کوته رین متولد شده بود۔ و بابا بلبل او را باسم شریف حیدر خان مسمیٰ ساختند به شهمیر بطریق
رضاعت سپردند و این سلطان شمس الدین بحسن فراست و کیاستی که داشت با همه سران مملکت
و سرداران ولایت کشمیر۔ اختلاط نیکو میکرد و دختران بعضی را بنکاح سران خود آورد و دختران
خود هم پسران بعضی بتزویج و نکاح داد۔ با امراء و اکابر اتفاق و اختلاط تمام نمود۔ تا که بعد از
اندک مدت رینچو بحکم کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت۔ رخت حیات از محنت آباد دنیا بدار سرور
عقبیٰ کشید و مدت سلطنت وی دو سال و شش ماه بود۔ و در تاریخ هفصد و بیست و هفت جهان
فانی را پدرود نمود و کوته رانی که زن او بود با تفاق سران آن عهد برادر سهه دیو اودن دیو نام را که
در خطرات ذولجو بولایت سواد گیر گریخته بود۔ طلب نموده آورده بر سریر حکومت نشاندند۔ و عقد نکاح
به وی کرد۔ و این اودن دیو چاکی زبون و نامرد و اوقات خود به رهبانیت صرف میکرد و
حکومت کشمیر زن او کوته رین بجا می آورد۔ کوته رین را از وی پسری متولد شد۔ و او را به بچه بٹ
کاکه پوری که از سران آن عهد بود برضاعت سپرد۔ و دران زمان هم لشکری از ترک براه
هیره پور در آمد و این اودن دیو به سبب نامردی و بی دلی به جانب تبت گریخت و
زن او کوته رین مردی نموده برادر خود راون رینه و سلطان شمس الدین و بیچه بٹ کاکه پوری
را مردانه ساخت و مردم قلعه دار و کوتوالان کشمیر را همه با خود متفق گردانید و اسباب جنگ
و مقاتله مهیا کرده لشکر ترک را زبون ساختند و آخر الامر ایشان را بصلح از دیار اخراج
نمودند و مهمات این امور بیشتر به سبب سعی و اهتمام شهمیر سرانجام رسید و حرمت و شوکتی

که به شهمیر داشت دریں ممالک مضاعف گشت و بیشتر مملکت در تحت تصرف وی درآمد وکوته رین اودن دیو تا مورا از تبت باز آورده بحکومت نشاند در هفصد و چهل و دوم از گردش گردون جام حیات او سرنگوں شد۔ ومدت او پانزده سال و دو ماه و دو روز بود۔

وبعد از وفات شن زن او کوته رین مدت پنج ماه پادشاهی کرد و جائے اقامتش در اندر کوٹ بود وچون شهمیر ولایت کشمیر را از حکومت مردان خالی دید بنا بر سخن جد بزرگوارش داعیه پادشاهی وحکومت و دغدغهٔ سلطنت ولایت پیدا کرد و از کوته رین رخصت گرفته در شهر سکونت گرفت وبحسن معاشرات سران وبهتران ممالک را باخود متفق ساخت ویچه بٹ کاکر بوری که به اتفاق او سر از دنیا در ده بود بقتل رسانید۔ وسران عهد پیش خود جمع ساخته کوته رین را در اندرکوٹ محاصره نمود وشهمیر بر کوته رین غالب شده و او را طوعاً وکرهاً در عقد نکاح خود در آورد۔ از ابتدا ء حکومت زیبه دیو تا اینجا چندین سنه که دویست و یازده سال باشد گذشت۔ واز زیبه دیو تا اودن دیو سیزده کس پشت به پشت حاکم والی کشمیر شدند۔ وکوته رین چهاردهم و رینچو یازدهم بود ودر مدت دو بست و یازده سال۔

ودر هفصد و چهل و دوم هجری شهمیر بر سریر سلطنت کشمیر نشست وخود را به شمس الدین ملقب ساخت واکنون دریں ممالک به همین لقب مشهور ومعروف است ومدت سلطنت وی سه سال و پنج ماه بود و در تاریخ هفصد و چهل و شش ساقی اجل زهر هلاهل ممات در جام حیات وی انداخت واز ین دار فانی بسرائے جاودانی ساز رحلت ساخت۔

سلطان جمشید

واو را دو پسر بود یکے سلطان جمشید و دیگر سلطان علاء الدین وبعد از شمس الدین پسر مهتر وے سلطان جمشید بجائے پدر خود بر سریر سلطنت نشست ومدت پادشاهی وے یک سال و ده ماه بود۔ آخر او را با برادر خود علاء الدین مخالفت منازعت واقع شد ودر قریهٔ وتنی پوره مقاتله نمودند وسلطان جمشید شکست یافت۔

سُلطان علاء الدین

ودر تاریخ هفصد و چهل و هشت سلطان علاء الدین بر سریر سلطنت شهریاری وتخت حکومت وکامگاری نشست واو را دو پسر بود یکے شهاب الدین ودیگر قطب الدین ودر ایام سلطنت علاء الدین مهترا که شهاب الدین بود۔ به یک جنگلے از جنگل هائے کوهستان بشکار رفته بود۔ وهمراه شهاب الدین سه کس بوده وبس

یکے جنڈاد دیگراو دشہ راول و یک اختاجی و مردم دیگر از ایشان دور دبعید بودند۔ ناگاہ از جنگل زنے پیدا شد کہ آثار صلاح و تقویٰ از سیمائی وجہ او ظاہر و پیدا نمود۔ و آں زن کاسۂ شربت پیش شہاب الدین آورد کہ این بنوش۔ شہاب الدین بے توقف کاسہ از دست وے گرفت و بیشتر ازان شربت نوشید و اندکے ازان برائے ہمراہان گذاشت و چند ازنیم جرعہ ازاں نوشید۔ و او دشہ راول نیم جرعہ خورد و برائے اختاجی ہیچ ازاں شربت باقی نماند۔ پس از آں زن بایشان زبان کشاد۔ و گفت کہ از احوال آئندہ بشما خبر دہم از واقعات مستقبل شمارا واقف گردانم۔ کہ سریر سلطنت و فرمان روائی تخت و ممالک و کشور کشائی باین شہاب الدین میسر خواہد شد۔ و بسیار مملکت و ولایت بدست وی فتح خواہد یافت۔ ہیچکس از حاکمان کشمیر آنچناں میسر نشدہ۔ بہ جنڈار و او دشہ راول گفت کہ شمارد وزیران او خواہد بود از شما ہم امور عظیم بظہور خواہد پیوست و مصداق این سخن کہ بہ شما تقریر کردم آنست کہ این اختاجی کہ اورا ازان شربت چیزے نصیب نشد۔ پیش ازاں کہ بہ منزل خود رسید بہ بیابان عدم خواہد شتافت و چون از شکار بہ منزل خویش توجہ نمودند۔ پیش از انکہ بمنزل رسید آں اختاجی را پیک اجل فرارسید۔ و رخت ہستی از سر منزل دنیا بسرائے عقبیٰ کشید۔ پس ایشان را بسخن آں زن تصدیق تمام حاصل شد و بہ بشارت وے امیدوار گشتند۔ و مدت سلطنت و حکومت سلطان علاء الدین دو از دہ سال و ہشت ماہ بود۔ و علاء الدین پورہ بنا کردۂ او است و موضع سکون و مقام توطن وے ہماں علاء الدین پورہ بود۔ و در ہفصد و شصت و یک از ہجرت بمقتضائے قضائے ربانی و تقدیر سبحانی از تختِ سلطنت پائے بر تختۂ ہلاکت نہاد و مقبرۂ وے در ہمان علاء الدین پورہ است۔

سلطان شہاب الدین

بعد از وفات وے پسر مہتر وے شہاب الدین بجائے پدر بر سریر سلطنت نشست و از امرار ملک جنڈا سردیو و از نسل جنڈان ڈنی رینہ سپہ سالاران او بودند۔ و اودشہ راول از اہل رائے و تدبیر او بود و حاصلات کشمیر از باج و خراج و غیر آں مفوض بدو بود۔ و وے بود کہ طایفہائے ہانجیاں را "اکی" مقرر کرد یعنی ہر ماہ ہفت روز بے مزد و علوفہ در خدمت پادشاہان ملازم باشند و بعضے رسوم دیگر مقرر کردہ است و اکثر آں رسوم الی یومنا ہذا باقی و برجا بود و سلطان مغفرت

پناہ محمد علی شاہ رسم" اکی " از سر طایفہ ہانجیان برطرف ساخت و مدت سلطنت و حکومت
سلطان شہاب الدین نوزدہ سال بود۔ و در اکثر این مدت گرد و نواحی کشمیر در پے تسخیر ممالک کشمیر
و از دیار ولایت مشغول می بود۔ و گاہ گاہ بکشمیر می در آمد۔ و اکثر اوقات با اطراف و نواحی بضبط
ممالک بسر می برد۔ تاریخ نویسان حکایات بادشاہان و ناقلان اخبار سلاطین عالیشان در صحائف
تواریخ ثبت نمودند کہ ہیچ گاہے آنچنان پادشاہے شجاعت پناہی مبارزت دستگاہی در ممالک
کشمیر نبودہ و در تاریخیکہ کہ بہ قلم کشمیری مرقوم است و این سخنان منقول شدہ آوردہ است
کہ اگر ہمہ قراہنا و مرد ہہائے او را بہ تفصیل بیارم و ہمت بہ بیان جمیع شجاعت ہا و دلاوری ہائے
او گمارم مردم محمل مبالغہ شاعری نمودہ تکذیب خواہند کرد و تصدیق نخواہند داشت۔ پس مجمل احوال
او را چنانچہ تقریر بہ تحریر می آید کہ چون بہ سبب فتنہ و خطرات ذوالجو ولایت کشمیر ویران شدہ
بود و بعد مدتے اندک رو بآبادانی نہاد و در ہر پرگنہ اہالی قریات اتفاق نمودہ۔ قلعہ محکم ساختہ
و یکے را سپردار خود گرفتہ دعوای استقلال و استبداد میکردند۔ و گردن اطاعت و انقیاد بدیگرے
فرو نمی آوردند۔ اگرچہ از بعضے از ایشان حاکم شہر را پیشوائی خود میدانستند۔ و تحفہ و ہدایائے فرستادند
اما چنانچہ شاید و باید۔ قواعد اطاعت و انقیاد در آنجا نمی آوردند و متابعت دیگرے نمی کردند

و چون سلطان شہاب الدین بموجب طغرای غرای تؤتی الملک من تشاء بر سریر سلطنت
بجائے پدر بنشست اول بضبط و ربط پرگنہائے کشمیر پرداخت۔ و باندک فرصتے ولایت کشمیر
را تمام یک قلم ساخت و بعضے از سران و سرداران پرگنہا را بقتل رسانید و بعضے را مطیع و منقاد
خود گردانید۔

فتوحات

و چون از مہمات نفس کشمیر فارغ گشت بہ تہیہ اسباب تسخیر اطراف و نواحی آن
پرداخت و بہ جمعیتی معدود از راہ بارہمولہ بیرون آمد۔ اول ولایت پہکلی و سواد
گبر را در تصرف آورد و مملکت گکھر را نیز مسخر ساخت بعد از آن بہ گرفتن ملتان پرداخت و از آن
جا بضبط و ربط کابل و غزنین سر بر افراخت و بعد از تصرف و ضبط آن ممالک عنان عزیمت
بہ تسخیر نواحی بدخشان را تاخت و ولایت بدخشان را نیک ضبط نمودہ بجانب کوہستان بلور
و گلگت و دارد و شتافت و از آنجا بجانب تبت در تحت تصرف پادشاہ کاشغر بود۔ و چون
وے خبر استیلائے سلطان شہاب الدین شنود بہ جمعیت بسیار و لشکر بے حساب و بے شمار بجانب

تبت توجه نمود. و در تبت مقابل یکدیگر شدند و در راه خلاف و نزاع ایستادند و ابواب مجادله و مقاتله کشادند و داد شجاعت و دلاوری دادند و لشکر پادشاه کاشغر اگرچه نسبت بلشکر کشمیر بیشتر بود اما بموجب کَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللهِ سلطان شهاب الدین فتح و ظفر یافت بعنایت الهی مظفر و منصور گشت و لشکر کاشغر منهزم شده پراگنده و پریشان شدند و سلطان شهاب الدین با فتح و فیروزی از راه تبت به تسخیر نگرکوت و ضبط و ربط اطراف و نواحی آن عنان تافت و آن ولایت را مطیع و منقاد خود گردانید و از انجا ملک چندار را بگرفتن کشتواڑ فرستاده وے هم تمام آن کوهستان را تا جموں گرفت و سلطان شهاب الدین هر شهر و ولایت که می گرفت مردمان دلاور و مبارزان نام آوران شهر را همراه خود می گرفت و اسپان کاری و مردان کارزاری را با خود میداشت.

سلطان شهاب الدین بعد از تسخیر نگرکوٹ عزم گرفتن ولایت هندوستان کرد. و بایں عرض لشکر خود را تحقیق نمود که سوار و پیاده ها چند باشد. قریب پنجاه هزار سوار و پنج لک پیاده لشکر وے در شمار درآمد و بایں جمعیت عنان عزیمت بجانب دهلی برتافت و بعزم تسخیر ممالک هند شتافت و دراں وقت پادشاه دهلی فیروزشاه بود. چوں سلطان شهاب الدین با جمعیت و لشکر بموضع ستلدر رسید. فیروزشاه هم به لشکر بیکراں و سپاه بے پایاں در همان جا نزول نمود و چند ماه قبل یکدیگر ایستادند. هیچ کس بر هیچ کس غالب نتوانست شد. آخر الامر سخن مصالحه و معاودت مسلم داشتند ...... و باقی به فیروزشاه مسلم بود ..... سلطان شهاب الدین درمیان انداختند و مضمون الصلح خیر را مطمح نظر خود ساختند و طریقه نزاع و جدال را گذاشتند و از ولایت سرهند تا مملکت کشمیر سلطان شهاب الدین بتائید خالق جهان آفرین بعد از فتح ممالک هند با رایات نصرت آیات و اعلام ظفر انجام بجانب کشمیر متوجه گشت و از راه هیرپور به مملکت کشمیر درآمد و قصبهٔ شهاب الدین پوره را در عهد سلطان شمس الدین بنیاد مرمت کرده بود. بعد از فتح ممالک هند آں قصبه را بسیار تعمیر نمود و آں را برائے سیر و گشت مرتب و مهیا کرد و تماشا گاه مردم ساخت و در آنجا مسجد جامع بزرگ عمارت فرمود.

و از کشمیر جهت محافظت ممالک نواحی و اطراف و ضبط اکناف بعضی از سرداران و امرا فرستاد و اوڑنی ریشه را که از نسل چنداں بود موضع جاڈوره جهت توطن و اقامت تفویض

نوده او را برائے ضبط و محافظت کابل و غمان بحکم کُلّ نفسٍ ذائقةُ الموت شربت ممات چشید و تابوت او را برداشتہ آوردند و در جاڈورہ دفن کردند۔

و سلطان شہاب الدین در کشمیر بساختن کارہائے آخرت مشغول گشت و در شہر مزار و لنگر شہاب الدین عمارت نمود۔ مدفن و مقبرۂ خود در آنجا ساخت و در ایام آخر عمر داعیۂ تخریب بت خانہا و داعیہ ویران ساختن معابدۂ کفر و اصنام پیدا گشت۔ و بت خانۂ عظیم کہ در و یجہ برارہ بود آں را ویران ساخت و عازم آں بود کہ تمام بت خانہا را ویران سازد و بقلع و قمع طوائف کفرہ پردازد کہ ناگاہ در تاریخ ہفصد و ہشتاد از ہجرت لشکر اجل بہ شہرستان حیات سلطان شہاب الدین زور آورد و در وقت ہجوم سپاہ اجل آں ہمہ لشکر و حشم و نوکر و خدم ہیچ سود نکرد و پادشاہ روح کہ والی شہر بدن او بود رخت ہستی از دار الملک بدن بیرون کشید و بولایت عالم بقا رسید۔

سلطان قطب الدین

پس بجائے او برادرش سلطان قطب الدین بر سریر سلطنت و تخت حکومت نشست و برائے سکونت و اقامت خود قطب الدین پور بنا نہاد و در آنجا قصرے بزرگ عمارت نمود کہ سلاطین ماتقدم آں نوع قصر نداشتند بغیر اندر کوٹ و بجانب مشرق شہر مزارے و مقبرہ نیز عمارت نمود و بسیار درویشان اہل حال و مردم صاحب کمال در آں مزار مدفون شدند و مدت سلطنت و حکومت سلطان قطب الدین شانزدہ سال بود۔

سید علی ہمدانی

و در ایام سلطنت او در ہفصد و ہشتاد و سہ و بعضے گفتند کہ سنہ ثلث و سبعین و سبع مائۃ آنحضرت بہ کشمیر رسیدہ بود واللہ اعلم۔ و بعضے چنین گفتہ اند جناب ولایت پناہ ہدایت دستگاہ خلوت نشین زاویۂ لی مع اللہ۔

منتکفِ صومعہ فنا فی اللہ
شاہِ سریر بقا باللہ

حضرت علی ثانی امیر علی ہمدانی قدس اللہ تعالیٰ روحہ و زاد لنا فتوحہ "بشرف قدوم" شریف خود مملکت کشمیر را مشرف گردانیدہ و کلاہ گوشۂ قدر و منزلت اہالی ایں دیار را با وج عزت و ذروۂ کرامت رسانید و سلطان قطب الدین بہ حضرت ایشان قدس اللہ سرہ العزیز بہ تعظیم و تکریم ہر چہ تمام تر پیش آمد و اظہار قواعد اخلاص و اعتقاد نمود۔

اگرچہ سلطان قطب الدین بشرفِ اسلام مشرف بود۔ اما دران زمان در ولایت کشمیر کسے را از علما و فضلائے اہل حق نبود کہ بے مداہنہ تعلیم احکام شریعت میکرد و فضات و تقاضائے آں وقت را ایسچ پروائے امر معروف و نہی منکر نبود۔ و سلطان قطب الدین بہ سبب قلت رونق احکام شرع دو خواہر اعیانی را در عقد نکاح خود گرفتہ بود۔ حضرت امیر سید علی ہمدانی قدس اللہ سرہٗ برآں حال اطلاع یافت بانواع مواعظ و نصائح بہ منع آں شتافت و قطب الدین بطوع خاطر و خوشی دل امر آنحضرت را تلقی نمود و یکے از آں در منکوحہ را مطلقہ ساخت و یکے کوت و لباس خود چون تجدید نکاح کرد و سلطان سکندر بت شکن بعد از تجدید ایں نکاح متولد شد۔

و چون دران زمان بیشتر مردم مشرک و کافر بودند و شعائر کفار میان اہالی ایں دیار شائع و مستعمل بود۔ سلطان قطب الدین کوت و لباس کافران داشت و با مز فرمودند۔ حضرت ایشان ترک آں کسوت نمود و لباس اہل اسلام اختیار نمود و حضرت ایشان قطب الدین را ایک کلہ پوشی از بستۂ خاصۂ خود تبرکاً عنایت فرمود۔ و وے آں را موجب سرفرازی خویش دانستہ در تاج خویش میداشت و ہمہ سلاطین کہ از اولاد او بودند آں کلہ پوش در تا جہائے خود می نہادند و آں را سبب سرفرازی دنیا و آخرت می دانستند و تا زمان سلطان فتح شاہ آں کلہ پوش در تاج اومی بود و چون فتح شاہ وفات یافت آں کلہ پوش را داخل کفن او ساختند و درویشے کہ سالہا خدمت و ملازمت درویشان کردہ بود چوں شنید کہ تبرک حضرت امیر سید علی ہمدانی را داخل کفن بادشاہ ساختند فرمود کہ ایں امر نتیجۂ بد خواہد داد و ایں کار نشانۂ آں است کہ دولت و سلطنت از خانوادۂ ایشان روخواہد یافت و فی الواقع ہمچنان شد کہ تا آں عہد پادشاہان ایں ولایت سلطنت باستقلال داشتند و آں قدر صاحب قدرت بودند کہ ہر کرامی خواستند از منصب حکومت و دولت معزول میکردند و ہر کرامی خواستند بحکومت و جاہ میرسانیدند و بعد از فتح شاہ پادشاہان را آں اقتدار و اختیار نماند و از ان باز روز بروز حکومت و سلطنت ایشان در تنزل و تنقص می افتاد و رفتہ رفتہ دولت از ایشان برگشت و سلطنت از خانوادۂ ایشان انتقال نمود و بخانوادۂ چکان و سید چنانکہ بسلک تقریر در سمت تحریر خواہد پیوست۔)

تأسیس خانقاہ

خانقاہ ہمدانیہ کی بنیاد (ایضاً واضح خواہد بود کہ حضرت امیر قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ چند وقت کہ در دیار کشمیر بود، در رباطے کہ درعلاء الدین پورہ

بود سکونت داشتند وجائے خانقاہ آنحضرت معمور شدہ بتخانۂ خرد بود وآں را ویران ساختہ آنحضرت صفہ بنا کردہ بودند واقامت صلوٰۃ خمسہ بران صفہ می نمودند واوراد فتحیہ وعصریہ در آنجا میخواندند وسلطان قطب الدین ہم گاہ گاہ بجماعت حاضر می شد ودران وقت از طائفۂ ماگریان سرداری بود کہ اورا لدی ماگرے می گفتند باخلاص وارادت آنحضرت نہادہ وربقۂ اوامر ونواہی حضرت ایشان را بر رتبۂ امتثال وفرمان برداری گرفت وآنحضرت وے را از مہر وشفقت بشرف علمداری مشرف ساختہ وطائفۂ ماگریان بایں شرف برجملہ سرداران وسرداران کشمیر سرافتخار برافراختہ۔ وچون سلطان قطب الدین رونق اسلام ورواج شریعت بر وفق مدعائے آنحضرت نتوانست بجا آورد خاطر مبارک آنحضرت بر سکونت واقامت ایں دیار قرار نیافت بعد از چندگاہ بہ نیت زیارت بیت الحرام از راہ بارہمولہ بسفر برآمدند وایں لدی ماگرے علم آنحضرت گرفتہ تا باب پنیہ درنگ ہمراہ رفت وآنحضرت سلاطین را احکام آں حدود را تعظیم بسیار نمودند۔ ہر یکے از ایشان اظہار اخلاص وارادت نمودند ودر ممالک خود التماس توقف آنحضرت نمودند در تاریخ سنہ ہفتصد وہشتاد وشش در بیزی از ولایت سواد گیر است وفات در ششم ذی الحجہ یافت۔ چنانچہ شیخ محمد سرائی علیہ الرحمہ فرمودہ ؎

چو شد از گاہ احمد خاتم دیں ... ز ہجرت ہفصد وست وثمانین

برفت از عالم فانی بباقی ... امیر ہر دو عالم ز آلِ یٰسین

ودر تاریخ وفات آنحضرت دیگرے فرمودہ۔ قطعہ ؎

مرشد سالکان شہ ہمدان ... کز دمش باغ معرفت بشگفت

مظہر نور حق کہ رویش بود ... عاقبات از جہانیان بنہفت

عقل تاریخ سال رحلت او ... "سید یا علی ثانی" گفت

وبعد از ان مرید ومعتقدان آنحضرت بدن مطہرش از آنجا نقل کردہ بختلان بردند ومدفن آنحضرت در آنجا ساختند وکیفیت وفات تمام قصہ نقل تابوت آنحضرت در کتاب خلاصۃ المناقب از تصانیف حضرت مولانا نورالدین بدخشی مسطور ومشروح است۔

سلطان سکندر ودر تاریخ سنہ ہفصد ونود وشش از ہجرت آواز "کل نفس ذائقۃ الموت" بگوش سلطان قطب الدین رسید واز این دار فنا بار رحلت بملک

آخرت کشید فرزند دلبند و پسر سعادت مند وے بر سریر سلطنت و تخت حکومت بجائے پدر نشست یعنی پادشاه شریعت شعار و معدلت آثار خسرو دین پناه سعادت دستگاه مخصوص الطاف ذو المنن سلطان سکندر بت شکن نور الله تعالیٰ مضجعه پادشاه ممالک کشمیر شد ؎

شاه عادل سکندر ثانی	که ز وے یافت سرفرازی تاج
شد منوّر ز سعی او اسلام	گرچه بوده ز کفر چوں شب داج
بهر تاریخ سال سلطنتش	عقل گفتا بشرع داده رواج[1]

سید محمد همدانی در عهد سلطنت ایں پادشاه عالی جاه حضرت سیادت پناه ولایت دستگاه مظهر فتوحات سبحانی امیر سید محمد بن امیر علی همدانی قدس الله تعالیٰ روحه اوزاد الله فتوحها بدین ممالک تشریف قدوم ارزانی فرموده زنگ ظلام کفر و ضلالت به صیقل ارشاد و هدایت از مرآت ضمیر اهل ایں ولایت آئینهٔ دل ارباب ایں مملکت زدود. ببرکت حسن نصائح و یمن مواعظ آنحضرت جمال جهاں آرائے ایمان و اسلام و شریعت غرّائے حضرت سید انامؐ در مزایائے قلوب ایں دیار منقش و مرقوم گشته و آنحضرت باوجود صغر سن و حداثتِ عهد بجمال و تقوی آراسته بود. و کمال علوم ظاهری و باطنی پیراسته و شرح شمسه در علم منطق تصنیف آنحضرت است و رساله در علم تصوف برائے سلطان سکندر تالیف کرده اوست و در آں رساله تصریح نموده که در آں وقت در سن بست و دو ساله بود و بمجرد رسیدن آنحضرت سلطان مرحوم دست انابت بدامن متابعت آنحضرت نهاده و داد خلاص اعتقاد قوالاً و فعلاً داده و حق امتثال و انقیاد با نجام رسانیده بنیاد رسوم ظلمه و کفره بالکلیه از بیخ برانداخت و انواع منهیات و نامشروعات از تمام قلمرو خود مندفع و مرتفع ساخت. چنانچه در تمام سلطنت آں پادشاه سعادت دستگاه که قریب بست و شش سال باشد از تمامی انواع خمریات و مسکرات هیچ اثر موجود نبود و از آلات فسق و فجور و اوتار مزامیر و عود و طنبور نام و نشان ظاهر نبود و از طبل شاهین و صوت دمامه و نفیر در غیر معارک و محاربات گوش هیچ احدی نشنود و بعد از عهد آں پادشاه دیندار احکام ظلمه و آلات فسقه که ممد مشرکان و معاون کفره بودند. باحیائے آں رسوم پرداختند و روز بروز قواعد فسق و فجور و رسوم اهل بدع و شرور و عقاید ارباب شرک و کفاره عادات فساق و فجار ظاهر و

---

[1] ۷۹۶ هجری.

هو ایذائی ساختند و پیشتر از عهد قدیم و زیاده از زمان ماضی رونق کافران و رواج مشرکان دادند۔

سکندر او راشاعت اسلام و در زمان سلطان سکندر مرحوم ملک سهه بٹ که سردار و سپه سالار پادشاه مذکور بود۔ پیش حضرت امیر سید محمد قدس سره بشرف اسلام مشرف شده و بخلوص دل و صمیم قلب از کفر و ضلالت تبرا نموده و شعائر اسلام را شعار خود کرده و حضرت امیر سید محمد قدس سره او را بملک سیف الدین ملقب ساخته بود۔ و جناب سلطان سکندر و ملک سیف الدین رحمهما الله باتفاق همگی همت و تمامی نهمت بر قلع و قمع کفر و ضلالت گماشتند و الویهٔ اسلام و اعلام شریعت سید انام علیه صلواة والسلام باوج عزت و ذروهٔ کرامت برافراشتند و به برکت تقویت اسلام و ترویج شرائع و احکام هر کجا لشکر می کشید بمقتضائے اللهم انصر من نصر دین محمد فتح بر فتح و ظفر بر ظفرش می رسید۔

سادات بیهقی و در زمان وے خاقان صاحب قران میرزا تیمور گورگان فتح هندوستان کرده بود وے سلطان مذکور برنگ محبت و آشنائی پیش آمده دو فیل برائے هدیه فرستاد و در ایام سلطنت وے سادات بیهقی که از سبزوار بسبب خطرات میرزا تیمور گورگان بممالک هندوستان افتاده بودند بکشمیر در آمدند۔ و در کشمیر قرار و سکونت نیافته اندباز بولایت هند مراجعت نمودند۔ نزدیک دهلی بموضعے جاریچه نشستند۔ حقیقت آں حال بموضع خود مذکور خواهد شد در عهد سلطان زین العابدین بار دوم با حشم و خدم در کشمیر در آمدند و در آنجا متوطن شدند و کیفیت احوال ایں طائفهٔ شریفه بملک تقریر و سمت تحریر بتقلم پیوست که میر سید محمود بیهقی بن سید محمد بن سید جلال در وقت جلوس میرزا تیمور مشورت در حل مشکلات خود نکرد۔ پائے ثبات در رکاب وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ نهاده با لشکر گران صاحب قرانی ستیزه نموده مقاتله و مجادله نمود ؎

همه فیل ایشان ازاں رستخیز	فتادند در زیر شمشیر تیز
کسے را که جرأت بود بیشتر	شود کشته در معرکه پیشتر

لشکر ایشان هزیمت خورد و عنان عزیمت بجانب هند معطوف گردانید۔ چوں باستانهٔ مقدس حضرت امام رضا علیه الصلوٰت والسلام رسید۔ آداب زیارت بجا آورده بهمت طلب علم در کنج آستانه معتکف نشست بعد از پنج روز با دل هشیار و دیدهٔ بیدار آنحضرت را در خواب دید۔ سبز

نهاده تضرع نیاز تمام نموده گفت که در عهد طفولیت از علم چیزے نخوانده ام و کسب نه کرده ام. فی الحال حضرت امام لعاب مبارک خود را بر زبان ایشان مالید و دران دم ضمیر میر سید محمود باطوطیاً چمن بلاغت لسان هزار دستان هم آواز می نمود و در سلک اعظم فضلاء ایام داخل گشته و مقامات عالیه و کرامات ظاهریه از لعاب آنحضرت حاصل شد. چون ازان خواب خویش بیدار شد پناه بدرگاه عقل و تمیز برد. آثار خرد و تمیز هر علم بر ضمیر خود بنوعی مشاهده نمود که مزید بران ممکن و متصور نیست. بعد ازاں از مشهد مقدسه در بلدهٔ فاخره دهلی در ایّام سلطنت سلطان غیاث الدین رسیدند. چون خبر آمدن ایشان سلطان غیاث الدین استماع کرد قدم حرمت باستقبال ایشان پیموده در صحبتِ ایشان نشست و لوازم حرمت ایشان کما ینبغی بجا آورد. در علم علما و فضلا و شعرا از ایشان سخن می رسیدند. آں مسند نشین علم لدنّی حل مشکلات هر کدام ایشان میکردند؎

بحر علوم آنکه ز دریائے فضل او   یک قطره الیست آنکه حکایت کند کسے
تثلیش همچو علم سنائی بروزگار   گر صد هزار سال کنی عمر صرف آن
در منطقش نماند کسے را مجال نطق   طب و کلام هیئت و حکمت بر و مخوان
فقه و حدیث او چو ز تفسیر برتر است   هر کس کجا که معنی آں را کند بیان

و سلطان غیاث الدین بعد از چند روز جشنے عظیم ترتیب فرمود. عنقا و قانون، چنگ و ارغنون در ساز شد. تنبور و جغانه[1] و کمانچه[2] و شبانه[3] در کار آمد. و بربط و رباب و سنج خطائی بساختند و عجب رود در مسلکِ زبان عراقی بنواختند. خورشید دف خود گرم کرد و ماه کمانچه خود کشید. مجلس از علماء و فضلاء و شعراء و اکابر و اشراف هر بلاد که در دهلی متوطن بودند منعقد شد. تا آنکه مهر که سپهر جهان پیمائی بی سر و پا سائر است هرگز پرتوے بر چنان مجموعه نه انداخت و تا فلک قدیمے نهاد از ثواب سیاره بصد هزار چشم بر عالم و عالمیان ناظر است. بچشم او چنیں محفلی در نیامد؎

چه جشنے بزمگاه خسروانه   هزاران ناز و نعمت در میانه
هیا کرده خوانهائے ملوّن   به نعمتهائے گوناگوں مزیّن

مشعل و چراغهائے آں محفل را روشن گردانیده اند. میر سید محمود در مدح سلطان

---

[1] ایک قسم کا ساز۔ [2] ساز بجانے کی کمان۔ [3] ساز کی ایک قسم

غیاث الدین در قصیده در بدیہہ بید شمع و چراغ بسلک بیان آورد۔ تاریخ نویسان از طول اندیشیدہ ایں چند بیت آں نوشتند ؎

ظل حق سلطان غیاث الدین کہ رائے روشنش
ہست نزد ساکناں نہ کاخ ایواں چو شمع
خلق از تاریکئ حسرت بدیں روحی نہند
زانکہ شد از نور رویش ملک ہندوستاں چو شمع

وایں چند بیت بریں جملہ است ؎

شاہ شاہان جہاں سلطان غیاث الدین کہ ہست
از چراغ دولتش روشن بہر کشور چراغ
جائے آں دارد کہ در ایّام عدل پادشاہ
یک نفس پروانۂ دیگر نسوزد در چراغ
پیش ازیں بودے شہا کلبۂ درویش را
از ضعیفی بضاعت ماہ یا آذر چراغ
ایں زمان ز اقبال شاہم گر نخواہد ایں نقیر
بر فروزد در وثاق خویشتن بے سر چراغ

وآں شب در صحبت میر سید محمود سلطان غیاث الدین احوالہائے شگرف و چیزہائے عجیب و غریب می شنید۔ چوں آفتاب تاج زرّیں بر سر نہادہ از کوہ مشرق مقابلۂ سلطان سر برآورد فی البدیہہ میر سید محمود در تعریف سلطان غیاث الدّین قصیدہ بریں وجہ فرمود ؎

آفتاب داد و دیں سلطان غیاث الدّین کہ ہست
با جلالش مختصر ماہ و محقر آفتاب
بو المظفر آں عدوے کہ در شام و صباح
میرود فرمان او کشور بہ کشور آفتاب
جائے آں دارد کہ ز اقبال عدلش روز و شب
از کسوف ایمن شود تا روز محشر آفتاب

وسلطان غیاث الدین در محاکات و مقالات آنحضرت اعتقاد و اخلاص خود بسیار ظاهر ساخته آں
بانی مبانی خیرات را بجائے باشش و سرائے آسائش رخصت فرمود۔ چوں قصر سلطان از کثرت
خلق ماند۔ سلطان مذکور را دخترے بود از رشک چهرهٔ آفتاب و مهتاب می سوخته نخست بفور
فهم دختر خود . . . . . . مقربان و ندیمان خود پرسید و هرکس از ندیمان متفق اللفظ مصلحت گفتند که
سزاوار ایں نسبت عالی بغیر از گوهر شرف میر سید محمود دیگرے نیست هرکه از بنائے جنس خلاف ایں
اندیشه بخاطر آرد محض بهوا بادپیما باشد۔ سلطان غیاث الدین مصلحت ندیمان خود باجابت مقرون
کرد و جهت رابطهٔ اتصال یک جهتی آں به ندیمان خود اشارت فرمود۔ چوں ایں مژدهٔ مقربان سلطان
بسمع شریف آں سید عالی نسب رسانیدند امّا جواب داد که در آستانهٔ حضرت امام رضا علیه الصلوٰت
والسلام از عالم غیب برما خطاب درویشی داند۔ ایں نسبت پادشاهان در خانهٔ درویشان خالصان
صورت پذیر نمی شود۔ واسطه موجب اشارت الیه میر سید حسن ولد میر سید شاه برادر زادهٔ حقیقی
منست ایں نسب عالی باد مسلوک دارند۔ و ایں معنی را از دلائل دولت بے پامال شمرده و می
شماریم و بمقابلهٔ ایں نسبت عقیدهٔ دولت خواهی و اخلاص خیر اندیشی اختصاص عقل و تمیز میر سید حسن
بظهور میرسد۔ ازیں مقدمات مذکور دغدغه نیز هست که مبادا بخاطر شریف سلطان غبارے رسید
تصوّر فرمائید که غرض ازیں سخنان چه بود و معامله آنست که بالشکر گران صاحب قرآنی که در اوراق
گذشته ذکر آں کرده شد مقابله و مجادله کرده عنان عزیمت بجانب مشهد مقدسه معطوف داشتیم۔
در آں آستانه از زبان مبارک حضرت امام برخطاب درویشی ظاهر شد۔ ایں همه بر همگنان و عالم
عالمیان ظاهر است۔ ایں حکایات بسمع شریف سلطان غیاث الدین مقربان رسانیدند سلطان
از همه قیل و قال برآمده جواب داد که حاجت مومن را برآورم که آں هر دو سید عالی نسب گوهر یک
صدف اند۔ بعد از چند روز ندیمان سلطان جاهائے گران بها که لائق منصب هر کدام آنها بتر ک
پادشاهانه و تنسوقات[1] خسروانه از اسپان رهوار و شتران باردار اجناس بے قیاس مرتب ساخته
جشنے عظیم ترتیب دادند۔ آں روپوش عصمت و طهارت را عقد منعقد به میر سید حسن بهقی سپردند
تمام صوبه سنبل (سنبھل) در میان دوآب تنخواه جاگیر ایشان مقرر فرمودند پرگنهٔ ذکور در نواحی

---

[1] نادرات / عجائبات ۔

دہلی جہت توطن ایشان دادند۔ وآں جماعت بموضع جاریچہ سکونت ورزیدہ تمام متمردان نواحی را زبون وزیر ساختہ باج وخراج میگرفتند۔

درمیان سنبل (سنبھل) ومیان دوآب جہت نا امنیت محل مخوفہ تا بجات نشاندند اگر کسے در محل مخوفہ بیک واسطہ باری درراہ افتادہ از ترس وہیبت آں طایفہ آں بار بر سر ودوش خود گرفتہ متمردان نواحی بقصبۂ جاریچہ رسانیدند وایں حال برعالم وعالمیان معلوم است۔

چون فلک ستیزہ کار ارباب وفا آسودہ وبرقرارنمی گذارد وناگاہ سلطان غیاث الدّین داعیۂ حق را لبیک اجابت گفتہ نقد جان را بقابض ارواح داد۔

بعد از وفات سلطان غیاث الدین قلندرے سیر کشمیر کردہ از لاہور ودہلی گذشتہ بقصبۂ جاریچہ بصحبت میر سید محمود مشرف گشتہ تعریف کشمیر وعدل وداد سلطان سکندر بت شکن بے حدو عدبیان نمود میر سید محمود ومیر سید حسن ہوس دیدن آں دیار برضمیر منیر خود پیدا ساختہ۔ فرزندان و عیال واطفال مبارزان دہلی وجاریچہ نہادہ براہ ہیرہ پور ممالک کشمیر درآمدند۔ وسلطان سکندر قدم حرمت باقبال ایشان پیمودہ در شہر درآوردند۔ صحبت میر سید محمود با سلطان سکندر خوب برآمد کہ ذوق حکومت سبزوار ومیان دوآب فراموش ساختند باقی صحبت ایں جماعت بموضع خود مذکور خواہد گشت۔

سادات علماء وفضلاء شعراکا مشائخ کا کشمیر آنا

دور ایام سلطنت آں پادشاہ دیندار از اقطار وامصار علمائے ذوالاقتدار و فضلائے اخیار بدیں دیار رسیدند۔ جمعی کثیر از سادات عظام واشراف کرام کہ بحلیہ انواع محلّی بودند بتشریف قدوم ایں ولایت را مشرف ساختند۔ از آں جملہ است حضرت فضیلت شعار بلاغت دثار کمالات آثار میر سید احمد بن اصفہانی کہ کتاب تنویر شرح فرائض سراجی از جملہ تصنیفات اوست وکمال نکتہ دانی او از بیان اسرار وحقایق وحل معانی ودقائق آں مفہوم ومعلوم می شود ونیز رسیلے دارند کہ داد فصاحت وبلاغت دراں دادہ از آں جملہ است حقائق مآب معارف آیات سیّد محمد خاوری کہ در اشعار ومنظومات خاوری تخلص داشت وخاورنامہ از وست ودر تصوف شرح لمعات تصنیف اوست وایں ہر دو فاضل وعالم از جملہ مریدان باخلاص ومعتقدان خاص حضرت امیر سید محمدؒ ہمدانی بودند۔ ودر بعضے از تصانیف خود اظہار اخلاص وارادت خود باٰنحضرت نمودند۔

و از آں جملہ است خدمت سیادت مآب شریعت انتساب فضیلت اایاب قاضی سید حسین شیرازی که منصب شریعت قضائے شیرازی متعلق بوے بود۔ و چون در زمان سلطان سکندر مرحوم دریں ممالک رسید حکومت قضائے ایں دیار ہم باو مفوض گشت و بخط خدمت قاضی مذکور رسالہ ایست دریں دیار که احادیث زرینہ دراں رسالہ جمع ساختہ اند و خدمت قاضی در آخر رسالہ نوشتہ که ایں رسالہ را پیش سیادت پناہ و ولایت دستگاہ مظہر الطاف سبحانی میر سید محمد بن سید علی الہمدانی گذرانیدہ ام و سند آں را پیش آنحضرت درست کردہ ام و مخفی نباشد که در احادیث زرینہ اگرچہ بعضے از علما سخن کردند اما اکثر علما و اکابر عرفا و اعاظم مشائخ و اولیا ربقبول آں احادیث تلقی نمودہ اند و معلوم باشد که ایں قاضی دریں آرائے ہم از جملہ تلامیذہ حضرت امیر سید محمد ہمدانی بود۔

و ایضاً در عہد سلطنت آں پادشاہ شریعت شعار از مشائخ کبار و سادات بزرگوار که از جملہ اہل حال و ارباب کمال بودند۔ دریں ممالک تشریف آوردند و ایں نواحی را بقدوم شریف مشرف ساختند و از آں جملہ است حضرت سیادت پناہ امیر سید محمد مدنی که در عہد آں پادشاہ اسلام با اہل و اولاد از مدینۂ طیبہ برغاستہ آمدہ دریں دیار متوطن و مقیم گشت و از روئے کرامات بسیار و خوارق عادات مشہور و معروف است و بعد از وفات او مقبرۂ آنحضرت مطاف طوائف انام و محل اجابت دعا و تحصیل مرام است۔

و از آں جملہ است شیخ جلال بخاری که از بخارا با جمعی تمام سادات عظام ہمراہ گرفتہ دریں ممالک تشریف نمودہ و مقبرۂ آں بزرگوار در مزار سلاطین دیار است و سادات کرام که ہمراہ آں جناب بود۔ مزارات و مدفن ہائے ایشان زیارت گاہ خلائق شدہ۔ مانند میر سید تاج الدین و میر سید برہان که ہر دو در قریۂ اسکندر پورہ که احیا کردہ و آبادان ساختۂ سید اسکندر است مدفون و آسودہ اند۔

سید نور الدین که در قطب الدین پورۂ شہر مدفون است۔ ہمراہ شیخ جلال الدین بود و از آں جملہ است بابا حاجی ادہم که از ولایت بلخ آمدہ بود و جماعتے از مریدان و ملازمان ہمراہ داشت و بابا حسن منطقی که پدر ریشی بود و در مزار سلاطین مدفون است۔ از جملہ مریدان بابا حاجی ادہم است و جد پدر مسود ایں اوراق که ملا حسام الدین نام داشت از غزنی مرید بابا حاجی ادہم شدہ ہمراہش بود۔ و در مطبخ وے جماعت درویشان را خادمی می کرد و ایں بابا حاجی ادہم

تازمان سلطان زین العابدین درقید حیات بود بعد از وفات وے را در باغ کہ مشہور و معروف بباغ میرویس است کہ آں وقف بود ۔ درپائے خانقاہ ملا پارسا کہ در دامن کوہ ماران است دفن نمودند و مقبرۂ وے زیارت گاہی است مشہور ۔

و بابا حسن منطقی کہ مُرید وے درین دیار اگرچہ اہل دعیالے داشت ۔ نا اماً مجذوب نفس بود و سلطان زین العابدین یکبار از وے التماس تبرکے نمود ۔ و بعد از چند روز در آستین پوستین خود چیزے گرفتہ پیش سلطان زین العابدین آمد و گفت یکبار از وے التماس تبرک میکردی دامان خود را بیار کہ برائے تو تبرکے آوردم ۔ چون سلطان زین العابدین دامان خود بجانب او کشادہ واز آستین پوستین یک طفل رضیع کہ یک ماہ باشد بدر آوردہ در دامان او نہاد و گفت کہ ایں تبرک من است ۔ باید کہ ایں را خوب محافظت و رعائت کنی ۔ سلطان آں طفل را بحجرۂ خاص خود بردہ بدختر سیّدان بیہقی کہ حرم خاص او بود سپرد و یک مرضعہ برائے وے گرفتند و او رامی پروردند ۔ منقول است کہ حرم سلطان عقیمہ بود و ہیچ فرزندے از وے پیدا نمی شد و چون میرویس را باو سپردند از غائب مہر شفقت مادری از پستانہائے وے شیرے پیدا شد و ایں میرویس از وہم شیر میخورد و از مرضعہ خود و ہرچہ علوم و فضائل پیدا کرد از تربیت سلطان زین العابدین داشت و ہرچہ از درویشی و مجذوبیت داشت از ارث پدر و صحبت باباحاجی ادہم داشت ۔

و از آں جملہ است ملا پارسا کہ در عہد پادشاہ شریعت شعار رسیدند وے ہم بانواع ورع و تقوی آراستہ بود بفضائل و کمالات پیراستہ و در دامنہ کوہ ماران خانقاہ عمارت نمودہ متوطن و مقیم بود و ایں پادشاہ شریعت شعار سعادت آثار برائے تبرک ازیں علماء و فضلاء و زہاد و اکابر و اشراف و سادات و قضات فراخور حال ہرکدام دیہا و قریات و مواضع و منزلات بطریق وقف و ادرادات تعیین نمودہ بود ۔ تا وجہ معاش و معونت اوقات ایشان باشد و وقف نامہائے مواضع و قریات برائے ایشان و برا اولاد ایشان حتیٰ تناسلوا و توالدوا تفویض نمودہ بودند و فرزندان اولاد ایشان آں ہمہ قریات و قصبات را الیٰ یومنا ہذا متصرف و متوالی بودند ۔ و ہمیں پادشاہ سعادت دستگاہ منصب شیخ الاسلامی دریں ولایت وضع کردہ و قریات بسیار و دیہائے کثیر از پرگنہ انتخاب نمودہ درپئے آں منصب شریعت بطریق وقف تعین و تشخیص فرمود ۔ تا ازاں واقفیات وظائف و ادرادات بعلماء و فضلاء و قضات و سادات و مستحقان و حاجیان و مسافران بقدر استعداد



واستحقاق ہر یک برسانند۔

وہمچنیں دریں ممالک دارالشفا وضع کردہ چند جہت خوردن و خوراک بیماران وجز حیات[1] ادویہ واسباب اہل امراض وارباب استقام تعیین نمودہ واطبا و حکمار این دیار راوظائف و ادرارات مواظف ساختہ خدمت آں مرضے وبیماران تعیین کرد۔ تا ہر روز آں اطباء دران دارالشفا آمدہ تشخیص امراض بیماران نمائند وادویہ وعلاجہائے ہرکار فرمائید واین خیرات الیٰ یومنا برقرار بود واین ہمہ از برکت صحبت ونصیحت حضرت امیر سید محمد ہمدانی بود کہ آں پادشاہ دین دار سعادت یار تقویت وتمشیت شریعت مصطفوی ورونق ورواج دین وملت نبوی می نمود وتامادام کہ حضرت امیر سید محمد ہمدانی دریں دیار مقیم ومتوطن بود جہت مدد معاش آنحضرت پرگنہ مثن مقرر ومعین بود وآں حضرت برچشمۂ بھون کہ چشمۂ ایست بے مثال واز آب صاف مالامال مسجدے دو طبقہ عمارت نمودند۔

مسجد جامع سری نگر

پادشاہ شریعت شعار معدلت آثار سلطان سکندر مغفور ومرحوم برائے توطن وسکونت خود محلہ نوہٹہ معمور ساخت ودر آنجا قصرے بزرگ کہ بہ ہیچ عمارت از اں بزرگ تر دریں ولائیت نبود بنا فرمود وہمچنیں درہمان محلہ مسجد جامعی بکمال عظمت وبزرگی برائے اعیاد وجمعات عمارت نمود کہ درولایت ہند وسند ومملکت ایران و توران مسجدے بدان بزرگی معمور نیست مگر در ولایت مصر وشام کہ در آنجا باین عظمت مساجد معمور اند ومعمار آں مسجد خواجہ صدر الدین بود کہ از ولایت خراسان بدین دیار رسیدہ بود ودر قصبۂ وبجہ برارہ ہم مسجد جامعی وقصرے بنا ساختہ آں پادشاہ ہست۔ وہمچنیں در شہر برلب آب مزارے برائے دفن سلاطین بنا ساخت وعلو ہمت وکمال رتبت آں پادشاہ رفیع المنزلت از عمارات ہائے عالی او معلوم می شود کہ چہ نوع پادشاہ عالی ہمت وصاحب نہمت بود۔

خانقاہ ہمدانیہ کی تعمیر نو

وحضرت ہدایت پناہ ولایت دستگاہ امیر کبیر سید علی ہمدانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ الصمدانی صفۂ کہ در محلۂ علاء الدین پورہ برائے اقامت صلوٰۃ جماعات ساختہ بود ولد امجد ارشد آنحضرت امیر سید محمد قدس سرہ خانقاہے

خانقاہ

---

[1] گیہوں، چھوہارہ۔

بزرگ طرح انداختند و آں پادشاہ سعادت دستگاہ قریۂ چند برائے مدد معاش مجاوران و معتکفان آں آستان ملائک آشیان گذاشتہ اند و بعضے بیگویند کہ حضرت امیر سید محمد ہمدانی لعلے داشتند آں لعل را بسلطان سکندر مرحوم دادند۔ و قریہ تلال (ترال) و قریۂ وچی را بطریق بیع و شرا گرفتند آں ہر دو قریۂ را بیت ہانودہ وقف آں خانقاہ ساختند تا مدد معاش مجاوران و اوراد خوانان آں آستانہ باشد و بناء عمارت خانقاہ متبرکہ حضرت امیر سید محمد ہمدانی عمارت کردہ خُرد و مختصر بود و عمارات مردم و مجاوران و بیوت خانقاہ اہل شہر نزدیک بدیوار ہائے خانقاہ و حوالی آں محیط بود۔ چنانچہ اکثر آتشے در آں محلہ افتادہ می سوخت خانقاہ ہمراہ خانہا سوختہ۔ و در زمان سلطان زین العابدین آں را باز عمارت نمود۔

خانقاہ کی عظیم ترین عمارت بدست ملک کاجی چک

و چوں حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ بتشریف قدوم ایں ممالک را مشرف ساخت آنحضرت در عہد حکومت ملک الملوک ملک کاجی چک مرحوم آں خانقاہ را باین بزرگی و وسعت و بلندی و عظمت مجدداً بنا نمودند و خانہائے مردم از حوالی او برداشتند و زمین بعضیہا را از زر بسیار و مال بے شمار دادہ خریدند۔ و آنہا بہ زر احتیاج نداشتند مانند قاضی محمد قدسی و فرزندان ملا بابا علی و غیرہم ایشان را از جاہائے دیگر زمینہا عوض دادہ از حوالی خانقاہ دور ساخت تا بقعۂ متبرکہ از حوادث آفات و بلیہ احراق و حادثات محفوظ و مصون باشد و در زمان حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی تقضیات خانقاہ زیادہ و مضاعف گشتہ۔ چنانچہ در حیات آنحضرت در مطبخ خانقاہ ہر روز صد بست و پنج ترک[1] برنج می پختند۔ برائے طعام چاشت شصت و پنج ترک برائے طعام شب، شصت ترک مؤظف و مقرر بودہ۔ کم روزہا می بود کہ در مطبخ خانقاہ گوشت نمی پختہ و در خانقاہ مطبخے و آتش خانہ ہم بنا کردہ بود و از حوادث روزگار ہم مطبخ و آتش خانہ سوخت و متولیان دیگر مطبخ و آتش خانہ مختصر بنا کردند و بزرگی عمارت خانقاہ و کلانی صندوق کہ انبار شالی خزینۂ حوائج و مصالح خانقاہ ہست نشانہ و نمونہ ایست باقی از ہمت عالی حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی۔

---

[1] کشمیری وزن کے مطابق ایک ترک برابر ہوتا ہے پانچ سیر تین چھٹانک۔

و مخفی نماند کہ حضرت امیر سید محمد ہمدانی قدس سرہٗ بعد از چندگاہ بواسطۂ اظہار عناد و عداوت ورزیدن سید حصاری از اقامت و سکونت این دیار دلگیر گشت و از سلطان سکندر مرحوم رخصت گرفتہ بعزم زیارت بیت اللہ الحرام و ادائے مناسک حج وغیرہ عازم مسافرت گشت۔ بعد از امضاء این مرام و زیارت عتبات ائمہ کرام بخطۂ ختلان کہ مولد شریف او و مدفن والد بزرگوارش بود رسید و در ہمان منزل از عالم فانی رحلت نمودہ نزدیک بزرگوار خود بتجہیز و تدفین یافت۔

و ایضاً معلوم باشد کہ مدت سلطنت و عہد پادشاہی سلطان سکندر بت شکن بست و پنج سال و نہ ماہ و شش روز بود۔ آخر بہ مقتضائے ربانی و تقدیر سبحانی شہباز روح سلطان مغفور مرحوم از قوشچیٔ[1] عالم غیب صفیر ولیذیر یَآ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً شنیدہ از قفس تنگ دنیا بہ فسحت فضائے عقبیٰ پرید اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ؎

آں شاہ فلک رتبہ سکندر کہ شد است
اوصاف حمیدہ اش ذکر افواہ
رحلت چو نمود بہر تاریخ سروش
گفتا کہ "بخشش بادا ما و آہ"[2]

در دیوان اشعار سید محمد بیہقی کہ در اشعار درویش تخلص میکرد در برائے سلطان سکندر مرحوم بسیار قصائد و اشعار وار و تاریخی برائے وفات پادشاہ مذکور فرمود۔ و قطعۂ آں از دیوان او نقل کردہ شد ؎

دو شنبہ ثانی عشرین محرم — میان شام و خفتن نے کم و بیش
ز ہجرت ہشتصد و دہ رفتہ و شش — شد از دار فنا سلطان درویش
سکندر شاہ دادار کہ ہرگز
نکردہ سینۂ بےچارہ ریش

و دیگر از شعرائے آں وقت در تاریخ آں پادشاہ مغفور مرحوم فرمود ؎

---

[1] میر شکار۔

[2] ۸۱۶ہجری۔

سال ضاد و واو و یا از محرم[1] وکات وی بود کز عالم

سکندر شاه رحلت کرد و رفت (۸۱۶ھ)

سلطان علی شاه

در تاریخ سنه هشتصد و شانزدهم بجائے سلطان سکندر مرحوم پسر مهتر سلطان علی بر سریر سلطنت و تخت حکومت نشست. و مدت پادشاهی او هشت سال و چند ماه بود. صحبت میر سید محمود بیهقی با ایشان راست نیامد. ایشان گلشن کشمیر عرصه آفات دانسته عزم جزم رفتن دهلی تصور میکردند. آنگاه دعوت در غایت کثرت بخاطر او رسش گذشت تمام امرائے عظام کشمیر و مشائخ کبار و سادات رفیع القدر علماء و فضلا و اکابر در صحرائے عیدگاه طلبید جمع ساختند و سلطان علاء الدین ولد سلطان سکندر مرحوم نیز دران مجلس حاضر گشت و بعد از تناول طعام حفّاظ بخواندن کلام ملک علام مشغول گشتند و چون ازان فارغ شدند خلعت فاخره لائق منصب هر کدامی را پوشانیده از لباس سوگواری بیرون آورد. آنگاه میر سید محمود بر سر مزار سلطان سکندر فائض الانوار آمده شرائط زیارت بجا آورد و زبان حال در مرثیه پردازی ایشان باین ابیات مترنم گردانید ؎

فراق شاه سکندر مرا بجان آورد
نه آنچنان که چنان بر زبان توان آورد

خیال عارض او گر نه آب حیوان بود
چرا بدیده من حکم جاودان آورد

ز بار فرقت او محنتے که در دل ماست
ز صد یکے نتوانیم بر زبان آورد

فرود شادی و غم رفته بد ز دولت او
قضا بطالع من این بهر دو آن آورد

مرا ز صحبت او بر کناره داشت ز غم
فلک ز دست غمش باز در میان آورد

فراق طلعت زیبائے آن بهشتی رو
ز رنج و محنت دوزخ مرا نشان آورد

ز فوت شاه جهاندار چرخ بے تدبیر
هزار گونه خلل پیش در جهان آورد

---

[1] "سکندر شاه رحلت کرد" کے اعداد ۱۵۰۲ ہوتے ہیں۔ ان میں سے "درفت" کے ۶۸۶ اعداد کم کیجئے تو باقی ۸۱۶ اعداد رہتے ہیں۔ اور یہی تاریخ وفات ہے۔ تاریخ حسن جلد دوم ص۱۸۵ میں سکندر کی تاریخ وفات ۸۲۰ھ درج ہے جو غلط ہے۔ (اکبر حیدری)

باتفاق بگرئید اے مسلمانان   ز بہر فوت شہ اسلام "بادشاہ جہاں

آنگاہ میر سید محمود بیہقی از راہ ہر تور متوجہ شدہ بمنزل سابق خود در دہلی آمد و متوطن و مقیم گشت واز شواغل دنیاے دنی اعراض نمودہ روبساختن کارہا اُخروی آورد۔ مسجد و عمارت و مدفن متبرکہ کہ تعمیر پرداختہ لنگرے عظیم ضائن وہضیم و وارد و صادر درآنجا مقرر فرمود۔ و آنحضرت ظہور کرامات خوارق عادات در کشمیر و دہلی پیش ارباب عقل و نقل شہرت تمام دارد و مزار آنحضرت مطاف طواف انام و محل اجابت دعا، و تحصیل مقاصد خلائق است۔ وفات آنحضرت در ماہ ربیع الآخر بود۔

میر سید حسن میر سید حسن برادرزادۂ میر سید محمود بیہقی بموجب رخصت ایشان در نوشہر ہند سکونت و اقامت اختیار ورزیدہ بکمال شجاعت و سپاہ گری موصوف گشتہ در اندک فرصت بزور شمشیر از متمردان نواحی کوہستان کشمیر باج و خراج گرفتہ در مرسومات و علوفات[1] سپاہیان خود می دارد۔ و ہر جا خبر اہل بغی و فساد استماع می نمود بمحاربہ آنہا پرداختہ بہ تیغ بیدریغ از وجود مفسدان خالی میکرد۔ آں نواحی ناگاہ درین اثنا رہزنے یکے آمدہ بخدمت ایشان معروض داشت کہ راجہ جبرت با جماعہ کفرہ و فجرہ بساط غفلت و غرور در قلعۂ خود گستردہ مردم را ضلال و اغوا می کند۔ بمجرد کہ این خبر بسمع مبارک میر سید حسن رسید فی الحال تیغ یمانی جوہردار صاعقہ کردار حمائل کردہ بر مرکب باد پیما از نوشہر ہند سوار شدہ عنان مبارزت بحرکت آوردہ کوچ بکوچ بملک لشکر طاغوت حربی عظیم پیوست ؎

خدنگ از دو جانب ردا ر و گرفت	بروئے زمین چوں دواد و گرفت
چناں آتش فتنہ بالا گرفت	کزاں شعلہ در چرخ والا گرفت
ز بس مردہ افتادہ بیروں ز حد	شدہ کو چہلے کشادہ لحد

چو شمشیر و نیزہ بپایاں رسید
حکایت بدست گریباں کشید

و چون قلعۂ کفار ناپاک سر بایوان فلک کشیدہ داشت و اطراف و جوانب آن بجنگل تیرہ پوشیدہ بود۔ لاجرم مبارزت مبارزان حیراں سید حسن با جماعۂ مخالفان بے سر و بن اگرچہ بس نمی آمد اما باز

---

[1] یعنی خوراک و روزینہ۔

بموجب فرمودهٔ جاهِدوا فی سبیلِ اللّٰہِ حقّ جِہادِہٖ محاربہ آنجماعه جهاد اکبر دانسته جنگی عظیم پیوسته بتاریخ دویم شهر ربیع الاوّل سنهٔ هشتصد و سی و هفتم هجری بدرجهٔ اعلا شهادت فائز شد و تاریخ رحلت ایشان بدین وجه یافته اند ــ قطعه

صانع بیچون که حکم لایزالش بر دوام
بر همه شاه و گدا و انس و جان یکسان رود
رُبع مسکون از کمال قدرتش یابد سکون
و آسمان از هیبت قدرتش سراسیمه دود
آن یکے از لطف او یابد بهشت جاودان
وان دگر از قهرش اندر درگهٔ اسفل رود
ناگه از زخم اجل سید حسن کرده شهید
گور او پرنور بادا رحمتش شامل بود
چون ز سال رحلتش کرد از خرد عاقل سوال
عقل گفتا "پیشوائی اهل جنّت او بود"[1]

و قبر آنحضرت در جبروت است ـ چون خبر شهادت ایشان نزد خویشان و فرزندان در بلدهٔ دهلی شائع گشت ـ تمام فضلاء و اکابر و اهالی و موالی بلدهٔ دهلی مراسم و شرائط تعزیت بجا آوردند و میر سید ناصر ولد مرحوم میر حسن در امرایان و اعیان و سادات و علماء و فضلاء بلدهٔ مذکور طلبیده اطعمهٔ گوناگون و مشروبات از حد افزون طیار ساخته بایشان خورانید و بسیار ختمات قرآن مجید و نیت روح پاک ایشان خوانده باز از سر نو سماط دعوت عظیم گسترده اطعمه و اشربه از هرچه در حوصلهٔ خیال گنجد افزوده در منازل مشائخ و سادات کبار و اکابر و اشراف علماء و بزرگوار و سائر ابناء روزگار متوطنان آن دیار فرستاد ـ بعد از تمام مراسم آن قدوهٔ ارباب شهادت برخواسته بمنصبهٔ جاریه تشریف بود ـ

و میر سید حسن بیهقی را از مخدره سلطان غیاث الدین هفت فرزند بود ـ میر سید زین العابدین

---

[1] ۸۳۷ هجری ـ

و میر معظم خان و میر موسیٰ و میر سید جلال و میر سید شاه و میر بادشاه و میر سید ناصر و هیچ کدام از جمله
فرزندان ایشان کرمبارزت بانتقام راجه جبروت نیست الا میر سید ناصر که بسن و سال از همه برادران
خردتر و به علو همت از ایشان بزرگ تر بود. چون میر سید مذکور بانتقام آنجماعه نازجام عزم مصمم فرموده
و اسباب و آلات حرب مکمل ساخته اراده توجه بصوب کفار نابکار نمود اشراف و اعیان و روسا و کلانتران
کار عاقبت اندیش ملحوظ داشته باتفاق آن هر شش برادر در ملازمت شریفه ایشان شتافته چنان
مصلحت نمودند که اولیٰ و انسب که دریں سال با مضاء این مهم عنان عزیمت بصوب آنجماعه
برنگال معروف نه فرمائید. آن عالی همت بهمت سخنان ایشان شنیده سر اطاعت بحسب
رضا و مصلحت ایشان فرو کشیده در امضاء آن مهم مدت هفت سال توقف واقع شد.

تیسرا باب

سُلطانْ زینُ العابدینْ

درتاریخ سنہ ہشتصد و ہفدہم ہجرت نبوی بجائے سلطان سکندر مرحوم پسر مہتروی سلطان علی بر سریر سلطنت وتخت حکومت نشست ومدت ایام سلطنتش ہشت سال وچند ماہ بود چنانچہ سابقاً ذکر آں بسمت تحریر پیوست واو بتاریخ سنہ ہشت صد وبست وششم ہجری بعزم مناسک حج وعمرہ بجانب حجاز رواں شد وملک وسلطنت را بہ برادر خود زین العابدین تسلیم نمود ودرتاریخ مذکورہ سلطان زین العابدین درمملکت کشمیر بر سریر سلطنت وتخت وایالت نشستُ مدت سلطنت وحکومت او پنجاہ دو سال بود ودراثناء این میر سید ناصر باز اسباب وآلات حرب مکمل ساختہ متوجہ طرف براجہ حسرت شدند۔ ہرچند برادران وعزیزان وبزرگان آمدہ انواع منّت واضعاف معذرت نمودند کہ عزم محاربہ ایشان برطرف فرمائید مناسب رائے عالی ہمت ایشان نیامد ے

ما کار خویش را بخداوند کارساز
بگذاشتیم تا کرم او چہ میکند

ناچار ازان مقال اعراض نمودہ درپاسخ چنیں فرمود کہ دریں سال این سفر ما خطر با رجع دوستان

بسے مبارک و میمون است۔ فتح عزیمت آن از جملہ نامناصبا تست و چون اسباب آلات آن بعنایت واہب العطایات ہمہ طیار و جود ست ناچار این امر را بقوت بفعل آوردیم امیدواری از کرم باری جانست کہ بموجب مضمون "اذا اراد اللّٰہ شیئاً ھیئاً اسبابہ" شاہد فتح و فیروزی از پس پردۂ غیبی جلوہ گر آید و آن جماعۂ بدکردار بقہر قہار گرفتار گردد چون جماعۂ مذکورہ راجرم شد کہ ایشان بفتح عزیمت راضی نیستند ناچار زبان در کام خاموشی کشیدہ کار ہائے بعنایت مہیمن[1] کارساز حوالہ نمودہ بمنازل خویش مراجعت نمودہ۔ القصہ میر سید مشارالیہ متورع و منکسر خاطر گردیدہ در غضب و غیرت در آمدہ پائے عزیمت در رکاب شجاعت نہادہ بر مرکب مردانگی سوار شدہ این چند بیت غرا بدیہہ بر زبان فصاحت خویش گذرانیدہ ؎

.....آرد گر از فضل خویش	کہ فضل خدایست از وسع بیش
ندانید ترسندہ از کار راز	نبودم مگر مرد مردان کار
بمیدان مردے ز عون خدا	نہ بیند کسم را پس افگندہ پا
نیاید بیار چون من دلیر	بوقت دلیری نترسم ز شیر
چو من دست بردارم از بہر کار	نہ ترسم مگر از خداوندگار

چو طاہر کمینہ غلام علیست
بہ میراث او از علیؑ ولیست

از روئے کمال و غضب قہر آتش در منازل و مساکن مردم جاریچہ کشیدہ بطرف جبرت متوجہ گشت۔

نقل است سید قاسم کہ در آن سفر خارج آن جماعہ برادران قدیم کہ کمر تجدید در خدمت میر سید ناصر بیہقی در ان سفر بستہ بودند پنج ہزار سوار جوشن پوش تیرانداز نیزہ گذار ممات بر حیات اختیار کردہ جہت انتقام کشیدن از راجہ جبروت از قصبۂ جاریچہ سوار شدہ متوجہ آن حدود شدند و از منازل مخوف گذشتہ بمقابلۂ لشکر راجہ جبروت شدہ باہم محاربہ

---

[1] خدا کے ناموں میں سے ہے۔

توی و مقاتلهٔ عظیم پیوستند و از منازل مردم از طرفین مقتول گشتند آخر بتائید الٰهی عساکر اسلام خوش فرجام برکرده کفار ند انجام غالب آمده و از کشته پشته انداخته اکثر ایشان را اسیر کرده آوردند

یارب این قافله را لطف ازل بدرقه باد
که از و خصم به رام آمد و معشوقه بکام آمد

بعد انهزام احزاب شیطان بزیارت مزار متبرک میران سید حسن بشتافت عنان عزیمت جانب نوشهر هند معطوف داشتند۔

چون صیت قدوم عساکر نصرت لزوم میر سید ناصر در نوشهر هند بگوش هوش سلطان زین العابدین در کشمیر رسید۔ وکیلان کاردان سید مشارٌالیه فرستاده آشنائی که در زمان سلطان سکندر همراه میر سید محمود داشتند مجدد ساخته از برائے تقویت و تمشیت سلطنت خویش تکلیف ضیافت و لوازم مهمان داری بود بجا آورد۔

حضرت میر سید ناصر را سه فرزند شجاعت شعار و پسندیدهٔ روزگار بود۔ از آن جمله میران سید ابراهیم با کفار آن صوب میان دو اب محاربت بدرجهٔ شهادت رسید و قبرش در قصبهٔ جاریچه است و نسل او تمام منقطع شد و فرزند دویم ایشان میران سید محمود او را جانشین خود ساخته از نوشهر هند بوقت رفتن کشمیر بقصبهٔ جاریچه مرخص ساختند و مدفن میمون او در قصبهٔ مذکوره است و نسل ایشان در آنجا باقیست و فرزند ثالث میرک سید حسن بود و او را همراه خود گرفته اعتماد بر عود نامحدود و کائنات نامعدود سلطان زین العابدین کرده از راه هیره پور با حشم و خدم در کشمیر در آمده دران دیار متوطن و مقیم گشتند۔ درین حال سلطان زین العابدین صورت علوم بے نهایت و فنون فضائل بے غایت میران سید ناصر در آئینهٔ ادراک و بصیرت خویش معائنه نموده۔ حکومت و عدالت آن ولایت برائے صواب تمام میران سید مشارالیه مفوض داشته سرائے باشش ایشان مابین باغ میروس و نوشهر تعین فرموده۔ جهت افتخار و اعتبار نسبت خویشی با آن طائفهٔ شریفه استحکام داد و نزد فضلائے ولایت کشمیر انوار عقل منیرهٔ آثار خرد درست تدبیر میران سید مذکور و معروف از آفتاب مشهور تر است۔ چون سلطان زین العابدین این طایفهٔ شریفه را در مرتبهٔ عظیم الثانی و منزلهٔ بلند مکانی بدرجهٔ ایلیق داماد رونق داد دنیاپرستان آن دیار برگشته روزگار قصد هلاکت آن نافع اظلق را مصمم نموده فرصت بدست مفسد زهر هلاهل دار مردو سے تعبیه نموده بطریق تحفه پیش میران سید مشارٌالیه فرستادند از آنجا که لطف

شامل لطف قادر دوستان صادق و محبان موافق خود را جہت علو مراتب اخروی مرتبۂ شہادت در وقت رحلت کرامت میفرماید۔ ایشان نیز با وجود خوارق عادات و درک و بہات لختے ازاں امرود تناول فرمودند و آں بلا اگرچہ بحثیت ظاہرے بود اما در حقیقت زہر جان گزائے دل فرسا بود۔ لاجرم ہمان نفس در باطن مبارک ایشان سرایت تمام نمودہ امعاء و احشاء شکم را جزو جزو پارہ پارہ گردانید ؎

ہست چون مار گزرہ میوۂ دہر

نرم و رنگین اندرون پر زہر

پس معاً سلطان زین العابدین بپیش خود طلب فرمودند۔ حال آگاہ گردیدہ از خدمت میران سید مشارٌ الیہ استفسار نمود کہ اے سر دفتر سادات عالی درجات ایں قسم معاملہ در حق ملازمان از دست کدام ناپاک بوقوع آمدہ بفرما' تا او را سیاست کنم اکنون دیدار سہرہ دیگر باز بقیامت افتاد۔ سید فرمود کہ ہرگز بہ تہتیک[1] پردہ آں بدکیش نمی پردازم و بہ سبب آزار و علو مرتبہ شہادت خود را در مایۂ انحطاط نمی اندازم۔ ہمیں بس است کہ در روز قیامت بعذاب و نکال[2] غضب قہار منتقم عیار خواہد گردید۔ و فرزند او میرک سید حسن ہر چند دریں باب مبالغہ تمام و الحاح لاکلام نمود مطلقاً فایدہ نکرد و بافشائے سر آں ظلم نپرداختہ دوات و قلم احضار فرمودہ ایں چند بیت در باب سپارش فرزند ارجمند خویش نوشتہ بدست سلطان زین العابدین داد ؎

سپردم ترا بندہ زادہ حسن — زہے خاک محمود محمود من

بجائے کمینہ حسن پیش تست — نگویم غلام ترا خویش تست

بہنگام ہیجا چو کوہ گران — چو شیر ژیان و چو پیل دمان

کمر بستہ در خدمت شہریار — نہ بیند کسے پشت شان روزگار

زبس ہست بہتر بدنیا و دین — بلطف الہیٰ شاہی قرین

بتلقین زبانم نشاید کشاد

ولے از شرائط بود یاد داد

---

[1] پردہ دری کرنا۔ رسوائی۔ [2] عذاب، رنج، دکھ۔

میر سیّد ناصر کی وفات

چوں مرض آنحضرت سلطان زین العابدین در غایت صعوبت مشاہدہ نمود۔ رقت بسیار فرمودہ قرین حزن فراوان و اندوہ بے پایان گشتہ بنقصیر خویش شتافت۔ اما ہر لحظہ مراسم پرستش و شرائط عبادت بتقدیم رسانیدہ از غایت اضطراب بے تاب شدہ لحہ بفراغت بر بستر استراحت نمی آرمید و ہاتف غیب از عالم لاریب این ندا بگوش ہوش دوستان باصفا میرسانید کہ ؎

ماہ شعبان منہ از دست قدح کاین خورشید
از نظر تا شب عید رمضان خواہد شد[1] (حافظ)

قضاءً روز چہار شنبہ دوازدہم ماہ شعبان المعظم احوال آن ستودہ خصال بدین منوال بود کہ ؎

وقت است کہ وقت در سر آید
سیلاب عدم زدر در آید

روز پنجشنبہ سیزدہم مہٗ سنہ ہشتصد و بست و نہ سال ہجری داعی حق را لبیک اجابت گفتہ بلبل حیات را بر ریاض عالم علوی پرواز داد و تاریخ رحلت ایشان برین وجہ یافتہ اند ؎

کسے کز ازل گشت نیکو سرشت ۔۔۔ نیامازد ایچ گہ فعل زشت
کند کار نیکو باندازِ نغز ۔۔۔ جدا دارد از ہر سہ پوستِ مغز
شہادت بباید سر انجام کار ۔۔۔ خرامان درآید بہ دار القرار
دہر زہر شش آخر بہ ضمن سرود ۔۔۔ درین باغِ دہقان چرخِ کبود
خصوصاً بسادات ناصر چو داد ۔۔۔ بزہر ہلاہل حیاتش بباد
خرد مند دانائے دانش پذیر ۔۔۔ زمن باز پرسید تاریخ میر

دل دانش اندوز علوی سرشت
بگفتا بود "سید اہل بہشت"[2]

ناچار صیحۂ صبح روز محشر و صوت صور فزع اگر در عالم اصغر ظاہر گشت و نوحہ و نفیر امراء و وزرا روز فریاد

---

[1] ماہ شعبان قدح از دست منہ کیں خورشید ۔۔۔ تا عیدی از شب جہاں رمضان خواہد شد

[2] ۸۲۹ھ ہجری۔

و فغان فضلاء و جهلا واحبا و اعدا از اوج آسمان بایوان کیوان درگذشت و اکثر روپوشان سراپردهٔ خلافت سپاس زمان بمنزل شریف آنحضرت تشریف آورده از مسند عزت بر پلاس ماتم نشسته چندان آغاز گریه و زاری کردند که آه دود آسائے ایشان عیان رایت نخوت لیشان و دولت بآسمان رسید و خونابه دل از راه دیدگان چون گوهر اشک گریان روز برگشته دم بدم برخاک غلطید ؎

زمژگان دم بدم خوناب می ریخت
گلو خوناب خون ناب می ریخت
زبس بالا گرفت آن روز فریاد
صدا در گنبد فیروزه افتاد

بعد ازاں مراسم تجہیز و تکفین بر طریقهٔ سنت سید المرسلین ترتیب داده در جوار مزار حضرت شیخ بهاء الدین جائے با صفائے دلکشائے و هوائے روح افزائے مرتب ساخته سپردند۔ تا حال آں آستانهٔ پر انوار زیارت گاه خلایق و جائیگاه حصول مهات و حاجات است و باسم مزارستان سادات دراں ولایت مشهور و معروف۔ سلطان زین العابدین مدت سه روز باکابر و اشراف و در مقام عزا نشسته مراسم و شرائط تعزیت آں معدن مغفرت بجا آورده حفاظ و علماء زهاد و فضلاء را از صباح تا شام و از شام و صباح به ختمیات کلام ملک علام خوانده بزیارت مزاراں فایض الانوار مشرف شده بقصر سلطنت خویش رفته فرزند ارجمند ایشان میرک سید حسن و دیگر خویشان و ملازمان آنحضرت را بقصر سلطنت خود طلبیده۔ میرک حسن را بهمان منصب پدر بزرگوار مفوض داشته۔ دیگر خویشان و ملازمان را بنواز شهائے گوناگون مخصوص و ممتاز ساخت۔ چون میرک سید حسن به منصب و حکومت پدر بزرگوار خود مخصوص گشت۔

در شهر نوشهر کوکل تاش[1] سلطان زین العابدین شیوهٔ تمرد و عصیان شعار خود ساخته حکومت زمان سوکلان و گماشتگان سلطان زین العابدین و مجال جریان نمی

---

[1] کوکلتاش۔ برادر رضاعی یعنی دودھ شریک بھائی۔

دادند۔ ازیں نوع حرکات شنیعه وافعال ذمیمه خاطر سلطان زین العابدین از ایشان بسیار ناخوشی وگرانی
داشت و شهادت سیّد ناصر به سبب زهر پیش اہل کشمیر از دست آن جماعت نابکار اشتہار تمام آن
لاجرم سلطان زین العابدین از تقصیرات ایشان متغیر المزاج شده میرک سید حسن را با جمعے از مبارزا
برائے محاربه ومقاتله ایشان تعین فرمود۔ میرک سید حسن بتائید ونصرت نامتناهی آلهی در احتراز
آمده رو بروئے ایشان شده جنگی عظیم پیوسته آنجماعه متمردان بقتل آورده

گشاد حشمت او دست عدل در کشمیر

بعد ازاں حکومت وایالت سلطان زین العابدین در ممالک کشمیر بعد از استیصال دشمنان
بے تدبیر باقصی الغایت مستحکم ونافذ گردید۔ وخلائق تمام آن دیار از دست ستم مردم ستمگار چنانچه
جماعهٔ کوکل تاش وغیره خلاصی یافته۔ غاشیه خدمت گاری وفرمان برداری سلطان زین العابدین
بر دوش خویش گرفته در سایهٔ امن وامان راحت واستراحت نموده بدعائے جاندار ایشان اشتغال
نمودند بعد ازاں بفراغ بال صرف اوقات سلطان زین العابدین برائے توطن ہمان شهر نوشهر اختیار
نموده دران مقام پسندیده عمارت رفیع بنا نموده قصرے بغائت بلند عمارت بنیاد نهاد۔ اکثر سرداران
لشکر خود را در گرد نواحی آن شهر نوشهر منازل ومساکین جهت اقامت تعین نموده وبعضی از اماجد
سادات واکابر علماء وفضلا مانند سیادت مآب امیر سید محمد مدنی وملا پارسا وغیر ہمارا در نوشهر بتوطن
اقامت حکم فرمود تا با ایشان مصاحبت وملاقات بروجه آن نسر میسّر شود۔

علم دوستی اور لوگوں کی خوشحالی

بعد ازیں فتح برکت کمال رعیت پروری وبیمن
نهایت مرحمت گستری سلطان زین العابدین تمام
رعایائے این مملکت واہالی این ولایت فارغ البال ومرفه الاحوال بودند۔ ودر معموری وآبادانی
مملکت وترویج هنرمند وارباب حرفت اہتمام تمام داشت وبسیار هنرہائی غریبه وصنعت ہائے عجیبه
به برکت او رونق ورواج یافته وہر کسے که از اطراف واکناف بطریق مسافرت بدیں دیار میرسید۔
تفحص وتجسس بسیار نموده از وے تحقیق می کرد که ہیچ هنرے وصنعتے دارد۔ اگر هنرے یا صنعتے می داشت
یک دو کس از اہل فطنت وادراک پیش او می فرستاد تا آن هنر از وے می آموختند وبدیں طریقه
بسیار هنرہا وصنعت ہا دریں دیار شائع ساخت ودران وقت ہیچ کس دریں ملک صنعت کاغذگری
وجلدی نمی دانست۔ آن پادشاه فضیلت پناه دو مرد بزرگ صاحب فهم وادراک بودند۔ به سمرقند

فرستاد۔ و وجہ معاش اہل و عیال ایشان تعیین نمودہ اسباب راہ و خرجیات سفر بایشان دادہ تا خاطر جمع بسر تنند رفتند۔ آں ہر دو نفر صاحب فطرت چند سال درآں شہر اقامت نمودہ یکی صنعت کاغذ گری و دیگری مجلدی آموخت۔ بعد از دست کمال در صنعت مذکور ہر دو نفر مراجعت نمودہ ہر دو ہنر را بدیں دیار صنائع مذکور شائع ساختند و فضلا و علما و ہنرمندان را چندان اکرام و احسان می نمود کہ مزیدے برائے ممکن التصور نبود و در آں وقت دریں دیار کتب معتبرہ و تصانیف غریبہ بسیار کم بود و آں پادشاہ مربی اہل ہنر انواع تحف و ہدایا بسلاطین و لایت فارس و خراسان و حکام عراق و ستجان فرستادہ از ایشان التماس کتب معتبرہ و تصانیف غریبہ نمودہ۔ چندان فراہم آورد کہ در حیطۂ سر و شمار نمی توان آورد و از السنہ و افواہ حاجیان چنان استماع نمود کہ اصل نسخۂ کشاف جار اللہ علامہ بدست خط خود نوشتہ است نزد فضلائے بلدہ طیبہ مکۂ معظمہ یافت در حال کاتب خوش خط طلبیدہ خرچی زاد ان و توشۂ بے پایان ارزانی داشتہ بصوب مکۂ معظمہ فرستاد۔ آں کاتب چند سال دراں بلدۂ طیبہ رخت اقامت انداختہ از اصل نسخہ دیگر نقل نمودہ بمقابلہ و تصحیح آں پرداختہ از اکابر اشراف ام القریٰ مکی نویانندہ آورد کہ ایں کاتب ایں کتاب اصل جار اللہ انتساب نمودہ و مقابلہ و تصحیح ساختہ بہ آں حد و دفاخرہ کاتب مذکور را ممتاز گردانیدہ کتاب بسرکار خویش سپرد و ایں نسخہ در فترات اول مرزا حیدر در حین استیلار غارت بدست قاضی میرزا حیدر افتاد آنرا غنیمت دانستہ بولایت خود برد۔

زین العابدین کی رواداری

سلطان زین العابدین علمار را و فضلا را تعظیم و تکریم کما ینبغی می نمود و انعام و ادرادات بسیار بایں طائفہ می داد و در عہد سلطنت او ہمہ علما و فضلائے عظام از ولایت آمدند مثل مولانا میر محمد رومی و مولانا احمد رومی کہ ہر دو برادر یکدیگر بودند و بحلیۂ انواع و اصناف فنون حلی و آراستہ از ممالک روم بدیں دیار رسیدند و از سلطان زین العابدین انعامات و افر و احسانات متکاثر یافتہ دریں مملکت مقیم شدند و ہمچنیں بر سبب استماع انعام و اکرام او بسیار فضلار در عہد او بولایت کشمیر رسیدند و بانظار لطف و مرحمت مخصوص گشتند و ایں پادشاہ چنانچہ بہ علمائے اسلام و اکابر و اشراف امت حضرت سید انام می پرداخت ہمچنیں بہ ضادید کفرہ و طوائف مشرکان ہم می ساخت و قواعد کفر و ضلالات و رسوم عبدۂ اصنام ارباب جہالات را رونق و رواج می داد و تمام بت خانہا و معبدۂ کفرہ کہ در عہد سلطان سکندر مغفور

انهدام و ویرانی یافته بود۔ باز آنها را معمور و آباد ان ساخت و اکثر کفار و مشرکان که به سببِ تقویت اسلام بجانب جموں و کشتواڑ گریخته بودند ایشان را استمالت نموده باز آورد و دفاترِ کفره و صحائف شرک که ازین دیار بدر برده بودند آن را طلبیده باز آورد علوم کافران و رسوم مشرکان را باز احیا ساخت و برونق و رواج طوائف آن قوم بر ضلال می پرداخت و در هر ده و قریه بر سر دیر و چشمه که اسم بتے و یا رسم کفرے بود حیله آن را برپا ساخت و در هر بلدے و محلّے در ایام مخصوص جشنهای کفاره و بدعت هائے فسّاق و فجّار که در عهد سالف و ایام قدیم مرسوم و معتاد بود برادج رونق و احیا آن نسق امر می کرد و در ان جشن هائے نو بهار خود هم حاضر می شد و بمردم رقّاص و لولیان و زنانِ غانیه و مغنیان را چندان انعامات می کرد که تمام مردم این دیار از صغار و کبار از وے راضی و خوشحالی می شدند۔

زین العابدین کا ملکی انتظام

و این سلطان زین العابدین در مدت سلطنت و پادشاهی خود در ضبط و ربط امور مملکت و انفاذِ حکومت اهتمام داشت و اطراف و نواحیِ ولایت کشمیر را از تغلب و استیلائے بیگانه وقایه و محافظت کما ینبغی می نمود و چنان ضبط ممالک می کرد که در انقصائے ولایت تبت موضع است که آن را "لی تشی" می گویند در آنجا مزارعی چند داشته زراعت خاصه برائے خود می کرد و بطرفِ هندوستان آنچه به همت و شجاعت سلطان شهاب الدین مسخّر و متصرف شده بود از ماورائے آب بهلول پور و از سرحدِ معدنِ نمک و از سرحدِ سواد گیر۔ آنچه بطرفِ هندوستان بود و سلاطین هندوستان در تصرف خود آورده بودند۔ و آنچه بجوانب کشمیر بود در تحتِ تصرفِ سلاطین کشمیر بود۔ سلطان زین العابدین مجموع این جوانب و اطراف و نواحها را محافظت می کرد و بجانب کشمیر باج و خراج می دادند۔ اگر کسے از پادشاهانِ جوانب و اطراف تغلّب و استیلا برین نواحی نمود سلطان زین العابدین سپه سالار و امرائے لشکر خود کشیده با ایشان جنگ ها می کرد۔ و حدود و ولایت خود را از استیلائے بیگانه نگاه می داشت و گاه گاه خود به لشکرها بر می آمد و در عهد وے یکبار در ممالکِ این دیار دلوله افتاد که پادشاهِ کاشغر بگرفتنِ ولایت تبت و ملتی متوجه شد و سلطان زین العابدین همه تمام امرایان و سرداران مملکتِ خود جمع نموده در پرگنه لار عساکرِ نصرت مآثر خود را بار داده با بست هزار سوار جرار و یک لک پیاده

غرض بجنگ آزموده از مردم این دیار محمد ماگرے و ملک مسعود ٹھکر از نسل چندان ملت رینه و
احمد رینه و از مردم ولایت که میرک سید حسن به منصب سرداری لشکر خویش اختیار نموده،
در ولایت تبت تشریف شریف ارزانی فرمودند۔ اگرچه جمعیت لشکر کشمیر به نسبت لشکر
کاشغر اندک و کمتر بود اما جرأت مبارزانه و همت مردانه ورزیده در مقابلهٔ ایشان ایستادند
در موضع یشیه از ولایت تبت میان لشکر جنگی سخت و حربی عظیم واقع شد دران اثنا مبارزان
کشمیر جنگ ترکان با تدبیر دیده تهاون و تکاسل بخاطر خویش راه داده اند که ملاحظه کرده ایستادند
آن سر سرداران سادات بیهقی میرک سید حسن شجاعت طائفه هاشمیه بکار برده بحرب ترکان
گرائیده ـ

کشیدند شمشیرها بے دریغ
بدشمن نمودند بازوے تیغ
زخارستان آتش فتنه تیز
زمین فتنه خیز آسمان فتنه ریز
ز هر دو طرف ماجرا شد دراز
نمی شد گره هاے آن رشته باز

میسرهٔ لشکر ترکان به میمنه زد و میمنه در قلب گاه آن روز هر دو گروه با شکوه از فرط
محاربه ستوده گردید۔ شبانگاه هرکدام بلشکرگاه خود مراجعت نمود۔ فردا چون آفتاب عالمتاب علم
مبارزت و دلاوری از کوه مشرق برافروخت۔ امرایان و سرداران ممالک کشمیر از رشک جنگ
دی روزه میرک سید حسن غیرت مردان غیور ورزیده داد مردانگی و شجاعت داده با لشکر
ترکان نوعی محاربه و مقاتله پیوستند که مهر سپهر عالمگیر بصد زبان تحسین و آفرین خوان ایشان
شد ـ

کشیدند کشمیریان با رصف — بهم جمع گشتند از هر طرف
غضبناک هریک چو شیر ژیان — گرفتند بدخواه را در میان
کمانها ز بازو در آمد بدست — کشیدند تا گوش بگشاد دست
ز پیکان چنان آتش افروختند — که هر ملک را بر فلک سوختند

خدنگی پیاپی زدند آبخناں | کہ پیکان این سفت سوفار آں

کسے گرز تیرے شدہ بے خبر | خبردار کردیش بہ تیر دِگر

بر آمد چکا چاک شمشیرہا | کشید آں چکا چاک تا دیرہا

دلے عاقبت آسمان بلند | رسانده بہ ترکان از ایشان گزند

بہ آں سدِ آہن در آمد شکست

زبردست ہنگامہ شد زیردست

ناچار از طرفین مردم بسیار بقتل رسیده بعونِ عنایت الٰہی و بہ مقتضائے کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ نسیم فتح و ظفر بر اعلام لشکر ممالک کشمیر ورزیده و سمع سلطان زین العابدین مژده اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا رسید و چون سلطان مذکور بفتح و فیروزی از نواحی تبت بولایت کشمیر مراجعت نمود بر سریر سلطنت خوش جمعیت خاطر و فراغ دل نشست ۔

رفاہ عام کا کام

در عہد سلطان مذکور ببرکت کمال رعیت پروری و دشمن نہایت مرحمت گستری او تمام رعایائے این مملکت و اہل این ولایت اوقات خود با رفاہیت می گذرانیدند و فراخی اغذیہ و ماکولات و ارزانی غلہ و حبوبات[1] در عہد وے چندان بود کہ در ہیچ زمانے آں چنان نشان نمی دہند در معماری ملک و آبادانی مملکت مساعی جمیلہ بجا می آورد و اکثر قریات و مواضع عظیمہ و بسیار آراضی نامزروع و معطلہ کہ بہ سبب خطرات و حوادث خراب و ویران شده بود بواسطہ اہتمام و مساعیِ او معمور و آبادان گشت ۔ از آں جملہ است زینہ پور و زینہ ڈب زینہ گیر ۔ ہر جا کہ مزروع و آبادان می ساخت در آنجا قصرے بزرگ و یا عمارتی لطیف بنا می فرمود و در محلّے کہ زمین زینہ گیر را خواست کہ احیا کند و مزروع سازد و نہر پُہر را از گذر قدیم بر لبت بنگہائی عظیم از راه قدیم مسدود ساخت و آب آن را زمین زینہ گیر رسانیده دہاقین و اہل قریات را زراعت شالی فرمود و تمامی اخراجات و محصولات آں را بعلماء و فضلاء و ارباب صلاح و اہل تقویٰ عطا نمود و جملہ آں را وقفِ اربابِ استحقاق ساخت و در آنجا قصرے بزرگ و عمارتی بلند بنا فرمود و چون آں قصر باتمام رسید پادشاه در حوالی آں باغِ پر از اشجارِ فواکہ و درختانِ میوه دار

---

[1] حبوب کی جمع الجمع ۔ حَب یعنی گیہوں ، چنا ، جَو وغیرہ ۔

مرتب فرمود۔

پانڈو چک کی بغاوت

ودر آں وقت از نسل لنگر چک در طائفہ چکاں پانڈو چک
رئیس و سرخیل ایشان بودوے باخویشان و اقربائے خود اتفاق
نمود کہ اگر ایں سلطان زین العابدین در پرگنہ کمراج متوطن و مقیم شود و قبیلۂ ما را جہت بیگار بیما
جفا کنند و بارکش و مزدوری سازند در وقتیکہ پادشاہ بشہر آمدہ بود و در آنجا بغیر از نجاران و بنایان[1]
و کارکنان کسے نبود۔ ایں پانڈو چک جماعتے از قوم و قبیلۂ خود ہمراہ گرفتہ آمد۔ آں قصر را آتش نمودہ
و تمام عمارتہا را سوختہ بکوہ ترہگام نشست و زنان و عورات خود کہ بطرف دراؤ فرستاد و چون پادشاہ
ایں خبر شنید۔ جماعتے کثیر از سپاہان فرستاد و تمام خانہائے او را در ترہگام سوختہ و پانڈو چک
بطرف دراؤ گریختہ و سلطان زین العابدین بار دیگر آں قصر را عمارت نمود و ایں پانڈو چک بعد
از چندگاہ فرصت طلبیدہ و جماعتے از دراؤ ہمراہ آوردہ بار دیگر آں عمارتہا را سوخت و باز بطرف
دراؤ گریخت۔ بعد از سلطان زین العابدین مردم دراؤ او را استمالت نمودہ و انعام و احسان
بسیار وعدہ کردہ مطیع و منقاد امر خود ساخت تا پانڈو چک گرفتہ با تمام اہل و عیال و اولاد صغار
و کبار آوردہ بسلطان مذکور دادند و سلطان مذکور پانڈو چک را بر سیاہا کشید۔ و کشت و فرزند و
اقربائے او کہ لایق جنگ محاربہ بودند۔ تمام ایشان را بقتل رسانید و زنان کودکان ایشان را
بقریہ کوارل کہ نہایت طرف دیگر کشمیر بود بفرستاد تا در آنجا زنان و عورتان ایشان کودکان صغار
خود گرفتہ سکونت نمائید و بعد از چندگاہ کہ اطفال شیرخوارہائے ایشان بحد بلوغ و تمیز رسیدن
و با طفال و اہالی آں قریہ آشنا شدند و مردم رعایا حوالی و جوانب آں حدود با ایشان آشنا یہاد
شفقتہا می ورزیدند تا کہ طائفہ نایکان کہ سران و سرداران مردم آں حدود بودند و دختر کان چکان
را بعقد نکاح فرزند خود گرفتند و دختران خود را بفرزندان چکان بتزویج نکاح دادند و اکثر
بزرگان و کلانتران آں نواحی با ایشان مواصلت کردند و جملہ فرزندان ایشان یک پسر پانڈو
چک حسین چک نام داشت۔ حضرت ایزد تعالیٰ در بارۂ وے لطفی ارزانی فرمود کہ قریب
نہ یادہ پسر از وے متولد شد و قوم و قبیلۂ چکان ترہگام اکثر از ہمیں حسین چک منشعب و متفرع

---

[1] بہت سے معمار۔

شدند و اغلب طائفہ از پسران وے انتشار یافتند۔ چنانچہ در محل خود تفصیل ایشان اتمامی کردہ شود۔

زین العابدین اور تعمیرات

و ایں سلطان زین العابدین در عہد سلطنت خود ہر جا کہ موضعی خوش و ہوائے دلکش یافت در آنجا عمارتی خوب و چبوترۂ مرغوب عمارت می کرد و در کولا بہائے کہ آب ہائے صاف و باصفا و وسیع و باہوا می داشت مانند کول ڈل کہ در شہر است و کول ہمہ و کول اولر و در میان آں کولہا بسنگ و خاک جزیرہا برآوردہ و دراں جزیرہ ہا عمارتہائے لطیف بنا فرمودہ و در میان کول اولر جزیرۂ بزرگ برآوردہ در آنجا قصرے و مسجدے و عمارتے چند بنا نمودہ آں لنگ نام نہاد و می گویند کہ آں کول در زمان قدیم خالی از آب بود۔ در آنجا شہرے بزرگ با جمعیت تمام معمور بود و دراں شہر سودرشون نام پادشاہے بود و اہالی و رعایائے آں شہر بمناہی[1] و ملاہی[2] مشغول بودند و در میان مردم انواع فسق و فجور شائع و ظاہر۔ پادشاہ و امرا بظلم و جور مائل و کلالے در آں شہر بود فی الجملہ ورع و تقویٰ داشت و از فسق و فجور مردم ناخوش و کنارہ بود۔ آں کلال شبے در خواب دید کہ قائلے می گفت کہ بمردم ایں بگو کہ از افعال قبیحہ و کردار شنیعہ خود باز آئید و ترک اعمال ناپسندیدہ کنید۔ و الا ایں زمین شما خسف[3] خواہد شد و تمام در تحت آب غرق خواہد گشت۔ چوں آں کلال ایں اخبار با اہل آں دیار رسانید مردم او را دیوانہ و مجنون پنداشتند و سخن او را ہرزہ و ہذیان انگاشتند و ہیچ التفات بوے نکردند و قول او را ہیچ اعتبار و تصدیق نہ نمودند تا آنکہ کلال شبے دیگر ملہم شد کہ امروز باید کہ رخت و اسباب خود از ایں شہر بدر بری کہ امشب ایں شہر خسف خواہد شد و تمام در زیر آب غرق و نابود خواہند گشت۔ آں کلال تا نیمروز بمردم منادیہائے کرد۔ او را قبول نکردند و آں کلال بعد از نماز پیشین اسباب و اشیاء خود را گرفتہ بجانب کراج گریخت و صباح دیگر از بلندی کوہی بجانب آں شہر نظر کرد۔ دید کہ تمام شہر تحت آب غرق گشتہ و عمارتہائے

---

[1] مناہی جمع ہے منہی کی۔ غیر مشروع اور ناجائز۔ [2] ملاہی جمع ہے لہو کی بمعنی کھیل کود اور بازی

[3] خسف بمعنی زمین میں دھنس جانا۔

آں ہمہ ناپیدا شدہ۔ در آں شہر بتخانۂ بزرگ و دیرے سنگین بود۔ آں بت خانہ ہم در آب غرق شد و در محل کہ سلطان زین العابدین خواست کہ درمیان او جزیرہ برائے عمارت لنگ بر آرد۔ ملاحان و غواصان را فرمود کہ در تمام اولر جائے طلبند کہ از ہمہ جاہا بلند تر باشد کہ در آں جا جزیرہ بسہولت توانیم برآورد جملہ ملاحان و غواصان ہمان عمارت سنگین نمودند کہ درین جا عمارتِ آنست کہ سنگیں کہ در ایام زمستان و ہنگام کمی آب بعد امعان نظر در زیر آب سنگہا آں عمارت می نمائید و سلطان زین العابدین خود بکشتی در آں جا ایستادہ غواصان را فرمود کہ اندرونِ این بت خانہ تفحص نمایند کہ چیزے باشد۔ غواصان باحتیاطِ تمام در آں بتخانہ در آمدند و دو بتِ روئین از آں بت خانہ کشیدند و بالا بر آوردند بعد از آں سلطانِ مذکور ہمانجا بر آوردن جزیرہ اختیار نمود و ایں سلطان مذکور پیش از آں وقت در کول اولر کشتی ساختہ بود و طرح کشتیہائے گجرات[1] و دُرُدْ[1] دیگرے کہ استاد آں فن بود و از گجرات آمدہ بود و آں کشتی را تمام ساختہ و سلطان مذکور در وقت سیر و ہنگام گشت در آں کشتی را بر روئے آب برابر ہمان عمارت سنگین بدارند و از سنگہا پر ساختہ در آب غرق کردند بعد از آں در جوانب و اطراف و آں سنگہا ریختند و کشتیہائے پر خاک آوردہ ہمراہ سنگہا ریختند تا جزیرہ را بروئے آب رسانیدند۔ و از آب آں مقدار بلند و مرتفع ساختند کہ در ایام طغیانِ آب و ہنگامِ سیلاب آب بالائے آں نتواں رسید تا عمارتہائے آں خراب و ویران نشوند۔ و بہ حسب وضع آں جزیرہ از مشرق بہ مغرب طولانی واقع شدند۔ بشکل مربع مستطیل و ضلع شمالی از مشرق۔ گز ۔۔۔ ست و ضلع جنوبی و ضلع شرقی از جنوب بہ شمال۔ گز ۔۔۔ ست و ضلع غربی از شمال بجنوب۔ گز ۔۔۔ ست و سلطانِ مذکور در آں جزیرہ دو عمارت فرمودہ یک قصرے کہ طبقہ اسفلش بتمام سنگین است و دو طبقہ دیگر از خشت پختہ و چوب ساخت و دیگر مسجد سنگین باستحکام تمام درمیان جزیرہ بنا نمود و یکے از شعرا آں وقت تاریخ بنائے لنگ لفظ "خوّام آباد"[2] یافتہ و در سلک نظم کشیدہ بر پیشانی در مسجد نوشتہ اند۔ قطعہ آنچنیں است ؎

---

[1] نجار، بڑھئی۔

[2] ۸۴۲ھ ہجری۔

"تا زین عباد اندران جشن کند

پیوسته چو تاریخ خودش "خرم آباد"

وسلطان مذکور بآں جزیرہ درختہائے شہہ توت واشجار میوہ دار بسیار نہال کرد وگلہائے رنگا رنگ کاشتہ والحق درمیان کولے بزرگ موضعی باصفا ودلکش ومنزلے پُرہوا وخوش معمور گشت کہ در تمام کشمیر ہیچ گشتگاہ مانند ونظیر ندارد وپادشاہان دیگر کہ صاحب سلطنت وحکومت میشوند بعضے از عمارات قدیم برداشت ۔ بنام خود عمارتہا می کنند وقصر ومسجد سلطان مذکور را تغیر و تبدیل نمی توانند کرد وسلطان مذکور بعد از بنائے لنگ وعمارت آں باحیاءِ زمین زینہ گیر وکندن جوئے بہرہ مشغول گشت چنانچہ از تاریخ ہر دو عمارت معلوم می شود وزیراکہ تاریخ عمارت لنگ "خرم آباد" گفتہ اند وتاریخ کندن جوئے بہرہ "جوئے خرم"[1] گفتہ اند ۔

علماء اور شعراء کا ورود

در عہد سلطنت آں پادشاہ جماعتے بسیار از درویشان صاحب حال معروف ومشہور بودند چوں شیخ بہاء الدین کشمیری وشیخ سلطان کری وشیخ نورالدین ومولانا عثمان مجذوب وشیخ زین الدین ریشی ومیر ویس مجذوب و مولانا نورالدین ومیر سیّد محمد مدنی وسید حسن بلادروم وغیرہم کہ بعضے از ایشان از عہد سلطان سکندر بت شکن تا بعہد زین العابدین درحیات بودند وبعضے از ایشان سلطنت وے پیدا وظاہر شدند وہمچنیں علماء وفضلاء درسلطنت وے بسیار بودند مانند ملا محمد رومی وملا احمد رومی کہ مذکور شدند ومثل قاضی سید علی شیرازی وقاضی جمال ومولانا کبیر وسیّد محمدؐ لورستانی وسید محمد سیستانی وغیرہ ہمچنین تمام ندماء وفضلاء عہد وے ہمہ خوش طبع وشاعرے ودرفن نکتہ دانی وسخن گستری ماہر بودند ۔ مانند مولانا احمد کشمیری ومولانا رومی ومولانا ضیائی ومولانا فاتحی وغیرہ ہم کہ نفس ایشان از اشعار بلاغت آثار ایشان معلوم می شود ۔ وایں سلطان زین العابدین خود ہم مایۂ شاعری وقوت سخن پروری داشت ودر اشعار خود قطب تخلص می کرد واز اشعار وے دیوانے مشہور است وایں مطلع از دست ؎

اے بگرد شمع رویت عالمے پروانۂ

وز لب شیرین تو شوریست در ہر خانۂ

---

[1] ۸۵۹ھ ہجری ۔

تعصب مسکین گو گناہی می کند عیبش مکن

عیب نبود گو گناہی می کند دیوانہ

مسجد جامع کی تعمیر نو

و فی الجملہ پادشاہے بود کہ در رعایت و رفاہیت برایا مساعی جمیلہ بجا می آورد و در معماری مملکت و آبادانی ولایت اہتمام تمام می نمود و بدولت رعیت پروری و مرحمت گستری دست بسیار ہنرمندان و حرفہ داران ہنرہائے خود زیادہ کردند۔ و در عہد پادشاہی سلطان زین العابدین مسجد جامع شہر سوختہ بود و آں پادشاہ طرف قبلہ آں را معمور و آباد ساخت تا مردم صلوٰت جمعات برپا دارند و در جمعات و عبادات نماز گذارند و سہ طرف مسجد ہمچناں سوختہ ماند و سقف و بام آں طرف ہمہ سوخت و بغیر از دیوارہا چیزے دیگر باو نماندہ بود تا بوقت حکومت و وزارت ملک موسیٰ رینہ و ابراہیم ماگرے ہمچناں ویران بود۔ و ملک ابراہیم ماگرے در ایام وزارت ملک موسیٰ رینہ سہ طرف مسجد جامع عمارت نمود و چوبہا و ستونہا و جملہ اسباب از کجا ہا مہ دکراج آوردہ و معمورہ و مرتب ساخت پس ایں کار بزرگست از کارہائی ابراہیم ماگرے۔

غیر شرعی رسومات و بدعات کا فروغ

عیب کل و قصور تمام وے ایں بود کہ کفرہ کافری و بت پرستی و بت گری کہ بدولت سکندر بت شکن مغفور معدوم شدہ بود و در ممالک کشمیر ہیچ اثرے از آں باقی نماندہ بود۔ زین العابدین باز قواعد کفر و بت پرستیہا را برپا ساخت و مراسم مشرکان و ملحدان را رونق نو و رواج جدید پیدا کرد و در ہر دہے و قریہ در ایام مخصوص جشنہا و دیوہا مقرر ساخت کہ صد ہزار فسق و فجور در آں جشنہا بظہور میرسید و در شریعت نبوی و اسلام مصطفویؐ بسبب آں از ہزار قصور و فتور واقع می شد۔ و طوائف کفرہ و اقوام فجرہ بسبب ایں رونقہا او را پادشاہ کلاں نام کردند و در مملکت او را بایں اسم میخواندند و رفتہ رفتہ مراسم ہنود و کفار و لوازم فساق و فجار چناں رونق و رواج یافتہ کہ علماء و فضلاء و سادات و قضات ایں دیار ہم آں رسوم بجا می آوردند و ازاں ہیچ کراہیت نمی دانستند بجا آنکہ کسے ایشاں را منع و اجتناب می کرد و ہمچنیں ضعف اسلام و زبونی شرائع و احکام و قوت کفر عبدۂ اصنام و رونق فجور تا تمام شایع و غالب بود تا تشریف قدوم حضرت امیر شمس الدین عراقی قدس اللہ سرہٗ و بہ برکت مساعی جمیلہ و اہتمام جزیلہ آں حضرت آں کفرہا برطرف شدہ و رونق دین اسلام و رواج شریعت حضرت سید انام بیمن اہتمام آں مرشد ایام بظہور رسید چنانچہ شمۂ ازاں

احوال بوضع خود بیان خواهد یافت.

وفات

و این سلطان زین العابدین سلطنت و حکومت در ولایت کشمیر پادشاهی کرد و احکام سلطنت در ممالک این دیار نافذ و جاری ساخت و از سر پنجهٔ اجل جان شیرین خود را هیچ محافظت نتوانست نمود و بعد از پنجاه و دو سال از جلوس بسریر سلطنت بحکم اِذا جاءَ اَجَلُهُم فلا یستاخِرونَ ساعةً و لا یستقدِمُونَ لشکر اجل بر شهرستان بدن سلطان زین العابدین دست تغلب پیش آورد و متاع نفیس روح و روانش بغارت و یغما برد و در تاریخ هشتصد و هفتاد و هشت سنه هجری که بحساب اهل کشمیر چهل و ششم زی دت یازدهم بود جان عزیز بقابض ارواح سپرد و تزد پدر خود سلطان سکندر مغفور مرحوم مدفون گشت

جمالش برفت از رخ دل فروز | خورش زرد شد آخر آمد چو روز
بدیدند زرانگان دست فوت | که در طب ندیدند داروی موت

همه تخت ملکی پذیرد زوال
بجز ملک فرمان ده لایزال

چوتھا باب

خانہ جنگیاں، بغاوتیں اور سازشیں

حیدر شاہ پس چون سلطان زین العابدین ازین منزل رحلت گزین شد۔ پسر وے سلطان حیدر شاہ در تاریخ مذکور بر سریر سلطنت بجاے پدر بنشست و دم فرصت بقا درین عالم فنا چندان نہ یافت و مدت سلطنت وے بیش از دو سال زیادہ نبود و در تاریخ سنہ ہشتصد و ہشتاد صرصر اجل از باغستان حیاتش گرد فنا برانگیخت و نو بادۂ وجودش بر خاک ہلاکت ریخت۔

حسن شاہ و در تاریخ مذکور کہ بحساب اہل کشمیر چہل و ہشتم وی وت پنجم بود کہ پسر وے سلطان حسن شاہ بر سریر سلطنت جانشین گشت و در تمامی ایام سلطنت خود بعیش و طرب اشتغال می شود و ہزار و دو بیست قوال ہندوستان از زنان و مردان در خدمت و ملازمت او می بودند۔ وعلیٰ ہذا القیاس سازندہا و مطربان و دف زنان کشمیر وغیر آں در خانۂ وے ملازم می بودند و در تمامی عہد خود بہ لشکر بیرون نیامد۔ امّا امرا و سرداران خود را بہ لشکر می فرستاد و سپہ سالار لشکر وے ملک احمد یتو بود و از نسل چندان سنجر رینہ و از ماگریان احمد ماگرے از امرائے وے بودند۔ و تا عہد

سلطنتِ وے اہالیِ بہلول پور و اطراف و نواحی آں حدود بجانب کشمیر باج و خراج می دادند
و گردنِ اطاعت و انقیاد بفرمان کشمیر می نہاد - و یکے از امرائے او کہ تازی بٹ بود در بہلول
پور جہت اخذ خراج و جمیع اموال لشکری ہمراہ گرفتہ رفتہ بود - در آں وقت حاکم لاہور و پنجاب
تاتار خان بود - و وے بجائی بہ لشکر رفتہ بود و جمعیت سپاہان کہ در سیالکوٹ و نواحی آن بود
ہمراہ تاتار خان بہ لشکر رفتہ بودند در ولایت سیالکوٹ بغیر از دہاقین و اہل حرفہ و مردم بازاری
کسے نہ بود - تازی بٹ با جمعیت لشکر داشت بہ شہر سیالکوٹ تاخت و بتاراج و غارت مردم
آں ولایت پرداخت و اکثر آں ولایت خراب و ویران ساخت و چوں تاتار خان باز
بر لاہور مراجعت نمود و بمنزل خود رسید خبر ویرانی و تاراج ولایت خود شنید با لشکر و حشمی کہ
داشت بجانب ولایت کشمیر متوجہ گشت - امّا اگرچہ در آں وقت گرفتن کشمیر بسہولت میسّر
می شد - بواسطۂ آنکہ سلاطین و ملوک و سائر الامراء و مردم سپاہی ہمہ ناز پرورشدہ بودند
و بخوردن و انواع انواعِ مکیفات مبتلا بودند - فامّا چوں نام و ناموس پادشاہان قدیم و ہیبتِ
سلاطینِ سابق در مملکتِ ہند بسیار بود - از کوہِ کاجداری و سرحدِ گکھران آں طرف بود - از
تصرّف سلاطینِ کشمیر کشیدند و در تحتِ تصرّف ہند آوردہ و باوجود ایں حال ہر سال اموالِ
ولایت و نواحی کشمیر از کاجداری ایں طرف بود - و از دہ کرور و ہزار اسپ پیادہ شاہ می آوردند -
و بعد ازاں صنادید دیار کشمیر طریقۂ مخالفات و معاندات با یکدیگر پیشۂ خود ساختند و امراء و
حکام ہمیشہ بمقاتلہ و مجادلۂ یکدیگر پرداختند - بنابراں ہمّت بہ ضبط و اطراف نواحی کشمیر نتوانستند
برگماشت و قدم بتسخیر مملکت و محافظت ولایت نتوانستند بر داشت - لاجرم اطراف و نواحی
ولایت از تصرّف والیان کشمیر بدر رفت و بغیر از نفس کشمیر در تحت تصرّف حکام کشمیر چیزے نماند
چوں دوستان با یکدیگر طریقۂ مخالفت و منازعت آغاز دشمنان بکام دل بعیش و طرب پرداختند -

میر شمس الدین عراقی

و در عہد سلطنت حسن شاہ حضرت قدوۃ المحققین امیر شمس الحق و
الدین بتشریف قدوم شریف خویش حدود ایں ممالک را نوبت
اوّل مشرف ساختہ و از سلطان حسین مرزا مفاوضۂ مشفقانہ برائے سلطان شاہ آوردہ بودند - کہ
سلطان حسن شاہ دران مکاتبہ فرزندار جمند نوشتہ سرافراز ساختند و بران تحفہ حسن شاہ یک پوستین
کیشی کہ از البسۂ خاصہ سلطان مذکور بود فرستادہ بودند و فرزند خواندن و تحفہ فرستادن پادشاہ

خراسان بموجب سرافرازی پادشاهان این ممالک گشته۔

و بعد از وفاتِ حسن شاه بواسطهٔ خطرات و مخالفاتِ امرار و حکام حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی را قریب هشت سال درین ممالک مکث و درنگ افتاد و در عهد سلطان فتح شاه آنحضرت را با تحفه و هدایا مراجعت دادند و نوبت دوم بعد از دوازده سال در عهد سلطان محمد شاه نمودند و دیگر در عهد سلطنت همین سلطان حسن شاه شیخ شهاب الدین هندی بدین ممالک آمده بودند و دخترے همراهِ خود آورده بود۔ که مرا در مدینه طیبه بر سر روضهٔ رسول اللہ صلی اللہ علیه و آلہٖ وسلم در عالم رویا حکم نمودند که این دختر زوجهٔ سلطان حسن شاه کشمیری خواهد بود و از مدینهٔ مبارک برخاسته آمدم۔ تا این دختر را بعقدِ سلطان حسن شاه بدهم۔ و این شیخ شهاب الدین علوم بسیار داشت۔

و بدین ممالک او را واسطه پا بینه رسیده بود و سلطان حسن شاه چند ماه جهتِ دفع کوفت راه ایشان تزویج توقف نمود۔ و در اوائل بهار می خواست که عقدِ نکاح و تزویج کند۔ فاما قضائی ربانی و تقدیر سبحانی پیش از عقد تزویج پیغام رحلت از منزل فانی بگوش هوشِ او فرستاد و عقد نکاح کرده قدر منزل ممات نهاد و مدتِ سلطنتِ سلطان حسن شاه دوازده سال و پنج روز بود۔ عاقبت الامر در تاریخ سنه هشتصد و نود و سه که بحساب کشمیری ششتم ذی وت دهم بود عجوزهٔ دنیا زهر هلاهل ممات در جام حیات او انداخت و در جوار آبا و اجدادِ خود منزل و ماوی ساخت۔

سلطان محمد شاه

در تاریخ مذکور پسرِ وے سلطان محمد شاه در سن هفت سالگی علمِ دولت و لوائے سلطنت افراخت ؎

چنین است رسم سرائے نشیب	پدر رفت و پائے پسر در رکیب
چو دیرینه روزی برآورد عهد	جوان دولتے سر برآورد عهد
منه بر جهان دل که بیگانه است	چو مطرب که هر روز در خانه است
نه لائق بود عیش با دلبرے	که هر شب دگر باشدش شوهرے

بکوئی کن امسال چون ده تراست
که سال دگر دیگرے ده خداست

سازشیں

در آن وقت زمام حکومت و اختیار ایالت بدست سادات بیهقی بود۔ سر دفتر طائفهٔ شریفهٔ شان میرک سید حسن ولد میر سید ناصر بود۔ و ایشان امور مهمات

سلطنت برامرایانِ دیگر به عدالت وکامرانی می کرد۔ میران وسرداران کشمیر خدم وغلام خود پنداشته
می گفت کہ تجاوز در رہات ازحد شریعہ نخواہم کرد۔ مداہنہ ومحابا از من واقع نخواہد شد و بطریق
ظلم یکدام برائے تصرف نہ کنم۔ و بموافقت کتاب اللہ یکدم ہمیشہ مہمات این ممالک امضا و جریان
کنم کہ عدل شہنہ ایست۔ ملک آرای ولمعہ ایست نورافزون وظلمت زد۔ بدین صفت کہ میرک
سیدحسن حکایت می گفت وداد مظلوماں می داد۔ ومرہم راحت جگر مجروحان می نہاد ؎

داد مظلومان بدہ مقصود محرمان برآر

دین و دنیا رابدین داد و دہش معمور دار

ضابطۂ شرعیہ بدان وبدفعلان را بدآمدہ ازوے ہراسان وترسان شدند چون امرایان
کشمیر از صفت سیاستِ شرعیہ بےخبر بودند۔ تاب حکومت میر سید حسن نیاوردند ومخفیہ و مادہ شیوۂ
عذرپیش آوردہ مصلحت برائے کشتن او می کردند وحیلہ ومکر در ہلاکت ایشان اندیشیدند کہ سی
صد تیم جرار نیزہ گذار خونخوار شب در قصر سلطان سلاح جنگ پوشیدہ پنہان باشند چون میرک
سیدحسن از ادائے فریضۂ صبح فارغ می شدہ بدارالعدالت بنشیند آں جماعہ بیک اتفاق از موضع
اخفا برآمدہ اورا بقتل رسانید وازین مصلحت ہیچ کس واقف نبودہ بقلم کشمیر مشہور است کہ در آن
شب میرحسن بعادت معہودۂ خود در منام بود پدر او میر سید ناصر در خواب او آمدہ از ین
حالتش اطلاع داد کہ چون دشمنان جہت قتل تو باہم مصلحت و اتفاق نمودند صلاح آنست کہ
فردا از خانہ بیرون نیائی ودر رکاب مرکب پا نہی چون از خواب بیدار شدہ اغماز از تعبیر این
واقعہ نمودہ متوجہ دارالعدالت گشت ہرچند دوستان خالص ومحبان مخلص عنان عزیمت ایشان
واپس می داشتند میرک سیدحسن خواب رحمانی وسوسہ شیطانی دانستہ در منزل خود آرام
وقرار نگرفت ؎

بسے بکام دل دشمنان بود آں کس

کہ نہ شنود سخن دوستانِ نیک اندیش

قضا چون نازل شد دیدۂ عقل دوراندیش خیرہ وچشم خوردبین تیرہ گردد وبہ ہیچ مصلحے
مقتضائے تدر منافع نہ گردد وزدران محل عقل را بصیرت ماند ونہ عارف را بصر نفع رساند این ہمہ
از بہر آنکہ تا تفت[1] امر الٰہی در ضمن آں حاصل آید ؎

---

[1] باہم الفت کرنا، محبت، دوستی۔

گر کار نیک است بتدبیر تو نیست

ور نیز بد است هم بتقصیر تو نیست

تسلیم و رضا پیشه کن و شاد بزی

کین نیک و بدِ جهان بتدبیر تو نیست

چوں میرک سید حسن بے خرم و دهابا بدار العدالت بنشست آں جماعۂ خونخوار برگشتۂ روزگار از جائے اختفا برآمده برسر میرک سید حسن و برادرزاده هائے او حمله آوردند۔ در آں وقت میرک سید حسن تیر گزی و کمان بود علی الفور سوفار تیر گز بروے حمله نهاده چناں بر سینۂ یکی از اعادی زد که از صدر سینۂ او برآمده بجان دیگرے نیز کفایت کرد ؎

چو شاهین بر کبوتر حمله آرد بجز افتادگی کاری ندارد

بواسطۂ قربت یکدیگر تیر و نیزه را مجال اعمال نبود بضرب سیوف و خناجر دان احد چوب خناجر میرک سید حسن و برادرزاده های او با جماعۂ مخالفان او نبی شد و مقتلۂ عظیم کرده با چهار ده برادر و برادرزاده بدرجۂ شهادت رسیدند و تاریخ وفات او بدیں وجه یافته اند ؎

میرک حسن که خلق حسن داشت چوں حسین

ناگه ز دست خصم زمانه شهید شد

خورشید عدل بود بر آفاق سربسر

زاں زود در زمینِ عدم ناپدید شد

سیلابِ خون ز چشمِ عزیزان شده روان

آں درد دل گداز که در جهان پدید شد

تاریخ فوت او ز خرد جُست مرشدی

دانائی عقل گفت که "میرک شهید شد" [1]

القصه از آں قتل گاه یکے از خدمتگارانِ ایشان مجروح و خون آلود خلاصی یافته از نادانِ قلعۂ نو شهر بروں برآمده از یں واقعۂ هائله بفرزندِ او میر محمد خبر داد و میر محمد باد جود آنکه بسالِ

---

[1] ۹۹۳ھ هجری۔

هفدهم پا نهاده بود از ین واقعهٔ صعب ذرّه نیندیشیده با برادر حقیقی خود میر سیّد هاشم گفت که اگر همین ساعت بحرب دشمنان مشغول نه گردیم فردا رگ جان دوستان از دست ایشان بریده خواهد شد ؎

رقیب را که برافساد می نهد بنیاد
بدفع کوش که تا مار اژدها نه شود

تا که معاملهٔ محاربه بتعلیل نه انجامد و سرهای دلیران و شجاعان از جانبین به تیغ بید ریغ بران نشود و جوی‌های خون در میان نقر سلطان و صحرا ها موج روان نه گردد این مهم ما با امرایان کشمیر صورت نه گیرد ؎

هر که بے تدبیر کاری کرد ملک از دست داد
ملک خواهی تو بنائے ملک بر تدبیر نه

بهر تسخیر ممالک لشکر و خیل و حشم حیله درکار است لیکن از همه تدبیر به چون این مصلحت را جمیع پیشوایان ایشان پسندیدند با سه هزار سوار جوشن پوش تیره گذار تکیه بر عنایت پروردگار کرده سوار شده بر سر قلعه نوشهره دویدند - امرایان کشمیر از استماع استعداد ایشان دروازه‌های قلعه مسدود کرده تیر اندازان و فلاخن اندازان بر در قلعه نشاندند و خود مکمل و مسلح شده بر سر دروازه‌ها استادند ؎

به بستند دروازه‌هائے حصار	کشادند بر خود در کارزار
رسیده شتابنده چون سیل تیز	بر اطراف آن قلعه شد موج ریز
نه کردند اندیشه از تیر و سنگ	گرفتند آن قلعه را بید رنگ
اجل چون در آید ز دیوار و بام	بدروازه بستن چه سود اهتمام

فرود آید از آسمان چو گزند
چه حاصل که دیوار باشد بلند

مردم این از صغار و کبار بجهت تماشا محاربه پیاده و سوار بر شفق سقف و بام بر آمدند و میر محمّد با مبارزان مقابلِ دروازه که نوبت پادشاهی در آنجا می نواختند بجنگ ایشان ایستاد - امیر سید هاشم با دلاوران و شجاعان بطرف دروازه آن مُحرّب ایشان استوار گشت این هر دو

برادر بانگ شجاعت بر مبارزان خود میزدند که شرم در آید۔ از مردم نظارگیان که چشم بر مردانگی و دلاوری دوختہ ایستادند۔ مبارزان از گفتن ایشان تہور نمودہ۔ چناں بر مخالفان حملہ آوردند که شیر شرزہ گرسنہ بر شکار و بتائید عنایت الٰہی بیکدست بر دو مار آں مردم ناپیدار برآوردند۔ جمعی از مبارزان کشمیر کشتہ گشتند و باقی دانستند کہ طاقت مقاومت جنگ ندارم از دروازۂ طرف پرگنۂ پھاگ برآمدہ پلہائے نہر شہر بریدہ بمیدان زالڈگر قیام داشتہ مردم نواحی ابمدد کومک خود طلبیدند چوں میر محمد علم نصرت بر آسمان رفعت افراشتہ بمقتل گاہ پدر خود قدم نہادہ دید کہ آں مولائے سیاہ چوں شہیدان کربلا با خویش واقربا با زخمہائے گران درمیان خاک و خون غلطان افتادہ اند ؎

ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید
ز جام دہر می کل من علیہا فان

چوں شوکت و غلبۂ ایں گروہ باشکوہ ساعتی از قبضۂ اختیار او بیرون بود ناچار چنیں قصور و فتور باحوال ایشان راہ یافت در حال پدر بزرگوار ازاں گرد و غبار برداشتہ در مزار آبا و اجداد خود منزل و ماوی ساختہ از جام تاسف شراب تلہف[1] کشیدہ۔ بزبان حال بمضمون ایں مقال مترنم ساختند کہ ؎

بے روئے تو زندہ می توان بود ولے
ایں زندگی از ہزار مردن تبراست

متعاقب ایں کوس حرب دنا رضرب در پئی کشیریان کشیدہ جوق جوق سواران مکمل و مسلح از یں طرف شہر بر کنار دریا بصلابت تمام ایستادند۔ چوں عبور آب بغیر از کشتی و مزاب سواران مسلح را مشکل دید۔ باحشم و خدم درمیدان عیدگاہ نزول فرمودہ تمام خزانۂ معمور حاکمان کشمیر از قلعۂ نوشہر بیرون آوردہ دست عاملان خود سپردن زر و نقرہ سیاہ نہ کردہ باشارت تیرک زدان و سرا سر مردم سپاہی انعام دادہ ترغیب و تحریص محاربہ با مخالفان خود میکرد ؎

ہمہ گنج شاہان بتاراج داد | بہ لشکر بسے بدرہ و تاج داد

---

[1] افسوس ۔

و به سبب قتل میرک سید حسن درمیان امرایان و سرداران کشمیر تفرقۀ عظیم و فترات جسیم واقع شد
و هرج و مرج با اهالی و موالی این دیار رو داد کسانے که عقل و تمیز نزدیک بودند۔ مصلحت فرمودند
که چون رفع فتنه و فساد بغیر سلاح و بیداد ممکن اصلاح نیست لهذا گروهے از علماء و فضلاء و اکابر و
نقراء برسم رسالت نزدیک میر محمدؒ روانه سازند۔ تا بهر نوعی که دانند و توانند تسکین این فتنه دهند
و سخنانِ مرغوب که موجبِ استمالتِ قلوبِ ایشان باشد از زبان امرایانِ فرقه تقریر کنند کلماتِ
رفق آمیز و نصائحِ صلح انگیز بگویند که خطا از فرزندانِ آدم دور نیست و ایشان از جمله بشر اند ؎

فرستاده باید که دانا بود　　بگفتن دلیر و توانا بود
از و هر چه پرسند گوید جواب　　بنوعی که باشد طریق صواب
بسا کس که از یک حدیث درشت　　بهم زد جهانے و خلقے بکشت
یکے دیگر از گفت و شد دلپسند
میانِ دو صد طرح یاری فگند

چون مصلحت برین نوع قرار یافته آن جماعه نزد میر محمدؒ فرستادند و بملازمت فیض آثار او مشرف
گشته مراسم تعزیت بجا آورده تحف دعا و ثنا بتقدیم رسانیده گفتند که امرایانِ فرقه از تقصیری
که از ایشان بوقوع آمده سر حسرت بزانو نهاده، انگشتِ ملامت بدندان ندامت می کردند ؎
می کشند از حسرتِ آه سرد　　کانچه ما کردیم در عالم نه کرد
همواره متحیر اند که چرا درین کار شتاب زدگی نمودیم و پیوسته متاسف که چرا به تأنی و تامل کاری
نه پرداختیم ؎

عنانِ نفس بدست هوا رها کردیم
خلاف عقل و خرد گفتیم و خطا کردیم
کنون که دانم دانستیم ندارد
چه سود گفتن بسیار کین چرا کردیم

الغرض تا حکومتِ این دیار بر یک بزرگوار قرار نخواهد یافت۔ اکثر خلایق طعمۀ احسام انتقام
خواهد شد۔ و مانند میر دیس که بزرگ صاحب حال و درویش خداوند مقال بود بے گناه درین
فترات بقتل رسیده و هر جا که عمارت بلند و محله ارجمند ملوک و امرا بود تباه و ویران شد ؎

زویرانه درویش تا قصر شاه — شده جمله تاراج و مردم تباه

چیزے که تو دوست میداشتی آں ظفر است چیزے خدائے تعالی دوست می دارد آں عفو است آں را تو بجا آر ــه

دوست دارد عفو را پروردگار
آنچه ایزد دوست دارد دوست دار

شفقت بر عامۂ رعایا مرحمت در حق کافۂ برایا بر ملوک عظیم الشان و سلاطین رفیع المکان واجب و لازم است ــه

خستگان را چو طلب باشد و قوت نبود — گر تو بیداد کنی شرط مروت نبود
ما جفا از تو نه بینیم تو خود نه پسندی — آنچه در مذهب ارباب مروت نبود

القصه اکابر برفق تمام و رفت لاکلام نهال محبت بآب ملائمت در باغ صلح پرورش داده تا دو روز مجلس آرام گرفته در باب صلح شروط چند متمنی گردانیده میر محمد را در وادی صلح درآوردند و از صلح این حال امرایان کشمیر ممنون گشته و میر محمد با حشم و خدم از راه هیره پور بطرف هند عنان عزیمت معطوف گردانید ــه

مهمی که بسیار مشکل بود — برفق و مدارا توان ساختن
توان ساخت کاری به نرمی چنانکه — نتوان به تیغ و سنان ساختن

سلطان فتح شاه

بعد از قرار صلح و صلاح اختیار حکومت و زمام وزارت محمد شاه بدست اقتدار جهانگیر احمد ماگرے قرار یافت و میر سید محمد در نوشهر بند با سلطان فتح شاه ابن ادهم خان بن سلطان زین العابدین ملحق گشت و پیش از ان ملک سیف ڈار در جمان کوهستان گریخته بود. بعد از سه سال فتح شاه و میر سید محمد بیهقی ملک سیف ڈار همراه گرفته بجانب کشمیر توجه نمودند و لایت کشمیر را حاکم و والی شدند. چون میر سید محمد بیهقی با سلطان محمد شاه نسبت قرابت و خویشی داشت بعد از چندگاه به محمد شاه ملحق شده جماعه همراه گرفته باز مملکت کشمیر را متصرف شدند و سلطان فتح شاه باز بجانب هند گریخت و در سال شصت و چهارم کشیری جهانگیر ماگرے فوت شد. باز ملک سیف ڈار و فتح شاه بولایت کشمیر استیلا یافتند و درین نوبت از نسل چندان ملک موسی رینه و سرهنگ رینه همراه ملک سیف ڈار و فتح شاه بودند و از قبیلۂ چکان ملک شمس چک

ازجملہ امرایان وقت بود این شمس چک پسر بلت چک است ۔ وجماعت ایشان
ازجانب کلگانت آمدہ بودند و در قریۂ کوپوارہ سکونت گزفتند و قرابت تاچکان ترنگام
چندان بعید شدہ بود کہ درمیان طائفین مخالفان ومنازعات واقع بود۔

شمس چک کی بغاوت

این شمس چک اول ملازم میرسید محمد مذکور بود ۔ چون
با ایشان صحبت راست نیامد بعد ازان پیش ملک
نوروز تیو ابن احمد تیو ملازم شد ۔ وبواسطۂ شجاعت وجلادت خود شہرتی واعتباری
تمام یافت ۔ چون شجاعت ذاتی در جبلت او بود ۔ در بسیار جنگہا مبارزت ہا و دلاوریہا
نمود ۔ بعد ازان پیش ملک سیف ڈار اقتدار یافت وحسین چک پسر پانڈو چک در
قریۂ کوآرل ساکن بود دختر خود بہ شمس چک بعقد نکاح درآورد و قرابت قدیم ایشان
تجدید یافت ۔ جماعتے از فرزندان حسین چک در سپاہگری با شمس چک ہمراہ شدند۔
چون قوت شجاعت و دلاوری و شکوہ مبارزت وسپاہگری در ذات طائفۂ چکان اصلی
جبلی بود ۔ ملک شمس چک بتقویت وتمشیت جماعت چکان اقتدار واعتبار تمام یافت
بعد از چندگاہ داعیۂ سلطان فتح شاہ چنان مستدعی شد کہ عنان حکومت وزمام وزارت
از دست ملک سیف ڈار بدر کشد ۔ جہت اہتمام این مرام جماعتی از سران وسرداران
مملکت مانند شمس چک ، ملک موسیٰ رینہ وسرسنگ رینہ با خود متفق ساخت وپلہای
نہر شہر را بریدہ بطریق منازعت ومعاندت ملک سیف ڈار استادند ۔ بعد از چند روز
فتح شاہ با جمعیت خود از پایان شہر آب گذشتند در موضع زالمنہ ہر دو لشکر جنگ در
پیوستند ۔ بعد از کوشش بسیار وکشش بیشمار ملک سیف ڈار دران محاربہ در سال ہفتاد و
دوم کشمیری کشتہ شدہ واز لشکر فتح شاہ سرسنگ رینہ دران معرکہ بقتل رسید وفتح شاہ
بعد از فتح وظفر منصب وزارت وحکومت بہ شمس چک مقرر نمود وجہت کینہ پروری سابقہ
صحبت میرسید محمد با شمس چک محاربہ ومقاتلہ نمود ۔ چنانچہ در حکایت مذکور است ؎

زاحوال پیشینیان گوش دار   چنین گفت راوی این کارزار
ملک شمس چک رستم نامدار   وزارت نشین بود صاحب مدار
چگویم برد دوش آن پہلوان   کہ از رستم زال دادی نشان

چگویم کسے مدح آں شیر گیر — که در جنگ او سام بودی اسیر
ز سید محمدؒ بدل کینه داشت — کمین خواه ایشان نظر برگماشت
بزور جوانی چو مغرور شد — دلش از مدارائے او دور شد
ملک چون بدینگونه تندی نمود — در فتنه بر روئے گیتی کشود
بدیں مژده آں سید سرفراز — به جنگش بصد خشم آراست ساز
جهان از دو سو فتنه آغاز کرد — در دشمنی یکدگر باز کرد
چوں تندی شد از هر دو سو آشکار — براندند بر حرب میدان زار
در آمد بهنگام هنگامه گیر — جهانی بنظاره برنا و پیر
ز سید محمدؒ چگویم که او — دلیر جهاں بود بس نام جو
گهی رزم بوده چو شیر ژیان — گهی بزم هر دو کفش زرفشاں
ز جائے خود آمد بروں با سپاه — رواں کرد موکب سوئے رزمگاه
شد آراسته هر دو صف بر مصاف — همه نیزه داران خارا شگاف
ملک خود بروں شد بمیدان مرد — که تا هم نبرد اندر آرد بگرد
دلیران سید محمد بجنگ — کشیده همه تیغ الماس رنگ
ازانها بروں آمده یک سوار — که بد نام او هاشم نامدار
بدست یکے گرز بد هفت جوش — کز و مغز بیننده می شد ز هوش
ازاں سو ملک جلوه گر شد بجنگ — در آمد بمیدان او بے درنگ
شدند روبرو هر دو آں نامور — دو رویه سپه بود نظاره گر
بزد گرز آں هاشم جنگجو — بفرق سر رخش آں تند خو
چو اسپش شد از زخم سر بیقرار — عنان شجاعت نه شد استوار
سه گرز دگر زد براں تیز جنگ — که دستش شد از کار و از روئے رنگ
بصد حیله بیروں شد از حربگاه — سوئے ملک کراج بگرفت راه
ملک کاج چک کرد جنگے پسند — که ز و گشت ناموس چکان بلند
بسے حرب بنمود در رزمگاه — ولے عاقبت راند مرکب براه

چو بر جسر گردان رسانید رخش | جهانید آن رخش چون برق بخش
بساحل رسید آن یل تیز هوش | برآمد ز مردان کار این خروش
شکست آمده لشکر شمس چک | شده رایت سیدان بر فلک
سر راستی نقل کردن رواست | بناراستی یک سخن صد خطاست
چنین نقل آرند از راویان | که اکثر بیان هائے آن پهلوان
که از زخم آن هاشم نیک بخت | ز سرتا بپا قامتم شد کرخت
بسے جهد کردم دران ترک وتاز | نه شد دست زور آور من دراز
ز هر زخم آن شکش بر هفت جوش | همین آمد آواز مرگم بگوش

خدایا چنین پور پاینده دار
بحق شهنشاه دلدل سوار

چون شمس چک دران معرکه مجال محاربه دید - واز پل نهر که از پایان لنگر بابا بلبل بود بجانب ذال ڈگر رفت ودر آنجا ایستاده شد - ملک کاجی چک از عقب ایشان برسر پل رسیده دید که کشتئ آن پل که برائے جریان کشتی هائے پربار عبور سفینه هائے بزرگ وغرابهائے کبار برجائے آنهارمی سازند کشاده بودند واز تخت هائے آن مقدار مسافت بعید ودور شده بود که اسپ جهانیدن وبرسر آن کشتی رسیدن در مظنهٔ خیال محال می نمود - اما ملک کاجی چک از کمال شجاعت ودلاوری وغایت قوت شهسواری تازیانهٔ سخت دربغل وکفل اسپ خود کوفته اسپ را چنان جهانید که بیک جست برسر تختهٔ آن کشتی گردان رسید وباعادی متعاقب خود نگاهی کرد وبروئے ایشان خنده نموده به لشکر شمس چک پیوست واز عقب ملک مذکور سوار چند از متعلقان ملک شمس چک برسر پل رسیدند وبتقلید ملک کاجی چک ایشان هم اسپان خود را جهانیدند - وحملهٔ ایشان بساحل مقصود نارسیده درآب افتادند وغرق گشتند وبواسطهٔ برهم زدگی لشکر ناچار شمس چک عنان عزیمت بجانب کراج تشافت -

سلطان محمد شاه بار دوم | دسریر سلطنت وکامگاری وپایهٔ بادشاهی وبختیاری به محمد شاه قرار یافت ومسند حکومت وزینهٔ عدالت بسیادت پناه سید محمد

بیهقی بار دوم متوارٔ گشت۔ پس محمد شاه میر سید محمد بیهقی و موسیٰ رینه و ابراهیم ماگرے و سرداران
دیگر همراه گرفته بقصد انتقام و استیصالِ ملک شمس چک بولایت کراج توجه نمودند۔ چون بقریهٔ
ترهگام نزول فرمودند ملک شمس چک بجانب دارد گیر بخت و محمد شاه و میر سید محمد تمام ولایت
ویران و خراب ساخته منازل و مقامات او را سوخته با سائرِ امرایان و لشکر خود بجانبِ قصبهٔ
سوپور مراجعت بستند و در آنجا با خیل و حشم بر لبِ آب بجانبِ کراج نشستند۔ چون ملک شمس
چک خبرِ مراجعت بستند شنید او هم از دارد بجانب ترهگام با سرداران لشکرِ خود چون ملک
بهرام ڈار و ملک عثمان و دتی ملک و سائرِ جماعتِ ڈانگران مشورت نمود و بعد از مشورتِ مردان
کار آزموده گفتند که اکثر جمعیت امرا و سرداران داریم۔ امّا پیادگان و سپاهی لشکر ما کثر است
و در روز روشن مقابله و مقاومت محاربه ایشان شدن مناسب نیست و مصلحت آنست که
بر سر ایشان شبخون آریم۔ چون خبرِ شبخون آوردنِ شمس چک در لشکر محمد شاه نه رسیده بود۔
ملک موسیٰ رینه با فرزندان و متقاربانِ خود به جمعیت قلیل همانجا سکونت و اقامت نمود و در وقت
سحری ملک شمس چک به قصبهٔ سوپور رسید و ملک موسیٰ رینه خبر آمدن شمس چک شنیده و جماعت
خود با آن جانبِ بجنگ او ایستاد و اکثر مردم شمس چک با لیجه و غارت اسباب ایشان مشغول
شدند و ملک شمس چک با جماعت از مبارزان و دلاورانِ خود همراه گرفته و لشکر موسیٰ رینه آویخت
در میان هر دو لشکر جنگی عظیم و حربی سخت واقع شد و مردم بسیار از جانبین بقتل رسیدند
و ملک کاجی چک در آن محاربه مبارزتے نمود که اگر رستم دستان و سام نریمان آن شجاعت و
مبارزت می دیدند بر هفتاد پشت او تحسین و آفرین میکردند و بر سر و روئے و تمام وجود او چندان
جراحتها و زخمها رسید که جمله آشنا و بیگانه از حیات وے مایوس و نا امید گشتند و بعضے اقربا او را از
معرکه برداشته به مرهم و علاج وے اشتغال نمودند۔ چون حق تعالیٰ حکومت این ممالک و
سعادت هاے دینی و دنیوی با و مقرر کرده بود بلطف عمیم خود او را باز حیات بخشیده بصحت و
سلامت رسید و ملک شمس چک بعد از مقاتله بسیار باز بجانب ترهگام مراجعت نمود و بعد
ازان بنوشهر رفته با فتح شاه ملحق شد و میر سید محمد بیهقی با فتح و ظفر بشهر در آمدند و باتفاق ملک
موسیٰ رینه ولایت کشمیر را تصرّف می کردند۔

دران وقت حضرت امیر شمس الدین عراقی بنوبت دوم به ممالک کشمیر آمده بود۔ ملک موسیٰ رینه

معتقد و مرید آنحضرت شده بود و صحبت با میر سید محمد بیہقی خوب نیامد۔ یکبار میان ایشان مناقشہ و مناظرتی واقع شد و آنحضرت بداں سبب بجانب تبت مسافرت نمود لاجرم ملک موسیٰ رینہ از مصاحبت و ملازمت میر سید محمد بیہقی دلگیر و متغیر گشت و با ابراہیم ماگرے و حاجی پڈر عہد و پیمان مستحکم ساخته۔ ارباب غرض بیکدم آں فتنہ کنندگان را بہمہ عمر تدارک نتوان کرد۔ با فتح شاہ و شمس چک کہ در نوشہر ہند بودند طرح مراسلات و مکاتبات انداخت و آشنائی کہنہ و محبت قدیم را نو ساخت۔ ایشان بر عہود و کتابت اعتماد نمودہ از کوہستان ہند بجانب کشمیر متوجہ شدند۔ چوں بہ ہیرہ پور رسیدند ملک موسی رینہ و ابراہیم ماگرے و حاجی پڈر و غیرہما با جمعیت بسیار با ایشان رفتہ ملحق شدند۔

محمد شاہ اور فتح شاہ کی لڑائی

سلطان محمد شاہ و میر سید محمد بیہقی با لشکر و حشم کہ داشتند بقصد محاربہ و مقاتلہ ایشان رفتند و درمیان زینہ کوچی ہر دو لشکر مقابلہ شدند۔ اگرچہ لشکر محمد شاہ نسبت بہ لشکر فتح شاہ اندک بود و لیکن میر محمد بیہقی از روئے جرأت چناں مبارزی بود کہ اگر شیر شرزہ پیش آمدی جگر وے را بسر پنجۂ مردی دریدی و اگر بسر پنجۂ مردی با پلنگ جنگ با کشتی کردا و را بے درنگ بجنگ آوردی و ایں میر محمد مبارزی مردانہ و دلاوری فرزانہ بود و در بزمہا اقداح راح ظفر نوشیدہ بود و در مجالس حرب از طعن ضرب شربت نصرت چشیدہ بود و فرزندان مبارزان و خاص خیلان خود در جنگ ایشان حریص کردہ چناں جنگے با مبارزان فتح شاہ در ہماں روز بپیوست کہ فلک دوّار حیران شد و مریخ خنجر گذار انگشت حیرت در دندان ماندے

گر ایں جنگ رستم بدیدی بخواب
شدے از نہیبے دلش زہرہ آب

چوں قبل ازیں آوازِ جنگ شجاعت و دبدبۂ ابہت او بسمع مردم ایں دیار رسیدہ بود ہمہ سر در پیش افگندہ از محاربۂ او ترسیدند۔ دراں محل فتح شاہ شمس چک را گفت کہ اے شہسوار مغازی محاربت و اے نامدار میدان مبارزت نگاور را پیش صف برانگیز و بقوت مبارزت سران مردان معرکہ محاربہ در عرصۂ میدان بنید از دکینہ خویشان زین

بد اندیشان باز خواه - ملک مذکور عنان شجاعت بدان صوب معطوف نه گردانیده
گفت اگر در تاخت اعادی تعجیل ورزیم -
اگرچه در لشکر ما پیاده سوار بسیار است اما شیر را از ہجوم روباه اندیشه در خاطر
نیاید و شهباز را از بسیاری کبک ترسے در دل رونه نماید - الحال اگر با دو سه ہزار سوار
جرار خونخوار نیزه گذار که در میدان مردانگی با ہم عنانند به یکبار در صف مصاف ما در
آئیند و لشکر ما را بقوت و صولت از پیش بر بایند - ہر آئینه به یک چشم زدن دمار
از سران سواران قلب گاه ما بر می آورند - شمس چک را این مصلحت صواب و دلپذیر
نیامد - اباء و امتناع پیش آورد - چون وقت ہم تنگ شده بود از محاربه پہلو تہی ساخت -
طبل بازگشت کوفته جیشش بمقام قیام قرار و آرام گرفتند ـ

شه روز تیغ از میان برکشید
شب تیره گشت از جہان ناپدید

چون آفتاب عالمتاب از کوه شرق علم مبارزت به میدان محاربت برافراخت ـ
شمس چک و موسی رینه و حاجی بدر و غیره ہم لشکرے مانند مور و ملخ جمع ساخته بمقابله و
محاربه مجادله مخالفان ایستادند ـ

خروش آمد از ناله کرنائے
که ہم کوه را دل برآمد ز جائے

و میر محمد نیز به شجاعت تمام مبارزان و دلیران را وعدهٔ منصب و خلعت در روز
به نیت داده دست توکل در حبل المتین حسبی الله المتین استوار کرده دل از دنیا و ما فیہا برداشته
عنان اختیار به ید ارادهٔ پروردگار باز گذاشته رو به قلب گاه لشکر سلطان فتح شاه نہادند ـ

یکی حمله کردند برسان شیر	سواران و گردان شیران دلیر
شغا شاک تیر و چکا چاک تیغ	زده آتش سہم در جان تیغ
سران حمله کردند ہمچون پلنگ	اجل باز کرده دہان چون نہنگ
ز سہم دلیران فولاد چنگ	شکسته دل شیر و پشت پلنگ
پُر از کاسهٔ سر ہمه صحن خاک	طبق ہائی گردون پُر از جان پاک

و در میان مبارزت در آمدند خروش و دلولهٔ بزرگ در میان لشکر فتح شاه افتاد و در میان جیشین جنگے عظیم و حرب جحیم قائم گردید - چنانچه از وقت ظهور آفتاب بر دائرهٔ افق تا زمان وصول او بخط نصف النهار بساط محاربه و شماطِ متقاتل گسترده صولات مردافگن و حملات صف[1] شکن می نمودند بعد ازان چون قلب گاهِ لشکر فتح شاه را مجال محاربه با مخالفان نماند فی الحال فوج میمنه و میسره را باهم اتصال نموده باز بمقابلهٔ لشکر میر سید محمدؒ ایستادند - چون فتح مبارزان میر سید محمد به یک حملهٔ دیگر موقوف بود از تیغ انتقام شعله قهر آشکارا ساخته بگفت ؎

بکوشیم دریں حرب مردانه وار

چه اندیشیم از لشکر بے شمار

و مرکب برانگیخت و بر قلب سپاه دشمن ریخت - قضاءً دران میدان کهنه چاهے که از خس و خاشاک پوشیده بود و دَران او چون شکم بے نوایان خالی مانده بود - در اثنائے جولا پائے مرکب تاران میر سید محمدؒ دران چاه افتاد و به جهت بر آوردن او اکثر مبارزان پیاده دوان بر سر چاه آمدند ؎

دلیران ز اسپان بزیر آمدند	چو شیران بمیدان دلیر آمدند
دلیران ستادند پاکرده سخت	ستادن در آموخت ز ایشان درخت

چون گروه با شکوهِ مخالفان را آں حال معائنه افتاد فرصت وقت غنیمت شمرده جوق سپاه مکمل و مسلح دست محاربه کشوده بر سر ایشان دویدند ؎

بآهنگ خون ریختند تاختند	بکف تیغ بُرّاں بر افراختند
هیونان[2] کف افگن و بادپائے	بجستند برسان آتش زجائے

و جمعی از اشرار دائره گرد اگرد وے در آمده بزخمهائے متوالی و جراحات متعاقب اعضا و اجزائے مجتمع ایشان متفرق ساختند - چون سلطان محمد شاه دید که دشمنان احاطه کرده اند دوستان را در دفع ایشان قدرت نماند تا چون شیران مرغزار در صف کارزار پا استوار نموده خود از درجهٔ حیات بعرصهٔ ممات می رسانند ؎

---

[1] بمعنی صف [2] جمع هیون بمعنی گھوڑا ، اونٹ -

بجائے کہ کار اندر آمد بہ تنگ — جگر بائد آنجا ولختے درنگ
ولادر رہان بہ کر درکار جنگ — در آئد بمیدان کیں بے درنگ

محمد شاہ آمرزش آں جماعہ از درگاہ واہب العطیہ مسئلت نمودہ عنانِ ہزیمت بجانب نوشہرہ ہند معطوف گردانید و تاریخ وفات او بریں صورت یافتہ اند۔

آں خردمند محمد سید وحید رخوئے — کہ ایزدش از کرم ولطف سراپائے سرشت
عیشِ فردوسِ بریں در دل او غالب شد — زاں سبب نکدۂ دار دنی زود بہشت
کس نیارد کہ بتد بیر کند حرفی محو — زآں چہ در روز ازل خامۂ تقدیر نوشت

کرد تاریخ وفاتش چوں خردمند سوال
گفت پیر خرد من کہ "سزاوار بہشت"[1]

ایں واقعہ در اقلیم کشمیر مشہور است و در سال ہشتاد یکم آشوشت نہم واقع شدہ و زاں محاربہ و مقاتلہ ہمراہ میر سید محمد یک ہزار و ہفصد و نوزدہ نفر از خویش و ابنار و ملازم بقتل رسید۔ از آں جملہ یکہزار و دو بیست نفر در پا موزہ زعفرانی داشتند و دراں زمان رسم چناں بود کہ بغیر از مرد شجاع موزہ زعفرانی بدیگری پوشیدن روانمی داشتند بعد ازاں نعش میر سید محمد و اقربار ایشان قلب گاہ برداشتہ در محلہ مزارات آبار و اجداد او سپردند۔ تا حال خاک مزار متبرک ایشان ارباب حاجات را کعبۂ حصول مقاصد و مراد است۔

فتح شاہ بار دوم و سلطنت ملک کشمیر بسلطان فتح شاہ مسلم گشت و منصبِ حکومت و مسندِ وزارت ملک شمس چک نوبت دویم قرار یافت و از نسل میر سید محمد سہ فرزند جہت صغر سن بوضع سوی تگ در خانۂ بہرام ڈار باقی ماندہ بود۔ یکی میر سید مرتضیٰ دویم میر سید ابراہیم خان وسیم میر سید یعقوب۔ از آں جملہ میر سید مرتضیٰ را در راہ تبت از بالائے کوہ انداختہ بقتل رسانیدند۔ و سید ابراہیم خان مدتِ دو سال و شش ماہ در قید حاکم تبت بود۔ و بعد از فراتِ لشکر کاشغر بہ عنایت کردگار ربنتِ مخلوق از قید حبس خلاص گشتہ با محمد شاہ در نوشہرہ ہند ملحق شدہ

---

[1] "سزاوار بہشت" مادۂ تاریخ ہے۔ اس کے اعداد ۹۸۲ ہوتے ہیں۔ جبکہ سید محمد کا انتقال ۹۰۰ھ میں ہوا۔ (اکبر حیدری)

باقی دیگر حالاتِ ایشان در موضع خود مذکور خواهد شد۔ و میر سید یعقوب در نفسِ شهر بواسطهٔ صغر سنی سلامت ماند و سلطان فتح شاه خانهٔ میر سید محمد که بعد از چند سال اتمام یافته بود و طاقها و رواقها بنقوش اسامی و خطاطی مطلّا و محلّا بود و صفات صفائی پر صفائیش بوفور تکلفات غریبه و کثرتِ اختراعاتِ عجیبه از سائر عمارات بدیگر امتیاز داشت و سقف و گنبد های بلندش مانندِ صنوبر دل نکوکاران صفت صفائی و روشنی گرفته ؎

چو آفتاب در آمد به گنبدش گوئی　　　که در میان فانوس شد مگس طیار

و از خصائص عمارت که رشک نگارستانِ نقش ارژنگ و پری خانهٔ تصاویر چین است آن بود که کنیزانِ گل اندامِ سیمبر بادستان مضفار بلورین نمائے از اقطاس ابلق نیلگون بادستهائی زرین مرصع ساخته دران قصر جاروب می کردند و سلطان فتح شاه آن عمارات از روئے حسد چنان تباه و ویران ساخت که کشاورزان آن دیار بدان زمینِ طیبه کلبه می راندند و پنبه می کاشتند در مشاهدِ انقلاب احداثِ فلکی مطربانِ آن دیار دف زنان و پای کوبان این مضمون بزبان کشمیری اشعار ریته بلحن داؤدی عندلیب وار مترنم می بودند۔ چنانچه از استماع آن مردم اهل حال و صاحب کمال یاد حالت و جاه و دولت صاحب قصر می کرده رقتِ قلب پیدا ساخته می گریستند و وجد و سماع می کردند و آن اشعار این است ؎

شنو این قصه اندر ملک کشمیر	نه از من از زبان کودک و پیر
که قصرے بود همچون قصرِ قیصر	ز صورت خانهٔ چین کلک تصویر
دران قصرے دل افروزی خوش آئین	به بزم و رزم همچون شاه کشمیر
سپهدار جهان سید محمد	که بودے در شکارش شیر نخچیر
نشسته با هزاران حور و غلمان	بخوبی هر یکے ماه جهانگیر
ز اقطاس دو رنگی ابر جاروب	نه کردندی کنیزان هیچ تقصیر
بدیدم من بچشم خویش کانجا	که بودی .... (کرم خورده)
کشاورزان هم از بهر زراعت	بهم آمیخته چون شکر و شیر
بدیدم من تو هم ردمیں خردمند	که چون شد .... (کرم خورده)

و بعد از وقوع این واقعه یکے از مریدانِ میر شمس الدین خبر کشتن میر محمد در ملازمت ایشان

اظهار نمودند که دشمن شما که از ملک کشمیر آنحضرت را اخراج ساخته بتبت فرستاده بود۔ آن را مریدان آنحضرت روز سیاه در پیش آورده بقتل رسانیدند۔ پیداست که از تسامع این اخبار فرحناک خواهد شد۔ چون میر شمس الدین مردِ موحّد و مجیب الدعوات بود رسانندهٔ این خبر را تشلان داد و خود از روئے تاسف و حسرت متالم وار افسوس میخورد و میگفت ؎

او نیز گشت ازیں گذرگاه　　آن کیست که نگذرد ازیں راه

که حیف آن چشمهٔ حیات که منبع رشحات جود و جلال بود بخاشاک چاه مکدر و اہلاک مُبتر شد۔ آب در دیده کنان فاتحه جهت رستگاری ایشان خواند و دعائے خیر فرزندان ایشان و آبادانی محلّهٔ مرحوم میر محمدؒ از درگاه واهب آلائے طلب نمود و بواسطه دم کرم میر شمس الدین در عرص چند سال آبادانی و معموری دران مکان بسیار شد۔

القصه در اول بهار ہمیں دوازدہم دے شست زلزلهٔ عظیم واقع شد و ملک شمس چک بعد ازیں واقعه چار ماه حکومتِ ولایتِ مجرا ساخت و از گشت ملک موسی رینه و ابراهیم ماگرے باتفاق فتح شاه ملک شمس چک را گرفتند و در زندان خانه به عقائب بند و زنجیر بقتل رسانیدند۔ چون در کشتن ملک سیف ڈار و ویران ساختن دولت ڈانگران باعث و صاحب حکومت ملک شمس چک بود لاجرم ملک موسی رینه کشتن شمس چک بهرام ڈار و دتی ملک امر نمود و ایشان جماعت همراه گرفته بعد از نماز خفتن بزندان خانه جهت کشتن ملک شمس چک رفتند و در یک پائے او زنجیر بود چون یقین نمود که بکشتن من آمده اند از سلاح بغیر از کارد خورد چیزے نداشت همان کارد بدست گرفته بر سر قاصدان خود حمله می آورد تا بدر دروازهٔ زندان خانه سی کس را مقتول می ساخت و بسیاری را مجروح و زخمی می کرد۔ و چند مرتبه به ہمیں طریق بر سر ایشان حمله می کرد و تهور می نمود و آخر تمام آن جماعت عاجز آمدند۔ از آنکه کسے شمشیر کشیده نزدیک او نمی رفت بهمان کارد خورد به خشت و سنگ باآن جماعت جنگ می کرد و هیچ کس از مردم تیغ و تیردار مجال پیش قدم نهادن نه داشت آخر از دور بروے تیرباران کردند و بر سر تبرها او را و پسر او را بتاریخ هشتاد و نهم کشمیری مارکاشوب بقتل رسانیدند ؎

ملک شمس چک شصت کس را بکشت　　بچوب و بسنگ و بخشت و بمشت

ملک موسیٰ رینہ اور اشاعتِ اسلام۔ بعد از کشتن شمس چک و پسرش منصب وزارت و

حکومت کشمیر در سنہ نہصد و ہفتم ہجری بملک موسی رینہ مفوض گشت و باتفاق و اشتراک ملک ابراہیم ماگرے مملکت کشمیر را تصرف می کرد و حکومت می نمود و جماعت ڈانگران را در بعضے امور مخالف خود یافت و دانست کہ قصد ایقادِ نائرہ فتنہ دارند۔ ایشان را ہم بجانب کوہستان ہند کشیدند و قریب نہ سال زمام حکومت و عنان امور مملکت بدست ملک موسی رینہ بود و در این نہ سال بیرکت و ارشاد و ہدایت و یمن آثار ولایت حضرت قدوة المحققین ہادی المرشدین امیر شمس الحق و الدین شیخ محمد عراقی قدس اللہ سرہ قواعد دین اسلام و شرائط شرائع و احکام کمال ارتفاع یافت و ترویج شریعت مطہرہ محمدی و رونقِ ملت باہرۂ احمدی بدرجات کمال و منتظرات استکمال رسید و ملک موسی رینہ سعادت یار ہمگی ہمت و تمامی نہمت و تقویت و تمشیت حضرت ارشاد پناہی و تائیدِ تنفید ہدایت دستگاہی مصروف می داشت و بت خانہائے کہ بادشاہِ شریعت شعار و معدلت شعار سلطان سکندر مغفور نور اللہ مرقدہ ویران و خراب ساختہ بود و سلطان زین العابدین باز آں بت خانہا را معمور و برپا ساختہ و جماعت کفار و مشرکان را رخصت احیای کفر و بت پرستی ہا دادہ و مشرکان در ہبانان بترویج کفر و دین باطل روئے آوردہ بتقویت بادشاہان دیگر روز بروز رونقِ کافران زیادہ گشتہ و حضرت امیر شمس الدین محمد قدس سرہ بدولت و حمایتِ ملک موسی سعادت یار بویران ساختنِ تمام آں بت خانہا توجہ نمود و دستِ ہمت بدولت بہ قلع و قمع بنیان کفر و ضلالت کشود و بجائی ہر بت خانہ کہ ویران می کرد مسجدے برائے اقامتِ نماز جماعت می فرمود و ہر جا کہ پیش از زمان آنحضرت طریق بت پرستی و قاعدۂ فسق و فجور قائم و برپا می بود در ایام دولت ارشاد و ہدایت آنحضرت شعائر اسلام و احکام شریعت حضرت سید انام علیہ الصلوٰة و السلام کمال ظہور می نمود و تمام مردم کفرہ و زنادقہ کشمیر را بشرف اسلام مشرف ساخت و ایشان را بانواع انعام و اکرام می نواخت۔ چنانچہ معروف و مشہور است کہ در ایام حیات آنحضرت بمساعیِ جمیلہ و اہتمام جزیلۂ ملک سعادتمند ملک موسی رینہ بست و چہار ہزار خانوادہ از کفرہ صرف و مشرکان محض بشرف اسلام مشرف گشتند و آنچہ از اہل فسق و فجور و ارباب نفاق و تزندق ہمیں ہدایت آنحضرت راہ ہدی و طریق مستقیم یافتند در قید حیات و تحت تعداد در نمی آید۔

با آتش پرستان درآورد دست | هم آتش بکشت و هم آتش پرست
بنا کرد مسجد بجائے کنشت | برابو انش انا فتحنا نوشت
زد آتش چلیپا و زنار را
براند اخت آئین کفار را

و فی الواقع نصرت این همه سعادت امداد و این همه دولت ها حضرت واهب العطایا نصیب روزگار ملک سعادت یار ملک موسیٰ رینه دیندار گردانید۔ زہی سعادت آں بختیار که منظور انظار سعادت آثار و مقبول خاطر پر انوار آنچناں بزرگوار بود و بعد از سلطان سکندر مغفور و طاب ثراه ہیچ کس را از حکام اہل اسلام این ولائت در ترویج دین اسلام و رونق ملت مصطفوی علیه الصلوٰۃ والسلام بمقدار ده سے حاصل و و اصل نه شد و سعی و اہتمام نتوانست نمود و افعال ابواب تصرف شریعت محمدی و امداد ملت احمدی بکلید جد و جہد برابر دے نتوانست کشود۔ و مدت ایام دولت و اہل شوکت و حشمت شدند و طائفه چکان بعد از کشتن ملک شمس چک در غائت پریشانی و نہائت پراگندگی افتاد و در تنزل و زبونی بدان مرتبه رسیدند که ملک کاجی چک و میر چک و سرہنگ چک بخدمت و ملازمت ملک علی رینه پسر ملک موسیٰ رینه در آمده بودند و چندگاه بطریق پیادگی ملازمت می نمودند ے

چنین است رسمی سرائے درشت | گہی پشت برزین و گہ زین به پشت

ملک کاجی چک و باوجود چنین پریشانی یکبار ملک موسیٰ خواست که پسر خود ملک علی را به لشکر تبت بفرستند و مردم سپاہی با ستعداد اسباب لشکر مشغول شدند و این طائفه چکان ہیچ وجهی نداشتند که سامان و تہیا لشکر سازند پیش حضرت میر شمس الدین محمد عراقی جہت التماس خرچ راہی آمدند و سرہنگ چک را ہمراه آوردند که این پسر ملک شمس چک است باشد که حضرت میر شمس الدین بطفیل او خرچی عنائت کند و چون آنحضرت آمده عرض احوال خود کردند۔ باوجود آنکه از پنج شش کس زیاده نبود و امیدواری ایشان ہم بیش ازان نبود که مقدار یک اشرفی عنائت بشود۔ تا لشکر تبت بفراغت ادا می شد و آنحضرت حاجت ایشان را

صد ترک برنج و پنجاه ترک آرد و مبلغ دو لک پل نقد عطا نمود و از جماعت ایشان ملک
کاجی چک را بنظر شفقت مخصوص فرمود و گفت که این ملک زاده گوش بریده را پیش بیارید
و ملک کاجی چک را در جنگ سوپور هنگام شبخون شمس چک گوش بریده شده بود و آنحضرت
او را پیش خود آورده فرمود که حضرت قادر با قدرت حکومت این ولایت و تصرف این مملکت
بتو مسلّم خواهد ساخت می باید که طریق معدلت و رعیت پروری و قاعدهٔ نصفت و مرحمت
گستری شعار خود سازی. و همگی همت تمامی و نهمت خود بترویج دین اسلام و رونق ملت
سید انام علیه الصلوٰة والسلام مصروف داری. ملک کاجی چک ازین سخن ترسید که کسے بگوش
ملک موسیٰ رینہ این سخن نه رساند ترسان و هراسان پیش آنحضرت سجدهٔ تعظیم بجا آورد و گفت
که محلا همین سوگند می خوریم که هرچه حضرت میر مرا فرمایند. بجان و دل قبول کردم اگر حق تعالیٰ
مرا دولتے رساند از فرمان حضرت ایشان تخلف و تجاوز نورزم و قدم از دائرهٔ حکم بیرون
نه نهم. چون این سخن ادا کرد حضرت میر شمس الدین قدس سرهٔ دستار بزرگی که بر سر داشتند
آن را بر سر ملک کاجی چک نهاد که این تاج دولت و افسر حکومت تو دادم بر دید که عنقریب
بدولت خواهید رسید.

ملک موسیٰ رینہ کے خلاف سازشیں بعد از چند گاه فرزندان ملک ابراهیم ماگرے
که بدولت و مکنت خود قوی یافتند و قوت و
شوکت خود غالب ایشان را وعدهٔ حکم رانی و ازدیاد دولت و کامرانی پیدا گشت. بعضی از
سران عهد با خود ملحق ساختند و با فتح شاه اتفاق نموده بویران کردن ملک موسیٰ پرداختند و
و در تاریخ سنه نهصد و شانزدهم که بحساب کشمیری هشتاد و نهم بود و پلهار نهر شهر را بریدند و
بطرف دار الامارهٔ سلاطین (سکندرپوره) بجنگ و محاربه ایستادند. ملک موسیٰ رینہ در
میدان زالڈگر نشست. آخر چون دید که یاران و دوستان طریق عهود و مواثق را برهم دادند
و راه مخالفت و بیوفائی سلوک دارند لاجرم بعد از چند روز قرار بر فرار داد و ملک عثمان و دیگر
ملک جماعت و دانگران که در کوهستان باقی مانده بود با عتماد خطوط و عهود ماگریان متوجه کشمیر شدند.
و نزدیک به هیره پور رسیده بودند. ملک موسیٰ رینہ بنا بر آن گریختن از راه هیره پور مناسب ندیده
می خواست که از راه چیره هار یا از راه شانز. بجانب هند رود. بقضاء سبحانی و تقدیر ربانی

در اثناء راه از اسپ در افتاد و قدم از منزل دنیا بدار العقبیٰ نهاد و عجوزهٔ دنیا که هر روز شوهر دیگر خواهد و هر شب بکنار دیگری درآید آخر بخون وے دست را نگار بسته در دامن شوهری ابراهیم ماگرے زد و بعشوهٔ عروسی ماگریان درآمده و بیش از چهل روز بر مسند وزارت و صدارت حکمرانی کرد و بعد ازان جماعت ڈانگران که برائے امداد و نصرت خود آورده بودند بر ماگریان استیلا یافتند و در ارتفاع قدر و منزلت خود شتافتند و اکثر سرداران عهد را با خود ملحق ساختند به منازعت و مخالفت ملک ابراهیم ماگرے پرداختند آخر او را مغلوب و منهزم ساخته علم دولت خود افراختند و منصب حکومت و مسند وزارت بملک عثمان قرار یافت۔ ایشان جهت انعقاد حکومت و ازدیاد جاگیر و دولت در گرفتن بعضی از سرداران عهد دست کشادند۔ بعد از دو ماه ملک کاجی چک، جهانگیر پڈر و گدائی ملک با فتح شاه اتفاق نموده و در دیوان خانهٔ دار الاماره دنی ملک و غازی خان که برادر خواه یرسی نشسته بود به خنجر و کارد بقتل رسانیدند و ملک عثمان پیش فتح شاه به حجرهٔ خاص بود۔ او را از آنجا گرفته در بند انداختند و ملک جهانگیر پڈر لوائے حکومت و علم ایالت افراختند و بعد یک ماه ملک ابراهیم ماگرے به جمعیتی مستعد با سلاح معدوده عنان عزیمت بجانب کشمیر معطوف ساخت و بعضی از سرداران عهد به وے ملحق شدند۔ و ملک جهانگیر پڈر و فتح شاه رو به هزیمت نهادند۔ چون به هیره پور رسیدند۔ ابراهیم ماگرے کس فرستاده فتح شاه را باز آورد۔ ملک جهانگیر پڈر و جماعت چکان بجانب هند رفتند و ابراهیم ماگرے فتح شاه را بر سریر سلطنت نشاند و ملک کاجی چک و عثمان هم از بند خلاص یافته با ماگریان پیوست و منصب وزارت نوبت دوم بملک ابراهیم ماگرے رسید۔

در آن زمان از نوشهره نزد سلطان فتح شاه خبر رسید که محمد شاه حشم گذشته بشت همراه گرفته جهت کدخدائی در کوهستان ملر بال رفت و نزد متعلقان و فرزندان ایشان بغیر از ابراهیم خان که در اوراق گذشته ذکر مذکور شد کس دیگر نیست و در استماع این حال نقار[1] و غبارے که ازان خانواده که در دل سلطان فتح شاه داشت مستدعی آن شد که

[1] نقار ـ کینه، عناد

لشکر انبوه با شوکت و شکوه ترتیب فرموده بدان جانب شتابد. فی الفور شتاخت. چون خبر آمدنِ لشکرِ متعلقان و فرزندانِ سلطان محمد شاه شنیدند از حیرتِ جامۂ جان دریدند و راهِ فرار نمودند خود نه دیدند. سید ابراهیم خان تیغ انتقام کشیده رو به مبارزت سلطان فتح شاه نهاد. بموضع غاری کوٹ مقاتله و محاربه آنجامید و مبارزان و دلیرانِ سلطان فتح شاه چهرۂ دلکشای فتح در آئینه این تدبیر نه دیدند دست از محاربه پرداخته از فتح پهلوتهی ساخته عنانِ عزیمت و پایۂ سریرِ خلافت بازگردانیدند و مبارزان سید ابراهیم خان بیهقی عقبِ ایشان تاراج رو شدند به هرکس رسیده اندسرش بزخم حسام انتقام بریده باز به عسکر خویش در نوشهر هند مراجعت نمودند ؎

هنوزش تیغ نصرت در نیام است　　هنوزش نافۂ امید خام است
هنوزش می رسد هر گل صباها　　هنوزش چرخ می دوزد قباها

هنوزش فتنه هائے غیب پیش است
هنوزش مژده ها زاندازه بیش است

دیگر ازان روز دولت و مکنت خود را قوی یافت و بقوت و شوکت خود روز بروز برامرایان دیگر غالب آمد. چنانچه تفسیر آن بموضع خود مذکور می شود. و حقیقتِ این حال قاصد فرخنده فال بگوش هوش سلطان محمد شاه رسانید که سید ابراهیم خان محاربه کرده بحال آمدند در محال نوشهر لشکرِ فتح شاه را نه داد بلکه اکثر گلۂ مبارزانِ لشکرِ غنیم را بباد فنا در داد و سلطان محمد شاه در نوشهر هند رسیده اختلاط نیکو کرده با همه سران مملکت و سرداران ولائت کشمیر خاصه گردانیده و شفقت هائے پدرانه می ورزید و بعد ازین واقعه مدت یک سال ملک عثمان و ملک شنکر رینه بیکدیگر اتفاق نموده با ملک ابراهیم ماگرے ابواب مخالفت و منازعت کشودند و باتفاق فتح شاه و به معاندت او پرداختند و و پسر ابراهیم ماگرے ملک ابدال و ملک فیروز را بند ساختند و ملک ابراهیم بار اقامت بولائت پنوچ کشید و ملک عثمان نوبت دوم بر منصب وزارت نشست و ملک شنکر رینه با جماعت خود با او متفق بود. بعد از پنج ماه ابراهیم ماگرے از پنوچ با جماعت چکان و ڈیڈران که در هند بودند اتفاق نمود و محمد شاه بباد شاهی برداشته از راه باره موله متوجه کشمیر شدند و از قصبۂ

سوی پور نشستند و ملک عثمان و شنکر رینه فتح شاه را همراه گرفته به جمعیتی تمام بمقابلهٔ ایشان
رفتند و نزدیک لب آب چندان که تیر کاری بدانجا نمی رسید نشستند. دران وقت در
کشمیر تفنگ و آتش کاری نبود و میر احدی که داماد حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی بود از
پیش ملک عثمان گریخته به لشکر ماگریان پیوست و ملک عثمان بحضرت امیر شمس الدین تخویف
و تحدید ها فرستاد که انشاء الله فتح کرده بشهر برسیم. اول میر شمس را در آتش بسوزیم بعد
از ان در شهر در آئیم. آنحضرت بسیار ازدے متنفر گشت. بعد از چندگاه عثمان دانست
که بواسطهٔ مانع آب ازین جانب هیچ کاری نمی کشاید فتح شاه و ملک شنکر رینه وغیره با جمعیتی
تمام بمقابلهٔ ایشان گذاشته و خود بغرور شجاعت و مردانگی از راه کهوتیهامه بر سر ایشان رفت
و لوہر ماگرے و ریگی چک جماعت کثیر همراه گرفته از سر عقب بوسنگری راه برو گرفتند. چون عثمان
نزدیک ایشان رسید بقوت مردانگی بدایشان تاخت بزور مردی جماعت ایشان را ویران
و منهزم ساخته و آن جماعت شکست یافته در لشکر خود رسیدند. ملک عثمان شب بر سر همان بوسنگری
نشست و چون خبر گرفتن بوسنگری و شکستن لشکر ماگریان بشهر رسید. ملا محمد گنائی که معلم و استاد
فتح شاه بود پیش حضرت امیر شمس الدین آمده. آنحضرت پرسید که خبر فتح شاه تو چیست. گفت
که عقبهٔ بوسنگری گرفت و لشکر مخالفان را شکست و بالائے بوسنگری برآمد. آنحضرت فرمود که اگر
بالائے فلک برآید حق تعالی او را بر زمین خواهد رسانید و توفیق آزار فقیران نخواهد یافت.
دران وقت با جماعت ملک کاجی چک ملک علی سرخیل اهل فطن و عاقل هر فن بود. دانست
که فردا ملک عثمان بجنگ و مقابله بر ما غالب خواهد آمد. نماز شام برلب آب آمده و مردم این جانب
را ندا کرد که من ملک علی پسر ملا حسین شهنگم و یک دو معتمدے از مقربان و خواصان فتح شاه آید تا
این جا باید که به ایشان سخنی دارم. چون این سخن بفتح شاه رسید دو سه مردے که از مقربان و معتمدان
بادشاه بودند برلب آب فرستاد و ملک علی بایشان آهسته گفت که پروردهٔ نعمت بادشاهم و از
خاک برداشتهٔ آن جنابم من دولت خواهی او می کنم که ملک عثمان را کشتند و تمام لشکر او را خراب و
ویران ساختند و فردا پگاه ازین آب خواهند گذشت و شما را گرفته بدست محمد شاه خواهند داد زنهار
که فتح شاه تا شب بجانب پرد و پنج برود. از راه حویل بجز پرد والا گرفتار خواهد شد. چون از
خانوادهٔ آنجناب پرورده شده ام این دولت خواهی می کنم چون خواصان فتح شاه این سخن گفتند

فتح شاه بعضی اسباب خود گرفته و بعضی را گذاشته شبا شب از راه هوتل بجانب هند گریخت و ملک علی بر این مکر در رو باه بازی لشکر ایشان را شکست و بسحر و تدبیر عقل جمعیت ایشان را برهم زد چنانچه بزرگان فرموده اند ـــ

بعد شمشیر تا ده می توان کشت
بتدبیرے جهانی می دهد پشت

لاجرم روز دیگر ملک عثمان چون شنید که فتح شاه و لشکر رینه و سائر لشکر ایشان بر رو باه بازی ملک علی برهم خورده ـ وے از بونگری رو بهزیمت نهاده جانب شهر عزیمت نمود شبانگاه بر سر آب لار رسید و از آب گذشته شب هما نجا گذرانید و صباح برخواسته تا بقریهٔ نیلا گریخت ـ و ملک ابراهیم ماگرے بدنبال او بود و او را ازیں سو آورده و بزندان خانه در حبس انداختند و ها بجا بقتل و کشتن او پرداختند و شعلهٔ آتش قهر در دیشان ظاهر و هویدا ساختند و لفظ "ترکش"[۱] تاریخ او یافتند ـ

محمد شاه بار سوم دیگر بار سلطنت محمد شاه رسید و منصب حکومت بملک ابراهیم ماگرے نوبت سیوم رسید تا مدت نه ماه سلطنت محمد شاه و حکومت ملک ابراهیم ماگرے بود ـ بعد ازاں فتح شاه از هند بجانب نواحی کشمیر توجه نمود و پیش از در آمدن بکشمیر پسر خود حبیب خان را در منکسار فرستاد و ملک جهانگیر پدر را از پیر گریخته با ایشان ملحق شد و چون فتح شاه بکشمیر در آمد اکثر مردمان با در رجوع نمودند ـ ملک کاجی چک هم جماعت خود را گرفته با ایشان پیوست و محمد شاه و ابراهیم خان و میر محمد خان بیهقی و ابراهیم ماگرے بجانب هند گریخت ـ

---

۱ سنه ۹۲۰ هجری

پانچواں باب

چکوں کا اقتدار

فتح شاہ بار سوم

سلطنت کشمیر بفتح شاہ قرار یافت و حکومت این دیار بملک جہانگیر
پدر نوبت دوم شتافت. کشمیر را ورائے خالصۂ بادشاہ سہ حصہ کردند.
یک حصہ بہ جہانگیر پدر و یک حصہ بملک شنکر رینہ و یک حصہ بملک کاجی چک در ریاح ربیع الفاس
مترکہ دردیشان وزید و شجرۂ مثمرۂ دولت چکان بالاکشید و بعد یک سال ملک ابراہیم ماگرے
محمد شاہ را ہمراہ گرفتہ بکشمیر درآمد و در بانگل میان ایشان جنگی سخت واقع شد و ابراہیم ماگرے
با دو پسر بقتل رسید و محمد شاہ بجانب پنوچ گریخت۔ بعد دو سال محمد شاہ پیش سلطان سکندر شاہ
بہ جہت استمداد رفت۔ سلطان مذکور وے را تعظیم و تکریم کہ پادشاہان بہ پادشاہان کنند نمودہ
سپاہی بے شمار بامداد و کمک او در ارزانی فرمود۔ چون لشکر ہند گرفتہ براج دیر رسیدند و بمیدان
دالورہ نزول نمودند۔ ملک جہانگیر پدر و ملک شنکر رینہ متعاقب قاصدان فرستادند و عہود و اطاعت و
مواثیق انقیاد و امتثال درمیان دادند و نامہائے متعدد و متواتر مرسل داشتند کہ با خلاص و اعتقاد
قاعدۂ اطاعت و انقیاد حکم آنجناب بجا آریم و طریق امتثال و فرمان برداری آنحضرت را سلوک داریم.
پس ملک کاجی چک و شنکر رینہ و نصرت رینہ از فتح شاہ جدا شدہ در قلعہ سرشن متحصن و حرب شدند

ملک جهانگیر پدر با فتح شاه متفق شده بجنگ و حرب ایشان برآمدند آخر منهزم شده بکوهستان گریختند.
و چون این خبر به محمد شاه رسید خلوص عقیدت و انقیاد ایشان پسندید و تدبیر و رائے او بران قرار
یافت که این قدر لشکر بیگانه دران ولایت درآوردن موجب ویرانی مملکت و خرابی ولایت خواهد
گشت قریب سی هزار سوار همراه او بود بعضی را از دانوره رخصت مراجعت کرد و بعضی را از راج
ویر و دانوره گذاشت و دو هزار سوار همراه گرفته بکشمیر توجه نمود.

ملک کاجی چک

ملک کاجی چک و ملک نصرت رینه تا بد انکه باستقبال
محمد شاه رفتند و چون به کشمیر رسید مناسب چنان دیدند که
ملک کاجی را بحکومت این ولایت سرفراز سازد و خاطر از غیر دی بپرداز د پس منصب حکومت و
مسند وزارت را بملک کاجی چک تفویض و تسلیم نمودند و ملک شنکر رینه را بند ساخت و لشکر
هند دغدغهٔ مراجعت نمودند سلطان محمد شاه برائے محافظت خاطر سلطان سکندر باز بنوشهره
با ایشان همراهی نمود. در نوشهر ایشان را رخصت مراجعت داد چون آخر سرما و وقت تا رسیدن
ایشان بنوشهر از عقب برف بارید و راه آمدن کوهها را بسته کرد. لاجرم محمد شاه زمستان در نو
شهر هند ماند و در آنجا ملک لوهر ماگرے و ملک نصرت رینه جمعیتی بهم رسانیده در فصل لیتاد شدت
برودت و سرما فرصت یافتند و در قلعهٔ ناگام به منازعت و مجادله ملک کاجی چک ایستادند
و ملک جهانگیر پدر از کوهستان برآمده بملک کاجی چک ملحق شد. پس ملک لوهر ماگرے و
ملک نصرت رینه مصلحت چنان دیدند که روز روشن جنگ با ایشان نمی توانم کرد. بهتر آنست
که بشب خون بر ایشان زدیم که مگر در حالت نوم و غفلت بر ایشان دست یابیم و چون از قلعهٔ
ناگام بر سر شبخون زدند و پیش از آن ملک کاجی چک واقف شده مستعد و مسلح گشته منتظر
رسیدن ایشان بود و چون غوغائی آه دفغان پیدا شد از خانها و منزلها خود برآمده ایستادند
در میدان زالدگر میان ایشان جنگی عظیم سخت مقاتله بزرگ واقع شد. و جماعتی کثیر از جانبین
بزخم سنانهائے بے جان بجان کشتند و بسیار مبارزان دلیر بضرب گرز و طعنهٔ شمشیر مقتول و مجروح
شدند و ملک نصرت رینه دران معرکه بقتل رسید و ملک کاجی چک دران جنگ زخمی و مجروح گشت
انگشت سبابهٔ او در همان محاربه بریده شد. آخر ملک لوهر ماگرے چون دید که اکثر یاران هم
عنان او مقتول و مجروح گشتند ناچار پائے عزیمت در راه هزیمت نهاده و عنایت الهی الطاف

رب العالمین گلہائے فتح وظفر از گلشن مراد توم قبیلۂ چکان بشگا فید ونفحاتِ انفاسِ متبرکہ حضرت امیر شمس الدین دماغ وجان ومشام چناں طائفہ ایشان را معطر گردانید۔

ملک کاجی چک اور اشاعت اسلام

وچون موسم شتا وشدت سرما بسر آمد سلطان مہر بر سریر صیفِ حمل بر آمد۔ محمد شاہ وسید ابراہیم خان باخیل وسپاہ در مملکت کشمیر در آمدند۔ وملک کاجی چک بمیمنِ نفس مبارک حضرت امیر شمس الدین صاحب بمنصب وحکومت ووالی مسند وزارت گشت ودر تمام دولت خود منتظر فرمان وترتیب احکام وتمثل او امر آنحضرت می بود ودر اثنائے آں دولت حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی ملک مذکور را بہ تجدید بنائے خانقاہ امیر فرمود۔ وران وقت درین مملکت فتح شاہ بر سریر سلطنت بود ودر روز ابتدائی بنا کہ جہت عمارت آں رنگ می ریختند وبنای آں را طرح می دادند میان شمس الدین محمد عراقی وفتح شاہ گفت وگوئے ومباحثہ واقع شد۔ بنا بران مناقشہ بعد از چند روز فتح شاہ از سلطنت معزول ساختہ از ملک خراج نمودند ومحمد شاہ او را باز آوردہ بر سریر سلطنت نشاندند وفتح شاہ را بار دیگر بکشمیر در آمدن میسر نشد و دراں وقت ملک شنکر رینہ ہم در ہمان کوہستان ہند بود ودر تاریخ سنہ نہ صد وبست وپنج از ہجرت ہم فتح شاہ وہم شنکر رینہ در ہمان کوہستان ہند از دار دنیا گذشتند۔

وحضرت امیر شمس الدین محمد در ایام سلطنت محمد شاہ در دولت ملک کاجی چک خانقاہ حضرت ہمدانیہ بتاریخ سنہ ...... عمارت نمودند ...... کارہائے بزرگ واوامر عظام کہ ملک کاجی چک بحکم فرمان حضرت شمس الدین محمد عراقی بجا آورد وقتل بکار وکشتن مشرکان ایں دیار است وآں چناں بود کہ در عہد حکومت ملک موسیٰ رینہ جملہ کفرہ وفجرہ ایں دیار طریق ارتداد پیش گرفتند وبرسوم کفر وشرک رجوع نمودند ومرتد شدہ باز بہ بت پرستیہا در آمدند وبعضی دید کفرہ نقل می کردند کہ در وقت عبادت اصنام وبت پرستیہا قرآن مجید وفرقان حمید را کرسی ساختہ زیر سرین گرفتند وبر سر کلام ربانی تنزیل سبحانی نشستہ عبادت اصنام بجا آوردہ اند۔ وچوں اخبار واوضاع ایں احوال بسمع مبارک حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی رسید آنحضرت ملک کاجی چک را پیش خود طلبیدہ وہمراہ وے ملک علی وخواجہ احمد کہ ہر دو مدیہ و

مشیرانِ ملک مذکور بودند بحضور فائزالسرور حاضر آمدند. آنحضرت بایشان فرمود که این جماعت کفره که بعد از اسلام و انقیاد از سر انکار و عناد طریق ارتدادی نمائند. اگر ایشان را حدِ شرعی و تعذیرِ حکمی بجا نمی توانید آورد مارا واجب و لازم است که این دیار جلائے وطن نمائیم و در وقت نهفت مانع و مزاحم نشوید. چون ملک مذکور بیش از یافتن دولت و حکومت بیایم از حکم و فرمان حضرت امیر شمس الدین تخلف و تجاوز نورزم جهت امتثال فرمان آنحضرت با مدیران و مشیران خود مشورت و تدبیر نموده و قرار بر قتل کفار دادند و دران وقت عاشور را نزدیک بود و ایام همان عاشورا موعدِ کشتن ایشان ساختند و در تاریخ سنه نهصد و بیست و چهار که بحساب کشمیری نوده چهارم بود در عاشورا قریب هفصد هشتصد کافر مرتد را کشتند و دران وقت از جمله کفره این دیار آنجماعت بزرگ و صاحب دولت و ارباب حکومت بودند و هر یکے از ایشان صاحب اختیار و اهل تصرف صد خانواده دیگر از کفر و مشرکان بودند و کافران و مشرکانِ تمام کشمیر را بضرب شمشیر مطیع و منقاد اسلام ساختند و این یک کار محو مست. از کارهائی ملک کاجی چک.

در تاریخ سنه نهصد و بیست و ششم ملک کاجی چک پسر خود مسعود چک را به جمعیت بسیار بگرفتن ملک جهانگیر پدر فرستاد و ملک جهانگیر پیش از رسیدن ملک مسعود واقف و خبردار گشته از خانهٔ خود گریخته بجانب کمراج رفت و از آنجا گدائی ملک و مردم گریز همراه گرفتند.

و در تاریخ سنه نهصد و بیست و هفت ملک ابدال و لوهر ماگرے و ملک عیدی رینه با اسکندر خان بن فتح شاه جمعیتی بهم رسانیده آمدند. و در قلعهٔ ناگام جهت منازعتِ ملک کاجی چک نشستند و جهانگیر پدر و گدا ملک هم از کمراج و دارد و آمدند تا با اسکندر خان ملحق شوند. چون بپرگنهٔ لار رسیدند ملک کاجی چک پسر مسعود چک را بجنگ ایشان فرستاد و خود بمقابلهٔ اسکندر خان استاد و نزدیک شهاب الدین پور میانِ مسعود چک بود و از وے اندک پیشتر می رفت و او را با گدائی ملک مقابله افتاد و گدائی ملک بدست ملک دولت بقتل رسید و مسعود چک را با جهانگیر پدر مقابله واقع شد و تیر قضا بچشم مسعود چک رسید و پیش وے از اسپ در افتاد و کشته شد و ملک دولت بعد از قتل گدائی ملک با فتح و ظفر بطرف لار روانه شد و هر دو طائفه بحکم "کل حزبٍ بما لدیهم فرحون" شادمان و خوشحال شده هر طرف روانه شدند

ایشان را از کشته شدن این ها خبرے نه و نه اینها را از هزیمت ایشان وقوفی. چون جماعت ملک دولت بشهاب الدین پور رسیدند از کشته شدن ملک مسعود خبر یافتند و لشکر جهانگیر پدر به کرهو رسیدند از قتل گدائی ملک مطلع شدند. و ملک دولت از آب شهاب الدین پور گذشته بهمراه سید ابراهیم خان و ملک تازی چک که هر دو بمدد ملک مسعود آمده بودند ملحق شدند. و همراه ایشان ملک حسین رینه در دست پسر سرسنگ رینه دربند بود او را کشتند و بجانب شهر متوجه شدند. جهانگیر پدر هم از راه لار بشهر رفت بعزم آنکه از آب گذشته بلشکر اسکندر خان ملحق گردد از هر جا که عزم گذشتن از آب می کرد. ابراهیم خان و ملک تازی چک و ملک دولت از طرف دیگر مقابله او شده مانع می آمدند و بعد از چند روز اسکندر خان و کسانے که با وے بودند با ملک کاجی چک طرح مصالحه پیش انداختند و قرار بر قرار بجانب هند دادند و ملک جهانگیر پدر هم بطرف هند گریخت و ملک کاجی چک علم دولت بر اوج رفعت افراخت و ملک دولت را بانواع الطاف و عنایات بنواخت و منصب و جاگیر ملک مسعود چک و از دواج توابع و لواحق او بدو مسلم و مفوض ساخت.

بابر کی شکست کاجی چک کے ہاتھ

و در تاریخ سنه نهصد و سی ملک علی و ملک ابدال و ملک لوہر ماگرے و ملک ریگی چک ایناد نده محمد شاه و نوروز چک به موافقت ماگریان از شهر برخاسته بجانب لار گریختند چون ملک کاجی چک دید که اکثر مردم رشته عهد و پیمان بریدند و طریقه مخالفت گزیدند. با جمعیت احباب و براق اسباب رو بکوهستان هند آوردند و نوشهره هند منزل و سکونت گرفت. در آن وقت از لشکر بابر پادشاه تو چاک بیگ و شیخ علی بیگ با جمعیتی از ترکان و سپاهی گران بعزم کشمیر متوجه نوشهر برخاسته و مردم کوهی و جوانب اطراف جمع کرده بر سر کوه کاجداری نشسته راه بر ایشان گرفت. تازی چک و غازی خان جماعتی همراه گرفته اندکی از ملک کاجی چک پیشتر رفته بودند و ایشان را لشکر مغل مقابله افتاد و میان ایشان جنگ و محاربه واقع شد و ملک تازی چک چند مبارزی در لشکر مغل رسانید و غازی خان هم یکے از مبارزان ایشان نیزه زد و از اسپ در افتاد و در وقت افتادن به مغل دیگر که از و نشیب تر بود که او رسید و هر دو از اسپ در افتادند و هر دو را همانجا کشتند و در آن وقت غازی خان از هفده و هژده سالگی بیش نبود و شهرت تمام یافت که

بیک نیزه در مغل را بقتل رسانید و آخر لشکر ترک و مغل هزیمت یافت و مردم کوهی تا پایان کوه بسیاری از ایشان کشتند۔

ملک کاجی چک بعد چند ماه اسکندر خان را که باعث آوردن لشکر مغل بود دربند کرد و محمد شاه به سبب گرفتن او بملک کاجی چک محبت و اتحاد قدیم را بنائی تجدید نهاد و بساط عداوت و کینه را درنوشت و او را خطهائے عهد و پیمان فرستاده بجانب کشمیر استدعا نمود و ملک کاجی چک اسکندر خان را گرفته بجانب کشمیر متوجه گشت۔ اسکندر خان را به محمد شاه سپرد محمد شاه سکندر خان را چشمهائی کند و جماعت ماگریان و ملک علی در قریه کچه هامه بالشکر و حشم به مخالفت و منازعت ایستادند و ابواب مخاصمت و معاندت کشاد و محمد شاه و ملک کاجی چک و سید ابراهیم خان بیهقی به محاربه ایشان شتافتند و بالآخر ماگریان شکست یافتند و ملک علی بدست ملک کاجی چک دربند افتاد و لشکر ماگریان رو به هزیمت نهاد۔ بعد از چند ماه ملک علی که در خانهٔ ملک تازی چک محبوس بود بد رقهٔ توفیق وے راه خلاصی و مناص نمود و بجانب هند راه گریز پیمود۔

سلطان ابراهیم شاه

و بعد از چندگاه ملک کاجی محمد شاه را از سلطنت معزول ساخته وے را با چند سرداره دیگر در موضع لدکه که کوهستانی است سخت در بند انداخت و پسر وے ابراهیم شاه را بتاج و تخت افراخت و تربیت خدمت وے پرداخت و دران وقت ملک علی و ملک ریگی چک با جماعهٔ ماگریان باز در نوشهر جمع شدند۔ بعد از مشورت و اتفاق ملک ابدال ماگرے جهت استمداد پیش بابر شاه رفت و به مجرد رسیدن او را بابر بادشاه بانواع التفات بنواخت و بعنایت بے غائت خسروانه و التفات بے نهائت بادشاهانه او را مشرف ساخت۔ شیخ علی بیگ و محمد خان را بامداد و کمک او حکم فرمود و ایشان درحال بجانب کشمیر عنان عزیمت کشودند۔

بابر کا حمله اور ملک کاجی چک کی بهادری

در تاریخ نهصد و سی و پنجم هجری جماعت ماگریان و ملک علی ریگی چک کمک بابر بادشاه گرفته از راه جونیل بکشمیر درآمدند۔ چون ملک کاجی چک از آمدن ایشان خبر یافت با جمله سپاه و حشم خود به محاربهٔ ایشان شتافت و در موضع نانگل از پرگنهٔ بانگل مقابله یک دیگر

شدند. و ملک نازی چک که پشت پناه لشکر بود پیشتر رفته محاربهٔ ایشان مبادرت نمود. بتقدیر الهی شکست و انهزام یافت و دست اجل پنجهٔ اقبالِ او را برتافت پس جماعتِ ترکان بملک کاجی چک ملاقات واقع شد. و در لشکر مغل جوانی بود از جملهٔ دلاورانِ زمان و مبارزانِ دوران که بارها در مجلس معارک اقداحِ طعنای راح و کاساتِ ضروبِ سیوف نوشیده در محافلِ حرب معاملات خلعتهای فتح و البسهٔ ظفر پوشیده از حین نهضت مملکت آگره تا رسیدن بولایت کشمیر همیشه پرسان و خواهان بود که درین محاربه ملک کاجی چک را بمن بنمائید و از صورت و شمائل او بمن نشان دهید که تا با او جنگی مردانه کنیم و محاربهٔ مبارزان بنمائیم تا ببینیم که در هنر مبارزت و شجاعت چه مقدار مایه و پیشهٔ دلاوری و شهامت چه قدر قوت داشته و این سخن پیش از وقوعِ جنگ و محاربه بگوش ملک کاجی چک رسیده بود. در وقتِ هزیمتِ لشکر ملک کاجی چک مبارزِ دلاور لشکر مغل پیشتر رفته نزدیک به فوج ملک کاجی چک آمده نعره های زد و فریاد های کرد که کاجی کیست و کجاست که به او جنگی خواهیم کرد. باید که از فوج خود بیرون برآید و بیک دیگر تیغ بگردیم و یکدیگر را بهیا زمائیم ؎

بیا آن نبرد یا دلیران کنیم درین رزمگه جنگ شیران کنیم
ببینیم تا خود بلندی کراست درین جنگ فیروزمندی کراست

چون ملک کاجی چک آوازِ او شنید جماعتی که در هزیمت همراه بودند از حوالی خود دور ساخته متوجه او شد و آهسته بجانب او روان گشت و آن مبارز هم بجانب ملک اسپ را تاخت و از گرمی راه تیغی چون برق درخشان برسر ملک انداخت و ملک مذکور سپرِ خود را پیشِ سر و روی خود برآورده بود. آن زخم برداخت و ضربِ طعنِ شمشیر از سر خود مندفع ساخت و بجواب او ایستاده چنان نیزه بر سینهٔ او زد که با وجود جیبهٔ سلاح مقدار یک وجب از پشت او برآمد و بهمان زخم از پشت زین در ربوده بر روی زمین افگند و بزبانِ کشمیریش گفت که همین است کاجی چک که از آگره تا به کشمیر برای جان خود می طلبیدی این بگفت و بجانب شهر روان شد و چون لشکرِ مغل نزد آن مبارز رسیدند اندک رمقی از و مانده بود و بآن لشکر گفت که هر که در عقبِ آن مرد تازد جان، خود را در ورطهٔ مهلک اندازد و سر خود را در میدانِ مرگ بازد و چون ترکان آن مبارز را دیدند و آن زخم نیزه ملاحظه نمودند عنان از دویدن و تاختن باز کشیدند و آهسته آهسته در عقب

اومی رفتند۔

دولت چاک کی شجاعت

ودریں جنگ ملک دولت چاک اول بشمشیر جنگ و محاربہ می کرد تا کہ شمشیر شکست بعد ازاں گرز گران از جلادر خود کشید مقاتلہ می نمود تا کہ یک جوانی از درِ ترک ایستاد و ملک دولت دستِ خود را دراز کرده گرز بر سر او زد۔ چناں کہ آں از اسپ در افتاد و از دست ملک دولت گرز بر افتاد و یک مغلے چوں دید کہ ایں مردِ بے سلاح ماند شمشیر بالائے او انداخت۔ ملک دولت دست دراز کرده شمشیر را از ہوا بگرفت و بہر دو دست زور کرده شمشیر از دست او در ربود چوں دست راست او مجروح شده بود شمشیر بدست چپ گرفتہ زخمی بر آں مغل زد و بے زخم کاری با در رسید وچوں ملک دولت دراں جنگ زخمہا بسیار خورده بود بضرورت در خانہ یکے از سپاہیان در آمد و از آنجا ملک در بند کرده۔ دراں جنگ چند کس کہ از لشکر ملک کاجی چاک کہ مردان کاری و شہسواران میدان نامداری بودند۔ چوں ملک تازی چاک و ملک سرہنگ چاک و ملک تہہ چاک با توابع و لواحق کہ ہمعنان و ہمگنان ایشان بودند بقتل رسیدند و رخت ہستی از سرائے دنیا بدار عقبیٰ کشیدند۔ دراں جنگ جماعتِ ساداتِ بیہقی کہ سردار ایشان امیران سید ابراہیم خاں چوں شیر شکاری و پلنگ کوہساری از لشکر گاہ ملک کاجی بعد از ہزیمت بار دوم برگشتہ از روئے شجاعت و دلیری خاک میدان را باوج کیوان می رسانیده آتش شمشیر آبدار غرور از سر دشمنان بیروں می بردند یا چاک توت از طعن نیزه از مرکب فرود آوردند

بکوشید در حرب مردانہ وار ۔۔۔ چہ اندیشم از دشمن بے شمار

دل از دست دیاز و بگاد ریم و سپاه مخالفان از و تنگ آمده تیر باران کردند۔ اسپ از زخم تیر ترکان نافت بر خاک مبارزت نہاد و سید ابراہیم خاں در قید ایشان افتاد۔ چوں ملک دولت غازی خاں کہ مردان کاری و شہسواراں میدان نامداری بودند در بند ترکان افتادند ملک کاجی چاک با جماعت اندک ازاں معرکہ خلاصی یافت و بجانب کوہستان کہ آں را کھگرہی گویند عنان تافت۔ ابراہیم خاں و ملک دولت چاک بجانب شہر فرستاده بودند۔ و جماعتی جہت محافظت و نگاہبانی ہمراه کرده در اثنائی راه ملک با وجود زخمہائے بسیار بعد از نماز شام از کشتی بر کنار برجستہ و گریخت و در آب یک کولابے کہ نزدیک بود در رفتہ و نگاہبانان از جوانب و اطراف آں

کول چہل دنیجا کشتیہا جمع کردہ تا نیم شب در آں کول طلب نمودند و نصف شب جستجو کردند۔ ملک دولت چک خود را درمیان آب پنہان کردہ بود و یک برگ نیلوفر بر سر خود نہادہ خود را دراں مخفی می ساخت و دہن از آب بیرون داشتہ نفس می کشید۔ چون کشتیہا بعد از نیم شب نا یافتہ بجائی خود رفتند۔ ملک دولت از آب برآمدہ گریخت و ابراہیم خان در قید ایشان ماند و جماعت علم فتح و ظفر بر اوج رفعت برافراختہ بشہر درآمدند و مملکت کشمیر را چہار حصہ ساختند و بایکدیگر قسمت نمودند

محمدّ شاہ بار پنجم

محمد شاہ را از کوہستان آوردہ بر سریر سلطنت نشاندند و منصب حکومت و وزارت بملک ابدال مقرر ساختند و شیخ علی بیگ را با جملہ ترکان در اوائل پائیز بجانب ہندوستان رخصت دادند و ملک علی تا نوشہرہند بایشان بدرقی و ہمراہی نمودہ بلشکر مغل راہ وداع نمودہ مراجعت فرمود و ملک ابدال و ملک لوہر ماگرے و ملک ریگی چک و آوارہ ملک علی چہار کس ملک کشمیر را چہار بخش نمودہ دو سال می خوردند۔

مرزا کامران کا حملہ

و در تاریخ سنہ نہصد و سی و ہشت از ہجرت کہ بحساب کشمیری ہفدہم بود۔ مرزا کامران بجانب کشمیر توجہ نمود و خود در شہر نوشہرہند توقف نمود و محرم بیگ و شیخ علی بیگ را قریب سی ہزار سوار جرار نامدار و جوشن پوش و نیزہ گذار ہمراہ دادہ بکشمیر فرستاد و امرائے کشمیر فرصت نیافتند کہ در کوہستان ہند ایشان را مانع می آمدند و در راہ ہائے اٹک بایشان مقابلہ و جنگ می نمودند۔ لشکر ترک بے ممانعت و مناقشہ بسواد کشمیر درآمدند و رخت اقامت در شہر کشیدند و امرائے کشمیر قلعہ چیرہ او ڈر جمع شدند و ملک کاجی چک ہم از کوہستان گکھر برآمدہ و فرزندان و جماعت خود ہمراہ گرفتہ با امرائے کشمیر ملحق شد و دراں وقت محرم بیگ ایں تاریخ گفتہ با کامران مرزا در نوشہر ہندوستان فرستاد ے

بحکم پادشاہی کز حریمش بفہم آسان شود تفہیم فردوس
سفر کردم بسوئے ملک کشمیر کہ از خوبی دہد تعلیم فردوس
چو کردم فتح نیم او بتاریخ خرد گفتا کہ "فتح نیم فردوس"[1]

---

[1] ۹۳۸ھ ہجری

وچون این فتح نامه پیش کامران مرزا رسید خاطر جمع ساخته بجانب لاهور عنان مراجعت تاخت
و امرائے کشمیر تمام جهت بهم رسانیده بموضع "اتوجه" (اتھواجن) آمدند و بر سر کوه آنجا مقام
ساختند۔ ومحرم بیگ به جمعیتی که داشت از آب گذشته بجنگ ایشان متوجه گشت و در موضع "اتوجه" بایکدیگر جنگی
سخت نمودند واز هر دو جانب کشاکش بسیار و قتل بے شمار واقع شد و آخر بحکم تقدیر الٰهی لشکر مغل زبون شدند وباز
از نهر شهر گذشته بجانب مغرب شهر که آنجا مقیم بودند رجوع نمودند و لشکر کشمیریان بر کوه سلیمان
برآمدند واز آنجا فرود آمده بجانب مشرق شهر اقامت نمودند وچند گاه با لشکر مغل مقاتلات و
محاربات نمودند۔ آخر محرم بیگ تنگ آمده با امرائے کشمیر طرح صلح پیش انداخت و عهد و پیمان
به آشتی مستحکم ساخت۔ در وقت ملاقات در خانقاه حضرت امیر سید علی همدانی تمام امرا جمع
شده ملک کاجی چک بیک کشتی طناب کرده فرود آمد و از طرف ترکان محرم بیگ هم بیک کشتی
طنابها بربسته درمیان نهر شهر ملاقات کردند وچون هر دو کشتی باهم رسیدند ملک کاجی چک از کشتی
خود برخواسته در کشتی محرم بیگ درآمد و همانجا بنشست ومحرم بیگ ازاں کار ملک کاجی چک بسیار
محظوظ و منت دار شده۔ یک ساعتی مکالمات ومحاورات نمودند وبعد از ساعتی بایکدیگر وداع نموده
بطرف خود رفتند۔ چوں ملک چک پیش امرائے کشمیر رسیدند از وی پرسیدند که چرا از کشتی خود برآمده
بکشتی محرم بیگ گفت دیدم وتحقیق کردم که برمن عذر و قصد نمی تواند کرد واز من زبردستی وحیلت
چالاک نخواهند بود۔ لاجرم بے باک ومردانه در کشتی او نشستم وبعد از چند روز برائے کامران مرزا تحفه
هدایا مرتب مهیا کرده لشکر ترکان را رخصت کردند واز راه باره موله ملک دولت چک وجهانگیر ماگرے
همراه ایشان رفت تا به کھلی رسانیدند وتمام کشمیر را برائے محمد شاه جاگیر ها خالصه گذاشته ودرمیان
خالصه محمد شاه میرزا سید ابراهیم خاں را جاگیر و تنخواه داده پنج بخش کردند یک بخش بملک کاجی چک
مخصوص ساختند جائے اقامتش بزینه پور تعین کردند ویک بخش مع منصب وزارت بملک
ابدال ماگرے تعین نموده جائے توطن او بانگل قرار یافت ویک بخش بملک ریگی چک مخصوص
کرده درکمراج مقیم گشت ویک بخش بملک علی تعین یافته گاهے به پرگنه ادلر گاهی بموضع ترش
ابه یا موی گذرانید بهمین اتفاق وقرار مدة یکسال گذاردند وبے مخالفت بایکدیگر۔

چھٹا باب

مرزا حیدر کاشغری کا حملہ اور کشمیریوں کا قتلِ عام

در تاریخ سنہ نہصد و سی و نہ سلطان سید خان از کاشغر بہ تبت رسیدہ بود و در تاختن و یغما کردن موضع آں مدتے برکشیدہ و راہ رفتن بکاشغر بند شدہ۔ لاجرم او را در تبت زمستان گذاردن ضرورت شدہ و چوں تبت گنجائش تمام لشکر او نداشت پسر خود اسکندر خان را چند امرا از لشکر خود ہمراہ کردہ مرزا حیدر را سردار لشکر ساختہ بجانب کشمیر فرستاد و ایشان از راہ لار سواد کشمیر اقامت نمودند۔ چون محکم قلعۂ ہانجک ملاحظہ نمودند بجانب کرآج عزیمت کردند۔ تمام شہر را سوختہ و آتش زدہ بولائت مراج دیدہ و جا بجا میرفتند و امرار کشمیر ہم جمعیت خویش گرفتہ بدنبال می رفتند و جائے کہ لشکر ترکان منزل می کردند۔ امرار کشمیر ہم گرد و نواحی ایشان نزول می نمودند و اہل شہر و مردم مملکت ہمہ جلائے اوطان کردہ شواہق جبال و جزائر بحار ملجا و ماوا گرفتند و لشکر مغل بہر جا کہ می رسیدند مردم را قتل می کردند و کشاکشی و خوں ریزی بے نہایت می نمودند و اسباب و اشیار و املاک مردم را غارت می کردند و عورات و اطفال را اسیری و غلامی می بردند و از بے باکی و نہایت بے دینی شہر اسلام را دار الحرب می پنداشتند و خون مسلمانان در شیر مادر خود می دانستند۔ جملہ قضاۃ و علمار و فقہا و فضلا و جلائے وطن نمودہ بجزیرۂ لنگ پناہ گرفتہ بودند و امرار

و حکام و ملوک اهل اسلام از علما و قضاة و فقها و سادات استفتا و استفسار نموده پرسیدند که هر مومنے و مسلمانے که از جانب اهل کشمیر کشته می شود بحکم شریعت غرّائے نبوی و ملت بیضائے مصطفوی حال او چه نوع خواهد بود و هر که از جانب مغل کشته می شود حکم او چه باشد. جمله علما و فضلا و اکابر و فقها اتفاق نموده فتویها نوشته اند که بقول علماء دین و فتوائے ائمه مجتهدین مقتول این دیار از صغار و کبار بحکم مَن قُتل دون ماله و عیاله فهو شهیدٌ عند الله و عند الناس شهیدٌ و مظلوم باشد و هر که از اهل شوکت و ارباب حشمت بر بلاد اهل اسلام تغلب و استیلاء نمایند و اموال و اولاد مسلمانان را نهب و غارت کنند علماء انام و مجتهدان اسلام ایشان را به نصوص متغلبه گفتند و در شریعت محمدی قتل ایشان را مباح بلکه از واجبات دانسته اند و خونِ ایشان حلال بلکه کشتن ایشان صواب گفته اند و امرا کشمیر همین فتویها بدست گرفته مردانه و دلیرانه دنبال ایشان بوده و منزل به منزل در پای ایشان می رفتند و بهمین طریق فصل زمستان گذاردند و در اوائل بهار نزدیک صوائی با اهل سپاه کشمیر و لشکر مغل با یکدیگر مقابله شدند و دست به تیر کمان کشادند و قدم در رکاب مقاتله و محاربه و کمانداران شهامت آثار گلهائے سرخ و لالهائے نعمانی از باغستان وجود بیرون بر نادمیده دوم شعبان ریاح دلاوران نیزه گذار جانهائے صغار و کبار در کشیده ـ

ز دو دریائے آتش علم برکشید	زمانه به صحت قلم در کشید
ببے شیر چنگال پولاد دست	بسینه کشادند بازو و دست
کمانِ کیانی در آمد بزه	ز تیغه میان دو ابرو گره

دو لشکر همه اژدها و نهنگ
بهم برکشادند بازو به جنگ

و از امرائے کشمیر کسانے که به سپاهِ ترکان مقابله شد جماعت ملک علی بود و از لشکر مغل با سرق مرزا قریب پانصد سوار همه جوشن پوشش شمشیر گذار بر یکدیگر حمله کردند و بمحاربه و مجادله آوردند. ملک چون دانست که درین جنگ، خون بسیار مردم ریخته شود. آن فتوی که از علما و فضلا و قضاة برائے حکم شهادت گرفته بودند آن را بمردم نمود و گفت که گواه باشید که من برین فتوی با لشکر مغل محاربه میکنم. این بگفت و آن فتوی را در بغل خود گرفته بسم الله الرحمن الرحیم گفته بجنگ در آمد. و متوجه بفوج مغل گشت و از جماعت ملک علی ملک حسین پسر ملک موسی رینه و ملک شیخ

علی بٹ وجمعی کشیر از دلاوران شجاعت شعار دست بمقاتلۀ ترکان کشادند و از داد شجاعت
و مردانگی دادند و بسیارے از لشکرِ مغل مجروح ساختند و بعضی را سر بر زمین انداختند و یکے از
دلاوران زمان بضربِ سنان اسپ میرزا را چنان مجروح ساخت که بیک دم زدن روی عشر
عقبیٰ تاخت. پس بر اسپ دیگر سوار شده روبهزیمت نهاد و چون لشکر مغل فوج بر آن تول را منهزم
دیدند از جناح و یمین ایشان دایم علی بیگ قریب هزار سوار گرفته و از جانب یسار میرزا حیدر بمقابلۀ
هم قریب هزار سوار گرفته با دو هزار بمقاتله و محاربه درآمدند و ملک علی و ملک حسین رینه بن موسیٰ رینه و
ملک شیخ علی بٹ دست به محاربه ایشان هم کشادند و سعی و اهتمام و کوشش و جهد تمام مبارزت
و شجاعت می نمودند و هرچند که مبارزانِ جماعت ملک علی و شجاعانِ لشکر کشمیر مبارزت و دلاوری
ها می نمودند. اما چون تائید عنایت ربانی و توفیق الطاف سبحانی مساعدت و موافقت نه نمود
از سعی و کوشش مبارزان چیزے نه کشود و جد و جهد ایشان را هیچ فائیده نبود و اگرچه ملک علی و
ملک حسین رینه و ملک شیخ علی بٹ و سائر مبارزان و دلاوران داد شجاعت و مردانگی دادند
اما آخر از دست برد. قضا از پا درافتادند و چون ایشان که سرداران سپاه و لشکر را پشت و پناه
بودند. شربت شهادت چشیدند. باقی لشکر از ان معرکه عنان عزیمت بجانب هزیمت کشیدند
و در وادی لیدر که رود خانه "کهادر پاره" بود قریب هزار و پانصد مرد بقتل رسیدند. و باقی
امرا و لشکریان راه گریز گزیدند و ملک کاجی چک با جمعی از فرزندان و سپاهیان همراه گرفته
بر بلندی که نزدیک صحرا ار بابل بود بر آمدند ابراهیم خان دلیر مانند شیر غرین و حمله هائے مردانه
بر تن تنها می نموده. ناچار جماعۀ مخالف وے را دائره کرده از احاطه نموده مانند مرکز در میان
گرفتند. چون حال بر این سوال معائنه نموده بزور شمشیر مردانگی سد صف مخالفان خراب کرده
به ملک کاجی چک پیوستند. ملک کاجی چک بالائے کوه چاهِ بابل مع فرزندان برآمد و سید
ابراهیم خان را لشکر ترکان .... راه فرار مسدود ساخته جوانان..... آبدار و شمشیر
شعشعه شعار بدست..... جمعًا نه قرنهٔ ایران حمله نمودند که بزخم شمشیر از قرار رش نیام حسام سازند
...... به تیغ بلی صف ترکان دریده چند مبارزان........ با مر محاربه با مخالف می کوشید
و حملهائے نمود. حربه جرار آتشین کردار بدست داشته تگادر بهر طرف می انگیخت و حرب دلیرانه
نموده بشمشیر قضا و قدر قوت را [illegible] می ریخت ــه

دمادم بداں حربۂ مردکش بر مردم کشی دست می کرد خوش

چوں طرف لشکر مخالف آں آتش جہاں سوز دیدند کہ آں جماعہ در عین ہزیمت است و ایں تنہا مبارزت می نمائد۔ فی الفور رائیت شرارت قتال برافراختہ شجاعت شعاری ابراہیم خاں را درمیان گرفتند۔ چوں واقف گشت کہ جمیع مردم کشمیر ہزیمت خوردہ بصحرائے بابل در آمدہ اند بشمشیر صف قوم آن مخالف بدرایندہ بلشکر ملک کاجی چک پیوست) و باقی منہزمان ہم درہمان بلندی جمع شدند و چند روز در ہمانجا اقامت استقامت نمودند تا از جوانب و اطراف مردم دم کردہ ہزیمت خوردہ جمع شدند و باز در پی مجادلہ و انتقام مغل ایستادند و در راہ مجاربہ و مخاصمت پائے مصابرت نہادند و دران وقت میرزا حیدر بسلطان سعید خاں کہ در تبت بود فتح نامہ خود نوشتہ فرستاد کہ چہارم ماہ شعبان نزدیک صحرائے بابل با لشکر کشمیریاں محاربہ سخت دست داد و از جانبین جنگی عظیم افتاد و حضرت ایزد تعالیٰ ابواب فتح و درہائے نصرت بر روئے عساکر منصور کشاد و در اردوئے سلطان سعید خاں قاضی بود او ہمان روز چہارم از ماہ شعبان تاریخ یافتہ در اشعار خود درج ساختہ نوشتہ فرستاد بدین وجہ

الحمد للہ کان شاہ عادل — سلطان سکندر خاقان دوران

کز مقدم او سرسبز و خرم — صحرائے بابل و تخت سلیمان

برکسر اعدا در روز ہیجا — قادر شد آں دم از لطف یزدان

از لطف ایزد فتح و ظفر یافت — بر شہر کشمیر از ملک ایران

تاریخ فتحش الحق ہمیں است — روز چہارم از ماہ شعبان

مرزا حیدر کی شکست اور کشمیر سے واپسی

و میرزا حیدر تاسفہا می خورد کہ این تاریخ من نوشتہ فرستادم و بجواب آن مشغول نشدم و ملک کاجی چک و سائر امرائے کشمیر با وجود آں شکست و ہزیمت کہ برایشان واقع شد باز در پئے انتقام ترکان و پیکار مغل می بودند و ہر جا کہ لشکر مغل بار اقامت می کشودند امرائے کشمیر ہم با جمعیت خود نزدیکِ ایشان نزول می نمودند و در کمین ایشان می بودند۔ آخر مغل بے اختیار گشتہ و میان مرزا حیدر و دائم علی بیگ مخالفت و مناقشہ واقع شدہ و دائم علی بیگ با امرائے کشمیر سخن مصالحہ و طرح مجادلہ پیش انداخت و میرزا حیدر بہ جبر و اکراہ موافقت نمودند و دختر برادر

محمد شاه را در عقد نکاح و تزویج اسکندر خان گرفته و تحفه و هدایا برائے سلطان سعید خان
مرتب و مهیا ساختند و از راه لار که آمده بودند مراجعت و معاودت پرداختند ۔

قحط عظیم

و چون ملک کشمیر در آخر بهار که آفتاب بثور رسیده بود از مراجعت و تاراج
مغل تخلیص یافت. دهاقین و مزارعان با وجود بیگاهی وقت بطریق ضرورت
بکار حراثت و زراعت اشتغال نمودند و چون فصل تیره ماه رسید مزروعات و محروثات نارسیده ماند و
تمام غلات و مطعومات تلف و فاسد گشت لاجرم در سال چهل و یکم که بحساب کشمیری دهم بود چنان
قحط عظیم واقع شد که هیچکس از اهل این دیار آنچنان قحط و غلا نشان ندارند و از شامت قدوم
مغل آنچه از ضرب شمشیر سفاک و دمار ایشان از مردم و اهالی این دیار باقی مانده بودند به سبب
آن قحطِ غله به معرض هلاکت رسیدند و یک ترک غله بیک هزار و یک خروار به ده هزار یافته نمی شد ۔
لاجرم اکثر مردم این دیار و اهالی این مملکت از صغار و کبار معدوم و مفقود گشتند ۔
مخفی و پوشیده نماند که بعد از رفتن لشکر مغل امرائے کشمیریان با یکدیگر اتحاد و موافقت نمودند
و طریق مخالفت و معاندت که پیش ازان می ورزیدند برطرف کردند. و پائے استقامت بر جادهٔ محبت
و یگانگی ثابت داشتند و منزل و موطن ملک کاجی چک در زینه پور مقرر کردند و ملک ابدال ماگرے
گاہے بشهر و گاهی در پرگنها می گشت و چند سال بهمین طریق گذاردند ۔

سلطان شمس

در تاریخ سنه نهصد و چهل و چهار محمد شاه از عالم رحلت نمود و مدت سلطنتش
قریب پنجاه و یک سال بود در تاریخ مذکور پسرش سلطان شمس شاه بر مسند
حکومت بنشست و بیش از یک سال برجا نماند ۔

اسماعیل شاه

و در سنه نهصد و چهل و پنج برادرش اسماعیل شاه بر تخت حکومت نشست
و در تاریخ هفدهم سنه نهصد و چهل و چهار بود ملک کاجی چک بعضی از امرائے خود
متفق ساخته بمنازعت و مخالفت ماگریان در شهر نزدیک زمود و ماگریان و ملک رنگی چک در باره موله
جمع شدند و ملک کاجی چک هم از نهضت نموده در باره موله بمقابلهٔ ایشان نشست و بعد از چند روز
ملک دولت و ملک زیتو چک که پیش ملک ابدال ماگرے آمده بودند باز بجانب ماگریان رجوع نمودند
و ملک کاجی چک چون مخالفتِ ایشان دید و بے اتفاقی ایشان ملاحظه نمود از شهر نهضت نموده با جمعیت
راه کوهستانِ هنه گزید و زمستان در آنجا گذارد و در اول بهار از سلطان گکهر کمک طلبیده در بهار

بهار ملک رنگی چک جهت تزویج و نکاح دختر رائے جموں از راه بانهال بجموں رفت و ملک کاجی
چک جمعیتی از گکهر کمک گرفته بکشمیر درآمد و ماگریان جمعیت خود و جمعیت ملک رنگی چک و امرائے جاڈوره
و امرائے دونه همراه گرفته در قصبهٔ سوپور متحصن شدند و ملک کاجی چک هم به مقابلهٔ ایشان رفته در
موضع گیسو نزول فرمود و بعد یک ماه ملک رنگی چک از جموں مراجعت نموده بکشمیر رسید و در شهر
نزول نموده به مخالفت ملک کاجی ایستاد و چون ملک کاجی چک دید که از یک طرف لشکر عظیم ماگریان
و امرائے کشمیر به محاربه و مقاتله مستعد و مهیا رایستاده اند و از طرف دیگر ملک رنگی چک به جنگ و نزاع
ایستاده با ابراهیم خان و ملک دولت و سائر امراء و فرزندان خود مشورت نموده بعد اللتیا و التی
رائے ایشان بران قرار یافت که ملک کاجی چک بر سر رنگی چک رود. ابراهیم خان و ملک دولت
چک جماعتی از امرا همراه گرفته بمقابلهٔ ماگریان باشند و ملک کاجی چک از ابراهیم خان این مصلحت پرسید
که اگر با لشکر گران ماگریان مقابله واقع می شود چه خواهی کرد. ابراهیم خان در جواب گفت چون اعتبار
من داری گرد میدان را باوج کیوان رسانیده بشمشیر کینه مغز سر دشمنان بیرون برآریم یا سر خود
در میدان مبارزت گذاریم. بیت

در بحر محیط غوطه خواهم خوردن	یا غرق شدن یا گهری آوردن
این کار مخاطر است خواهم کردن	یا روے بدین سرخ کنم یا گردن

کاجی چک اور ماگریوں کی جنگ

ملک کاجی چک از مقدمات سید ابراهیم خان دلیر و
دل خوش شده بعد از نماز شام بحکم از اعزمت
فتوکلّ علیَ الله قدم همت در رکاب توکل مستحکم کرده بر سر ملک رنگی چک تاخت و ملک
رنگی چک در شب خبر یافت که ملک کاجی چک تمام لشکر خود گرفته بر سر تو آمد. صباح پگاه از عید
برخاسته در محلهٔ علاء الدین پور متحصن شده ایستاد و آفتاب بیک دو نیزه بلند شده بود که ملک
کاجی چک از راه نوشهره بشهر درآمد و چون نزدیک علاء الدین پور رسید جماعت از امرایان خود
مانند درویش هتسکر و ملک کاجی رینه و خواجه ابراهیم با جمع کثیر از مبارزان و دلاوران برگذر رنگین
ملک رنگی چک گماشت و خود جمعی همراه گرفته براه قلاشپوره رفت و خود به خانقاه نشسته و مردم
را همراه پسر خود محمد چک بیشتر بجنگ فرستاد و ملک رنگی چک سر قلاش پوره را بریده بود و راه گذشتن
را خراب ساخته و حمزه نایک و بجی نایک را ملک کاجی چک از راه مونیه دار فرستاده بود و تخت ملک

رنگی چاک بطرف ایشان رفت و از آنجا مردم شهر بتصور خود گفتند که ازین طرف سید ابراهیم خان
و ملک دولت چاک و زیتو چاک آمدند و ملک رنگی چاک رفتن بر سر ایشان مصلحت نه دید. ناچار
از آن طرف برگشت تا مدت رفتن و برگشتن مردم ملک رنگی چاک و مردم جون که بر گذر کنگن ایستاده
بودند زبون شدند و پیاده ها ملک کاجی چاک بر سر ایشان زور آورده و ایشان را شکسته و ویران
ساختند و از عقب پیادگان و سواران هم گذشتند و نزدیک بخانقاه سید علی همدانی رسیدند چون
ملک رنگی چاک نام سید ابراهیم خان و ملک دولت چاک و زیتو چاک شنیده مراجعت نمود. چون دیگ
خانقاه در روشنی تهکر و دوچار شده او را بقتل رسانیدند و از آنجا پیشتر آمده نزدیک دروازهٔ خانقاه
خواجه ابراهیم را هم کشت و باقی مردم بجوانب و اطراف در کوچها و حریمها مخفی و پنهان شدند تا نزدیک
گند رنگن رسید در آنجا پرسید و تحقیق کرد که ملک کاجی چاک از راه قلاشپوره آمد و از راه کنگن برگشت
براه قلاش پوره متوجه شد و چون بدان موضع رسید که سد را بریده بودند در آنجا محمد چاک پسر ملک کاجی
چاک را ایستاده دید او را تهدید نموده برگردانید تا کسی او را نه کشد ملک کاجی چاک چون شنید که
ازهمین راه می آید ملک هم سوار شده تا مسجد قلاشپوره پیشتر رفت و در حریم مسجد نوٹی گنائی
منتظر و مترقب ایستاده و ملک رنگی چاک از موضع سد بریده شنید که از راه مونیه وار سید ابراهیم
خان و حمزه نایک و نجی نایک آمدند و آمدن ملک دولت دروغ گفتند. گفت که از طرف ایشان
رفتن بهتر است و از آنجا برگشته بهمان راه متوجه شد و چون بایشان رسید ملک حمزه نایک در حریم
خانه گریخت و ملک نجی نایک را گرفته پیش وی آوردند و او را سرزنش بسیار و توبیخ بی شماره نموده
رها کرد و خود را از راه بچاگ بطرف لار گریخت و ملک کاجی چاک از آنجا برگشته و او را منهزم ساخته
بجانب گیسو روان شد و شب آنگاه در میدان برتهنه منزل کرد و در سوی پور چون ماگریان خبر
رفتن ملک کاجی چاک شنیده و صباح پلهای شهر که بر راه بریده بودند از پائیان سوپور راست کردند
و بقصد جنگ سید ابراهیم خان و ملک دولت چک و غازی خان از آب گذشتند و جماعت سادات
بیهقی و جماعت چکان نسبت بجماعت ماگریان اندک بود و بعضی از امراء لشکر گفتند که ازین جا بر
خیزیم و پلهای نهر هانجی دیره بریده و آب آنجا در میان گرفته بنشینیم ابراهیم خان و دولت چک از
کمال شجاعت گذاشتن این رای رکیک را نه پسندیدند و فرمودند از ینجا برخاستن ما سبب انهزام
و موجب شکستن لشکر ما می شود. کمال همت و تمام شجاعت خود را کار فرمودند و قدم مصابرت در

میدان مبارزت ثابت و مستحکم نهاده دست شجاعت و شهادت به محاربه و مقاتلهٔ مخالفان کنند.

ماگریوں کی شکست

جماعت ملک کاجی چک چوں شیر ژیان بحرب و قتال لشکر ماگریان شتافتند و بمقتضای فواکریمه کم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ فتح و ظفر یافتند و دران جنگ ملک مسعود چک که برادر ملک ریگی چک بود بدست سید یعقوب بیهقی ولد میر سید محمد بقتل رسید و باقی جمعیت ماگریان هزیمت خورده بجانب هندوستان گریختند و دردان محاربه این طائفه سادات بیهقی چناں دست برد بر جماعت ماگریان کشودند که اگر سام نریمان می دیدی زبان ثنائے بر مبارزت ایشان می کشودی این جنگ در سال نهصد و چهل و پنجم هجری بود و سنه که بحساب کشمیری چهاردهم باشد۔

و بعد ازیں فتح ممالک کشمیر را سه حصّه کردند ۔ از آں جملہ اسماعیل شاه و ملک کاجی چک دو حصّه قسمت یافتند و میران سید ابراهیم خاں یک حصّه متصرف شد و قریب دو نیم سال ملک کاجی چک حاکم این ولایت و والی این مملکت باستقلال و استعداد تمام بود و اعلام شرعیه و اسلام در رعایت دین انام برادج عزت و ذروهٔ کرامت می افراخت و بالتحقیقه باحکام سلطنت و پادشاهی این ولایت می پرداخت و اسماعیل شاه را چون نسبت دامادی بملک مذکور بود اسم بی مسمی شاهی بروے جاری می نمود ۔ بغیر از سکه و خطبه چیزی دیگر را مالک نبود و ملک کاجی چک در همه آوان و اوقات حاکم غالب می بود و بعضی سران و سرداران قبائل و طوائف که داعیهٔ فساد و فتنه انگیزی داشته علم مخالفت و معاندت می افراشتند بندی می ساخت و حبس و قید ها می انداخت و بقتل و کشتن کسے از ایشان نمی پرداخت ۔ بعد از چند مدت از گناهان ایشان میگذشت و باز جاگیر بقدر ایشان مسلم دار زنانی می داشت و هرچند بیقین خاطر دریا مقاطرش می شد که قصد جان وے دارند ۔ امّا وے کسے را بقتل نمی رسانید و اولاد و احفاد او که اکنون بر سریر سلطنت و تخت و حکومت دم استقلال و استبداد او می زنند خواه دانند یا نه دانند همه برکتِ سعادت و احسان و اکرام اوست ۔

ماگریوں کی ترغیب پر مرزا حیدر کاشغری کا حملہ

مخفی بناشد که ماگریان از گیسو منهزم شده بکوستان هند گریخته بودند ۔ بعد از چندگاه ملک ریگی چک با هم ایشان رسید درمیان اوقات همایوں بادشاه از ولایت آگره شکست یافته در لاهور

نشسته بود. برمسند حکومت هندوستان شیرشاه حاکم و مستولی شد و ملک ابدال ماگرے و ملک ریگی
چک فرزندان خود را بلاهور فرستادند و میرزا حیدر که در هندوستان پیش همایون بادشاه ملازم بود
بوساطت خواجه حاجی واستمداد خود آوردند و بجانب کشمیر متوجه شدند و ملک کاجی چک دستید
ابراهیم خان جمعیت و لشکر خود گرفته بغیر از مقاتله و مقاتله راه هیره پور را گرفتند و ماگریلن در هفت دیگر
شهر رجب المرجب از سال نهصد و چهل و هفتم هجری سنه که بحساب کشمیری شانزدهم بود لشکر مغل گرفته
از راه چیره هار بکشمیر درآمدند و ملک کاجی چک و ابراهیم خان با جمیع فرزندان از راه هیره پور باپاه
واصحاب واملاک واسباب بجانب هندوستان از موضع هیره پور توجه نمودند و میرزا حیدر با مرائے
کشمیر اختلاط و آشنائی علی احسن الوجوه ورزید و کشمیر در سه حصه قسمت نمودند و یک حصه بمیرزا
حیدر تعیین فرمودند و یک حصه بملک ابدال ماگرے مع وزارت و حکومت مخصوص ساختند و یک
حصه بملک ریگی چک مسلّم داشتند و بدین قرار زمستان گذرانیدند و در اول بهار در روز نوروز
کشمیریان ملک ابدال ماگرے بحکم "کل نفس ذائقة الموت" از دارفنا بسرائے بقا انتقال
وارتحال نمود و میرزا حیدر پسر کلان ملک ابدال ماگرے ملک حسین ماگرے را بر مسند ملک ابدال
ماگرے مع جاگیر واستقامت او نصب نمود و در جاگیر او هیچ طمع و تنقص نه فرمود.

ملک کاجی چک از کوهستان هند پیش شیرشاه جهت طلب کمک و امداد رفت و شیرشاه
او را بتعظیم و تکریم تمام پیش آمد و از سرتا پا آثار جراحت و نشان زخمها رسیده باشد یا در جنگهائے
کشمیر. ملک کاجی چک گفت که در جنگها متعدده حربها کثیره وایں جراحت ها بمن رسید و او را حرمت
بسیار و نوازش بے شمار نمود و لقب خان خانانی با وعطا فرمود و او را مختار ساخت که هرچند
خاطر شما خواهد کمک و مدد ببرید و ملک کاجی چک باعتقاد خطوط و عهود امرائے پنجاب حسین خان
شروانی و لال خان با جمعیت اندک همراه آورد و در وقت کشادن راه بکشمیر از راه هیرپور درآمد
و میرزا حیدر خواجه حاجی را همراه سید ابراهیم خان پیش ملک ریگی چک فرستاد و استمالت عهود بسیار
نموده آورد و داخل و عیال و زنان و عورتان را در اندرکوٹ داشت و هر دو لشکر در موضع و تنهار
مقابل یکدیگر شدند. قریب یک ماه با یکدیگر جنگها و حربها می کردند. بعد از یک ماه بواسطه طغیان
آب و کثرت سیلاب از آنجا برخواستند و ملک کاجی چک بموضع گریو از نشست و میرزا حیدر و ملک ریگی
چک بموضع کهتر نشست ما بین و متوره. میان هر دو لشکر جنگ سلطان واقع شد. ملا یوسف خطیب

تاریخ این جنگ رفتح مکرر گفته بود ۹۴۳ھ و دران جنگ ملک نوروز چک بقتل رسید. بتقدیر الٰهی بر لشکر ملک کاجی چک شکست و هزیمت واقع شد. ملک کاجی چک و میر سید ابراهیم خان و ملک دولت چک با جمعیتِ امرا و سپاه از راه چیره هاره بروج رفتند و غازی خان جمعیت افغانان همراه گرفته از راه هیره پور بهند گریخت و ملک ریگی چک بعد از فتح از میرزا حیدر رخصت گرفته به کمراج رفته قرار گرفت.

مرزا حیدر اور خانقاہ زڈی بل کی زیارت

مادام که ملک ریگی چک بر مسند حکومت و دولت قائم بود مرزا حیدر من کل وجوه منقادِ حکم و متفق رائے تدبیر او بود از سخن او تخلف و تجاوز نمی توانست نمود و در امور و احکام چنان مطیع و منقاد او بود که چون حضرت شاه سید احمد مجذوب قدس سره ممالک کشمیر را بشرف قدوم مشرف ساخت. ملک مذکور به مرزا حیدر گفتند که حضرت شاه احمد نوربخشی به منزل زڈی بل رسیدند میخواهیم که بدیدن ایشان برویم شما چه مصلحت دارید. مرزا حیدر گفتند که بسر و چشم ما هم همراه شما می آئیم اما حالا نیمروز نزدیکست و پیش ایشان مدتی باید نشست بسبب گرما جفائے ایشان می شود شما بمنزل خود قیلوله کنید و ما هم بمنزل خود خواب کنیم و بعد از نماز پیشین بهم برویم ملک مذکور بخانهٔ خود آمده و بخواب رفت و اول پیشین بیدار نشد و مرزا حیدر اول وقت نماز ادا کرده کسے پیش ملک فرستاد که هم طیار شوند که بملاقات حضرت شاه سید احمد نوربخشی رویم. ملک ریگی چک برخواسته بنماز ظهر مشغول شد و هنوز تمام نکرده بود که میرزا حیدر سوار شده بخانهٔ ملک ریگی چک رسید و ملک مذکور هم فرود آمده بمنزل زڈی بل آمدند و چون بمقبرهٔ منور حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی قدس سرهٗ رسیدند مرزا حیدر فی الحال بتواضع تمام و نیاز و شکستگی لا کلام بر روضهٔ آنحضرت درآمد و اول در قدم گاهِ آنحضرت استاده فاتحه خواند و بعد از فاتحه بقبله گاهِ روضهٔ آنحضرت نشست و حافظے را طلب نمود تا چیزے از قرآنِ مجید تلاوت نماید. و دران وقت خواجه اسماعیل از هند تصحیح و تجوید قرأت نموده آمده بود. او را طلبیده آوردند تا نزدیکِ مقبرهٔ آنحضرت نشسته آیة الکرسی را تلاوت فرمود و بعد از تلاوت باز فاتحه ثانیه خواند و از آنحضرت بخضوع و خشوع بیرون آمد و هر که از آشنا و بیگانه وید تعجب نموده گفت که مریدان و مخلصان این جا را آداب زیارت و قواعد اخلاص و ارادت ازین کس می باید آموخت و بعد ازان بطبقه بالائی خانقاه با حضرت شاه ملاقات نموده

در محاکات و مکالمات آنحضرت اعتقاد و اخلاص خود بسلسلهٔ شریف نوربخشیه بسیار اظهار نموده و در اثنائی حکایات بصوفیان زڈی بل بطریق وعظ و نصیحت سخن بنیاد کرد و ملک ریگی چک بجانب نزدیکان خود سخن عتاب آمیز گفت که ما در ینجا برائے ہمیں گفتگوئے شما آمده ایم؟ چوں مرزا حیدر ناخوشی ملک ملاحظہ نمود سخن خود را ناتمام گذاشته بحکایت دیگر رفت و بسخن دیگر مشغول گشت و بحضرت شاه وداع نموده تمام صحن خانقاه را تا رسیدن راه نردبان بطریق رجع قہری رفت و پشت باآنحضرت نکرد و از آنجا فرود آمد۔ خانقاه را از اندرون و بیرون تماشا کرد و فرش صحن خانقاه و سنگ ستونہائے آں را دید و بکار و ہمت حضرت امیر شمس الدین را تحسین ہائی کرد و آفرین ہا می گفت۔

و ایں ہمه برائے خوش آمد ملک ریگی چک و جہت محافظت خاطر او اظہار نمود و الآنه در باطن خباثت و عناد که با آں سلسله پنہاں داشت که در وقت جرأت دسترس خود ظاہر نمود چوں دید که نفاذ امور و احکام در وقف خاطر او بجرانی کرد و لاجرم سال دیگر در دغدغهٔ ویران کردن ملک ریگی چک افتاد و ملک عیدی رینه و حسین ماگرے را با خود متفق ساخت و بتوسط خواجه حاجی بوثوق عہد و پیماں ایشان پرداخت و بجز رفتن ملک ریگی چک بجانب کمراج تاخته و ریگی چک گریخته از راه وکرنا بجانب ہند رفت و در پرونچ نشسته با ملک کاجی چک رشتهٔ اتحاد و موافقت مستحکم ساخت و مرزا حیدر در پرگنه کامراج منزلہا و مساکین ریگی چک را غارت و تاراج نموده باز بشہر اندرکوٹ مراجعت فرمود۔

میر دانیال اور مرزا حیدر کی ملاقات

و دراں وقت که مرزا حیدر در کمراج بود و حضرت شیخ دانیال خبر قدوم حضرت شاه سید احمد نوربخشی استماع نموده از تبت بجانب کشمیر متوجه شده بود و در وقت رسیدن بموضع کمراج خبر ویران ساختن ریگی چک شنید بالضرورت در ده رنگ کھو یہامه نزول نمود و اسباب و یراق خود را در رنگ گذاشته به لشکر مرزا حیدر متوجه شد۔ و دراں روئے ملک عیدی رینه وسیله گرفته بمرزا حیدر ملاقات نمود و مرزا حیدر بخاطر ملک عیدی رینه بتعظیم و تکریم تمام بحضرت شیخ صحبت میش برد و دراں وقت ملک عیدی رینه در حمایت و امداد و اعجاز حضرت شیخ تقصیر نه نمود۔ فاما در آخر کار از اں برگشت و مرزا حیدر سستی حمایت ملک عیدی رینه ملاحظه نموده بارتکاب شہادت حضرت شیخ جرأت و جسارت نمود۔

و چون ملک ریگی چک شکست یافته در پرونچ نشست. سال دیگر با ملک کاجی چک اتفاق نموده از راه حویل (چوہل) بکشمیر در آمدند و در کوه گوری مرگ (گلمرگ) نشستند و مرزا حیدر

جمعیت مغل و کشمیریاں همراه گرفته ایشان را محاصره نمودو بعد از چند گاه جماعت ترکان بطریق شبخون بر ایشان ریختند و ملک کاجی چک و میر سید ابراهیم خاں از آنجا شکست یافته باز بکوہستان هند گریختند۔

سلطان نازک شاه ۔ و مرزا حیدر بعد از فتح گوری مرگ با ملک عیدی رینه و حسین ماگرے اتفاق کلی و اتحاد کما ینبغی نمود۔ با وجودِ تغلب حکومت و تسلط دولت مرزا حیدر در مدتِ ایالت او نام شاہی و اسم سلطانی بنازک شاه مشهور و مجرا بود و چند گاه روئے دراهم و دینار نیز بنام سکه او مضروب می داشتند و مرزا حیدر نتوانست که دراهم و دینار بنام خود مضروب سازد۔

و در تاریخ سنه نهصد و پنجاه یکم هجری روز جمعه بیست و سیوم جمادی الآخر ملک کاجی چک در هند نزدیک دانه کله بمرض تب لرزه وفات یافت و لفظ "فوت سردار" تاریخ وفات او یافتند

مرزا حیدر کا قتل عام اور میر دانیال کی شہادت

و بسبب فوت این سردار سرکش که بحقیقت بادشاه طائفه چکان بود در قوم و قبیلهٔ ایشان تفرقه و پریشانی واقع شد و مرزا حیدر دست تغلب از آستین تعدی بدر کشید جماعتِ محبانِ اهل بیتِ رسول اللہ و زمرهٔ موالیانِ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللہ اظهارِ عداوتِ بنیاد و شائعِ بغض و نهایت تعصب کار بدان مرتبه رسانید که بتخریب و تهدیم خانقاه متبرکه حضرت امیر شمس الدین امر نمود و دست طغیان بر قتل اهل اسلام و ایمان و سفک دماء ارباب ایقان کشود و در تاریخ سنه نهصد و پنجاه و پنجم هجری حضرت ریشی را شهید ساختند در هشتم ذی الحجه سنه مذکور که روز ترویه باشد۔

و در نهصد و پنجاه و ششم هجری به تتبع رفته حضرت شیخ دانیال را گرفته آوردند آنحضرت را قریب یک سال در قید و زنجیر محبوس داشته بانواع تعذیب و ایذا ها۔ قریب هزار و پانصد اشرفی طلا از و گرفته ۔ آخر از جهتِ دفع مطاعن و رفع ملاعن عبدالرشید خان در تقصیدِ کشتن و صدد قتل آنحضرت افتاد۔ و شیخ فتح اللہ بیشِ خود آورده گواهانِ دروغ و شهود کاذبه از وے طلب نمود و آن مردِ ناخدا ترس جست و جو نموده و رشوتها داده جماعتی فساق و ملاحده آورد که نه در احکام شریعت گواهی ایشان مقبول و نه قواعدِ مروتِ احوالِ ایشان مسموع می بود۔ ایشان را حاضر ساخته بعضے از ایشان بر سببِ رفض آنحضرت گواه شدند و بعض بر تزکیه و تنقیهٔ گواهان شاهد شدند و آنحضرت را در بیست و چهارم ماه صفر سنه نهصد و پنجاه و هفتم هجری بحکم قضاۃ

وقت قاضی حبیب و قاضی ابراہیم و قاضی عبدالغفور شہید ساختند و بعضے از مخلصان "دشت
کربلا " تاریخ شہادتِ آنحضرت یافتند و شبانگاہ مخلص آنحضرت سرِ مبارکِ آں شہیدِ مظلوم
را بر داشتہ پنہاں کرد و در روزِ دوم مخلصِ دیگر بہ کشتی آمد جسدِ آنحضرت را بر داشتہ جائے مدفون ساخت
بعد از کشتنِ مرزا حیدر ہم بدنِ مطہر و سرِ مبارک آنحضرت جمع ساختہ در قبلہ گاہِ روضۂ حضرت امیر شمس
الدین محمد عراقی آنحضرت را دفن نمودند و عجب آنکہ مرزا حیدر مصلحتِ ملکِ خود را در کشتنِ آنحضرت
دیدہ بود و در ایام گفتگوئے قتلِ آنحضرت ملا عبداللہ بطریقِ تدبیر مانع کشتن شدہ بود۔ مرزا حیدر
در جواب او گفتند کہ ما مصلحتِ مملکت و بقاءِ دولت و سلطنتِ خویش در کشتنِ او می بینیم و دفع
تہمت و رفع بدنامی ما کہ سبب طعنِ عبدالرشید خان گشتہ در قتل و کشتنِ او یابیم۔ فی الواقع خون
ناحق و قتل بے گناہ آنحضرت سبب زوالِ دولت و موجب ویرانی مملکت و سلطنت مرزا حیدر گشت۔

کشمیریوں کی بغاوت اور قرابہادر کی شکست

و باندک مدت دغدغۂ لشکر کشیدن و باعثِ فرستادن
جماعتِ مغل بجانب محمد کوٹ در باطن او پیدا گشتہ قرابہادر
کہ مرزا را سردار لشکر ساختہ قریب ہزار سوار مغل و مجموع
کشمیریاں ہمراہ دادہ۔ آخر رمضان سال مذکور از راہِ بارہمولہ بجانب محمد کوٹ رواں ساخت۔ ملک
عیدی رینہ با نازک شاہ و خواجہ حاجی اتفاق نمودہ و برادران و جماعت حسین ماگرے را با خود
موافقت ساختہ برائے ویران ساختن مغل و کشتن لشکر ایشان کمین گاہ می طلبیدند و جہت
خواب کردن جماعت ترکان موضع تنگ سخت می جست۔ چوں محمد کوٹ رسیدند تنگی ہائی آں موضع
و سختیِ آں راہ ہا برائے ویران ساختن لشکرِ مغل غنیمت دانستند و در ہمانجا سیزدہم شوال سال
مذکور تمام امراؤ خواص و عوام کشمیر بر سر کوہ ہا و مواضع بلند گریختند و بعضے از ملک زادہا مردم
کوہی ہمراہ دادہ بر سر راہ ہائی کشمیر فرستادند تا راہ ہا آمدنِ کشمیر گرفتہ باشند۔ علی الصباح
جماعت ہائی مردم کاری و مردان کارزاری از بلندیہا فرود آمدہ با لشکر مغل طریقِ جدال و راہ
قتال پیش گرفتند و از ہر دو طرف دستِ محاربہ و بازوئے مقاتلہ کشادہ در جنگ تیر و تفنگ
دادِ مردانگی دادند لشکر مغل تا نیم روز بہمان مردانگی بطریقِ قتال و جدال استادند و چون کمالِ
دلاوری و شجاعت و نہایت مردانگی و مبارزتِ مردم کشمیری ملاحظہ نمودند۔ ناچار وقتِ اول
پیشین راہی ہزیمت پیش گرفتہ بجانب برپل گریختند و وقت زوالِ آفتاب دولتِ مغل

زوال نموده و مردم کشمیری تا یک فرسخ راه دنبال ایشان می رفتند و در راه هزیمت جمعیتی
کثیر از مغل مقتول و مجروح شدند و از یک فرسخ راه امرای کشمیر برگشتند و کیچم خان جمله کوهیان
همراه گرفته تا برپل دنبال ایشان می رفت تا جمعیت ایشان را پریشان سازد و اسپ و یراق
ایشان را بیارد جماعت مغل چون برپل رسیدند جهت استحکام جمعیت قلعه را پناه گرفته متحصن
شدند و کیچم خان با جمله کوهیان گرد آن قلعه نتوانست گشت. لاجرم ملک عیدی رینه و امرایان
کشمیر اعلام نمودند که قریب چهار پانصد سوار جرار همه اهل شمشیر و نیزه گذار برپل رسیدند و جمعیت خود
را بسلامت با آن سر منزل رسانیدند. و اگر شما بجانب پرونچ میر وید آن جماعت مغل ناچار راه کشمیر
پیش گرفته بخدمت مرزا حیدر خواهند رسید و ملک عیدی رینه از محمد کوٹ بجانب پرونچ متوجه
شده بود که این خبر یاد رسید و تمام لشکر کشمیری مضطرب و بے قرار گشتند که اگر آن جماعت پیش
میرزا حیدر برسر برسد کار و بار ما مشکل خواهد شد. ناچار تدبیر و اتفاق نموده شمس الدین ملک
نجی ملک جماعت خود همراه گرفته محمد خان و حسین ماگرے و جماعت ماگریان با خود گرفته و
پسران خواجه حاجی با جماعت خود برپل روان شدند و ملک عیدی رینه و امرایان کشمیر با سائر
لشکر بطرف پرونچ متوجه شدند و آنجماعت که بجانب برپل رفته بود. چون برپل رسیدند جماعت
مغل متحصن بودند. محاصره قرابهادر مرزا و قطب علی کوکه و محمد نظر بیدل گشتند و تدبیر نمودند که
با کشمیریان طریق مصالحه پیش گیریم و بعضی از ایشان مانند سید مرزا و مرزا علی کوکه و دولت علی کوکه
و قطب علی دیوانه و غیرهم مصالحه قبول نه کردند و گفتند که کشمیریان چندین سال تدبیر کشتن ما کردند
بیکدیگر اتفاق نمودند و قصد خون ما ورزیدند و بسبب تملق و از رائے ما بر ما مشفق نخواهند شد و هر
که از جماعت مغل شجاعت و مبارزت داشته باشد همراه ما بیاید که فردا بجانب ولائت گکهر روان
شویم و هر که بے دل و نامرد باشد همراه قرابهادر مرزا برود. و صباح روز دیگر قرابهادر جماعتی
از مغل همراه گرفته بطریق مصالحه و تملق بجانب کشمیریان روان شدند. چون نزدیک لشکر کشمیر
رسیدند تمام مردم کوهی و پیادهای کشمیر بر سر ایشان ریختند و با اسباب و یراق ایشان آویختند
و دست بر قتل و کشتن ایشان کشادند و روئے بغارت و تاراج ایشان نهادند و سید مرزا جماعتی
همراه خود گرفته در هنگام غارت مغل از قلعه برآمد و شمشیرها علم کرده بجانب ولائت گکهران روان
شدند و تاراج کردند. مغل یک میل راه گریختند و از عقب ایشان کشمیریان نتوانستند رفت

وجمعی از مردم کوهی به دنبالِ ایشان فرستادند و بگرد ایشان هم نرسیدند. و آن جماعت بصحت و سلامت خود را در پیش آدم سلطان رسانیدند. و از آنجا بجوانب و اطراف رفتند و لشکر کشمیریان جماعتِ قرابهادر را بعضی را کشتند و بعضی اسیر گرفته متوجه پرونچ شدند و چون در اردوی ملک عیدی رینه رسیدند با مردم امرا اتفاق نموده سرکس را از آن جماعت نگاه داشتند. قرابهادر و قطلب علی کوکه و محمد نظر و باقی مغل قریب شصت ۶۰ کس را دستها بریدند و بعضی از ایشان در همانجا مردند و بعضی بجوانب و اطراف متفرق شدند و ملک عیدی رینه از راهِ هیره پور عازم کشمیر شد و میر سید ابراهیم خان و غازی خان را با خود ملحق ساخته و رسولان و ایلچیان بملک دولت چک فرستاده تا او هم از ولایت نوشهره بتعجیل تمام بیاید و خود را از راهِ هیره پور بکشمیر در آمد. و بعد از یک روز ملک دولت چک نیز رسید و جمعی کثیر از مردم کشمیر جمع شده. میر سید تباتی و تدبیر متوجه شهر شدند و دران وقت مرزا حیدر با مداد مدبران و مشیرانِ خود مشورت نمود و جماعتی از مغل در اندرکوٹ جهتِ محافظتِ عوراتِ خود گذاشته قریب هزار سوار با خود جمع ساخته و جمعی کشمیریان هم همراه گرفته متوجه لشکر کشمیر شد.

کشمیریوں کا اتحادِ عمل اور مرزا حیدر کا قتل

و مخفی نخواهد بود که چون به مقتضائے قضائے ربانی و تقدیر سبحانی دولت و اقبال مرزا حیدر دران وقت روئے تافته بود و لشکرے هر جا که در نواحی کشمیر بود شکست و انهزام یافت و از آن جمله ملا قاسم و ملا باقی که از امرائے عظام او بودند و ضبط ولایتِ تبت می نمودند و در هنگام صولت سرها مردم تبت اتفاق نموده. ملا قاسم را با جمیع کثیر بقتل رسانیدند و ملا باقی گریخته پیش مرزا حیدر وقتی رسید که مرزا از اندرکوٹ برآمده بود و این خبر هم داغی بر داغی فزود و مولانا عبدالله سمرقندی که او هم از امرائے معتمد الیه مرزا حیدر بود بضبط ولایت پکهلی رفته بود. او هم از آنجا شکست خورده با استماع خبر محمد کوٹ بیدل گشت و بجانب کشمیر هزیمت نمود و چون نزدیک قصبه بارہمولہ رسید کار او هم بدست ناخدا ترسی چند افتاد و آن هم بقتل انجامید و مرزا حیدر در شهر رسیده خبر کشتن او شنید و آن هم علاوه داغهائے گردید ؎

فریاد ز جور و ستم چرخ کبود — هرگز گره بسته را کس نه کشود
هر جا که دل یافت که داغی دارد — صد داغ دگر بر سر آن داغ فزود

مرزا حیدر با وجودِ طلاطم این چنین احزان و تراکم این نوع غمام آہستہ آہستہ بجنگ کشمیریان نزدیک می شد تا کہ در قریۂ دہتھور ہ نشست و لشکر کشمیریان ہم نزدیک آمدہ قریب قصبۂ خانپور قلعۂ ماتر مقام کردند و مرزا حیدر با امرایان کار دیدہ کہ بعقل داری پسندیدہ بودند در باب محاربہ و مقاتلۂ کشمیریان مشورت نمود و کنگاش و تدبیر ایشان چنان قرار یافت کہ بر سر کشمیریان شبخون باید تاخت کہ بگر در حالت غفلت کاری بر ایشان توان ساخت۔ آخر در ہماں شب کہ لشکر کشمیریان در قلعۂ مذکور منزل کردہ، مرزا حیدر قریب ہفتصد ہشتصد سوار مکمل ہمراہ گرفتہ بر سر ایشان تاخت و چون پایانِ قلعہ رسیدند تمام مردم مغل در ہما نجا استادند و ہمراہ مرزا زیادہ از سی سوار بالا بر نیامدند و آں جماعت ہم در اثنای راہ ماندند و مرزا حیدر ہفت ہشت کس ہمراہ گرفتہ بمعرکۂ مقاتلہ و محاربہ در آمد بقضائے الٰہی در ہماں شب کہ شبِ ہفتم ذی القعدہ بود سنہ نہصد و پنجاہ و ہفتم ہجری مرزا حیدر بزخم نیزۂ کمال دونی بقتل رسید و باقی تمام لشکر ایشان گریختہ باندرکوٹ رسیدند و مدت حکومت مرزا حیدر در کشمیر دہ سال کامل بود۔

دولت چک کے ہاتھوں افغانوں کی شکست

و بعد از مرزا حیدر ملک عیدی رینہ در سال مذکور حاکم کشمیر شد و برسم پادشاہی سلطان نازک شاہ را در قصر سلاطین نشاند۔ امّا حکومت مملکت عیدی رینہ می کرد و در مدت حکومت وے ہیبت خان نیازی با برادرانِ شجاعت شعار از کوہستان جموں بعزم گرفتن کشمیر متوجہ شد و ملک دولت چک در حینِ استماع این خبر بہ تعجیل تمام جماعت امرایان خود و خواجہ حاجی ہمراہ گرفتہ عازم جنگ ایشان شد و بکوہستان بانہال در آمد و ملک عیدی رینہ و حسین ماگری تعلل نمودہ آہستہ میرفتند و ملک دولت بسرعت تمام تر پیش رفتہ عقبہ ہا کرسکو نشست و سرِ راہِ ایشان گرفت و ہیبت خان از راہ ترّبل گذشتہ بر عقبہ کہ مقابلہ ہا کرتنکو (کذا) خود منزل کرد۔ چناں چہ علاوہ ہا آتش یکدیگر میدیدند و ملک دولت چک لشکر خود از دو راہ بجنگ ایشان فرستادند تا در روز دیگر از صبح تا نماز پیشین جنگی سخت و محاربہ عظیم نمودند و داد مردانگی دادند و ہر چند در وادیِ شجاعت و مبارزت و پیشۂ محاربت و شہامت در تمام ملک ہند مانند و نظیر نداشتند اما از دست بر دِ قضا و قدر دست از حیات خود برداشتند با وجود آنکہ معدود وے چند بیش نبودند با قریب دہ ہزار از مردم کشمیری و کوہی محاربہ و مقاتلہ نمودند و از صبح تا پیشین بکمال

شجاعت و شہامت بمقابلۂ آں جماعت استادند و آخر از کثرت زخمہائی تیر و تفنگ بشدت منازعت و جنگ از پا در افتادند. تمام جماعت ایشان در ہماں معرکہ بقتل رسیدند و بغیر از دو کس از ایشان زندہ بیرون نیامدند و امرائے کشمیر سرہائے ہیبت خان و سعید خان و شہباز خان گرفتہ پیش ملک دولت چک رسیدند و ملک دولت چک آں سرہا را پیش سلیم شاہ در ہند فرستاد و در وقت ارسال و حین کتابت قاصد را عرضداشتِ خود بنام نازک شاہ شمس ملک و نجی ملک کہ از قبل ملک عیدی رینہ ہمراہ ملک دولت چک بودند. ہیچ اتفاق نہ کردند و ملک ایشان را در دادی مشورت آں دخل ہم ندادند و نائیرہ حسد و کینہ ایشان کہ بسبب مخالفت و منازعت سابقہ افروختہ بود و ایں بے اتفاقی علاوہ اشتعال فساد و عناد نمود.

ساتواں باب

سلاطین چک

و طائفہ چکان بسبب این فتح و ظفر سر تکبر و گردن تجبر افراختہ متوجہ کشمیر شدند و چون
بہ کشمیر در آمدند در پرگنۂ ویرناگ با ملک عیدی رینہ ملاقات کردند و حسین ماگرے بدان جا ہم نہ
رسیدہ بود۔ ملک عیدی رینہ از آنجا فرود آمدہ در فکر و تدبیر ویران ساختن چکان افتاد تا
آنکہ جمیع طوائف کشمیر از مردم کوپوارہ و ماگریان و سیدان بیہقی و غیرہم کہ اہل دولت و صاحب
مکنت بودند با خود ملحق ساخت و در ماہ رمضان سنہ نہصد و پنجاہ و ہشتم ہجری نبوی ویران
کردن چکان پرداخت تا یک شبی شمس ملک و نجی ملک و خواجہ حاجی با بہرام چک و یوسف
چک اتفاق نمودہ جماعتی از فرزندان چکان ہمراہ خود گرفتہ پلہائے شہر را بریدن و ملک
دولت چک و غازی خان مبارزت نمودہ میر سید ابراہیم خان و حسین ماگرے گرفتند و
باقی جماعت ایشان ہمہ بجانب ملک عیدی رینہ گریختند و ملک دولت چک و غازی خان
بہ آں جمعیت اندک در مقابلہ جماعت کثیر ایشان ثبات قدمی نمودند۔ و میر سید ابراہیم
خان و حسین ماگرے را محبوس ساختہ باستمالت و استمداد بعضی از مردم عیدی رینہ پرداختند
و بعد از روز چند فتح ملک و لسی ملک و لوہر ملک و یوسف چک را با خود متفق ساختہ بجانب

ملک دولت چک آمدند و ملک دولت روز دیگر از آب گذشته بر سر ایشان رفتند و ملک عیدی رینہ منہزم شدہ رو بگریز نہاد و بہ جنگل شمہ ناگ در آمد و ہمان جا بیمار گشتہ بعد از چند روز او را بشہر آوردند و در شہر رسیدہ بعد از چند روز فوت کرد۔

زہے بے وفائی دنیائے غدّار کہ مرزا حیدر ناخدا ترس خون حضرت شیخ دانیال را د عہدہ احوال او را مصلحت ملک گویا بگردن خود گرفت و گواہان دروغ را رشوتہا دادہ بفریب ملّا فتح اللہ را اغوا و گمراہ ساختہ آنحضرت را بدرجۂ شہادت رسانیدند و خون آنچنان بزرگے دیدہ و دانستہ بگردن خود گرفت بطمع آنکہ دولت دنیا باو باقی و پایندہ باشد و بعد از شہادت آنحضرت بحکم الدم لاینام زیادہ از نہ ماہ نتوانست زیست و ملک عیدی رینہ ہمچنین در خون و سفک دما و مغل کوشید بامید آنکہ چندگاہ سلطنت ممالک کشمیر حکومت و ولایت باو مسلم باشد و بعد از قتل مرزا تمام یکسال نتوانست بود ؎

کنج بقا نیست دریں خاکدان مغز وفا نیست دریں استخوان
ہرچہ دریں مائدۂ خرگہیست کاسۂ آلودہ و دستی تہیست
ہر کہ ازو خورد دہانش بسوخت
و آنکہ ازو گفت زبانش بسوخت

دولت چک

القصہ بعد از ملک عیدی رینہ در تاریخ سنہ نہصد و پنجاہ و ہشتم ہجری ملک دولت چک حاکم این ولایت و والی مملکت گشت و میر سید ابراہیم خان را استمالت نمودہ جہت تقویت و تمشیت سلطنت خود نسبت خویشی با فرزند ایشان درست ساختہ آں جماعت را از خود ساخت و حسین ماگرے را نیز از قید و حبس خلاص ساخت۔

و در عہد حکومت وے از دست اہتمام و مساعی جمیلہ آں ملک نیک نفس کارے چند ساخت و دو سہ بقعۂ متبرکہ شریفہ پرداختہ شد کہ در دنیا موجب نیکنامی و در آخرت مستلزم سعادت و مغفرت او خواہد بود۔

میرزا انیال شہید کا تابوت زڈی بل میں

یکے از آں جملہ آنست کہ با وجود شرکتِ ملک عیدی رینہ در مملکت کشمیر تابوتِ

منوّرِ حضرت شیخ دانیالِ شہید را بشہر آوردن رخصت داد و چون تابوتِ آنحضرت نزدیک
شہر رسید، خبر آں پیشتر فرستادند تا مخلصان و محبان باستقبالِ تابوتِ منوّر بیایند۔
چون خبر آں رسیدن در آن وقت ملک دولت سعادت یار با ملک عیدی رینہ و غازی خان
در عیدگاہ بودند و چوں خبرِ تابوت رسانیدند ملک عیدی رینہ برخاستہ شکایت کنان بخانۂ
خود رفت و غازی خان از ترس عداوت و بیم مخالفت ملک عیدی رینہ بملک دولت چک
مخالفت نمودہ بہ منزل خود رفت و ملک دولت چک سعادت یار بعزّتِ تمام از عیدگاہ
برخاستہ متوجہِ تابوتِ آنحضرت شد و از نہر شہر بہ کشتیہا سوار شدہ باستقبال تابوت
آنحضرت شدہ تابوت منوّر آنحضرت بشہر در آوردہ در مرقد منوّر پدر بزرگوارش دفن کردند
و زیارت گاہِ محبّان و مخلصان ساختند۔

خانقاہِ زڈی بل کی تعمیرِ نو

و دیگر از آں جملہ آنست کہ مرزا حیدر گورگان بسببِ
تعصب خانقاہِ متبرکہ بلکہ تمام بقعۂ شریفۂ حضرت
امیر شمس الدین محمد عراقی را منہدم و ویران ساختہ بود و ملک دولت عالی ہمت آں خانقاہ متبرکہ
را بمساعیِ جمیلہ عمارت نمود و بہ مرمت و آبادیِ ساختن آں اہتمام فرمود و در تاریخ سنہ نہصد و
پنجاہ و نہم ہجری کہ بقعۂ متبرکہ را با تمام رسانید و برائے مددِ معاشِ فرزندان و اولاد و احفادِ حضرت
شمس الدین محمد عراقی چند دیہی از قفیاتِ قدیمہ مخلّص ساخت و مجاوران و عاکفانِ آستانِ
ملائک آشیاں را بوظائف و ادرادات بنواخت تا آں خانقاہِ متبرکہ باز بطریقۂ قدیمہ
بجلوسِ اہلِ اربعین و احیاءِ احکامِ اسلام و قواعد دین و آداب و ارکان عبادات ارباب
تعیین معمور گشت و بہ مواظبتِ اوراد و اوقاتِ جمعہ و جماعت در خمسِ صلوات و سائر وظائف
و اذکار و طاعاتِ لیل و نہار بدست اہتمام آں ملک سعادت یار آباداں شد۔

سلسلۂ ہمدانیہ کا احیاءِ نو اور مذہبی رواداری

و دیگر ازاں جملہ است کہ ہماں
مرزا حیدر از غایت انکار طریق
مستقیمۂ نوربخشیہ بلکہ سلسلۂ قدیمۂ ہمدانیہ را ازین ممالک بکلّیہ محو و معدوم ساختہ بود چنانچہ در تمام
این ممالک ازاں سلسلۂ شریفہ ہیچ اثری باقی نماندہ بود و قریب ہشت سال ہیچ کس از اہالی
و موالی ایں ممالک دم ازاں سلسلۂ علیہ نتوانستند زد بلکہ از کمال تعصّبِ خود مذہب شافعی کہ

کہ تمام اہل عالم از شرق تا بغرب انکار آں مذہب نتوانند کرد۔ مردم ایں ممالک را منع می کرد کہ ہیچ
کس شافعی المذہب ہرگز نباشند و ماسوی مذہب حنفیہ تمام مذاہب را محو و منسوخ ساختہ و ملک
دولت سعادتمند بہمت بلند خود باز سلسلۂ علیہ ہمدانیہ را برپا ساختہ و تقویت و تمشیت حضرت بابا
حسن پرداختہ تا کہ آنحضرت خانقاہی و چلہ خانہ عمارت نمودہ در تربیت و ترویج سلسلۂ ہمدانیہ اہتمام
تمام و مساعی لاکلام فرمود و جمیع از درویشان و صوفیان عالیشان آں سلسلۂ علیہ کہ دریں مملکت زندہ
بودند ہمہ را جمع کردہ با ربعین نشاندو رسوم و قواعد سلسلۂ ہمدانیہ و شرائط آداب طریقۂ سنیہ
نوربخشیہ باز زندہ و احیا ساخت۔ و آں ملک سعادتمند در تمام ممالک خود حکم فرمود کہ ہر کس از اہالی و
موالی بہر مذہب کہ خواہد باشند و ہیچ کس بر دیگری تحکم و تکلیف نہ کنند و مزاحم با یکدیگر نشوند۔

خانقاہ حسن آباد کی تعمیر

و دیگر ازاں جملہ آنست کہ حضرت بابا حسن خوبی مواضع و نیکوئی
بسیار منازل ملاحظہ نمودہ منزل حسن آباد را برائی مرقد و مزار حضرت
بابا اختیار فرمودند۔ و ملک سعادتمند اموال خود خرج کردہ زمین ہا و باغات آں مواضع از
دست صاحبان و مالکان آں اراضی بزرہا خریدہ و تابوت حضرت بابا آوردہ و در ہمانجا تدفین
نمودند و مرمت و ترتیب آں مواضع پرداختہ و تقصیرات و تحدیات جاہا را ہموار و مصفا ساختہ آں
منزل را زیارتگاہ محبان و مطاف زائران ساختند و بعمارات مشغول شدہ۔ خانقاہی باں
وسعت و بلندی افراختند و ہر یک از فرزندان ارجمند حضرت بابا بعمارت منازل و بیوتات
پرداختند و ہر کدام از اولاد و احفاد و نبایر و نواسی آں حضرت درہمان منزل رخت استقامت
و لنگر اقامت انداختند۔

مسجد جامع میں دوازدہ معصومینؑ کے نام خطبہ

و دیگر ازآں جملہ آنست کہ از ترس
تہدیدات و تخویفات مرزا حیدر
ہیچ کس از مردم ایں ممالک نام ائمہ معصومین بر زبان نمی توانستند گرفت و از اغوا و اضلال
ملایان اینجا ذکر دوازدہ امام نمیکردند و اطلاق امام برایشان گناہ و نامشروع میدانستند و
اہالی و موالی ایں ممالک از نام و نشان ائمہ معصومین و اسماء شریفہ ائمہ اہل بیت رسول
رب العالمینؐ چناں اجنبی و بیگانہ بودند کہ یک روز در مجلس حسین شاہ از قاضی حبیب اسمائے
شریفہ معصومین پرسیدند و آنچناں بیگانہ بود کہ بعد از اسامی شریفہ حضرت امیرالمومنین

امام حسنؑ و امام حسینؑ بغیر از نام حضرت امام جعفر صادق نام کسے نمیدانست و ہیچ یکے از آئمہ
باقی بنام نگرفتہ چہ جائے آنکہ ترتیب نسب و تعظیم منصب ایشان. می دانست و تمام اہل
مجلس از نادانی و بیگانگی او حیران ماندند و ایں ملک دولت چک سعادتمند در عہد حکومت
خود در مسجد جامع فرمود تا خطبہ دوازدہ امام بخوانند و ازاں باز بطریقی کہ در زمان حیات
حضرت امیر شمس الدین محمدؒ عراقی می خواندند ہم در مسجد جامع و ہم جاہائے دیگر خطبہ
دوازدہ امام میخواندند و ذکر ائمہ معصومین میکنند و نمے ترسند و امید صادق است کہ
شوارع ایں اعمال و نتائج ایں افعال یوم لا ینفع مال و لا بنون سبب نجات
و وسیلہ درجات آں حمیدہ صفات خواہد بود۔

دیگر باید دانست کہ تا عہد حکومت ملک دولت دریں ولایت برسم شاہی و
رسم سلطانی سلطان نازک شاہ قائم و برپا بود و در عہد ملک مشارٌ الیہ او را از سلطنت
عزل نمودہ بجانب کوہستان ہند فرستادند و سلطان اسماعیل شاہ را بجائے وے بپادشاہی
نشاندند۔

و مدت حکومت ملک دولت چک زیادہ از چار سال نبود و دریں چہار سال
چند نوبت میان وے و میانِ غازی خان کار بہ مخالفات و منازعات کشید و آخر آں مخالفات
را بمصالحہ و مداہنہ انجامید و بعد از چہار سال بعضی ازین اعمام و اقارب و جماعتی از اغیار و
اجانب اتفاق نمودہ میانِ ملک دولت چک و غازی خان آتش فتنہ و نائرۂ عناد
افروختند و غازی خان و برادرش حسین ملک را انواع عذر و حیلہا آموختند کہ در غرۂ ذی الحجہ
سنہ نہصد و شصت و دوم، ہجری ملک دولت را قصد کردند تا در کوہ بھاگ بگیرند و ملک
دولت چک بشکار مشغول بود کہ بر عذر و قصد ایشان مطلع شد و از کشتی برآمدہ بکوہ بھاگ
بالا رفت و غازی خان لشکر خود را در تمام بھاگ بجست و جوئی وے فرستاد و ملک مذکور
را از کوہ گرفتہ آوردند و آنجماعت کہ موقد ایں نائرہ و باعث ایں فتنہ بودند دو روز در پی
حسین چک افتادند تا غازی خان ملک دولت را زندہ و سالم نگاہ نہ دارد۔ بعد از دو
روز غازی خان را غول و غوی[1] ساختہ۔ ملک دولت چک را چشمہا کندند و آنچناں سعادت

---

[1] گمراہ۔

مندے را در ہاویۂ ہلاکت واعمیٰ انگندند و آں چنان میر سید ابراہیم خان از حشم و خدم معزول کردہ پسر وے میر سید مبارک خان را بجائی وے نشاندند۔

غازی شاہ

و در تاریخ مذکور غازی خان حاکم ایں ولایت و والی ایں مملکت شد و در اوائل بہار باز ہماں جماعت اقارب وا جانب کہ کار ایشان جز فتنہ انگیزی و شیوۂ ایشان بغیر از خونریزی نہ بود۔ بایکدیگر اتفاق نمودہ می خواستند کہ غازی خان و ملک حسین را بکشند و والی ایں دیار شوند۔ اما تدبیر ایشان موافق تقدیر نیفتاد و غازی خان بر عذر و قصد ایشان واقف گشتہ مردم بہ طلب ایشان فرستاد و نصرت چک و یوسف چک پسر ریگی چک و شنکر ملک را پیش خود طلبید و سخن ایں فتنہ بر ایشان اظہار نمود و بہ سخن ہائی ملائم ایشان را دلاسای داد تا برادران و جماعت ایشان رسیدہ نشوند و ایشان را پیش خود موقوف داشت و رخصت نہ کرد کہ بجا یہاء خود مراجعت کند و صباح برادران نصرت چک و جماعت وے بلہاء شہر بریدہ بیک طرف شہر بمنازعت و مخالفت استادند و صباح غازی خان بر سر ایشان رفت و از آب شہر بکشتی ہا گذشتہ ایشان را منہزم و مقہور ساخت و برادران نصرت چک و بعضی از جماعت ایشان بقتل رسانید و نصرت چک را محبوس ساخت و بعد از چندگاہ یوسف چک پسر ریگی چک را ہم گرفتہ در حبس و زنجیر انداخت۔

و بعد از مدتی جماعتی اتفاق نمودہ مثل شنکر چک و بہرام چک و غیرہ ہم جمع شدہ در قصبۂ سوی پور بجنگ محاربہ استادند و غازی خان بر سر ایشان رفتہ آں جماعت را منہزم و مقہور ساختہ و بہرام چک را از کوہیاہ گرفتہ آورد و بقتل رسانید و یوسف چک را چشمانش میل کرد۔ اما بقدرت ایزد متعال چشمہار یوسف چک درست و سالم ماندند و بعد از چند روز از بند گریختہ بہند رفت و برادرش ابراہیم چک را ہم مقتول ساخت و مملکت کشمیر را با برادران خود ملک حسین چک و علی چک یک قلعہ ساخت۔

مغل افواج کی شکست

و در عہد خود از کمال جرأت و مردی لشکر ہائے مغل را کہ با جمعیت جماعت کشمیریان متفق شدہ بر سر وے آمدہ بودند۔ چناں منہزم و ویران کرد کہ صیت شجاعت و نام دلاوری وے در لکہ ہند افتاد۔ یکے از آں جملہ آنست کہ

میران سید شاہ ابو المعالی کہ خیال گرفتن ہند در سر داشت و با جلال الدین اکبر و بیرم خان
مخالفت و منازعت می درزید جماعتی کثیر از امرای کشمیر اتفاق نمودہ او را ہمراہ آوردند و از راہ بارہمولہ
درآمدہ متوجہ شہر شدند با وجود آنکہ جمیع طوائف کشمیر از صغیر و کبیر دران لشکر متفق و جمع بودند ہمراہ
غازی خان بغیر از دو برادرانش و فرزندان و جمعیت وے کسے دیگر نبود و نصرت چک را در بند
زنجیر ہمراہ گرفتہ و میر سید ابراہیم خان را بملائمت و دلاسا در آمدہ۔ بنت خود را بہ برادرزادۂ ایشان
نامزد فرمودہ عہود استمالت نمودہ باستقبال جنگ ایشان رفت و در قریۂ ہانجی ویرہ ہر دو لشکر ہم
رسیدند و از کمال شجاعت جنگے بزرگ نمودہ ایشان را مغلوب و منہزم ساخت و دران جنگ
لسی چک و ہسی چک پسران زنگی چک و جمعی کثیر از اہل کشمیر بقتل رسیدند و جماعتی بزرگ از مغل
بقتل رسانید کہ سالہا ترس و ہراس آن جنگ در دلہائے مغل ماندہ بود۔ و شمس رینہ پسر عیدی رینہ
را از جنگل گرفتہ آوردند و او را ہم مقتول ساخت و بحکومت کشمیر باستقلال و استبداد پرداخت
و جمیع سپاہان خود را بانعامات بنواخت۔

قرا بہادر اور مغلوں کی شکست فاش

و دیگر از آن ست کہ بعد از چند سال خواجہ حاجی
و نجی ملک و یوسف چک اتفاق نمودہ قرا بہادر
را با جماعتی از مغل ہمراہ گرفتہ از راہ نوشہر بقصد کشمیر در آمدند و این غازی خان برادران و میر سید
ابراہیم خان و جمعیت خود ہمراہ گرفتہ از راہ ہیرہ پور متوجہ جنگ ایشان شد و از بہرام گلہ تا سوپل
ہمہ سرکوہ ہا را احاطہ نمود و دران وقت فتح و لو ہر چک در کوہستان پرونچ بودند و ایشان با مشیران
خود تدبیر نمودہ با غازی خان ملحق شدند و بہ لشکر مغل نرفتند و نصرت چک ہم دران محل در ہند بود۔
وے ہم بہ غازی خان پیام و پیغام فرستاد کہ من پیش غازی خان بیائیم و بقتل و بہ مغل ہمراہ
نشویم باین دو سبب لشکر مغل بیدل گشتہ در راجوری در ماندند و مجال پیش آمدن نیافتند و
غازی خان بر سر ایشان فرود آمدہ جنگ بزرگ انداخت و در لشکر مغل ہم جوانان خوب
و مبارزان دلاور مانند کوچک بہادر و غیرہ بسیار بودند از چاشت تا نماز پیشین جنگ عظیم کردند
و از ہر دو طرف مردم بسیار بقتل رسیدند و آخر بعد از نماز پیشین ہزیمت در لشکر مغل افتاد و مردم بسیار
از ایشان کشتہ شدند و سرداران ایشان بصد حیلہ از ان معرکہ خود را بہ ہند رسانیدند و غازی خان
با لشکر برادران بفتح و فیروزی بکشمیر در آمدند و این ہر دو جنگ با لشکر مغل از کارہائی حسابی غازی خان

واقع شده‌اند و باقی در ظلم و تعدی رعایا و دمار و خون ریزیها و بنیاد رسوم چشم کندی و قطع اعضا مردم و کشتن اجانب و اقارب هیچ احدی در عهدی معلوم دیاد ندارد که مثل او دیگری بوده باشد۔

حبیب شاه

و دیگر معلوم باشد که در عهد غازی خان تا اوان که سلطان اسماعیل شاه در حیات بود برسم و اسم پادشاهی در قصر سلاطین ماضی نشسته بود۔
چون او وفات یافت حبیب شاه پسر شمس شاه به سبب خواهرزادگی غازی خان او را بجائے اسماعیل شاه نشاندند و آخر چون دانست کردے لیاقت مجرد اسم شاهی هم ندارد و دغدغه اطلاق این رسم برخود دید اگر دو خواست که بر سریر سلطنت و تخت حکومت باستقلال بنشیند بنا بر آن و مشیران خود مشورت نموده بتاریخ سنه نهصد و شصت بر سریر سلطنت و حکومت نشست و از طائفه چکان اول بود که رسم سلطانی و اسم پادشاهی بقول و تبلیغ خود رسانید و از اولاد و احفاد سلطان شمس الدین بعد از دویست هشت سال سلطنت کشمیر بطائفه اولاد لنگر چک انتقال نمود و مدت تمام حکومت و پادشاهی غازی شاه نه سال بود و بعد از نه سال علت جذام بر وے غالب گشت و بسبب غلبه آں مرض بینائی چشمش خلل پذیرفت و تخت سلطنت و امر حکومت را به برادر مادری خود حسین شاه تفویض نمود۔ بعضے از امرایان و مقربان او را از ان کار پشیمان ساختند و خواست که تصرف حکومت از وے باز ستاند تا کارهائے ایشان بمنازعت کشید۔

نوشیروانِ عادل سلطان حسین شاه

حسین شاه بعضی از امرایانِ او با خود ملحق ساخته بتاریخ سنه نهصد هفتاد و یک امر حکومت و تخت سلطنت از وے بزور کشید۔ و او را معزول ساخته بجائے خود نشاند و این حسین شاه در اوائل سلطنت خود طریقه رعیت پروری و قواعد معدلت گستری چنان مرعی داشته که اهالی و موالی این مملکت نسبت بظلم و بیداد بهار غازی شاه او را "نوشیروانِ عادل" پنداشتند و بعضی از شعرا بعدل و احسان او را دیده۔ تاریخ جلوس بر سریر سلطنت "خسرو عادل"[1] گفته اند۔ بعد از چندگاه بعضے از ان جماعت که میانِ غازی شاه و ملک دولت نائره فتنه و عداوت افروخته بودند و از دستِ غازی شاه زنده و سلامت مانده بودند۔ و با یکدیگر متفق شده

---

[1] سنه ۹۷۱ هجری۔

در تدبیر فکر دیران ساختن حسین شاه افتادند و حسین شاه بر مافی الضمیر ایشان اطلاع یافته. بعضے از
ایشان را مواخذه نمود. و احمد خان پسر غازی شاه و محمد خان پسر ابدال ماگرے را کندن چشمها
حکم فرمود و بعد از چندگاه بعضے از سخن چینان که شیوهٔ ایشان فتنه انگیزی بود فتح خواجه که پروردهٔ
نعمت و سرفراز دولت حسین شاه بودند و مخاطب بخطاب خان زمان گشته او را با نواع سخن
چینی ترسان و هراسان ساختند تا آنکه از ضرورت ترس جان خود بعضے از امرایان کشمیر مانند
فتح ملک پسر زینی چک و شمس دونی، و حیدر خان ولد ابراهیم خان وغیرهم با خود متفق ساخته.
روزے فرصت طلبیده قصد کشتن بعض از معاندان و مخالفان خود کرد. روزی که حسین شاه
بشکار رفته بود و مخالفان و خان زمان در دار الاماره بودند. و خان زمان فرصت یافته بر سر
ایشان ریختند و ایشان در حویلی بادشاه متحصن شدند و فتح چک و بهادر خان از بعضے گذرها
کشاده در حویلی حسین شاه در آمدن وایزد تبارک و تعالی ایشان را توفیق ظفر نه داده و هر دو
مبارزان در همان جا بقتل رسیدند و خان زمان و شمس دونی منهزم شده رو بگریز نهادند و جماعتی
که از دنبال ایشان تاخته بودند. خان زمان و حیدر خان را از اثناء راه گرفته آوردند و حسین شاه
بقطع اعضا او حکم نمود و مبارز خان را به منصب و مسند او نشاند. او بعد از چندگاه بسبب
تعصب مذهب در صدد غدر و قصد حسین شاه افتاد و چون حسین شاه بر کیفیت غدر و عزم او
اطلاع یافت او را گرفته دست و پائش را قطع کردن فرمود و همراه وے لوهر ملک را هم دست
و پا بریده و نصرت چک که پیش از وے در بند و حبس بود همان روز فرمود تا چشمهایش کندند
و آں جماعت که غازی خان را فریب داده در گرفتن و چشم کندن ملک دولت چک اهتمام
نموده بودند حضرت ایزد متعال جمله ایشان را با نواع بلا مبتلا گردانید و سر کلام من حفر بئراً لاخیه
فقد وقع فیه اعلم بظهور رسانید.

یوسف میر کا الم ناک قتل و بعد از چندگاه که لوی ملک را از مسند وزارت و مرتبهٔ حکومت عزل نموده. منصب حکومت را به علی کوکه تفویض
نمودند وے به سبب تعصب ملت و حمیت دین بطائفه محبان و زمرهٔ موالیان نیک نه بود و در
عهد حکومت او یکے از محبان که معروف و مشهور یوسف ایندر بود در اثنا راه به قاضی حبیب که
در تعصب اهل بیت مشهور بود دوچار شد و قاضی حبیب از سر تعصب دشنامی بر انفیا ان کشوه

تیغے بر جانب او انداخت و یوسف میر ایندر ہم از سر سادگی بقاضی دشنامی چند داد و قاضی از سر غضب تازیانہ بر سر او زد۔ یوسف میر چوں سپاہی پر غیرت بود۔ از سر غیرت خود شمشیر کشیدہ یک دو زخمی بر قاضی زد۔ چنانچہ قاضی مجروح و زخمی گشتہ از اسپ در افتاد۔ یوسف میر ایندر رو بگریز نہاد و این علی کوکہ بنا بر تعصب مردم بسیار در طلب او گماشت تا کہ او را از جائے گرفتہ آوردند۔ علی کوکہ و دتی کوکہ باہم اتفاق کردہ از حسین شاہ در حالِ مستی و چنین کیفیت و بیخودی رخصت گرفتند کہ ہر چہ قضات و مفتیان حکم کنند بامضا رسانید۔ علی کوکہ و دتی کوکہ اہتمام نمودہ قاضی موسیٰ و ملا فیروز گنائی و ملا یوسف الماس را حاضر ساختہ۔ از ایشان بکشتنِ او فتویٰ گرفتند و بقتل آن فقیر حکم کردند۔ مردم شہر آن فقیرِ بے گناہ را چناں بہ تعصب کشتند کہ پارچہائے گوشتِ او را مردم بہ خانہائے خود تحفہٴ زنان و ہدیہٴ عورتانِ خود بردہ اند و بسیار کسان خون آن فقیر را بجائے شربت نوشیدند۔ و قتل و کشتن آن فقیر موجب فتنہٴ کثیر شدہ۔ این علی کوکہ و دتی کوکہ باتفاق جمع قضات و فقہا فتنہٴ در خواب شدہ را بیدار ساختند۔ و جمعی کثیر را از مسلمانان در ورطہٴ سفک دماء انداختند و جانہائے بسیار مردم را از جانبین در معرض تلف در باختند و حسین شاہ از جملہ این کارہا بے خبر و بے وقوف بودہ و بعد از قتلِ آن فقیر جماعتی از ملایانِ اہلِ سنت و جماعت برخاستند و خدمتِ قاضی زین و ملا رضی ولد ملا سلیمان مفتی را پیش انداختند کہ ما با این جماعت ملایان مباحثہ و مناظرہ کنیم کہ ایشان بجہت شرعی یوسف میر ایندر را بکشتن دادہ اند و بہ ہیچ مذہب کشتنِ او جائز نہ بود۔ و این قضات و مفتیان بہ تعصب و عناد فتویٰ بکشتنِ او دادہ اند۔ او را بے موجب و بے جہت بقتل رسانیدند۔

شافعی و حنفی علماء کا احتجاج

این قاضی زین و ملا رضی بجملہ امراء و خواص و مقربان حسین شاہ را خانہ بخانہ رفتہ این مقولات را خاطر نشان ساختند تا جملہ مقربان و ندماء و خواص و امراء این معنی را بسمع حسین شاہ رسانیدند۔ در حین این گفتگو میرزا مقیم از جلال الدین محمد اکبر بادشاہ بطریق ایلچی گری درین ممالک رسید و در ہمین ایام فرزند ارجمند حسین شاہ کہ مسمیٰ باسم ابراہیم خان بود و در حسن و جمال بے مانند و بے مثال بود و در ہنرِ تیراندازی و سواری و سپاہگری شبیہ و نظیر نہ داشت بمرض آبلہ جوچگی مریض شد و ہرچند کہ حکما و اطبا بہ معالجات و مداوات او اہتمام نمودہ اند ہیچ علاجی او را مفید د

سودمند نیفتاد۔ تا بقضائی الٰہی از تنگنای دار الغفار رحلت نمود و فوت او ہم علاوہ ہمین گفتگوہا شدہ بہ حسین شاہ خاطر نشان کردند کہ سبب ریختنِ خونِ بے گناہ یوسف میر فرزند عزیز شما ضائع شدہ و حسین شاہ ہم از کشتنِ یوسف میر پشیمان گشتہ و ایں مباحثہ ملایان را با نصاف میرزا مقیم سپردہ کہ ایشان ایلچی و رسول حضرت جلال الدین اکبر بادشاہ عالم پناہ اند۔ ایشان منصف مباحثہ ایں ملایان باشند۔ تا مباحثہ ایشان بکجا خواہد انجامید۔

چوں ملایان اہل سنّت و جماعت بحضور میرزا مقیم مباحثہ کردہ اند از آں جماعت کہ بکشتن یوسف میر فتویٰ دادہ بودند بقتل و حکم نمودہ دو کس حاضر بود۔ یکے ملّا بچہ گنائی و دوم ملّا یوسف الماس[1] و باقی قضات متعصبات گریختہ پنہاں شدند۔ و چوں قاضی زین و ملا رضی بحضور میرزا مقیم و جماعتِ کثیر از علماء و فضلاء و اعیان مملکت و امراء و ارباب شہر و از فقہا ملا بچہ گنائی و ملّا یوسف الماس پرسیدند کہ شما حکم بکشتن یوسف میر و امر بقتل آں فقیر از کدام کتاب و بکدام مذہب کردید۔ بتقدیر آنکہ دو سہ زخم شمشیر بقاضی حبیب زدہ باشد۔ باوجود آنکہ قاضی حبیب بسبب آں زخم و جراحت نہ مردہ نہ خواہد مرد۔ شما حکم بقتل آں فقیر بمذہب حنفی کردید۔ اینک کتب حنفیہ حاضر اند۔ اگر بمذہب شافعی حکم کردید اینک کتب شافعی ہم حاضر اند۔ بیائید کہ بکدام مذہب حکم بکشتن او کردید۔ و بقول کدام مجتہد فتویٰ بقتل آں بیگناہ نوشتید باآنکہ در ملت مصطفوی و شریعت نبوی باتفاق ارباب اجتہاد و باجماع مجتہدانِ امصار و علماء بلاد و ولایت ہر جراحت معین و قصاص ہر زخم مقرر در کتب ہر مدرسے مسطور در تصانیف ہر مجتہدے محرر است و شما بکدام مذہب آں فقیر را بے تقریب بکشتن دادید۔ ایشان ہر دو در جواب عاجز شدہ رجوع بحکم حسین شاہ کردند کہ منہی علی کوکہ دوتی کوکہ با آمدہ اعلام کردند کہ حسین شاہ او را بہ جہت سیاست می کشند و شما ہم حکم بکشتن او بنویسید ما او را نکشتیم بلکہ بادشاہ او را بجہت سیاست کشتہ۔

حسین شاہ سوگندہا خوردہ کہ قصد کشتن او من نداشتم و قضیہ او را بقضات و علماء برائے آں حوالہ کردہ بودم کہ تا او را کسے نتواند کشت۔ چوں ایں نوع جواب حسین شاہ در آں محضر رسید آں ہر دو ملّا لاجواب گشتند و علماء اہل سنت و جماعت کہ در آں مجلس حاضر بودند اتفاق نمودہ

[1] یعنی خبر دینے والا۔

فتویٰ بمذہب امام شافعی نوشتند کہ بادشاہ ایں مملکت و قاضی عہد و مقتول ہمہ مذہب امام
شافعی داشتند و بنا بر قصاص مذکور نسبت ہمہ ملّایان اہل سنت و جماعت توقیعہا کشیدند و ایں
فتویٰ را ہمہ صحیح الجواب نوشتند کہ ایں ہر دو ملّا بسبب حکم باطل و امر بقتل ناحق و بسبب ایشان
کشتنِ مردِ بے گناہ مستوجبِ قصاص و مستحق قَوَدِ[۱] شدند و قاضی عبدالغفور حنفی المذہب و قاضی
زین الدین شافعی المذہب ہر دو باتفاق بوقعت ایں فتویٰ بقصاصِ ایشان حکم کردند و حسین شاہ
آں ہر دو ملّا را بحکم قضات و فقہا، بادلیائے خون یوسف میر سپردند۔ و الیان خون و طالبان قصاص
آں ہر دو ملّا را بقصاص رسانیدند و باقی ملّایانِ بعضے بطرف لاہور و ہند رفتند و بعضے ازاں باستشفاع
شفیعان و حمایتِ ملوک و امرا باز بہ مناصب خود نشستند۔

شہنشاہ اکبر کا ارتکاب جرم

و ایں علی کوکہ و دتی کوکہ ازیں قدر سنگ و بناء ہیرشہ
شدند و از ریختن ایں نوع خونہا تشنگی ایشان برطرف
نہ گشتہ و بعلّتِ چندیں خونہا صفرائی ایشان نہ شکستہ و منتظر فرصت و مترقب ہنگام استادند
تا از کدام جا نائرۂ فتنہ و آتش آشوب توانند افراخت تا بعد از چندگاہ حسین شاہ تحفہ و
تحیات و ہدایا و سوغات برائے پیش کش حضرت جلال الدین اکبر بادشاہ مرتب ساختہ۔
مرزا مقیم را رخصت و معاودت و مراجعت نمودند۔ و یعقوب میر را بطریق ایلچی گری
از جانب خود ہمراہ ایشان کردند و علی کوکہ و دتی کوکہ ایں فرصت را غنیمت پنداشتہ
از حسین شاہ رخصت گرفتند و خواجہ حاجی گمانی از جملہ اربابِ شہر و معتمد علیہ علی کوکہ
و دتی کوکہ بود ہمراہ ایشان ساختند بہ بہانہ آنکہ خرجیات و بعضے از مایحتاج و سوغات
از لاہور با ایشان بدہد و از عقب ایشان جماعتی از اراذل ایں دیار فرستاد برائے گواہیائے
دروغ و شہادت ہائے زور برائے عبداللہ و شیخ عبدالنبی و قضات و ملّایان دیگر کہ در تعصب
مذہب اہتمام داشتند کتابہا و تحفہا فرستادند تا در کشتن مرزا مقیم و یعقوب میر اہمال و تقصیر نہ
کنند و ملّا عبداللہ جماعتی از ملّایان ہمراہ گرفتہ جہت ہمیں مہم بآگرہ رفت و از جلال الدین اکبر
بادشاہ رخصت گرفت و گواہان دروغ را تعلیم گواہی دادہ ہم مرزا مقیم و ہم یعقوب میر را

---

۱ قاتل کو قتل کرنا۔ مقتول کے عوض میں قصاص۔

بقتل رسانیدند چنان ایقادِ نائرۂ فتنہ کردہ اند و آتش شور و فساد انگیختہ اند کہ میر سید حسینی کہ از سادات صحیح النسب حسینی بود در ہمان فتنہ و غوغا بشہادت رسانیدند۔

آخر جلال الدین اکبر بادشاہ چون بسرحد کمال تعقل و فطانت رسید و بر کیفیت فتنہ انگیزی ہائے ملا عبد اللہ و برحقیقت شور و فساد ملایان وقوف و اطلاع یافت۔ تمام ملایان را از لکہ[1] ہند اخراج کرد و بعضی را قتل و کشتن فرمود و ملا عبد اللہ را ہم بجانب گجرات فرستاد و جملہ اہل فتنہ و فساد را از قلم رَد خود بدر کشید و تمام ممالک ہند و گجرات از شر آن مفتیان و مفسدان پاک و بنغش ساختہ بانواع عدالت و آثار رفاہیت معمور و آبادان ساختہ کہ تمام فرقہ و اقوام و طوائف و اصناف انام از ارباب ملل و ادیان و عبدۂ اصنام و ارباب مذاہبِ اہل اسلام و اصحاب شرائع و احکام خواص و عوام بیکدیگر ملاقات و معاقدات می کنند و با یکدیگر تمدن و تعاون می نمایند و ہیچکس معترض کسے نمی تواند شد و کسے مجال نہ دارد کہ با کسے سخن مذہب و ملت یا اعتراضِ دین و شریعت کند۔

علی کوکہ کی متعصبانہ سازشیں

و ایں علی کوکہ و دتی کوکہ ازیں فتنہ و شر انگیزی تسکین و قرار نیافتہ بعد از چندگاہ کہ بر حسین شاہ مرضِ فلج آغاز کرد۔ او را بانواع مکر و حیلہ بران رسانید کہ علی شاہ کہ برادر عزیز او بود و یوسف شاہ فرزند ارجمند آں سعادت مند بود و سید مبارک خان کہ یکی از مبارز بکان پیوند او بود بگیریم و در بند زنجیر اندازیم و یک فرزندے از فرزندان حسین شاہ بمسند سلطنت بنشانیم و مملکت کشمیر را ما ہر دو باتفاق یکی ملک متصرف و حاکم شویم۔ بعضی از ندیمانِ حسین شاہ ایں معنی بسمع علی شاہ رسانیدند و علی شاہ از ترس و ہراسِ مکرِ ایشان گاہے بطرف مراج و گاہے بطرف کمراج بہانۂ سیر و شکار می رفت بعد از روزے چند بہ مصلحت و تدبیر میران سید مبارک خان بہانہ شکار از شہر برآمدہ در قصبۂ سوپور نشست و میران سید مبارک خان در شہر از روئے تدبیر و مصلحت ملکی بہ علی خان دایہ شاہ و لولی ملک و تد عہد و پیمان استوار کردہ محمد بٹ را جہت برآوردن آنہا گذاشتہ خود از حسین شاہ مرخص شدہ عنان عزیمت بطرف سوپور معروف نمود و علی کوکہ ازین معانی شعوری یافتہ دو سہ

---

[1] یعنی حصّہ

معتمد خود بطلب علی خان فرستاد تا او را بدرین خانه آورده بند کند. علی خان از خانهٔ خود برآمده بمردانگی
تمام متوجه سوپور شد. کسانیکه بطلب او آمده بودند و این خبر به علی کوکه رسانید و علی کوکه مردم بسیار
بدنبال ایشان فرستاد که تا و اشنار راه با ایشان رسیدند و برادر علی خان دولت چک چند کس
همراه خود گرفته بجنگ ایشان روی نهادند. بمردانگی خود مردم متعاقب را از خود دفع می‌کردند
تا که این دولت چک مردم بسیار از جانبین مجروح و زخمی شدند و علی خان با جمعیت خود به سوپور
رسید. و ابیه شاه هم در همان روز از سیر ذنکار گریخته پیش علی شاه رسید و بعد از روزے
چند ابدال خان که در کوهستان پرونچ بود و این خبر شنیده به تعجیل آمده به علی شاه ملحق شد و لولی
ملک هم از شهر گریخته با جمعیت و پسران از راه شهاب الدین پور پیش علی شاه رسید چون لشکر
بسیار پیش علی شاه جمع شد از قصبهٔ سوپور برخواسته متوجه بجانب شهر شد و دران روز در موضع فتح
یاری علی شاه نزول فرمود و کنگاش و تدبیر علی کوکه و دتی کوکه باتفاق نجی ملک بران قرار یافت که بر سر
علی شاه شبخون باید شتافت مگر در حالت غفلت نوم کارے بر ایشان توان ساخت. دتی کوکه مذکور
خبر این تدبیر فی الحال بموضع فتح یاری نزدیک علی شاه فرستاد و داؤد بٹ بلو که یکے از ملازمان
میران سید مبارک خان بود طلب نموده ازین حال اطلاع فرمود ؎

مبادا که رسم شبخون بود — خردمند داند که چون بود
یزکدار[1] بگذار امشب چنان — که یکدم نخسپید چو بیدارگان
اگر چشم برهم زنی بهر نوم — دران نوم برهم خورد کلهٔ قوم
همین پند در گوش داری و بس — رهی خویشتن گیر و از کس مترس

داؤد بٹ با مبارزان لشکر خود در موضع ہانجی دیره رفته منتظر آمدن لشکر مخالفان نشست.
چون دران شب لشکر مخالفان شبخون تاخت بر سر لشکر علی شاه آوردند و خبر آن حال نزدیک
علی شاه فرستاد و خود بمحاربه و مقاتلهٔ مخالفان در آمد و جانبین مردم مجروح و زخمی شدند و
مبارزان حسین شاه را مجال قدم پیش آمدن نماند. آخر تیر باران کرده. چند مبارز میران سید
مبارک خان بقتل رسانیده طبل بازگشت کوفته بعسکر خویش رفتند ؎

---

[1] فوج کا سردار۔

کنون نیست این جای جای درنگ   جهان گشت بر مرد بیدار تنگ
چنین است کردار گردنده دهر   گهی نوش پیش آورد گاه زهر

و علی شاه علی الصباح پیش رو لشکر خود سید مشار الیه سید مبارک خان ساخته بطرف شهر روان شد
و بموضع زین کوٹ نزول فرمود. یحیی ملک و علی کوکه و بعضی اشراف این دیار هر آئینه حساب مبارزت
را ملاحظه گفتند که هرگاه این تمام جماعت مغلان بیگ داود بٹ میران سید مبارک خان را بمبارزت
خود کار پیش برد ند. فردا کدام جرأت مبارزت با امرایان و سرداران علی شاه می کند. مصلحت
این معنی ادا کرده گفتند که قبای زیبای خلافت بر قد قدر هیچ مردے جز علی شاه چست و درست
نمی آید ما را از روی تأمل و تدبیر کار پرداخته چتر و تاج شاهی و قطاس شاهنشاهی بدست مطلع الانوار
و منبع الاسرار بابا خلیل الله نزد علی شاه فرستادند از خدشهٔ خاطر و هراس برهم زدگی لشکر فرزندان
و یحیی ملک و دولت خان و بعضی مبارزان این دیار بجانب خانه سید مبارک خان عنان عزیمت
معطوف گردانیدند.

علی شاه

بتاریخ سنه نهصد و هفتاد و هشتم هجری حسین شاه از سلطنت معزول شد
و علی شاه ظفر قرین بتاریخ مذکور بسریر سلطنت نشست و در زمان غازی شاه
علی شاه سید مبارک خان را برخود متفق ساخته برائے تقویت و تمشیت سلطنت خود عهد و پیمانے
مستحکم ساخته بود و در حین جلوس بر سریر سلطنت جهت وفائے عهود خود تمام مدار حکومت بر ذات
سید مشار الیه قائم داشته دختر خود بعقد نکاح فرزند او شاه ابو المعالی داد و در خلال این حال علی
شاه بر مواثیق عهد استوار خویش ثابت قدمی ورزیده. یحیی ملک وغیره که با شوکت و شکوه بخانهٔ
میران سید مبارک خان پناه آورده بودند و در واقع علی شاه بغض و عداوت ایشان باقصی الغایة
داشت و جهت صحت این دعوی علی شاه و ثبوت این مدعی قلم خجسته رقم بتحریر حکایت چند
موید آن اقدام نماید. این حکایت بران جمله است که در اول جلوس سلطنت علی شاه تمام
خویش و اقارب حسین شاه و مشیران و مدبران به یک اتفاق شده در چشم کندن و اسیر نمودن
حسین شاه مصلحت فرمودند. چون سید مشار الیه سید مبارک خان ازین مشورت اطلاع یافت
بر بیراد رحم کرده علی شاه را گفت که ازین مصلحت درگذرید که تصرف ولایت کشمیر دلبند مکانی
سلطنت او رد و بویرانی کشیدها لا تجدید تعمیرش بسعی و اجتهاد مبارزان ایشان زیب و زینت

نه پذیرد سه

هر که آمد عمارت نو ساخت | رفت منزل بدیگرے پرداخت
واں دگر پخت همچناں ہوسے | این عمارت بسر بزد کسے
یارنا پائدار دوست مدار | دوستی را نشاید این غدار

علی شاه این سخن سنجیده و مصلحت پسندیده به طبیعت مبارزت او خوش آمد واز مصلحت چشم کندن و اسیر کردن او برگشت - فی الحال بصورت دلجوئی که مین حیات حسین شاه بود در آمد و خزانه و حشم را که از آں جمله نزدیک او مانده بود همراه او داده بمنزل مقصود او که موضع زینه پور بود بدان طرف رخصت فرمود سه

سخن بمدح تو آراستن غرض آنست -
که نزد اهل خرد رونقی بود مارا
دگر نه منفعتِ آفتاب معلوم است
چه حاجت است بمشاطه روئے زیبا را

بعد از یک سال و چند روز در موضع مذکور حسین شاه عالی جاه داعی حق را لبیکِ اجابت فرمود سه

گیتی که نشیمن زوال است | که نزد اهل در محال است
ماتم کده ایست تیره و تنگ | در روئے نه وفا بود و نه رنگ

اندرونی سازشیں و این فلک ستیزه کار ارباب وفا را آسوده حال نمی گذارد - درین خراب آباد بے بنیاد تعریف وسعت همت علی شاه و حسن تدبیر مبارزت سید مشار الیه سید مبارک خان تا قیام قیامت درین دیار باقی ماند و این حکایت نیز برین جمله است که بعد ازین فتنه دو سال دیگر علی خان ولد نوروز چک با امرایان طایفه جهت مخالفت علی شاه عهد و پیمان استوار می کرد که درین مملکت حاکم و والی شویم ارباب احتیاج مملکت شعور بر قصد ایشان یافته درین کار علی شاه را مطلع گردانیدند که درین کار هزار هزار چشم مردم مخالفت با تعاقب علی خان شب و روز درین قصد بیدارند - چوں شکوهٔ مخالفت او بگوش علی شاه رسانیدند

ومبالغہ کردہ این معنی اورا کردند۔ اشارت بکشتن او زمودند۔ چون سید مشارٌالیہ ازین حال
اطلاع یافت خیال کشتنِ او بہ مبالغہ والحاح [1] از ضمیر علی شاہ دیندار بازگردانیدہ اورا از سلطنت و
حکومت وزارت کہ بہ از امارت بود معزول گردانیدہ بوطن مالوف او بکمراج فرستادند و علی خان دران
جا خود را بصبر نتوانست نگہداشت و احسان علی شاہ و شفاعت سید مشارٌالیہ در سر خود انداختہ از
موضع مذکور فراہم نمودہ جہت طلب کومک و مدد در لاہور پیش حسن قلی خان رفت و در سلطنت علی شاہ
مردم فتنہ جو روزے خدمت بطرف او نہادہ و تہمت این قضیہ در صحبت علی شاہ مردم مخالف سید مشارٌ
الیہ سید مبارک خان مذکور کردند۔ درین حال از بلدۂ لاہور خبر بہ کشمیر رسید کہ علی خان از ملازمت
حسن قلی خان واسطہ تکدّر صحبت او خوب نہ برآمد از آنجا فرار نمودہ بکوہستان محمد کوٹ درآمد و
فی الحال لشکر علی شاہ بموضع مذکور رفتہ اورا محاصرہ کردہ گرفتند و نزدیک علی شاہ آوردند؎

از کبر مدار ہیچ در سر ہوسے | از بجائے نہ رسیدہ ست کسے
چون زلفِ بتان شکستگی عادت کن | تا صید کنی ہزار دل بہر نفسے

اورا چندگاہ در خانۂ زمین وار جہت در حبس نگاہداشتند۔ بعد از یکسال و چند ماہ ہمازی او سید
مشارٌالیہ نزدیک علی شاہ کردہ و از کینہ وری او گذشتہ از قید زنجیر خلاص گردانیدند و برسم انعام
صد دینار زر سرخ برہانیدند؎

ہر طرح کہ انگشی چون مردان | جہدے بکن و تمام گردان
یعنی مسلّم کہ برفرازی | باید کہ دیگر نگون نسازی

و در سلطنت علی شاہ سید مشارٌالیہ بر سریر عمارت و مسند حکومت حاجت محتاجان بدین نوع زیب و
زینت داد۔ این حکایت برین جملہ است کہ ابہ شاہ ولد غازی شاہ کہ اکثر از خیال ایالت و حکومت
این ولایت در سر داشت۔ زبان عیب و غیبت درشان یوسف شاہ کشود۔ چون ازین حال
یوسف شاہ اطلاع یافت در دشاق او رفتہ باحسنِ جیوب [2] اورا گرفتہ بضرب سیوف بقتل رسانیدہ
بطرف سوپور رُوکرد۔ اکثر امرازادہاے این دیار عقب ایشان مراجعت نمودند و خرابی در
سلطنت علی شاہ پدید آمد و ابدال خان درین باب بسیار مبالغہ کرد کہ بآن کس من عہد باخدائی

---

[1] منت کرنا [2] جیب

بسته بودم که من هم او نزد علی شاه بسازم و نقد جانِ او در خزانهٔ حیاتِ او محافظت نمایم- او درین باب تصدیق نموده تا این زمان بهمه اتفاق راضی بود- حالا هم او بقتل و کشتن بکفایت رسید ؎

وفا دارِ آئینِ شاهنشهی است

غمِ عهد خوردن زکار آگهی است

چون ابدال خان مبالغه درین قضیه بسیار نمود علی شاه لشکر با شوکت و شکوه همراه ابدال خان جهت قمع و قلع تعین فرموده- گفت که نقصان عهد و خلاف عهد مکن که شامت آن زود بر تو میرسد ؎

نیست برین مردم صاحب نظر   خدمت از عهد پسندیده تر

سید مشارٌ الیه سید مبارک خان ازان سخن رو برتافته با ابدال خان گفت که بعهد خود وفا گری و از دم عیسوی خود او را زنده نخواهید کرد و هر چه بروئے نیکوئی خواهی بر فرزندان او بکن و در میان این قضیه سید مشارٌ الیه بطرف یوسف شاه امر نصیحتی نوشت او امر نصائح ایشان دریافته دست از محاربه قاصدان خود باز داشته- طبلِ بازگشت خود بطرف شهر کوفت- و این نوع غبار فتنه بغیر از تیغ آبدار مبارزان این دیار فرو نمی نشست- آخر بیک رشحهٔ قلم آبدار خجسته بکار غبار فتنه و فساد فرو نشانید- و علی شاه را منت دار و ممنون گردانید- خدشهٔ این معامله از یوسف خان بخاطر ابدال خان ماند و آن را شرحاً پیشتر مذکور حواشی کرده ؎

صحبت آنکس که بصدق و صفاست   دامن او گیر که اهل وفاست

و این حکایت نیز برین جمله است در صفت کرم علی شاه و شفاعت سید مشارٌ الیه سید مبارک خان چنین آورده اند- روایانِ اخبار و ناقلانِ آثار شمس ددنی و محمد مراج که امرایانِ طائفین این دیار بودند باتفاق میران و سرداران کشمیر داعیه فتنه انگیزی در سلطنت علی شاه می کردند- این اخبارِ ارباب احتیاط ممالک متواتر باستادگان پایهٔ سریر سلطنت او رسانیدند- در استماع آن حال علی شاه بلا توقف مبارزان ستوده در گرفتن ایشان فرستادند- چون ازین حال جماعت فتنه انگیزان اطلاع یافتند- علی الفور سوار شده پناه بخانهٔ سید مشارٌ الیه سید مبارک خان آوردند- چون این حال بوقت عرض علی شاه دین پناه رسید و عفو کردن آن گناه از برائے خاطر سید مشارٌ الیه تقویت و حمایت میران سید مشارٌ الیه بدین منوالِ یوسف شاه منظور نداشت- چنانچه دست

فتنه دریں دیار در از شد که تدارک آں تا امروز اصلاح پذیر نیست و شرح آں واقعه انشاءالله تعالیٰ بیشتر مذکور خواهد شد و سید مشارٌالیه مرید میرلائی رضوی بود و ایشان را مقامات عالیه و کرامات ظاهره بسیار داشت و تاریخ وفات او روز جمعه اوّل وقتِ نماز. بسببِ صحبت و تعلیم آداب او سید مشارٌالیه را همیشه پائے رفتن در مساجد و مزارات اولیاء الله و درویشان خاصاً لله داشت و باقی صحبت ایشان بیشتر سمت تحریر خواهد پیوست ؎

در مسند نازکی نشیند بمراد　　آنکس که درِ نیاز بر دل بکشاد

علی شاہ کی انصاف پروری

رسوم چشم کندن و مردم کشی و اعضا بریدن که در سلاطین ماضی و حکام سابقه معیار شده بود. ایں علی شاه در سلطنت خود برطرف نموده و قواعد عدالت گستری و مراسم رعیت پروری کما ینبغی مرعی می داشت و دریچ دقیقه از دقائق معدلت و نصفت و حقائق احسان و شفقت بر رعایا و برایا نمی گذاشت و تمام طوائف و قبائل امرار و حکام افتاده را برپا ساخت و مدّت حکومت او در تمام نه سال بود و همیشه در امر حکومت خود پرستشِ حق سبحانه و تعالیٰ و به ادائے فرائض و واجبات و ترک قبائح و محرمات و انقیاد امر و نهی و اتباع سنّت حضرت رسالت پناهی صلی الله علیه و آل وسلم می کرد ؎

چوں بندگان حق همه فرمان تو برند　　تو نیز بندگی کن و فرمان حق ببر

هر بادشاه که خدمت سلطان کمر ببست　　بندند خلق هم ز پئ خدمتش کمر

انتقال

دیگر در سلطنت حکومت یوسف شاه بر قلوب ظاهرهٔ احباب و صدور صافیه استحقاق روشن تواند بود. که علی شاه در ایام حکومت و سلطنت خود چناں مقرر نموده بود که هر روز صباح و مساء در میدان عیدگاه بسیر و چوگان بازی حاضر می شد. بابا خلیل الله از اسرار عالم غیب واقف شده نزد علی شاه بمبالغه و الحاح گفته فرستاد که ازیں بیشتر در چوگان بازی با خطر و ضرر دارد. چوں روز دوم فراموش آں حال کرده بچوگان بازی در آمد. ناگاه بتقدیر الٰهی سنه نهصد و هشتاد و ششم هجری با همه امرا و سپاه حاضر شد. و در استاد چوگان بازی قاصد اذا جاء اجلهم لا یستاخرون ساعةً ولا یستقدمون از درگاه حضرت به وے رسید. بیش

از بردنِ گوے از میدانِ عیدگاہ صولجانِ قضا گوئے جانش از میدانِ زندگانی بہوائے سبحانی برد۔ شاہ
عدالت شعار خواست کہ بضربِ چوگان گوئے از میدان ببرد از زخم گردن پشت تنگش بر پشک زین
خورد و در دم آتش پارہ شد و جگرش برہم خورد و عنانِ اسپ بگردانید۔ بمنزل مراجعت نمود۔ اول
چاشت بود کہ بخانۂ خود رسید۔ بمجرد رسیدن جان بجانِ آفرین تسلیم کرد ؎

اگر صد سال مانی یا یکی روز
بباید رفت ازیں کاخ دل افروز

ابدال خان کی بغاوت

چون ابدال خان از وفات علی شاہ مغفرت پناہ اطلاع یافت
بخیال سلطنت و حکومت ایں دیار با جمیع مبارزانِ خود فوج
را ترتیب داد بصلابتِ تمام بخیال جنگ و محاربۂ یوسف خان بموضع نوٹ (نوہٹہ) افتاد۔ چون
ازیں قضیہ یوسف خان مطلع شد۔ جہت دفع آں حضرت از مبارزان و شیرانِ بدرِ خود مصلحت
طلب نمود۔ علاج آں فتنہ کسے نمی توانست کرد۔ بازیِ آں ہر دو حریف در بساطِ جنگ چون بازیِ
شطرنج قائم ماند۔ چون شرحِ ایں حال سید مشار الیہ سید مبارک خان شنید و جمعی مبارزان با فرزندانِ
خود ترتیب دادہ بطرف قصر علی شاہ شتافت۔ در خلل ایں حال با یوسف خان مقدماتِ صلاح انگیز
و براہین محبت آمیز در بابِ ابدال خان مرتب نمودہ با شرائط چند مرتب ساختہ بدستِ مشائخ کشمیر
بابا خلیل اللہ نزد او گفتہ فرستاد۔ چون قضیہ ہائلہ قتل ابیہ خان با وجود وساطت خود از دستِ یوسف خان
معائنہ و مشاہدہ نمودہ بود بر قول و فعل ایشان اعتماد نہ نمودہ۔ مواعظ و نصائح آنہا چون باد در مشت و
آب در غربال انگاشتہ مطلقاً التفاتی بطرف ایشان نہ نمودہ۔ نہال در زمین سینہ بآبِ مخالفت پرورش
داد۔ آخر آں شجرۂ بغض و عداوت بار آورد و سخن از حد اعتدال بخصومت و جدال کشید۔ از نصائح
بابا خلیل اللہ دفع رفع آں فتنہ و فساد نشد و باز بمصلحت یوسف خان بابا خلیل و محمد بٹ ہمراہ گرفتہ۔
سید مشار الیہ بجانب ایشان نہضت نمودہ۔ نصیحتی کہ لائقِ آں حال بود تمام گفت۔ کہ قبائے دیبائے
زیبائی بر قدِ قدر ہیچ مردی جز یوسف شاہ چست و درست نمی آید۔ زیرا کہ خلاصۂ اولاد علی شاہ اوست و
نظرِ رحمت و عاطفت علی شاہ کہ در بارۂ او داشت ملاحظہ نمودہ۔ وزارت او بہ از امارت ایشان
دانستہ در کار شتاب زدگی مکن و نصائح دوستان عینِ صلاح و سواد حال خود دانستہ در

در دائرۂ محبّت و اتحاد نقطہ وار با استوار نمودہ - ہیچ وجہ تجاوز تخالف بر خود جائز
ندارند و طوغرہ در رغبت بگوش ہوش اصغا[۱] نمائیند والا ہر آئینہ غبار مضرت و جفا
بر دامن ہمت و وفا لاحق و طاری خواہد گشت ؎

کاری مکن کہ وحشت زشکم فزدل شود — صیدی چو من زدام وفائت بردن شود
کاری مکن کہ دل بگریزد زبند تو — رفتی بعنکر آنکہ دگر صید چون شود

و ابدال خان در مصلحت میران سید مشارٌالیہ در نیامد و قضا کار خود کرد کہ آں ہمائی اوج سعادت کہ
در دام او افتادہ بود بکار او از روی تامّل رائے پرداخت و باز آں دولت مند بطرف یوسف شاہ ولنہ
ساخت و بعضی اشراف ایں دیار سستی رائے تدبیر نا صائب او دیدہ زبان عیب و غیب در شان او
کشودہ سید مشارٌالیہ را محاربۂ او آوردند و تعجیل دران کار نمودند - چوں شیوۂ خردمندان دوربین و
شیمہ روشن دلان بنور یقین چنیں است کہ اوّل مقدمہ صلح را بموجب "الصّلح خیر" تمہید می نمایند
و تا امکان مصالح باشد در جنگ و جدل و مُبادرت و پیشدستی نمی نمایند - مثنوی ؎

چو کاری بر آید بلطف و خوشی — چہ حاجت بہ تندی و گردن کشی
طریق خصومت بسے ناخوش است — چہ ناخوش سراسر ہمہ آتش است
بسی رفت سر در سر دشمنی — نباید کشادن در دشمنی

اگر پیل زوری دگر شیر جنگ
بہ نزدیک من صلح بہتر ز جنگ

چوں سید مشارٌالیہ پیغام خیر انجام صلاح باز بہ ابدال خان رسانید بگوش رضا نہ شنید بلکہ
موجب ازدیاد مواد عنادش گردید ؎

جوانان شائستہ بخت در — زگفتار پیران نہ پیچند سر

---

۱ توجہ سے سننا۔

آٹھواں باب

سلطان یوسف شاہ

از معائنۂ این حال آتش غضب سید مشارٌ الیه اشتعال پذیر رفت فی الحال قبای دیبای خلافت بر قد قدر یوسف شاه چست و درست گردانیده۔ تاج شاهنشهی بر فرق همایون آثار یوسف شاه نهاده برسم شاهان ذوی الاقتدار نطاس بر سر مبارک ایشان رانده سایۂ چتر سلطنتِ بادشاهی بر سر آں سرور کشیده۔ داعیۂ محاربۂ او مصمم کرده جمعی از مبارزانِ این دیار همراهِ محمد خان ولد حسی چک هراول لشکرِ یوسف شاه گردانیده۔ خود بسعادت و اقبال با فرزندان و مبارزانِ خود علم مبارزت بر قلب لشکرگاه برافراخته طبل محاربه و مجادله کوفته بطرف ابدال خان مراجعت فرمود ؎

بقصد کشش کرم سعی سستی کند
مبادا که او پیشش دستی کند

و لشکری همراه یوسف شاه ترتیب داده جهت تقویت و تائید افواجِ نصرت شعارِ خویش در اثر لشکر تو دستیبن ساخته بدان جانب نهضت نمود۔ اتفاقاً پیش از وصولِ لشکرِ سید مشارٌ الیه را محاربه و مقاتله با محمد خان انجامید بشرح آنکه شمس چک ولد دولت چک و میر محمد ولد عیدی رینه و میر حسن

ولد بخی ملک وغیرہ بہ حملۂ مبارزانہ بر فوج او آوردہ او را زبون ساختہ و از محاربۂ او پہلوتہی
کردہ بمقابلۂ فوج سید مشارٌ الیہ سید مبارک خان جنگ پیوستند۔ اول کسے کہ بر سر
آں جماعت مبارزان مرکب شجاعت تاخت میراں سید جلال خان ولد سید شاہ ابوالمعالی
ولدان سید مشارٌ الیہ سید مبارک خان بودند و حربی مردانہ و جنگی مبارزانہ در پیوستہ اند و
نصرت چک ولد شمس چک بدست جلال خان بمیدان مبارزت بقتل رسید ؎

دریں باغ سروے نیامد بلند
کہ باد اجل بیخش از بن بکند

دوران محل شاہ ابوالمعالی بقوت مبارزت تعجیل نمودہ ہمراہ شمس چک آتش محاربت
او را تیغ آبدار نتوانست فرونشاند۔ از ضرب دست او مجروح گشتہ بعسکر خویش پیوست
و ملا محمد امین مبارزت شاہ ابوالمعالی بدین دو جزو فرمود" اولاً شاہ بر سر صف زد" چوں ابدال
خان برہم زدگی مبارزان خود دید۔ حملات مردانگی کردہ محاربہ و مقاتلہ با سید مشارٌ الیہ
سید مبارک خان انجامید۔ آخر بزخم تیر شاہ ابوالمعالی مجروح شدہ بمقابلۂ سید حسین خان آمد
و سید حسین خان تعجیل نمودہ تیغ برکشید یکدیگر کشید۔ بمحاربہ و مقاتلہ باہم آمیختند۔ آخر بضرب
شمشیر سید حسین خان بقتل رسید ؎

نہالی بعمد سال گردد درخت
زبیخش برآرد یکی باد سخت

حبیب خان بعد از قتل پدر از میدان مبارزت بدر رفت و متعاقب او سید جلال خان
مرکب شجاعت تیز راند کہ تا بروی حربی و ضربی نماند و حبیب خان در عین فرار تیر بر پہلوی
جلال خان زد کہ جوشن او بریدہ سر پیکان بر سر جگر او نشست و بر مرکب مبارزت قالب نفس
ارواح را لبیک اجابت زمود و ایں طائفۂ سادات بیہقی دران محاربہ چناں مبارزت نمودند کہ تمام
مبارزان ایں دیار نزدیک خویش دستار ہفتاد پشت ایشان تحسین و آفرین می نمودند ؎

مرگ در چشم ہر کہ خوار بود	در شجاعت بزرگوار بود
ہر کہ جان را عزیز می دارد	با جہانداریش چہ کار بود

ہنوز یوسف شاہ در حرب گاہ نہ رسیدہ بود کہ سید مشارٌ الیہ سید مبارک خان بر گروہ باشکوہ

اعدا مظفر و منصور گشته بمسرت تمام خوشحال لاکلام طبل مراجعت کوفته در خلال راه با یوسف شاه ملحق شده. زبان تهنیت و مبارکبادی بر دوستان یک جهت و اتحادی کشوده انواع لشکرباری و اصناف سپاس داری مذکور ساختند

هر که را بخت مساعد بود و دولت یار
ابدالدهر مظفر بود اندر همه کار

قاضی موسیٰ کی سازش

لاجرم عنان عزیمت بوثاق خویش گردانید و یوسف شاه در میدان حرب گاه رسیده لاشهٔ خون آلوده ابدال خان دیده هیچ احدی را بتجهیز و تکفین او مرخص نساخت به منزل خود مراجعت نمود۔ قاضی موسیٰ که دران زمان زمام مسائل شرعیه برائے صائب او مفوض بود خالصاً لوجه الله مقید باجازت و رخصت یوسف شاه نگشته و جرأت و دلیری تمام نموده دران رزمگاه رفته۔ لاشهٔ او از خاک و خون برداشته در گورستان آبا و اجداد او سپرد۔ چون آن روز از صبح تا شام در تکاپوی محاربه و مجادله فرصت وقت مقتضی آن نشد که به سپردن کشتگان پرداخته شود۔ لاجرم فردائے او صباح بگاه سید مشارٌ الیه فرزندی که آن روز که دران معرکه مقتول شده بود بر مزارستان آبا و اجداد خویش تدفین و تکفین کرده باز بصحبت یوسف شاه پیوست و یوسف شاه پدر بزرگوار خوش علی شاه را بر داشته بمکان آبا و اجداد رسانیده۔ بتاریخ هشصد و هشتاد و ششم هجری بر سریر سلطنت و مسند حکومت نشست

چنین است آغاز فرجام جنگ
یکی تاج باید یکے گور تنگ

و مسند وکالت به محمد بٹ سپرد و بعد از چند روز این واقعه سید مشارٌ الیه سید مبارک خان و هم از فرد تنی و مسکین زده فرزندان خود را دست گرفته بحضور کلان تران این دیار به یوسف شاه سپرد که این هر سه فرزند شرائط اخلاص و اعتقاد در ملازمت شما بجا خواهند آورد۔ ما بقیهٔ العمر فارغ البال بوده در گوشهٔ عزلت بطاعت و عبادت حق تعالیٰ اشتغال خواهم کرد و این حال بر همگنان بلکه بر عالم و عالمیان روشن و مبرهن است که مدت مدید و عهد بعید است که این هوس در سر عزیمت و این اندیشه در خاطر بهت من رسوخ داشت اما تا چون خاطر فیض مآثر مغفرت پناه علی شاه بدوقت مارا عزیز گرامی بود۔ این التماس من بر منصهٔ ظهور از خاطر ایشان عز صدور نمی یافت۔ باستماع

این سخن یوسف شاه سر رضا جنبانید و میران سید مبارک خان اظهارِ بهجت و سرور نموده متوجهِ منزل شد و بالکلیه ملاقات یوسف شاه ترک نکرده گاه گاه در صحبت و مصاحبتِ او آمد و شدمی کرد۔

تا مدتِ دو ماه و چند روز این حکومت محمد بٹ که در زمان جلوس یوسف شاه قرار یافته بود۔ چون ابدال بٹ نیز ذوقِ منصبِ وزارت در خاطرِ خود راسخ داشته و او را این پایهٔ و مرتبه میسر نشده لاجرم تخم کینهٔ یوسف شاه در زمینِ سینه کاشته۔ مقدماتِ شور و شر انگیز با مردم آن دیار ممهّد[1] ساخته بعضی مردم را بعزیب و ریبِ تفقّ خود ساخت علی الخصوص چون التفات و رجوعِ سید مشارٌ الیه سید مبارک خان بمصاحبتِ یوسف شاه کمتر دید۔ این معامله را رخنهٔ عظیم در سدّ سلطنت او یافته۔ اکثر مردم مانند علی خان ولد نورو زچک و لوہر خان ولد شنکر چک و علی ملک ولد فتح چک و شمسی چک ولد یحیٰ چک را با وجود قرابت و خویشی نزدیک با یوسف شاه داشت۔ سخنانِ باطل و تباه ترسانیده و ہراسانیده بدائرهٔ اتفاقِ خود در آورده۔ بوقتِ فرصت در نیم شب بر مرکبانِ فتنه و فساد سوار شده دیلهای ہر شہر بریده بتاریخ شانزدهم ربیع الثانی سنہ نہصد و ہشتاد و ششم ہجری پناه بخانه میران سید مبارک خان آوردند و سرِ عجز بقدمِ العالی ہم نہاده و زبانِ نیاز و زاری کشوده۔ مذکور کردند که اہلِ کرم اربابِ احتیاج را محروم نگردانند و دستِ رد بر جبینِ ایشان نزنند و ما امروز از حوادثِ زمانه پناه بدرگاه صاحب کرم و مروت آورده ایم ؎

که به شمشیر سیاست می نوازی حاکمی
در به تشریف غلامی می پذیری بندهٔ ایم

یوسف شاہ اور سید مبارک کی جنگ

از مشاہدهٔ این حال سید مشارٌ الیه سید مبارک خان مضطرب گشته در بحرِ حیرت فرو رفته بدستورِ سابق چنانچه شرح آن در اوراقِ گذشته در داستانِ ذکر علی شاه مذکور شد۔ قصدِ کشتن و بستن و خون ریختنِ آن جماعه نکرده فی الحال جہتِ شفاعت آنجماعت سوار شده متوجهٔ ملازمتِ

---

[1] تمہید کرنے والا۔

یوسف شاه شد. در اثنای راه شنید که این جماعت از ترس و هراس مبارزان یوسف شاه پلهای نهر شهر بریده. ابواب فتنه و آشوب بر روی یوسف شاه کشودند. در راه عبور بسبب بریدن پلهای نهر شهر مسدود شد. لاجرم عنان عزیمت معطوف گردانیده در مسجد عیدگاه نشسته جهت شفاعت این جماعت بابا خلیل الله بحضور خود طلبید و پیش یوسف شاه گفته فرستاد که از اخلاق حمیدهٔ ایشان متوقع آنست که بوفق دستور آبا و اجداد خود کن بدرخواست و شفاعت این جانب از جرائم مهتران و کهتران این دیار درگذشته عفو و عنایت بحال ایشان مبذول می فرمودند. از سر تقصیرات این جماعه اغماض نموده و در سایهٔ حمایت خود درآورده. امن و امان شامل حال ایشان گردانند. هرچند سر حلقهٔ واصلان درگاه بابا خلیل الله بمبالغه و الحاح سخنان مطبوع و مرغوب بجهت تسکین این آشوب گفته. مدبران و مشیران التفات بسخنان ایشان نه نموده. بران اتفاق نمودند که این جماعهٔ ناهموار برگشته روزگار را مجرمانه دارگرفته و دست و پا بسته پیش یوسف شاه حاضر باید ساخت و هر که حمایت و جانب داری ایشان خواهد نمود هر آئینه در معرض تلف و هلاکت خواهد بود. این قسم سخنان به بابا خلیل الله گفته از موجب التماس میران سید مبارک خان او را مایوس کرده واپس گردانیده. متعاقب او شجاعت نشان محمد خان ولد حبی چک که از جملهٔ شجاعان عساکر نصرت مآثر ایشان بوده بمقابله و محاربهٔ سید مشارٌ الیه سید مبارک خان فرستاد. آن عساکر پل نهر شهر که پائین لنگر بابا بلبل واقع است تجدید کرده با حشم و خدم عبور نموده درمیدان عیدگاه با سید مشارٌ الیه سید مبارک خان جنگ درپیوستند. چون سید مشارٌ الیه دید که طریقهٔ صلاح و صواب برهم زده را مخالفت و بیوفائی سلوک داشته اند فی الحال سلاح جنگ برخود آراسته کرده بر مرکب مبارزت سوار شده با جماعهٔ اندک بآن لشکر بسیار ایستاد و خود را در مقام صبر نگاه داشته. باز شفاعت آجماعت بدستور سابق درخواست نمود. مبارزان یوسف شاه التفات بسخنان او نه نموده او را باآن جماعهٔ اندک مفت خود دانسته بنیاد تیر و تفنگ و آتش بازی بقوت تمشیت و تقویت یوسف شاه نمودند. سید مشارٌ الیه بغرور شجاعت و مردانگی که در ذات ایشان جبلی و اصلی بود بی محابا با جماعهٔ کثیر جنگی عظیم درپیوست. چنانچه تاریخ نویسان در عبارت

نثر و نظم مذکور داشته اند

نگارندهٔ شرح این داستان   چنین نقل کرد است از داستان
که میران مبارک شهی نامدار   بسے صبری کرد در کار زار
مگر در میان صلح آید پدید   کہ شمشیر شان بر نشاید کشید
مرادی کہ در صلح گردد تمام   چه باید سوی جنگ کردن بکام
بسے کرد اندیشه درکار جنگ   مبادا کہ برہم خورد نام و ننگ
سوی آشتی کس نشد رہنمون   نمودند رایش بشمشیر و خون
چون یوسف شه از صلح او باز گشت   بناچار با رزم دمساز گشت
ز ہر دو طرف لشکر آراستند   یلان سو بسو مردمی خواستند
عنان یک رکابی برانگیختند   دو دستی به تیغ اندر آویختند
چنان گرم شد آتش کارزار   کہ از نعل اسپان بر آمد شرار
بسے گرد برگرد ہم تاختند   بسے زخم چون آتش انداختند
پسر با پدر کین بر آراسته   محابا شده مہر برخاسته
نمودند بسیار مردانگی   ہم از زیرکی ہم ز دیوانگی
بکوشش چنان بے دریغ آمدند   کہ بس خلق در زیر تیغ آمدند
ستیزه دو لشکر چو از حد گذشت   زمانه یکے را ورق در نوشت

جہاں بین کہ با مہربانان خویش
زنا مہربانی چه آورد پیش

چون بواسطۂ عنایت تقارب عساکر طرفین مجال اعمال تیر و نیزه نبود لاجرم با خذ چوب و خناجر[1] و ضرب سیوف و خناجر باہم در آویختند و محمد خان کہ دران زمان مبارز یگانۂ این دیار بود اگرچه از مرکب شجاعت بر زمین مبارزت افتاد اما باز پائے خود استوار ساخته با مخالفان خود محاربۂ مردانه نمود و بقتل رسید

---

[1] جمع خنجر

مرد باید کہ ز شمشیر نہ گرداند رو
ورنہ از خانہ ہماں بہ کہ بہ میداں نرود

و علی ملک کہ با تفاق ابدال بٹ باعثِ فتنہ و تباہیِ سلطنتِ یوسف شاہ بود۔ بضربِ تیغ
میر محمد ولد نجی ملک مذکور پرّۂ بینی[1] او برید و از اسپ بر زمین افتاد ؎

ہر کہ را راہبرش کلاغ بود
آخرش منزلش خراب بود

باشارۂ لوہر چک ولد شنکر چک بالائے آں زخم دیگرش رسانیدند۔ آخر ہمیں الم بعد از
چند روز فوت شد۔ و ابراہیم گنائی کہ نامدار مبارز مغزری درمیانِ مبارزانِ کشمیر بود او بضرب
تیغ سید حسین خان مقتول گردید و اکثر مبارزانِ آں عساکر از دست مبارزت فرزندانِ سید
مشار الیہ زخمہائے گران و جراحت ہائے فراوان برداشتہ از پل نوکدل گذشتہ در میدانِ
زالہ گر با یوسف شاہ ملحق شدند و بعضی مبارزان با لشکر میران سید مبارک خان و مخالفان
یوسف شاہ پیوستند باین سبب فتور و قصور عظیم در سلطنت یوسف شاہ راہ یافت ؎

چو لشکر پراگندہ شد در نبرد
دگر شکلش می توان جمع کرد
شگوفہ کہ ریزد ز بادِ بہار
نہ گردد دگر جمع بر شاخسار

و یوسف شاہ از وقوع ایں معاملہ زبانِ طعن و ملامت بر مدبران و مشیرانِ خود کشودہ می گفت
کہ ایں ہمہ از کوتہ اندیشی و قصور عقل و نارسائی شما بما رو نمود۔ اگر بار اول شفاعتِ میران سید
مبارک خان و درخواست ایشان بہ روشِ قدیم قبول نمودید۔ ہر آئینہ ایں قسم ہزیمت و محنت
بحالِ ما لاحق و طاری نمی شد ؎

سرِ انگشتِ حسرت بدنداں گرفت
بدندانِ غیرت گریباں گرفت

دراں حال مخالفانِ یوسف شاہ چوں شکستگی و سراسیمگی او را معائنہ نمودند۔ فرصتِ غنیمت
دانستہ شتابان بہ نزدیک میران سید مبارک خان آمدہ۔ چناں مصلحت نمودند کہ اکنون عنانِ

---

[1] ناک کا نتھنا

عزیمت بطرف یوسف شاه معطوف گردانید که مبادا ازین معرکه بسلامت بدر رفته باز قواعد فتنه و فساد قائم سازد ؎

فرصت غنیمت است در جهد برگشاد   چون وقت فوت شد نتوان اندر رسید
فرصت چو در گذشت میسّر نه شد مُراد   تا چند پشت دست بدندان توان گزید

اگرچه این مصلحت در شرائط بشاشت ملکت بسیار خوب بود۔ امّا از شیوهٔ غدا ترسی که در نهاد ایشان راسخ بود از این سخن امتناع نموده در جواب ایشان فرمود ؎

با دوستان نزاع تو نیرزد برائے مال
جنگ از برائے جیفهٔ[1] دنیا سگان کنند

از سرکوبی تعاقب در گذرید که یادگار اولاد و احفاد علی شاه است۔ چون ازین حال یوسف شاه آگاهی یافت از روئے لاعلاجی برائے اخلاص خویش در مقام رفق و ملائمت درآمده۔ ملّا حسن اسود که آخوند مغفرت پناه علی شاه بود عذر قضیهٔ گذشته خود گفته بملازمت سید مشارالیه فرستاد و آنچه در باب معذرت تقصیرات خویش گفته بود۔ یک بیک ملّا حسن مذکور پیش سید مشارالیه اظهار نمود۔ سید مشارالیه همه را بگوش هوش اصغا نموده زبان حال بمضمون این ابیات مترنم ساخت ؎

اگر حق بگوئی بر نجا ندت   اگر دوست خواهی عدو داندت
نصیحت شنو گر ترا دین تو ئیست   دم مردِ حق گو دم عیسوی است

چون اوّلاً التماس ما را بدستور سابق کسے قبول نه کرد۔ این فتنهٔ عظیم و فترات بزرگ درمیان واقع شد و اگر این تهتک[2] و اضطراب جانبین واقع نمی شد۔ هر آئینه همیں ساعت شاه مشارالیه را طلب کرده حجاب و انفعات را مرفوع ساخته باز بر تخت سلطنت می نشانیدم۔ اکنون که این فتنه و فساد قوت ارتفاع گرفت حالا مصلحت آنست که شاه مشارالیه چند روز نواحی کشمیر در کوهستانی که آب و هوائی او موافق مزاج شریف ایشان باشد با جمیع اسباب و خزائن و دفائن خود آنجا سکونت درزند۔ انشاء الله تعالیٰ بعد از چندگاه شاه مذکور را طلب نموده

---

[1] حیوان مردہ جس میں بدبو پیدا ہو گئی ہو۔ [2] پردہ دری کرنا۔ رسوائی

باز برسر تخت ایالتِ این دیار متمکن گردانیده خواهد شد۔

درخلال این احوال جهتِ خلل انتظام مهم یوسف شاه حیدر چک که بعد از فتح محاربهٔ مذکوره از موضع کراج در ملازمت میرانِ سید مبارک خان رسیده بود سخنان ناهموار بملاحسن درمیان آورد ۔ ملائے مذکور نیز بموجبِ میرانِ اشارهٔ سید مبارک خان باُو در مقام خطاب درآمده حرف هائے دل خراشیده گفت که چون در خدمت آن عالی تبار همچون شمار صد هزار پیشکار است ۔ حرفِ اهانت ایشان برزبان راندن مناسب رتبه و حالتِ شما نیست ؎

سپاهی که عاصی شود از امیر درا تا توانی بخدمت مگیر
ندانست سالار خود را سپاس ترا هم ندارد ز روی قیاس

میرانِ سید مبارک خان از صحبت ایشان اغماض نموده بابا خلیل الله و میران سید برخوردار و ملا حسین نزد یوسف شاه فرستاده رخصتِ انصراف داد ۔ یوسف شاه آنچه اسباب پادشاهی داشته تمامی بخانهٔ علی خان ولد نوروز چک بدستِ شجاعت شعاری و صلاحیتِ اطواری نجی ملک فرستاده ۔ خود بطرفِ کوهستانِ نائیگان که خاطرخواه او بود متوجه شد ۔ و رختِ اقامت انداخت ۔ مخالفانِ یوسف شاه را این مصلحت مقبول و مطبوع ینفتاد و به پاداشِ این امن و امان بغض و کینهٔ میران سید مبارک خان در سینهٔ ایشان مانده هرکدام بشوکت تمام باتفاق علی خان و ابدال بٹ از موضع عیدگاه بمنزل و مقامِ خود مراجعت نمود ۔ و میران سید مبارک خان شرائط کرم و مروت دربارهٔ ایشان ورزیده نیز بمقام خویش نهضت فرمود ۔ العقد چون گردِ التفاتِ مملکتِ این جهان بر دامن همتِ میران سید مبارک خان نه نشسته بود و آئینهٔ دل باصفای ایشان زنگ رغبت مرغوبات زمان پذیر رفته بنابران مسند ایالت چند روز بے مسند نشین عاطل مانده بود و چون علی خان که سرآمد برادران خود بوده دید که میرانِ سید مبارک خان ذوق التفاتِ حطام[1] این اسباب این جهان ندارد ۔ خیالِ مملکت ستانی این دیار بخاطر خویش مصمم نموده باجماعهٔ برادران و مبارزان این دیار در قوت عزو اسباب شاهی که در منزل او ودیعت از یوسف شاه

---

[1] مالِ قلیل ۔

بود معزول گشته سہ روز متصل در خانۂ خود نشست و در ملازمت میران سید مبارک خان نیامد۔
مدبران و مشیران و فرزندان میران سید مبارک خان چوں بر حقیقت حال علی خان اطلاع یافتند در ملازمت میران سید مشارٌالیہ آمده ماہیت معاملہ او یک بیک نموده چنیں ادا نمودند۔
مصرعہ

" سلطنت گر ہمہ یک لحظہ بود مغتنم است "

و قبائے زیبائی سلطنت جز قامت قابلیت شما بر قد قدر دیگری چست و درست نمی آید ۔

بگیر دامن خلق و کارسازی کن　　　　از انکہ ہیچ میسر نشد تنہائی

زیرا کہ خلاصۂ طائفۂ شریفۂ سادات وافضل و مقدم بزرگان خاندان ایشان دریں زمانہ شما اید۔
سید مشارٌالیہ از مقولہ ایشان اباو اعراض نموده چنیں فرمود کہ من میل ایں کار ندارم بگذارید تا من نزد یکی از یاران ایشان باشم و ہر کرا خواہند تفویض ایں امر خطیر نمایند ۔

تلک غم دنیائے دنی اے دل دانا
حیف است بخوری کہ بود عاشق زشتی

چوں مبالغہ و الحاح مدبران و مشیران از حد گذشت ۔ سید مشارٌالیہ در جواب ایشان فرمود کہ بغیر از رضائے من حکومت ایں ولایت و تصرف ایں مملکت با مُسلّم نخواہد شد۔ ایں بگفت و فی الحال بطریق سیر بطرف عیدگاہ با انبوہ سپاہ توجہ سواری فرمود۔ چوں ایں سخن بگوش علی خان رسانیدند دانست کہ بقصد حرب و مقابلہ من بیروں خواہند آمد۔ درحال وکیل خود را بملازمت ایشان فرستاد کہ از روئے دانش بہ بہترین کلام و نرم ترین سخنے می گفت کہ لائق منصب ریاست بغیر از ذات آں عالی درجات دیگرے نیست و ہر کہ ایں دعوی بے معنی می کند ۔ محض باد ہوا باشد۔
میران سید مبارک خان سخنان وکیل علی خان اصغا نموده گفتہ فرستاد ۔ فرد ۔

کارے مکن کہ نعرۂ آتش طبیعتم
در بزم عیش حسرت صدا ارغنون شود

یوسف شاہ کی ناعاقبت اندیشی اور سید مبارک کا بادشاہ ہونا

چوں تاج ایالت و حکومت ایں دیار بر فرق ہمایوں آثار میران سید مبارک خان قرار یافت۔
تمامی اُمرا یان و سرداران آں ممالک بخانقاہ باباخلیل اللہ کہ جال اجلّہ اہل صفا و زینت اعزه بجا رہا

بوده و مشائخ کشمیر تمامی او را مسخر بودند در ده ساله که تمامی علوم دینی و معارف یقینی تحصیل نموده در ورع و بذل بینا نظیر نداشت ـ جمع شده در بهاکار ہائے راستی و درستی ورزیده اسباب سلطنت شاہی میران سید مبارک خان را سپرده ـ شرائط تہنیت و مبارک بادی سلطنت این دیار معرض عرض میران سید مبارک خان رسانیدند ؎

آخر مراد شاه روا کرد روزگار — اقبال را بوعده وفا کرد روزگار

ہر شادئے کہ فتنہ زمان فوت کرده بود — آن را بیک لطیفہ صفا کرد روزگار

میران سید مبارک شاه باد بدبہ حشمت خسروی ازآنجا با اُمرایان و سرداران کشمیر بمنزل خود نزول فرموده آن مردم را بجہت تمام بخانہ ہائی خویش رخصت انصراف داده ـ میران سید مبارک شاه بخلوت خانہ خویش رفتہ تاج چتر شاہنشاہی پیش خود نہاده مخاطب ساخت و گفت کہ "اے نفس چون جاه و حشمت دنیا را اعتبارے نیست ـ حصول این مرتبہ موجب عجب و تکبر خود نہ سازید کہ این در حقیقت از آن تو نیست بلکہ از دیگران است" ؎

جہان و کار جہان جملہ ہیچ در ہیچ ست

ہزار بار من این نکتہ کرده ام تحقیق

این بگفت واز خلوت خانہ بیرون برآمده در مجلس سلطنت و ایالت نشست و آن تاج و چتر کہ بہ تکلف تمام گوہرہائے گران مایہ مکلل و مرصع ساختہ بودند بہ سپاه و اہل اللہ قسمت نموده میداد ـ و داغ برجگر دنیا پرستان این دیار می نہاد ؎

بکوش امروز تا گندم بہ پاشی — کہ فردا بر جوی قادر نباشی

تو خود بفرست برگی رفتن از پیش — کہ خویشان نباشد جز غم خویش

بتاریخ نہصد و ہشتاد و ہشتم ہجری زمام ہمام این دیار در قبضہ اقتدار آن سید عالی تبار در آمد ـ خیال زیب و زینت بر خویش مضمحل ساختہ ارقام جور و اعتساف از صفحات وجنات اہل این دیار محو گردانیده ـ ابواب عدل و انصاف بر روئے طوائف انسان برکشاد ـ استسقائے دہر را از شربت عدالت شفائی عاجل بخشید ؎

لہ چمکتا ہوا سہ ظلم کرنا سہ جمع جانی کی یعنی گنہگار ـ

شاهِ عادل سایۂ لطف حق است — هرکه دارد عدل لطف مطلق است

خلق را در سایۂ خود جائے دہ — وز شرف بر فرق گردون پائے نہ

بعد ازین قضیہ امرایان و سرداران ولایتِ کشمیر کہ از حمایت دران یوسف شاہ بودند و بغض و کینۂ میران سید مبارک شاہ در سینہ نگاہداشتہ بودند۔ بتاریخ دوم شہر شعبان المعظم سنۂ مذکور باہم اتفاق نمودہ یوسف شاہ را از ان کوہستان بر تعجل آوردند و مردم سپاہی و داقیین و سواران و پیادگان کوہی آمدہ۔ بہ یوسف شاہ ملحق شدند۔ ازین طرف نیز بعد از چند روز میران مبارک شاہ با حشم و جاہ تہیۂ اسباب جنگ نمودہ بمقابلۂ ایشان در موضع سُپیت (مسند) نزول فرمود و چون اسباب حشمتِ این مملکت نزد ہمت میران سید مبارک شاہ برابر برگ کاہی قدر نداشت۔ داؤد میر را بطریق رسالت نزد یوسف شاہ گفتہ فرستاد[1]

شہا نقر و ننا از باد ملک وعز و جاہ از تو
کہ دنیا را بقائی نیست خواہ ازباد خواہ از تو

و چون برعمر اعتمادی نیست اگر ملاقات ہم دیگر نمودہ شود ہر آئینہ این معنی متضمن صلاح دارین طرفین است بطریقہ یک جہتی درزیدہ از جمیع خدشات فارغ البال شدہ۔ بصحبت مصاحبت گردانید۔

چون داؤد میر این پیغام بہت انجام بہ یوسف شاہ رسانید۔ اعتماد تمام برکلام میرانِ سید مبارک شاہ نمودہ۔ دو فرزند ارجمند خود میرزا یعقوب و میرزا ابراہیم برفاقتِ داؤد میر و ملاحسن اسود در ملازمت ایشان روانہ گردانید و خود نیز متعاقب استعداد ملاقاتِ ایشان می نمود۔ درین اثنار ابدال بٹ ازین معنی آگاہی یافتہ بہ یوسف شاہ و مبارزان و مشیران ایشان گفتہ فرستاد کہ زنہار سخنان سید مبارک شاہ فریب نہ خورید و بملاقاتِ ایشان توجہ نہ نمائید۔ کہ ہر آئینہ ما ہمہ اکنون خود تدارک تقصیراتِ سابقہ خویش نمودہ۔ آنچہ مدعا و مطلوب خواہد بود دران بجان کوشیدہ بتقدیم خواہیم رسانید۔ بالآخرت ہمہ مردم و امرایان و سرداران ممالک کشمیر را بچاپلوسی گربزی متفق خود ساختہ و در ضمن آن علو مرتبہ و بلندئی پایۂ خود نمود۔ اتفاق و

---

[1] مکاری، حیلہ گیری۔

شقاق میران سید مبارک شاه اندیشیدند ؎

امید و دستی تو ز دشمنان کهن
چنانچه بود کہ طلب کردن گل از گلخن

و از تقویتِ سخنانِ ابدال بٹ مصلحت یوسف شاه برہم زده - مشیران و مدبّران یوسف شاه بر دا اُدمیر اعراض نمود بسخنانِ دل خراشیده - گفته زبان حال بمضمون این مقال مترنم گردانیدند ؎

کہ خان راند انم ازین گفتگو | چہ باشد غرض از چہ شد صلح جو
بما از ضرورت صفا می کند | نہ از مہر یاری وفا می کند
بگفتند باہم بہ بانگ بلند | تحمّل ز چندے ستمگار چند
بہ بیند اگر صف ما را بخواب | شود زہرہ شان آب از اضطراب
گدا بیگ غوغا بسے کرد تیز | بگفتا کہ ای فتنۂ خفتہ خیز
گرفتند دستار جم از سرش | بہ بستند بر گردن قیصرش
چو بشنید این حرفہای درشت | فرستادہ راغم دوتا کرد پشت

خجل بازگردید ازان سلسلہ
دہان پر شکایت زبان پر گلہ

رسول مذکور اشتلمی[1] و درشتی سخنان ایشان بسمع مبارکِ میرانِ سیّد مبارک شاه رسانید و عزم ایشان بمعرضِ عرض نمود کہ غیر حرب و جنگ ایشان اندیشہ دیگر ندارند - ہمان روز میران سید مشارٌالیہ غیرت و جرأت کہ لازمہ ارباب معرکۂ شہامت است بخاطر آورده با کوکبہ خسروی سوار شده کوه و ہامون مانند دشت و صحرا، جنگل و راغ چون گلستان و باغ انگاشتہ با ایشان محاربہ در پیوستہ مانند گدا بیگ ترکمان و تمرخان افغان و غیرہا کہ ہرکدام از ایشان سرآمد معرکہ مردان بوده بقتل آوردند ؎

بد و نیک را خون ہمی ریختند
بسے خاک و خون را در آمیختند

---

[1] بمعنی جور و ظلم -

شنگی میر جاڈورہ وغیرہ اسیر گرفتہ و دست و پا بستہ پیش خود آوردند و تمام خانہائے بچی رینہ کہ موضع بر قفل داشت آتش زدہ سوختند و یوسف شاہ ممات بر حیات اختیار کردہ در عقبۂ[1] کوہ برتل با معدودے چند ایستاد ؎

زند در سیاہی امیدی نماند
بہ تدبیر عقل اعتمادی نماند

از مشاہدۂ ایں حال در دل میران سید مبارک شاہ رقت بے نہایت پیدا شدہ۔ طریق رافت سلوک داشتہ ظل عنایت بر مفارق ملازمان ایشان گسترانیدہ۔ مبارزان و شجاعان کہ در صدد انتقام یوسف شاہ در آمدہ خواستند کہ بہ او دستبردے نمایند مانع آمدہ با جمیع حشم و خدم خویش بنصرت و فیروزی در تاریخ مذکور داخل شہر کشمیر شدند و علی خان ولد نوروز چک چندروز بہ بہانۂ شکار دراں نواحی توقف نمودہ بیوسف شاہ لحق نگشتہ مراسم عذر خواہی معروض داشتہ۔ بشہر مذکور مراجعت نمود ؎

نوشست عہد محبت بہ دوستاں پیوست
دلے چہ سود کہ آں عہد را وفائی نیست

ابدال بٹ کی سازشیں

و سررشتۂ سخنان محبت و دوستی کہ با یوسف شاہ از روئے مصلحت تافتہ بود۔ تمامی با ابدال بٹ شرح نمود۔ ابدال بٹ را اگرچہ سخن محبت مکردہ و نامطبوع آمد۔ اما در دل مخفی داشتہ با داظہار نکرد۔ قضارا دریں حال میران سید مبارک شاہ را اندک عارضۂ عروض یافتہ۔ ابدال بٹ ان اندک عارضہ را غنیمۂ عظیم در سد صلاح خود دانستہ در ملازمت سید مذکور شتافتہ۔ ایشان را براں تحریک نمود کہ چوں علی خان بدخوئی سابق در مقام فتنہ انگیزیست و شما بسعادت ضعف بدنی متولی دار ید انسب و الیق آنست کہ او را چندروز محبوس داشتہ شور تا بنیاد فتنۂ و فساد موسس نگرد۔ بعد از صحت و تندرستی او را از حبس خلاص باید فرمود۔ ایں مصلحت با مشیران میران سید مذکور فرستادہ خود بخانۂ خویش رفت۔ بہ امید آنکہ شاید ضعف بدن میران سید مذکور دیدہ۔

---

[1] دشوار گزار راہیں۔

درضمن آن یک معامله رَدّ نماید. چون مومی الیه از مرکب سواری فرود آمده متوجه ملازمت میران سید مذکور شده. داؤد میر بلوکه از مبارزان میرانِ سید مذکور بود۔ دست او را گرفته به حبس خانه نگاهداشت واکثر مبارزان وسرداران لشکر او مانند شمسی دونی و دولت خان مضطرب وسراسیمه شده پناه بخانهٔ میرانِ سید حسین خان آوردند. شمس چک وعلم شیر خان وغیرهما التجا بخانهٔ میرانِ سید شاه ابوالمعالی برده عنانِ نوکری خویش بقبضهٔ اختیار ایشان سپردند. ابدال بٹ ازانجاکه شیوه فراست وصفت خباثت هردو در نهادِ خود متمکن داشته به لوهر چک وسردارانِ طائفه چکان اظهار نمود که این معاملهٔ میرانِ سید مذکور باستقلال و استبداد رائے شریفِ خویش نموده اند و مااصلا درین مصلحت هم مشورتِ ایشان نبودیم و نزدیک است که شمارا نیز مثل مومی الیه از ایشان تعرض وتشویش عائد وارد گردد. لهذا مدبران مشیران هراس تمام در رعب لاکلام پیدا نموده. هرکدام بحفظ خویش پرداخت وبه یوسف شاه مکتوبات که بظاهر مشتمل بر انواع خصوصیت واتحاد ودر حقیقت همه شقاق ونفاق بود. نوشته فرستادند که آنچه مطلوب و مدعاء ملازمان خواهد بود. بجان کوشیده به تقدیم رسانیده خواهد شد وچون مقتضائے وقت باشد. حقیقت حال اعلام کنیم. آن زمان بے تحاشا وتاملِ نهضت وتوجه بایں جانب ارزانی خواهند فرمود وبعد ازان بتاریخ پانزدهم شعبان سنه مذکور ابدال بٹ آوازهٔ دروغ آمدنِ یوسف شاه در شهر در افواه اهالی وموالی وسپاه انداخته یکی از مبارزان آن دیار را ملبوس بلباس شاهانه ومزین بزینت خسروانه گردانیده و پرده سرائے عالی برپا نموده درمیان آن فرود آورد۔

چون صیتِ آمدنِ یوسف شاه اهالی وسپاه استماع نمودند وضعفِ بدن میران سید مشارُ الیه معائنه کردند۔ اکثر طوائف باتفاق یکدیگر رفته با بدال بٹ ملحق شدند۔ میران سید مشارُ الیه ازمشاهدهٔ این حال علی الصباح باوجودِ ضعفِ بدن وحشم وخدم که در ملازمت ایشان مانده بود همراه گرفته به قصدِ جنگ ومحاربهٔ ایشان بمیدانِ عیدگاه نزول فرموده۔ محمد بٹ که مرد شیرین زبان وچابک سخن بود برسم رسالت نزد ابدال بٹ این مقدمات گفته فرستاد که آبروئے مردان از مبارزان آنست که در معارکهٔ حرب وقتال لوائے مباهات برافراشته۔ هرکه در بابِ مبارزت دارند بنمایند۔ اینک من در میدانِ عیدگاه بر مرکب تیزگام بے آرام سوار شده ایستاده ام۔

لائقِ حال مبارزان و شجاعان آنست که بر عهد و قول این جانب اعتماد نموده. از آبِ نهرِ شهر عبور نموده در معرکهٔ مبارزت مرکبان خود را در میدان عیدگاه بجولان درآورده مردی خود را آشکارا کنید و به امرای آن جماعه قول و عهد نموده از گذرِ آب گذشتن فرصت دهند تا آنزدی آب آمده در میدان زالڈگر نبردے کنم که لوائے لاف و گزاف که در ساحتِ میدان برافراخته آند بصرصر قهر مبارزت در هم شکنم بلکه عاقبت هرگاه اخدائے تعالیٰ در مبارزت فتح و فیروزی دهد او بر مسند حکومت این ولائت بنشیند. از استماعِ این حکایت تمامی سردارانِ کشمیر در حیرت شده رد به محاربه به تجربه بود و بارها مبارزت سیّد مشارٌالیه بچشم خود دیده و بگوش هوش شنیده بود. درین باب مصلحت با مبارزان چنان نمود که زنهار در محل خود ساکن باشید و از این جا قدم بیرون منهید. چرا که با ایشان اگر مقابله خواهید کرد اغلب آنست که از دست مبارک آن طائفهٔ شریفه یکے از گروه با شکوهِ مبارزان شما سالم بیرون نخواهد رفت مگر آنکه از میدان محاربه فرار خواهد نمود ؎

حذر کن ز پیکار کمتر کسے
که از قطره سیلاب دیدم بسے

مناسب مصلحت آنست که بر کثرت لشکر خود اعتماد مکنید و بزور شجاعتِ خود فریفته مشوید. مردی که چنین معامله در پیش دارد بی تامّل در مقامِ انتقامِ او رد کردن گویا در گذرگاهِ سیلاب خواب کردن است. این هم بغیر از حیله و فریب صورت پذیر نیست ؎

چون بقوت حریف خصم تو نه — حیله و مکر را ز دست مده
که بحیله کمان نوت را — میتوانی که بگسلانی زه

درصورت این حال ابدال بٹ حیلهٔ در ضمیرِ خود اندیشید که ارقامِ صدق بر صفحهٔ آن مقالات هویدا نه بود. فی الحال بے اهمال سر حلقهٔ درگاهِ باباخلیل اللہ را طلب نموده بحضور فائض السرور ایشان قاصدے مصحوبِ مکتوبے بطلب یوسف شاه روان گردانید. بمضمون آنکه چون امرایان و سردارانِ ممالک کشمیر عهد و پیمان با یمان مستحکم ساخته همگیِ همت با نهمت خود را موافقِ مصلحت دوستان کرده قرار بر دن داد ند که مسند ایالت و حکومتِ ولایت بلا زمان تسلیم نمائیند صورب آنست که بے تکلف و درنگ تشریف شریف بایں حدود ارزانی فرمائیند و مقدماتِ چند موافق خواهش و خیالِ علی خان که در قیدِ موکلان میران سید مبارک شاه بود نیز گفته فرستاد ؎

گر امروز گفتارِ ما نہ شنوی

مبادا کہ فردا پشیمان شوی

این مقدمات بہ ابدال بٹ بانجام رسانیدہ، بابا خلیل اللہ دیانت مآب میران سید برخوردار در حضور حاضر گردانیدہ اصنافِ افسانہ ترتیب دادہ و انواع حیلہ برانگیختہ و بسمعِ ایشان رسانیدہ همراہ وکیل میران سید مبارک شاہ در موضع عیدگاہ گفتہ فرستاد ؎

کارہا راست کند عاقل کامل بسخن

کہ بصد لشکر جرار میسّر نہ شود

کہ حادثۂ امروز را میرانِ سید مبارک شاہ حادثہ تصور نہ کند۔ لیکن چون علی خان مشیرانِ ایشان بے تامّل در قید و حبس نگاہداشتہ اند این جماعہ جہت آن ترس پل نہر شہر بریدہ خود را در کنفِ اہتمام محفوظ داشتہ اند۔ بلکہ این جماعہ زنہار خواہندۂ ایشانند و قصدِ محاربۂ ملازمان نہ دارند ؎

این شاخ پایدار پروردہ دست تست

مشکن بدست خویش کہ آنہم شکست تست

کاری کہ احتمال خطر داشت نہ شد و ہیچ کار او را امکانِ فتنہ بود و درو نہ نمود۔ مرد بدبخت آنست کہ فتنۂ خفتہ را بیدار سازد و ہیچ کہ بصلاحِ تدارک پذیرد بجنگ و خشونت پیش نہ برد مصلحت بران قرار یافتہ کہ یوسف شاہ را طلبید با ملازمان در خانقاہِ بابا خلیل اللہ یکجا نمودہ شرائطِ عہود و لوازم مواثیق درمیان بایمان مؤکد ساختہ۔ یوسف شاہ را بر مسندِ حکومت نشانیدہ شود۔ ملازمان ہرکدام امراء و سردار بدستور سابق حصہ و بخش خود متصرف گردد تا فتنہ و فساد مرتفع شدہ صلاح و سداد رو نماید و باتفاق و رفاقت علی خان در خانقاہِ بابا خلیل اللہ تشریف ارزانی دارند کہ مواثیق مؤکدہ و عہود مستحکم درمیان مقرر کردہ شود۔ میران سید مشارٌالیہ بوفق مصلحت ایشان کار فرمودہ زنجیر از پائی علی خان وا کردہ همراہ خود گرفتہ بواسطہ کمالِ ضعف بدنی بکار زار آن جماعہ نہ پرداختہ در خانقاہِ بابا خلیل اللہ توجہ نمودند۔ مصلحت علی خان در بابِ این قضیہ از فرزند خود یوسف خان مصلحت پرسید۔ فرزند مذکور در جواب این مصلحت گفت کہ صورت این ہم بغیر صحت و توانائی میران سید مشارٌالیہ ممکن نیست۔ مجرد کہ در حالت ناتوانی ایشان در جماعۂ دشمنان رویم اسیر و گرفتار خواہم گردید۔ صواب و صلاح آنست کہ چون فرزندان

مدبران میران سید مشارٌالیه بواسطهٔ ضعف و ناتوانی ایشان مضطرب و حیران اند۔ و در میانِ ما و ایشان قضیهٔ هایله و حجابِ فاصله تا حال واقع نه شده بلکه ایشان ازین تقصیر انفعال تمام دارند۔ با ایشان به یک اتفاق شده پیش ایشان نه رویم۔ تا محکوم و مغلوب نه گردیم ؎

رشته تا یکتاست آن را زود زالی بگسلد
چون دو تا شد از گسستن عاجز آید زال زد

علی خان با عناد و استمالتِ ابدال بٹ و ملاحظهٔ طایفهٔ چکان سخنِ صواب اندیش فرزند خویش گوش نه کرده و قول صاحب غرض نیکو تامّل نه فرموده۔ مکان کارزار و راه فرار فروگذاشته چهرهٔ نصرت خود را به غبارِ میدان از نظرِ امیدداران پنهان گردانیده۔ مسافتِ راهِ عیدگاه طے کرده در خانقاهِ بابا خلیل الله در آمدند۔ سید مشارٌالیه از مرکبِ سواری فرود آمده از غایتِ ضعفِ بدنی تکیه بر دیوارِ خانقاه کرده نشست۔ اکثر فرزندان و مبارزانِ ازدحام و هجومِ عوام دیده متفرق شده در جایهای محفوظ جا گرفتند و بغیر میرانِ سید شاه ابوالمعالی و ابراهیم خان از جمله فرزندان در ملازمت ایشان دیگری نماند۔ و اکثر اقربا و خویشان مضطرب و حیران شده از موضع پٹن چک به یوسف شاه ملحق شدند۔ چون این تیر تدبیر ابدال بٹ بهدف مراد رسید ؎

چه فتح خجسته باو دست داد
نه دارد جهان تا جهانست یاد

فی الحال حیدر چک را با جماعهٔ مبارزان در آنجا فرستاد۔ دید که آن شیر مردانِ معرکه مردی بواسطهٔ ضعفِ عارضی از قوت و شوکت فرو مانده به تسبیح و تهلیل قادر جلیل اشتغال دارد و علی خان را رخصتِ انصرافِ منزلِ خویش نمود و میران سید مبارک شاه را شرائط تعظیم و لوازم تکریم بجا آورده در کشتی سوار نموده بمنزلِ خود آورد و بحکم اذا جاء القضاء عمی البصر گرهٔ تقدیر بسر انگشتِ تدبیر مبارزت نمی توان کشاد و فحوای و لا معقّبَ لحکمه و مقتضای قضا را بچاره گری تغیر و تبدیل نمی توان داد ؎

قضا بتلخی و شیرینی بسر رفته است — اگر ترش بکشی قضا چه غم دارد
چو رد نمی گردد خدنگِ قضا — سپر نیست مر بنده را جز رضا

همان ساعت علی خان را مع فرزند خویش از خانهٔ خود بر آورده بخانهٔ لوهر چک برده بزنجیر زندان

گرفتار ساخت فرزند او یوسف خان بمشاهدهٔ این حال زبان مقال بمضمون این ابیات گویا گردانید ـــه

گفتم اے دل مرو آنجا کہ گرفتار شوی
عاقبت رفتی و ہم گفت منت پیش آمد

بعد ازیں معامله ابدال بٹ از قول و عہد نادرست خویش نادم و پشیمان شده فرزند خود را شتابان به نزد یوسف شاه روانه گردانید که چوں معامله آنجا به نہجی قرار یافته است که آمدن ملازمان باعث نقصان و خسران است ـــه

روز ازل ہر چہ قلم در نوشت | باش بران راضی و گردن مپیچ
گر بخلاف آں تو کنی اختیار | جہد خطا باشد و سعیت ہیچ

لوہر شاہ

لاجرم بمجرد رسیدن پیغام عنان مراجعت بہماں مقام مصروف دارند۔ یوسف شاه از استماع ایں سخنان ساعتی سر فکرت بجیب حیرت فرو کشیده باز بہماں محل قدیم مراجعت نموده۔ چند روز ہمانجا متوقف گشته جہت امداد و اعانت خود بطلب کومک پادشاہی با برادرزاد ہائے میرانِ سید مبارک شاه رشتهٔ موافقت تافته متوجه دار الخلافت آگره در خدمت اکبر بادشاه گردید بتاریخ سنه مذکوره ابدال بٹ باتفاق سرداران ایں دیار اسم بی مسمّی شاہی بر لوہر چک ولد شنکر چک اطلاق نموده۔ چوں شتر کجاوه دار زمام اختیار بدست خود گرفته بہر طرفے که خاطرش خواسته می گردانید و او بغیر از خطبه و سکه چیزی دیگر را مالک نه بود و بعضی مردم ایں دیار که از شوق و ذوق صحبت سلطنت یوسف چاه مانند حبیب خان ولد ابدال خان وغیره از میران سید مبارک شاه متفرق گشته با بدال بٹ ملحق شده مضطرب الحال و متفرق البال بودند۔ ابدال بٹ بر ایشاں تجرّد بحکم نموده۔ گاہی حبس و گاہی تہدید کرده بقتل یکی از آنہا نه پرداخت بلکه به رفق و ملائمت نگاه می داشت و به ہمیں منوال مدت یک سال بر مردم ایں دیار حکومت و کامرانی می راند۔

شہنشاہ اکبر کی یوسف شاہ سے ناراضگی

در اثنائے آں حال اکثر مردم ایں دیار از پیاده و سوار فرصت وقت یافته مانند شمس چک و علم شیر خان راه فرار اختیار نموده به یوسف شاه پیوستند۔ بعد از مدت یک سال

پادشاهِ همایون آثار اکبرشاه عنایت خسروانه به یوسف شاه مبذول داشتند. دوم محرم عطا کرده میرزا یوسف خان و راجه مان سنگه با ایشان جهت تسخیر ممالک کشمیر تعین فرمود. چون عساکر نصرت ماثر آن هر دو سردار بدار الخلافت لاهور رسیده و یوسف شاه با سپاهِ خود جهتِ تفحص احوال سرداران آن دیار و ملاقات فرزندان پیشتر در موضع بهلوآن پور شتافت. از استماعِ آن حال ابدال بٹ و سرداران آن دیار بتواتر قاصدان پنهانی با مکتوبات مشتمل بر رفق تمام و ملائمت لاکلام بر نزدِ یوسف شاه فرستادند که منصوبهٔ عجب از کتم عدم بر منصهٔ وجود بظهور آمده که از نزدل و وقوع آن ایمن نباید بود. چراکه عساکر شاهنشاهی و جنود ظل الهی بعد از فتح این ممالک کار ملازمانِ ایشان تا بچه نوع و بچه آئین مقرر گردانند.

عاقل آنست که در تجربهٔ نفع و ضرر	از حریفان دگر بهرهٔ خود بستانند
هرچه دانست کزو نفع رسد بردارد	وانچه در روئے ضررے فهم کند نستانند

رائے من اقتضائی آن می کند که بر قول و عهود این جانب اعتماد نموده الزام تقصیراتِ سابقه بر بندهٔ خود حمل نه فرموده عساکر شاهنشاهی گذاشته و ملتفت برائے تدبیرِ این جانب شده بے ترس و هراس درین دیار در آیند.

کرم نما و فرود آ که خانه خانهٔ تست

یوسف شاه اعتماد بر عهود کاذبه و مواثیق باطلهٔ آن جماعه نموده از موضع بهلوآن پور فرار نموده بکوهستان راجوری در آمد و عیال و اطفال خود را در قلعهٔ پردت ساکن ساخته خود بموضع وال نک، در دامنهٔ کوهستانِ کشمیر نزول نمود. چون سخن فرار یوسف شاه بسمع همایون اکبرشاه رسید کراهیت تمام بخاطرِ اقدس خود رسانده اعراض و اعتراض بر یوسف خان و راجه مان سنگه نمودند. چون یوسف شاه در موضع وال نک متمکن شد. ابدال بٹ بدستِ خویش بر روئے خود ابواب فتنه برکشاده جهت محافظت و حراست راه هیره پور یوسف خان ولد حسین شاه جماعهٔ همراه کرده مانند حسین خان ولد ایبه شاه وغیره فرستاده آن جماعه فرصت وقت غنیمت شمرده فرار نموده به یوسف شاه در موضع مذکور ملحق شدند و میر حسن چاڈوره و شمس دونی نیز باتفاقِ جماعهٔ مبارزان از ایشان فرار نموده به یوسف شاه در پیوست و روز بروز پیاده و سوارِ این دیار فرصت وقت یافته فرار اختیار نموده بلشکر یوسف شاه می پیوستند

ابدال بٹ تہیۂ اسباب حرب وآلاتِ جنگ کردہ التفات بعہود ومواثیق خود نہ نمودہ۔ قصد محاربۂ یوسف شاہ مصمّم گردانیدہ راہ ہائے درآمدن عساکر او مسدود ساختﹾ

کینہ بہر سینہ کہ بنہاد رخت
دل بودش از پئے آزار سخت

یوسف شاہ از فحوائے ادائے حرکات آں چنان فہم نمود کہ ابدال بٹ باز بچاپلوسی وخداع خویش میرانِ سید مبارک شاہ را متفق ساختہ در فتنہ بروئے من خواہد کشود۔ لہٰذا یوسف شاہ قاصدے پنہانی مصحوب مکتوبی در ملازمت میران سید مبارک شاہ فرستاد مشتمل برآنکہ "ابدال بٹ جہت تمشیت وتقویت خویش تکلیف موافقت ورفاقت آں صاحب بہمت خواہد نمود۔ رجا کہ بدستور سابق منت برایجانب نہادہ مشارالیہ را در سایۂ علم حمایت ولوائے تقویتِ خود جا نہ دہند کہ کارہائے خود را بہمین کردگار بدعائے آں بزرگوار حوالہ نمودہ ایم ویقین است کہ ہر کارے کہ مشارالیہ بغیر از تدبیر مبارزت ملازمان خواہد نمود۔ عاقبت ناتمام وبے رونق نظام خواہد بود"ﹾ

ہر آنکس کہ با دست خود را سپرد
ز دشمن نہ بیند دگر دست برد

چون قاصد پیغام خوش انجام یوسف شاہ بسمع شریف میرانِ سید مبارک شاہ رسانید و ایشان بخاطر نیز ہمین مصلحت موافق تدبیرِ ضمیر یوسف شاہ تصوّر می فرمودند بموجب آنکہ گفتہ اندﹾ

دل را بہ دل رہیست درین گنبدِ سپہر
از سوئے کینہ کینہ واز سوئے مہر مہر

آں را بگوش ہوشِ اصغاء فرمودہ قاصدِ مذکور را جواب موافق سوال بایار قدوم یوسف شاہ دادہ رخصت انصراف فرمود۔ یوسف شاہ از رسیدن جواب شادان وشگفتہ بر مرکب تائید سوار شدہ از موضع مذکور یلغار کردہ از راہ چیرہ ہارہ را ہداران ابدال بٹ را بقوت صولت منہزم وپریشان ساختہ در بلدۂ کشمیر درآمد۔ ومردم لوہر شاہ کہ در قصبۂ سوپور جہت محافظت آں موضع تعین نمودہ بودند بتائید وتقویت عونِ الٰہی نیز شکست دادہ موضع سوپور ونواحی

آن در قبضۂ تسخیر خویش در آوردہ ہمانجا نشستہ بمصحوب قاصدے بطرف ابدال بٹ گفتہ فرستاد کہ اعتماد بر عہود و مواثیق و مکتوبات ایشان نمودہ ۔ عساکر پادشاہی پس سر گذاشتہ در قصبۂ سوپور نزول اجلال فرمودیم ۔ اگر عہود و شرائط خود استوار دارید بر مرکب اخلاص سوار شدہ بملازمت این جانب خود را رسانید تا باتفاق ہم دیگر قدم نہضت در قصر سلطنت نہادہ شود ؎

دست وفا در کمر عہد کن
تا نہ سوئے عہد شکن جہد کن

ابدال بٹ از استماع این سخنان قاصد را دلاسائے دروغ آمیز کردہ رخصت انصراف بطرف یوسف شاہ نمودہ ۔ جہت تقویت و تمشیت سلطنت لوہر شاہ میران سید مبارک شاہ و علی خان را از قید حبس بر آوردہ انواع حیلہ ہائے برائے استمالت و دلاسائے ایشان برانگیخت ۔ اگرچہ این معاملہ متضمن نصوبہ ازدیاد شوکت میران سید مبارک شاہ بود اما سخن مصلحت ابدال بٹ ہرزہ و ہذیان دانستہ زبان در کام خاموشی کشیدہ بعبادت خانہ نمود ؎

سرمایہ سعادت دینی عبادتست
پیرایۂ کرامت عقبیٰ عبادتست

و تا زمان انقراض رشتۂ حیات بطاعت و عبادات رب السموات اشتغال می نمود چنانچہ عنقریب سمت تحریر خواہد یافت إِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهُ الْعَزِيزُ۔

لوہر شاہ کی بغاوت

علی خان باتفاق لوہر شاہ و ابدال بٹ جہت مقصود خود علم مخالفت یوسف شاہ برافراختہ بدائرۂ مصلحت ایشان در آمدہ حتی الامکان[1] در تردد دفع در رفع یوسف شاہ کمر جد و جہد بر میان جان بست ؎

من طریق سعی می آرم بجا
لیس للانسان الا ما سعیٰ
دامن مقصود گر آمد بکف
از غم و اندوہ ماندم برطرف

---

[1] جہاں تک ممکن ہو سکے۔

ورنہ شد از جہد من کاری بکام
من دران معذور باشم والسلام

وفرزند ارشد یوسف شاہ راکہ میرزا یعقوب باشد نیز فریفتہ در محاربۂ پدر خود حریص وراغب ساخت۔ ابدال بٹ چون درمخالفت یوسف شاہ علی خان ومیرزا یعقوب وغیرہم را یکدل ویکرنگ دید۔ از عہود وشروط خود پشیمان شدہ از شہر کوچ نمودہ بمقابلۂ یوسف شاہ بایں طرف سوپور ایستاد وچند روز محاربۂ تیر وتفنگ باہم در پیوستند۔ چون مانع تلاقی طرفین آب سوپور بود۔ ابدال بٹ بہ اتفاق علی خان مصلحت نمودہ دو ہزار سوار مکمل ومسلح بر رہ کنہامہ ہمراہ حیدر چک بقصد محاربہ یوسف شاہ فرستادہ درہمان روز جہت عبور آب سوپور برادر خود علی بٹ تعیین نمودہ در مقام روباہ بازی چون دمنہ باشیر درآمدہ مصحوب بابا خلیل الله نصیحت چند گفتہ نزد یوسف شاہ فرستاد۔ بشرح آنکہ چون این بندہ پروردۂ نعمت علی شاہ واز خاک برداشتۂ آن درگاہ است۔ لازم وواجب است کہ آنچہ فتنہ وفساد ودرج صلاح ومصلحت ملازمان بیند مخفی نہ داشتہ درمعرض عرض اظہار نماید۔ کہ سرداران وامرایان لشکر ملازمان باسراچہان قرار دادہ اند کہ دران تقابل صفوف مرکب فرار لشکر آن نامدار برانگیختہ درحلقۂ مردان کارزار لشکر لوہر شاہ درآیند وفردا صباح پگاہ لوہر شاہ باحشم وسپاہ ازین آب عبور نمودہ ومحاربۂ ملازمان بیائند۔ وحیدر چک با دو ہزار سوار تیر انداز نیزہ گذار بموضع بوسنگری رسیدہ از عقب لشکر ایشان تجارب خواہد پیوست زنہار ہزار زنہار شتاب عنان انصراف بجانب موضع پونچ مصروف دارند والا نہ گرفتار خواہند شد۔

بیت ؎

چنین گفت مرد سخن آفرین	ز اخبار یوسف شہی دوربین
چو تہدید ابدال بٹ شہ شنود	زبانی بیان در جوابش کشود
دران پس سخن درچنین درکشاد	کہ اے بٹ بن بٹ نیلو نژاد
بیا پائے در راہ انصاف نہ	کہ نبود طریقی ز انصاف بہ
تو از مکر خود سید وبادشاہ	درانداختی ہمچو رستم بچاہ
تو امداد او سر برافراختی	بمیدان مردان فرس تاختی

نیابی تو امروز امداد او ... چگونہ شوی جنگ من رو برو
تو بودی کشاورز آبائے من ... کشاورز را کے سزد جائے من
بشمشیر ترکش ترا نیست کار ... کشاورز را با دلیری چہ کار
خداوند ملکم بہ پیوند خویش ... مشو عاصی اندر خداوند خویش
نژاده منم دیگران زیردست ... بہ پورعلی شاہ کہ آرد شکست
بخون ریز من لشکر ساختی ... شبیخون کنان سوئے من تاختی
بدان تا بہم برزنی جائے من ... ستانی زمن ملک آبائے من
تو گر ہوشیاری، نہ من بیخودم ... ہمان ہوشیارم ہمان بخردم[1]
تو درمن چو نرم آستین دیدهٔ ... کہ فولاد خود را پسندیدهٔ
تو از برگ ساکن کنی باد را ... ہراسان از بید پولاد را
در اندازهٔ من غلط بودهٔ ... کہ بازوئے جنگم نہ پیمودهٔ
کسی کو زند بر من ابر دگره ... کفن بہ کہ پوشد بجائے زره
سنانم ز پہلو درآرم بناف ... دروغے نمی گویم اینک مصاف
من اینک عنان باز پیچم ز راه ... کہ یا سر دہم یا ستانم کلاه

ترا آنچہ بایست گفتم تمام
تو دانی دگر بعد ازین والسلام

ابدال بٹ مضمون ایں حکایت شنید۔ اما چوں از کثرتِ لشکرِ خود مغرور و دیگے لشکر یوسف شاہ بہ ترازوئے فکر سنجیده بود۔ زبانی در کام خاموشی کشیده۔ جوابی نزد ایشان نفرستاد و با خلیل اللہ را بطرفِ شہر رخصت داده استعداد محاربہ و مقابلۂ یوسف شاہ نمود سہ

نزاع آنچناں آتشی برفروزد
کہ از تاب او آنچہ باشد بسوزد

و یوسف شاہ در ہماں شب وقت طلوع صبحِ صادق راہ گذر پائین سوپور مصفا ساختہ بر مرکب

---

[1] بمعنی دانا، ہوشیار، عقل مند

دونده جہندہ تازی نژاد سوار شدہ آں طرف آب گذشتہ مبارزان لشکر خود را ترتیب داد۔ جماعۂ پیادہ بطرف میمنہ و برخے آتش بار بطرف میسرہ مرتب کردہ بجانب مخالفانِ خود روانہ شد۔ از استماع آنحال لوہر شاہ ابدال بٹ را ہراولِ لشکر انبوہ با شکوہِ خود ساختہ رو برو دے مخالفانِ خویش نہضت نمود۔ چوں عساکر طرفین صفوف محاربہ باہم راست کردہ روبروئے ہم دیگر شدند اوّل ابدال بٹ قدم مبارزت بہ محاربۂ یوسف شاہ پیش نہاد۔ یوسف شاہ بیک ضرب نیزہ اژدر فام کار ابدال بٹ بہ سرانجام رسانید ؎

گراں شد رکاب و سبک شد عنان
فرس خورد مہمیز و دشمن سنان

و تاریخ قتل او بریں وجہ یافتہ اندکہ ؎

"ناگہاں شیر درید یک دمنہ[1]"

بعد ازاں یوسف شاہ باتفاقِ مبارزان عسکر خویش مانند یوسف خان ولد حسین شاہ و حسین خان ولد ابیہ شاہ و شمسی چک ولد دولت چک و میر حسن ولد نجی ملک و علم شیر خان و شمسی دونی و سید سیف خان بیہقی با برادران دعیزہم کہ ہر کدام از ایشان سردار معرکہ مردمی بود بیکبار حملہائے شیر کردار در لشکر بے شمار لوہر شاہ در آوردند چوں دے را قوتِ مقاومت نماند چتر شاہی در میدان مبارزت انداختہ فرار نمود ؎

مرد میدان شجاعت را نیابیم سر   ہر کہ از سر نہ گذرد کے مرد ایں میدان بود

حبیب خان ولد ابدال خان کہ از قبل یوسف شاہ ابدال بٹ در قید حبس محبوس داشتہ بود۔ در میدان رزمگاہ باز نجیر جانکاہ یافتند زنجیر از پائے او وا کردہ بقوت شجاعت و روز شہامت لوائے نام و ناموس خود بلند ساختہ با فتح و فیروزی متوجۂ شہر گشت۔ از استماع ایں قضیہ فوج حیدر چک از دو متفرق و پریشان شد و خود حیدر چک با معدودے چند براہ چیرہ ہارہ پیادہ پا برہنہ فرار نمود۔

---

[1] دَمْنَہ۔ نام ایک گیدڑ کا جو بڑا مکار تھا۔ اور قصہ اس کا کلیلہ دَمْنَہ میں مذکور ہے۔ مجازاً ہر مکار اور حیلہ گر کو کہتے ہیں۔ مصرع سے ۹۸۹ھ ہجری کی تاریخ نکلتی ہے۔

یوسف شاہ بار دوم بتاریخ نہصد و ہشتاد و ہشتم ہجری یوسف شاہ بار دوم بر سریر سلطنت و کامگاری و پایۂ پادشاہی و بخت یاری نشست و منصب حکومت و رتبۂ وزارت این دیار بہ قبضۂ اقتدار محمد بٹ سپرد۔ او مرد خردمند، روشن رائے و چابک سخن و شیرین زبان بود و لطائف و مطائبات[1] و بذلہ گوئی بسیار می نمود و در حق رعیت و نقیر بے چارہ بسیار نیکو بود ؎

برائے روشن و فکر صواب بردندی | زروئے آئینہ روزگار زنگ خلل
بعقل کامل و تدبیر راست کردندی | ہزاران مشکل دوران بہ نیم ساعت حل

چون پنج ہزار سوار کہ از سوپور فرار نمودہ آمدہ در شہر کشمیر مختفی گشتند و بخدمت حضور یوسف شاہ نہ پیوستند۔ بنا بران محمد بٹ بطریق کنایہ در روشن مطائبہ بہ یوسف شاہ اظہار نمودہ کہ غالباً این پنج ہزار سوار فراری باز بدستور سابق بہ تمہید بساط ضیافت محاربت و تربیت مہمانی مبارزت استعداد دارند کہ بنا بران ہیچ کدام از ینہا بالفعل در حضور فائض السرور حاضر نہ شدہ است۔ یوسف شاہ گفت کہ من رحمتی ام از خدائے تعالیٰ بر نیکان و مصلحان و خشم و غضب ام بر بدان و مفسدان نیش زہرم بالطف و درآمیختہ است و زہر زخشم با شکر رحمت مختلط شدہ ؎

تریاق و زہر ہر دو مرا در خزانہ ہست

آن را بدوستان دہم این را بدشمنان

حکما گفتہ اند کہ مدار عالم بر سیاست است و اوراتنگی جہان کون و فساد نامزد کردہ اند اگر ضبط سیاست بناشد مہمات جہان برنسق نماند و اگر قانون تادیب و تعذیب نبود کار ہا رو بہ تباہی نہد ؎

از سیاست نظام گیرد ملک | بے سیاست خلل پذیرد ملک
نسق کار ہائے عالم را | از سیاست ناگزیر بود

اگر چہ عروس "لاملک الا بالعدل" دلپسند تر است اما او را از پیرایۂ "لاملک الا بالسیاسۃ" چارہ نیست۔ پس لازم مناسب مصلحت مملکت آنست کہ برین مردم فساد انگیز کسان تعین فرمودہ

---

[1] کسی کے ساتھ خوش طبعی اور مزاح کرنا۔

شود تا در هر کجا و در هر خانه که مختفی شده باشد پیدا نموده ـ بموقف سیاست درآورند. گماشتگان جا بجا رسیده ـ لوہر شاہ را در منزل قاضی موسی از خانه که در زیر زمین تعبیه[1] نموده بود برآورده و محمد خان را از خانهٔ میران سید برخوردار یافته ـ در عرضه گاهِ حضورِ یوسف شاہ حاضر کردند ـ و حبّی چک که همیشه لاف و گزافِ شجاعت و مردانگی در میدان رفعت و بلندی می زد ـ مردم این دیار سخنانِ گزاف او را درست و راست می پنداشتند ـ در وقت کار ہیبت آں شجاعت شعار نوعی او را زیر و زبون ساخت که راه فرار بطرف ولائت ہند و تبت با وجود کمال فرصت و فراغت برخود مسدود ساخته مرکب جهنده دونده خود گذاشته رو با نبار خانهٔ ارزن حبشی باسو آورده دراں پنهاں گردید ـ چوں او را ازاں مقام حسنی بٹ برادر محمد بٹ بیرون برآورده در حضورِ یوسف شاہ حاضر کرد ـ چوں یوسف شاہ برائے صواب پرسش و خطاب او متوجه گردید وے از غایت اضطراب بجواب صواب نتوانست پرداخت ـ لاجرم یوسف شاہ زبان مقال بمضمون ایں ابیات مترنم گردانیده گفت ؎

مرد تمام آنکه نگفت و بکرد ۔۔۔ وانکه بگوید بکند نیم مرد
وانکه نگوید و نه کند زن بود ۔۔۔ نیم زنست آں که بگفت و نکرد

و نیچه گنی که سر حلقهٔ فتنه و فسادِ مردم این دیار بود پناه بخانهٔ یوسف خان ولد حسین شاہ آورده بود او را نیز از آں جا برآورده در حضورِ یوسف شاہ حاضر ساختند ـ چوں یوسف شاہ زبان سوال برکشود آں مردِ بے خرد بهمان روشِ قدیم جهل جبلیِ خود ظاهر ساخته حرفهائے ناهموار تکبر و افتخار بر زبان راند ـ یوسف شاہ به بزرگیِ خود بموجب وَالکَاظِمِینَ الغَیظَ وَالعَافِینَ عَنِ النَّاسِ عمل نموده ـ آں زمان به سیاست و عتابِ او نه پرداخت و باقی سپاه و مردم دهاقین که داخل زمرهٔ اهل فرار بودند ـ همه را یگان یگان از موضع و مقامِ اختفا پیدا ساخته حاضر کردند ـ چوں تمامی آں مردم حاضر شدند ـ یوسف شاہ زبانِ حجت بر ایشان دراز نموده و نجیند وجه اثباتِ تقصیرات نمود :ـ

اوّل ـ آنکه به موجبِ نزاع و عناد راهِ صلاح و سداد فروگذاشته ـ شیوهٔ بے وفائی

---

[1] پوشیده رکھنا ـ

شعارِ خود از اجدائی اختیار نموده بہ میران سید مبارک شاہ ملحق شدہ علم فتنہ و فساد برپا نمودہ۔ ایشان را با نواع پریشانی مبتلا گردانید۔

دوم ۔ آنکہ آں سید بزرگوار در بارۂ شما انواع لطف و احسان مبذول داشت۔ شما را بپاداش آں نفاق و شقاق[1] در کار او ورزیدہ۔ ما را از موضع برتھل طلبیدہ۔ دست رد بر سینۂ مثل ما حاکمی زدہ و منفعل ساختہ۔ عقد موافقت بہ لوہر شاہ بستہ و دستِ بیعت بر دستِ او نہادہ۔ وے را بر مسند ایالت نشانید۔

سوم ۔ آنکہ چوں ایں جانب بہ رفاقتِ عساکرِ پادشاہی متوجہ تسخیر ممالک کشمیر شدیم۔ مکتوبات مشتمل بر انواعِ چاپلوسی نوشتہ فرستادید۔ کہ من بعد از جادۂ صدق و یگانگی سرِ ارادت بیروں نخواہیم نہاد۔ چوں ازاں بر عہود و مواثیق شما اعتماد نمودہ عساکر پادشاہی پس پشت انداختہ باین دیار رسیدیم۔ مواثیق خویش در حیز تغافل و تجاہل انداختہ۔ صفوف محاربہ آراستہ کردہ رو برُوئے ایں جانب شدید۔

چہارم ۔ آنکہ پدرِ بزرگوار چوں انواعِ لطف و احسان در بارۂ شما مبذول فرمودہ۔ از خاکِ مذلت برداشتہ۔ بذروۂ اعتبار و آدمیت رساند۔ و ما نیز تا حال بہمیں منوال اصناف در حق شما مرعی داشتہ۔ مزید مراتب در استقبال مصمم نمودہ بودیم۔ و شما آں ہمہ نعمتہا را بہ کفران بدل نمودہ۔ راہ طغیان و عصیان پیش گرفتید۔ اکنون کہ از دایرۂ شریعتِ محمدی و ملتِ حنفی پائے اطاعت و فرمانبرداری بیرون نہادہ۔ بہ مقتضاء آیۂ کریمہ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ عمل نہ نمودہ۔ داخل زمرۂ بغی و فساد گشتید۔ خون و مال شما حلال و مباح است۔

از استماعِ ایں سخنان جوابہائے پریشاں بہ معرضِ عرضِ ایشان بیاں نمودند۔ لاجرم یوسف شاہ

---

[1] مخالفت کرنا۔

لوہر شاہ و محمد خان و برادرِ او حسی چک راجشان بر آوردہ از قوت باصرہ معطل گردانید و بیچہ گنی و فتح خان جند و حسین کوکہ را بوقت سیاست قطع اعضا رسانید و از یوسف لنڈ و علی خان سری گامہ و علی بٹ برادر را ابدال بٹ مثل اسیرانِ اہل بغی باخذ مبلغ فدیہ طور حکم فرمود و علی خان و نوروز چک و پسر او یوسف خان را گوشۂ رعایت مرعی داشتہ از سرِ قتل آنہا در گذشتہ در قید حبس محبوس داشت و بر مفارق سائر مردم سپاہ و دہاقین ظل مرحمت و عاطفت گستردہ بدستور سابق بجاگیرات سرافراز فرمودہ امان بخشید۔

بعد ازیں معاملہ یوسف شاہ راہ خانۂ میران سید مشارٌ الیہ سید مبارک شاہ بقدوم حرمت پیمودہ بشرف ملاقات ایشان مشرف شدہ۔ جہت تقویت و تثبیت مملکت و سلطنت خویش با فرزندان میران سید مشارٌ الیہ عہود و مواثیق مجدد استوار ساختہ۔ مخدرۂ خود را با نبیرۂ ایشان اتصال دادہ بر مسند حکومت فارغ البال نشست۔ و با میرانِ سید مشارٌ الیہ سید مبارک شاہ رابطۂ تازہ و علاقۂ محبت بے اندازہ تجدید نمودہ۔ گاہے خود بمنزلِ میرانِ سید مشارٌ الیہ آمدہ۔ انواع اتحاد و یگانگی بر منصۂ ظہور جلوہ گری کرد۔ گاہے میرانِ سید مشارٌ الیہ را تکلیفِ منزلِ خود می نمود۔

یوسف شاہ اور فنون لطیفہ

یوسف شاہ بحلیۂ حسن بشرہ و صورت و بزیور جمال و سیرت آراستہ و پیراستہ بود۔ و از علمِ موسیقی و اشعارِ ہندی و کشمیری و فارسی بأقصی الغایت واقف و آگاہ بود۔ چنانچہ در زمرۂ اہلِ شوق مخترعاتِ طبع لطیفش و اشعارِ ہندی در ہندوستان و اشعار کشمیری و اشعار فارسی او بر زبان فضلا و شعرا اشتہار تمام دارد و از جملۂ اشعار فارسیۂ او یک بیت دریں نسخہ ایراد نمودہ شد ؎

دلِ پُر دردِ من جاناں بسان غنچہ پُر خون است
چہ بے رحمی نہ پرسیدی کہ احوالِ دلت چون است

و اکثر اوقات بشراب کامرانی سرخوش گشتہ بہ نشاط و طرب و لہو و لعب مائل و راغب بودہ نغمۂ چنگ و چغانہ استماع نمودہ میگفت ؎

بعیش کوش کہ تا چشم می زنی برہم   خزاں ہمی رسد و نو بہاری گذرد

اُمرائے کشمیر کی سازشیں

چون بعضے اعیانِ ایں دیار مانند شمسی چک و علم شیر خان و سید سیف خان و محمد ملک لنگ فرط غفلت یوسف شاہ

از امورِ مملکت معائنه نمودند۔ خیالِ فتنه و فساد از سرِ نو بخاطرِ خود مصمم کردند یوسف شاه چون ازین حال آگاه شد هر چهار کس مذکور را در قید و حبس نگاهداشته زبان چابک بیان باین بیت متحرک گردانید ؎

من درین اندیشه که چون سایه کنم برسر او
او دران عزم که چنان می کند از بنیادم

بعد از چندگاه یوسف شاه سیف خان و محمد ملک لنگ را از حبس خلاص ساخت و شمسی چک و علم شیر خان را به همان و تیره در حبسِ خانه ماند۔ از مشاهدهٔ این قضیه حبیب خان ترسان و هراسان شده۔ عهد و پیمان گسسته فرار نموده بکوهستانِ ادرسیر (بقول حسن لاهور) درآمد و بنیادِ فتنه و فساد نهاد۔ از دو سه ماه دیگر حیدر چک از هند آمده باو ملحق شد و شمس چک ابن نجی چک که نسبتِ خویشی با حیدر چک داشت بموافقتِ مصلحت او جهتِ فتنه و فساد بقلعهٔ بلور سرجر کراج درآمده۔ لشکرِ یوسف شاه او را محاصره کرده و هجوم آورده گرفته پیش یوسف شاه آوردند موميٰ الیه هرچند نسبتِ قرابت که با فرزندانِ یوسف شاه داشته وسیلهٔ تخلص خود نموده انواع نیاز و زاری درمیان آورد۔ چون عمدهٔ اهلِ فتنه و فساد او بود تضرع و تخشع او را هیچ فائده نداد ؎

ز پادشاه وفا جستن آنچنان باشد
که میوه طلبیدن ز شاخِ سرو سهی

بعد ازان یوسف خان ولد علی خان ولد نوروز چک که شمهٔ ذکر ایشان سابقاً مذکور و مسطور گشت از خانهٔ لوهر فرجی از قید حبس یوسف شاه فرار نموده با لشکر حبیب خان ملحق شد۔ چون جماعهٔ امرازادگان این دیار بیک جا جمع شدند۔ مصلحت در ویران کردنِ قصرِ مملکتِ یوسف شاه نموده پیش حاکم تبت کلان جهت مدد و کومک رفتند۔ چون حاکمِ تبتِ مذکور مردِ عظیم الشان بلدی نام با استقلال تمام و با حشم بے انجام بود۔ چهار پنج هزار سوار جهت تقویت و کمک ایشان با اسلح اسباب و آلات سپاه گری مکمل و مسلح نموده همراه ایشان تعین نمود۔ چون یوسف شاه از آمدن کمک و سپاهِ حاکم تبت آگاه گردید۔ مردم زمین دار این دیار با لحظه کارزار مستعد و طیار گردانیده بمحاذاتِ ایشان فرستاد۔ چون حبیب خان مستولی گشت ۔ بعضی

مردم ایشان لوائے تعصب برمی افراختند. و بعضی سنگ تفرقه در معرکهٔ اتفاق ایشان می انداختند از مشاهدهٔ این حال لشکر تبت بغیر از جنگ و مقابله طبل بازگشت زده بمقام خود رفتند و حیدر چک از آنجا منهزم شده بطرف کشتواڑ فرار نمود و حبیب خان راه اطراف و نواحی بر خود مسدود ساخته در شهر درآمده پنهان شد و خواست که بنیاد فتنه و فساد قایم سازد ؎

چون در لشکر دشمن افتد خلاف
چرا تیغ باید کشید از غلاف

و بعد از چند روز تفحص و تجسس نموده او را از موضع سونوار گرفته نزد یوسف شاه آوردند و یوسف خان ولد علی خان با برادران از پرگنهٔ برنگ گرفته نزد یوسف شاه آوردند و یوسف خان ولد علی خان با برادران از پرگنهٔ برنگ گرفته پیش یوسف شاه حاضر ساختند. یوسف شاه جهت رفع فتنه و فساد سیاست ایشان فرموده گفت ؎

سیاست آتشی بر شد که آن را	ز بهر سگالان بر فسر و زند
چون ایشان بر فروزند آتش ظلم	همان بهتر که ایشان را بسوزند

حبیب خان را هر دو چشم از خانهٔ چشم برآوردند و یوسف خان ولد علی خان را با برادران و خویشان بقطع اعضا حکم فرمودند. علی خان ولد نوروز چک مرد عابد و خدا پرست و در کارهای دینی و دنیوی بیدار و هوشیار بود. و پیوسته بعبادت ذوالجلال اشتغال داشت. چون بتقدیر قدیر ربانی چشمان او را بعقوبت مذکور از قوت باصره عاطل گردانیدند. در همان ساعت برخاسته جهت ادائے شکرانهٔ دوگانه نماز بدرگاه بے نیاز اقامت نموده. این رباعی بر زبان مذکور ساخت ؎

در کوئی تو رسم سرافرازی اینست	...... ترا ....
با این همه درد، هیچ درمان نکنم	شاید که ترا بنده نوازی اینست

بعد ازین حال که زمام حکومت و ایالت یوسف شاه بدست محمد بٹ بود. او بواسطهٔ عداوت و خصومت شمس دونی پیوسته مکدر خاطر بود. و هر چند که یوسف شاه را برانتقام بے هنگام او ترغیب و تحریک می نمود. یوسف شاه بخلق جبلی نیکوئی خویش از سخنان غرض آمیز او اعراض نموده باز از مشار الیه نه پرداخت. باین تقریب محمد میر رنجیده کینه در سینه نگاهداشته با یوسف خان ولد حسین شاه متفق شده. اراده آن نمود که فرصت وقت یافته یوسف شاه را بیک

نوعی ہلاک سازد۔ اما بجہت آنکہ فرزندان میران سید مبارک شاہ دریں مصلحت با ایشان
ہمراز نہ شدند۔ ہم ایشان صورت پذیر نہ شد۔ چوں یوسف شاہ ازیں حال آگاہ شد۔
مشارٌ الیہ ہراسان شدہ با بعضی مبارزان شبا شب فرار نمودہ بکوہستان اوڑی رفت متعاقب
آں یوسف شاہ باتفاق فرزندان میران سید مشارٌ الیہ با عساکر نصرت مآثر عنان توجہ بطرف
کوہستان مذکور معروف داشتند۔ در اثنا راہ با ایشان محاربہ پیوستند۔ حسی بٹ برادر مشارٌ الیہ
محمد بٹ را مجروح و زخمی ساختہ۔ نوعی بران گروہ غلبہ نمودند کہ جز عقبۂ کوہ جائے اخفا ایشان
نماند۔ عساکر نصرت مآثر یوسف شاہ ایشان را در آنجا محاصرہ نمودہ۔ محمد میر را اسیر کردند و بعضی
مبارزان مجروح شدہ۔ از آں مہلکہ برآمدہ بہ حیدر چک پیوستند۔ و بعضی پریشان حال و متفرق
البال شدہ رو باطراف واکناف نہادند و از سبب لحوق آں مبارزان حیدر چک را قوت و
حشمت زیادہ شد۔

بعد ازیں حال میرزا یعقوب بواسطۂ صغر سن خویش و تاثیر صحبت مفسدان بد اندیش
از خدمتِ مصاحبتِ فیض آثار پدر بزرگوار خود دلگیر شدہ برفاقت ابیہ خان ولد ابدال خان
فرار نمودہ۔ بکوہ کشتواڑ درآمد۔ پس از چند روز یوسف شاہ ملا حسن اسود را برسم رسالت نزد فرزند
مذکور فرستاد۔ ملا حسن بحسن تدبیر و لطف تقریر دل او را نرم ساختہ متوجہ عتبہ بوسی پدر خویش
گردانیدہ گفت ؎

بشنو نصیحتے ز من اے مردِ کاردان گر عاقلی ز صحبتِ اہلِ نفور باش
چو باز باش کہ صیدی کنی و لقمہ دہی طفیل خوارہ مشو چوں کلاغ بے پر و بال

وابیہ خان از مخافت و ہیبتِ معاتبۂ یوسف شاہ نزد حیدر چک ماند۔ بعد ازیں قضیۂ شمسی چک
کہ در عین جلوس یوسف شاہ بر سریر ایالت در قید قباحت مقید بود۔ بنوعی از حبس خانہ خلاص
شدہ در کوہ کشتواڑ بہ حیدر چک ملحق گردید۔ بنا بران مردم فتنہ انگیز رخنۂ عظیم در سدِ سلطنتِ
یوسف شاہ یافتہ علم فتنہ و فساد جابجا برپا نمودند و یوسف شاہ جہت محافظت و ممانعتِ
آمد شدِ مردم پیش حیدر چک شیر علی بٹ و نجی رینہ بموضع کنیل تعین فرمود۔ مشارٌ الیہما شیوہ
غفلت شعار خود ساختہ از کمین گاہ خویش غافل شدہ چند روز ہمانجا نشستند۔ حیدر چک
فرط غفلت و بے خبری ایشان مشاہدہ نمودہ۔ فرصت وقت یافتہ باتفاق مبارزان خویش از

موضع کشتواڑ برآمده به تعجیل تمام بر سر ایشان شبخون آورده ـ

دو منزل یکے کرد و آمد دوان
همی جست بر سانِ تیر از کمان

درآں اثنا شیر علی بٹ با مبارزان ایشان داد مبارزت داده از دست شمسی چک بقتل رسید دیگی ریبنز را حیدر چک زنده گرفته بموضع ڈکشنم نزول نمود. اکثر مخالفان رم کرده. یوسف شاه ازیں حال آگاه شده به محاربه حیدر چک پیوستید. پس یوسف شاه با مبارزان خویش از شهر برآمده مقدمه لشکر او در موضع مذکور با حیدر چک و شمسی چک و ابیه خاں و غیرهم جنگی عظیم در پیوست. اما چوں جماعهٔ مخالفان بغارہائے تنگ ملجا و ماوٰی نمود ساخته با ایشان محاربه می نمودند. بسیارے از مبارزانِ یوسف شاه مجروح و زخمی شده بزهیمت از میدان مبارزت غنیمت شمرده به یوسف شاه که متعاقب می آمد ملحق شدند. اما فرزندانِ میرانِ سید مبارک شاه چنانکه میران سید ابوالمعالی و ابراهیم خاں و غیرهما پائے مبارزت در میدان محاربت مستحکم نموده میرزا یعقوب[1] انواع استمالت مردانگی داده نگذاشتند کی پے بزهیمت زده گان فرار نموده پیش پدر بزرگوار خود روند. بلکه همانجا علم شجاعت و تهمامت بر پا نموده. قریب با پانزده شاهزاده سوار شجاعت شعار با آں لشکر بے شمار محاربه و مقاتله می نموده. و آں مبارزان فراری خبر ہائے پریشانی لاطائل[2] در باب میرزا یعقوب و فرزندانِ سید شاه[3] الیه نزد یوسف شاه نقل نموده بنوعی بے دل و دلگیرش ساختند که مدتے همانجا با آں حشم و خدم متوقف ماند. آخر میرانِ سید حسین خاں ولد میرانِ سید شاه الیه ایشان را تحریک و تحریض نموده برآں آورد که قدم مبارزت پیش نهاده قریب میدان محاربه شدند. حیدر چک پیش از وصول یوسف شاه دیده از مغاره ہا تنگ برآمده با فرزندان میران سید شاه الیه جنگی عظیم پیوست. چوں جماعهٔ سادات مذکوره مانند کوه با شکوه پا مستحکم نموده از جائے خود نه جنبیدند ـ

برفتن اگر سیل تندی کند
چو کوه آیدش پیش بندی کند

---

[1] بمعنی نفع اور فائده کے ہے. لاطائل سے مراد بے فائده ہے ـ

ناچار بنائید کردگار حیدر چک بے دلی نموده از اسپ پرند جهنده پیاده شده در منارہائے کوہستانی مذکور پنہاں گردیده گرده سادات مذکوره طبل ظفر و فتح زده بیارزان او را تعاقب نموده. بسیارے از ایشان به تیغ بے دریغ بقتل درآوردند. چوں یوسف شاه با عساکر نصرت آثر در آن میدان محاربه رسیده شهامت و مردانگی سادات مذکوره معاینه نمود. انواع آفرین و اضافت تحسین بر سر میران سید شاه ابو المعالی خوانده. اکثر مبارزان آں معرکه را به تجویز میران سید مشارٌ الیه با نعامات شائسته و خلعت ہائی فاخره سرافراز و ممتاز گردانیده. عنان توجه بصوب سر پر سلطنت کشمیر معروف داشتند. بعد از چند گاه شمس چک و ابیه خان وغیرہما از صحبت حیدر چک پریشان ضمیر شده. عهود و مواثیق به یوسف شاه تجدید وتتاز ه نموده پیوستند ؎

زخوش گفتن و دل زبد تافتن

زبیگانه خویشی توان یافتن

حیدر چک و یوسف کنڈ و علی خاں سوری گامه وغیرہم از کوہستان کشتواڑ بر آمده متوجه بدار الخلافت لاهور شده. بملازمت راجهٔ راجہا راجه مانسنگه ملحق گشتند. یوسف شاه بواسطہ تخلف و تقاعد ملازمت راجه مان سنگه که از وجود آمده بود. چنانچه سابقاً مذکور گشت از ملازمان راجه مذکور متغیر المزاج بود و اکنون که معاندان تیز رفته باو ملحق شدند. بیم و ہراس بیشتر از پیشتر نموده خواجه قاسم ولد خواجه حیدر ابن خواجه حاجی بانڈے[1]. ایں سرخود ساخته گفت که از اصحاب مکر و معاندت ایمن نشستن کار ارباب عقل و کیاست نیست. ع

دشمن نتواں حقیر و بیچاره شمرد

پس در باب مهم حیدر چک کمر خدمت و اهتمام بر میان جان بسته نوعی سعی بلیغ نمود که از خدمت راجه مانسنگه محروم و مهجور شود و خوجه قاسم از برائے رونق و مصلحت کار خود این معنی از یوسف شاه پسندیده. تحت دہدایا و نفیسه از ملازمت ایشان برائے راجهٔ مذکور و ارکان دولت او گرفته متوجه دار الخلافت لاهور گشته باتفاق خواجه محمد غنی کابلی بملازمت راجه مذکور مشرف گشت.

---

[1] خواجہ حاجی بانڈے وہی شخص تھے جنھوں نے کشمیر پر مرزا حیدر کاشغری سے حملہ کرایا تھا۔ (اکبر حیدری)

ومقدماتِ غیبت و اضافاتِ تشنیعت و مذمتِ حیدر چک در وقتِ فرصت بسمعِ راجہ مذکور و ارکانِ دولتِ او میرسانند۔ اما بموجبِ آنکہ ؎

ز صاحب غرض تا سخن نشنوی
کہ گر کار بندی پشیمان شوی

خواجہ مومی الیہ را صاحب غرض دانستہ سخن او را اصغائی نمی فرمودند بلکہ ہر چہ مومی الیہ در باب حیدر چک می گفت۔ درحقیقت باعث تقویت و تائید معاملہ او می شد۔ چوں خواجہ مذکور را یقین شد کہ سخنان من حکم نقش بر آب و آب در غربال دارد بحکم ضرورت از ملازمت راجہ مذکور رخصت گرفتہ بملازمت یوسف شاہ رسیدہ۔ از سخنان واہی و موافق صلاحِ دولت اعراض نمودہ سخنان خوش آمد و چاپلوسی بعرض ایشان می رسانیدہ۔ آں کلمات تقویتِ سلطنتِ خود دانست و او را بخطاب مرزائی در رتبۂ اعتبار ممتاز و سرفراز کردہ زمام امرِ حکومتِ ایں دیار بادسپرد و خوش آمد ہر کرا گفتم خوش آمد۔

شہزادۂ یعقوب کی دوراندیشی

میرزا یعقوب ولد یوسف شاہ کہ بحلیہ عقل و کیاست و فرط تدبیر و فراست آراستہ بود۔ دید کہ آں مرد از دائرۂ مصلحتِ امورِ سلطنت پا بیرون نہادہ۔ خوش آمد شعارِ خود ساختہ۔ سخنان دور از صواب بعرض یوسف شاہ می رساند و آنچہ موافق صلاح دولت بود آں را بر زبان نمی آورد لاجرم با او در مقام خطاب در آمدہ پارۂ سرزنش بخواجہ مذکور نمود۔ بایں تقریب مشار الیہ از ایشان متغیر المزاج شد و نقار و غبار خاطر طرفین بہم رسید۔ در اثنار ایں حال راجہ مذکور تیمور بیگ کہ یکے از معتمدان دربار او بود بطریق رسالت و ایلچی گری بنزد یوسف شاہ فرستاد۔ آنچہ مقتضی رسالت از امید و بیم بود یک بیک با یماد اشارہ ادا نمود۔ مرزا قاسم آمدن تیمور بیگ وسیلہ بر آوردن میرزا یعقوب را بسبب خلاصی خویش دانستہ۔ چناں خاطر نشان یوسف شاہ نمود کہ فرستادن میرزا یعقوب بدرگاہ عالم پناہ برفاقت تیمور بیگ بغایت مرغوب و نہایت مطلوب ست۔ یوسف شاہ سخن غرض آمیز او عمل نمودہ۔ بے فکر و رویت میرزا یعقوب را ہمراہ ایلچی مذکور روانۂ دار الخلافت لاہور گردانید۔ چوں مرزا مشار الیہ در ملازمت راجہ رسید لوازم تکریم و تعظیم بجا آوردہ او را بخدمت بادشاہ مشرف ساخت۔ چندگاہ در قربِ

خدمت اقدس قیام داشتند۔

ناگاہ بمقتضائے تقدیر آلٰہیہ درآن اثنا خبرِ فوتِ میرزا حاکم کہ حاکم کابل بود رسید حضرت بادشاہ جہاں پناہ جہتِ تسخیرِ ممالک کابلستان پائے عزیمت در رکاب ظفر انتساب آوردہ و در ہر منزل و مقام کہ نزولِ اجلال می نمود میرزا یعقوب را بمقدمۂ اہتمام طلب یوسف شاہ می فرمود میرزا یعقوب ہرچند واقعاتِ ہر منزل بوسائلِ رسائل بخدمت پدرِ بزرگوار خویش عرضہ می نمود۔ بواسطۂ خباثت و شرانگیزیِ خواجۂ مذکور موافقِ تدبیرِ دانستہ التفاتی بہ مکتوبات فرزندِ خود نمی نمود۔ چوں میرزا یعقوب از آمدن یوسف شاہ مایوس شد و طلب بادشاہی بسیار احساس نمود از خوف و ہراس تعرض بادشاہ ملاحظہ تمام نمودہ از موضع بہلول پور بدین موجب رخصت بکمال عجالت روانہ گردیدہ۔ در عرصۂ سہ شبانروز خود را بشرف ملازمت پدرِ بزرگوار خویش رسانید۔ باز عرق عداوت خواجہ قاسم دربارۂ میرزا یعقوب در حرکت آمدہ

توانم آنکہ نیازارم اندرون کسے — حسود را چہ کنم کو ز خود برنج درست
بمیر تا برہے اے حسود کین رنجیست — کہ از مشقت آں جز بمرگ نتواں رست

مغلوں کا حملہ

چوں قبل از وصول میرزا یعقوب نزد یوسف شاہ حکیم علی و صالح عاقل برسم رسالت بندگانِ خلافت پناہی بطلبِ یوسف شاہ فرستادہ بودند دوران اثنا میرزا یعقوب فرار نمودہ پیش پدر بزرگوار خویش رسید۔ بنا علیٰ ہذہ جواب نامہ مشتمل بر مقدماتِ عذر و معذرت کہ بر رفاقتِ ایشان در پایۂ سریر خلاف اشکتاب نمودہ فرستادہ بود بعرض قبول مقبول نہ افتاد و تجنب و تخلف یوسف شاہ کہ از و سرزدہ بود اکنون از میرزا یعقوب نیز ہماں حرکت شنیعہ بوجود آمدہ۔ ایں معنی موجب ازدیاد قہر و غضب پادشاہی شد۔ لاجرم راجہ بھگوان داس یا بیت و دو امرا مثل شاہ رخ مرزا و شاہ قلی خان وغیرہم جہت تسخیر ممالک کشمیر تعین فرمود۔ چوں عساکر پادشاہی از آب پنبہ و رنگ عبور نمودند محمد بٹ کہ ذکر قضیہ او سابقاً سمت تحریر یافتہ اورا از قید حبس خلاص یافتہ جہت محافظت شہر و زندان خود گذاشتہ علم شیر خان کہ در وقت جلوس بر سریر سلطنت در قید و زنجیر نگاہداشتہ بود از حبس برآوردہ ہمراہ خود گردانید۔

یار بدست آر کہ بس بیکس است | ہر کہ مراد را بجہان یار نیست
این ہمہ نعمت کہ درین عالم است | ہیچ بہ از یار وفادار نیست

مغلوں کی شکست اور عہد نامہ

بعد ازاں باتفاق سرداران ونامداران از شہر آمدہ بمقابلۂ لشکرِ بادشاہی راہ ہای تنگ پیش گرفتہ بموضع کوارہ مست نزول نمود۔ فردای صباح پگاہ بعضی مبارزانِ لشکرِ یوسف شاہ باگروہ عساکر بادشاہ جہاں پناہ جنگی پیوستہ۔ بسیار مردم از سپاہ بادشاہی مقتول ساختہ سرہائے ایشان بریدہ پیشِ یوسف شاہ آوردند۔ بعد ازاں یوسف شاہ با میرزا قاسم کہ زمام اختیار ممالک ایشان بہ قبضۂ اقتدارِ او بود بموجب فرمودۂ وشاوِرہم فی الامر مشورتِ در دفع و رفعِ عساکرِ مذکور نمود۔ موحی الیہ صلاح عاقبتِ کار خود ملاحظہ نمودہ خفیۂ چناں مصلحت بہ یوسف شاہ نمود کہ چون مقاومتِ عساکر بادشاہی ممتنع است اولیٰ آنست کہ بموجب اَلصُّلحُ خَیر در صلح کشودہ راجہ بھگوانداس را وسیلہ و مربیِ خود ساختہ بخدمتِ بادشاہِ جہاں پناہ متوجہ شویم کہ ہر آئینہ بموجب فرمودہ اَلدُّنیا بالوسائل لا بالفضائل مہماتِ ما بدین وسیلہ برونق نظام خواہند انجامید۔ متعاقب ایں مصلحت باجازتِ یوسف شاہ میرزا قاسم در ملازمت راجہ بھگوانداس رفتہ۔ تمہید مقدماتِ اخلاص و اعتقادِ خود نمودہ۔ چناں اظہار کرد کہ اگر یوسف شاہ را بملازمت شما آوردہ ملحق سازیم در حق ما چگونہ شفقت و عنایت خواہید ورزید۔ ایشان جہت سرانجامی ہم خویش عہود و مواثیق بونقِ خاطر خواہِ میرزا قاسم پرداختہ۔ انواع استمالت مردانگی دادہ۔ عہد نامہ نوشتہ بدست او بملازمتِ یوسف شاہ فرستادند۔ مرزا قاسم شتابان آمدہ عہد نامۂ مذکور پیشِ یوسف شاہ گذرانیدہ مقدمات دیگر مشتمل بر چاپلوسی و فریب ترتیب دادہ یوسف شاہ را بران آورد کہ بے تانی و تامل و بے مصلحتِ فرزندانِ و تحمل رفتہ براجہ مذکور ملحق شود ؎

مکن در امور سپاہی شتاب | ز راہ تانی عنان بر متاب
کہ صد خون بیکدم توان ریختن | دلے کشتہ نتواں برانگیختن
تو شاہی چو شاہین مشو تیز پر | باہستگی کوش چوں شیر نر

یوسف شاہ کی ناعاقبت اندیشی۔ یوسف شاہ براہ نمائی آں گمراہ بہ بہانۂ دیدنِ

ہراول سپاہ خویش پائے عزیمت در رکاب آوردہ با ہراول و مقدمۂ لشکر خویش ملحق شدہ۔ برفاقت چار پنج سوار حشمت و ایالت خود گذاشتہ عنان عزیمت بہ ارادۂ راہِ مذکور معروف داشت۔ ہر چند مدبران و مشیران و فرزندان از رفتن او را مانع آمدند اصلاً فائدہ نکردہ ؎

رو بپیچ از مشورت زیرا کہ اربابِ خرد
مشورت را پیشوائے اہلِ دولت گفتہ اند

چوں یوسف شاہ بے مصلحت و مدبر و مشیر و بے تامل و تدبیر مرتکبِ ایں امرِ خطیر گردید۔ امرایان و سرداران ممالکِ کشمیر مانند شمس چک و شمس دونی و علم شیر خان علی الخصوص فرزندانِ میر سید مبارک شاہ صلاح خلائق آں دیار در آں دیدند۔ کہ میرزا یعقوب را بر مسندِ ایالت و حکومت بجائے پدر بزرگوار متمکن ساختہ بہ محافظت ممالکِ مذکور پرداختہ شود۔ لاجرم فردائے آں باتفاق شمس چک و علم شیر خان و شمس دونی میرزا یعقوب را بجائے یوسف شاہ بر تخت گاہ نشاندہ و خان خانان ولد حسین شاہ و حسین خان ولد ابرہ شاہ کہ داعیہ حکومت ایں دیار در دماغ داشتند محروم و مذموم ماندند۔ بلکہ امرایانِ کشمیر در صدد چشم کندن آنہا شدہ بودند لیکن بہ مصلحت و کوشش میران شاہ ابو المعالی خلاصی یافتند و باتفاق ایشان با عساکر پادشاہی بہ محاربہ و مقاتلہ پیوستند و با طالب اصفہانی با بعضی مبارزان جہت محافظت راہِ کھادرہ متوجہ شدہ۔ ہماں جا چندگاہ بار اقامت انداختہ۔ نشست و درمیان موضع مذکور و لشکرِ پادشاہی آب پنبہ در رنگ حائل و حاجب بود و بنا بران بعضی مدبران شیرین کار و استادانِ فراست شعار چناں مصلحت بہ لشکر پادشاہی نمودند کہ برین آب پل مستحکم بستہ عبور نمودہ باں طرف بائد شد تا ممالک مذکورہ بوجہ سہولت و آسانی بدست تصرف عساکر پادشاہی در آید۔ استاد لو مذکور نجار کہ یکے از نامداران و چاپلوسیان آں دیار بود۔ ایں مصلحت نمودہ جسرے مستحکم و خاطر خواہ بر آں آب بست۔ اکثر مردم مغل از متعلقان شاہ رخ میرزا بدخشی یگان یگان از آن جسر عبور نمودہ باں طرف آب می شدند۔ و اکثر مردم زمیندار از ان گروہ شجاعت آثار بغایت متوہم شدہ۔ پائے محاربہ و مقاتلہ پس کشیدہ ایستادند۔ امّا یک مردے از مردانِ زمیندار پائے مبادرت در میدانِ مبارزت پیش نہادہ با یک نفر مغل از عساکر پادشاہی جنگے پیوستہ۔ بیک زخم تیر از مرکب حیات پیادہ ساختہ لباس سلب از بدن او سلب نمود۔

آں مردم مغل ہم میانِ زر در کمر داشت و لباس رعنا در بر۔ چون زمینداران آنحال را معائنہ
نمودند برائے اخذ حطام دنیوی ہر کدام راغب و مائل گردیدہ در پیِ مردم پادشاہی کہ یگان
یگان ازان جسر عبور نمودند در آمدہ۔ اکثر مردم را غارت نمودہ بقتل آوردند و پل مذکور
را شکستہ راہ آمد و شد مردم برطرف ساختہ۔ راہ ہائے اطراف و جوانب بالکل نوعی مسدود
ساختند کہ اردوئے عساکر پادشاہی غلہ و سائر مصالح چندان گرانبہا شد کہ مزیدی بر ان
متصور نیست ؎

گرسنہ شکم بر نمد بست چشم — کہ ہمسایہ گوشت بود است پشم

اکبر کی عہد شکنی اور راجہ بھگوانداس کا اقدام خودکشی

بہمیں منوال شدت و محنت گذراندہ با ایشان محاربہ می نمودند۔

دوران اثنا بتائید آسمانی برف و باران بموافقت بلائے غلہ گرانی شدہ۔ نوعی عساکر بادشاہی
را زبون و زبون ساخت۔ کہ لاعلاج علی اکبر شاہ را برسم رسالت در ملازمت میرزا یعقوب
شاہ فرستادند کہ من بعد جنگ و محاربت نکنند و بہمان سیرت و شانِ خود بودہ سکہ و خطبہ بنام
و القاب بادشاہ جہاں پناہ مقرر سازند۔ و ہرگاہ میرزا یعقوب را بادشاہ جہاں پناہ طلب
فرمایند۔ یوسف شاہ او را در خدمت حضور حاضر خواہد گردانید۔ اگرچہ میرزا قاسم
از ضمانیتِ میرزا یعقوب شاہ را مانع بود۔ اما از روئے عطوفت پدری ضمانیت
فرزند پذیر رفتہ خود قبول نمودہ۔ حسب الامر راجہ بھگوانداس نامۂ ضمانیت نوشتہ دادہ
از موضع بولیاس برفاقت ایشان متوجہ دار الخلافت لاہور شد۔ راجہ بھگوانداس با عساکر بادشاہی
طبل شادی کوفتہ یوسف شاہ را ہمراہ خود گرفتہ بشرفِ خدمت بادشاہ خلافت پناہ مشرف
گردانید۔ اگرچہ یوسف شاہ کمال اخلاص و نہایت اعتقاد و رزیدہ روئے توجہ بخدمت حضرت
خلافت پناہ آورد۔ اما از آنجا کہ طالع مددگاری نہ نمود۔ اخلاصِ او و قولِ راجہ بھگوانداس یکسو نہادہ
یوسف شاہ را مدت دو سال و شش ماہ در حبس گاہ نگاہداشت۔ لاجرم چوں راجہ بھگوانداس
در سخن و قولِ خود خلل دید غیرت اصلی کہ در نہاد آں طائفہ جبلی است او را بران آورد کہ دشنۂ تیز
خون ریز از کمر خویش برآوردہ حوالہ شکم خود نمودہ امعا و احشائے خویش بیرون انداخت۔ چوں قاصد ممات
بمنزل حیات او نہ رسیدہ بود باز خلعت تندرستی پوشیدہ بر مسند عافیت متمکن شد۔

نواں باب

یعقوب شاہ

یعقوب شاہ بعد ازیں قضیہ یعقوب شاہ بتاریخ نہصد و نود و چہار ہجری بر مسند ریاست و حکومت ممالک کشمیر جلوس نمود و تاریخ جلوس او "ظل اللہ" یافتہ اند و مسند وزارت به علی ڈار قرار یافت و علی ڈار مردی خوش دماغ بود۔ امّا چون کیفیات بسیار میخورد در معاملات خلایق میانِ راست و دروغ و صلاح و فساد تمیز نتوانست کرد۔ تا بحدیکہ پرگنہ کہ در صباح بہ بعضی سپاہ می داد۔ بنماز دیگر ہمان پرگنہ بدیگرے تفویض می کرد۔ چوں ہر دو جاگیردار مناقشہ نمودہ مرافعہ پرگنۂ مذکورہ اظہار نمودند۔ سخنان خود فراموش نمودہ جواب ایشان چناں می داد کہ پرگنۂ مذکورہ داخلِ پرگنہ جات خالصہ است۔ بہ جاگیر کسے مقرر و مفوضِ نہ شدہ است۔ بایں سبب درمیان خلائق جدال و عناد و فتنہ و فساد روز بروز می افزود۔

سازشیں اور بغاوتیں درآں حال یعقوب شاہ میران سید حسین خاں و شمس دونی را جہت محافظتِ شہر کشمیر تعین فرمود۔ خود با حشم و سپاہ جہت کدخدائی فرزند

۱؎ ۹۹۴ھ

خوانده خویش متوجه موضع هاله واله شده بود. چون نسبت مذکوره درست ساخته عنان مراجعت مصروف فرموده بموضع اچهول رسید علی ڈار شیوهٔ بغی شعار خود کرده با شمس چک و علم شیر خاں و میر حسن چاڈوره اتفاق نموده درصدد[1] آن شدند که بر یعقوب شاه دستبردے نمایند. اما بسبب قوت و شوکت سپاه کاری نتوانستند کرد. ناچار از آن جا یلغار نموده بطرف میرانِ سید حسین خاں و شمس دونی عنانِ توجه مصروف داشتند که بهر نوع خواه بصلاح و خواه بجنگ ایشان را در دایرهٔ مصلحتِ خود درآورند یعقوب شاه ازیں واقعه آگاه شد. محمد میر که در حین جلوس در قید حبس محبوس داشته بود او را از حبس برآورده با تفاق او عنانِ عزیمت بطرف شهر کشمیر مصروف داشته پیش از وصول مخالفان در شهر درآمدند. بعد از لمحه علی ڈار با مخالفان پلهائے نهرِ شهر بریده در موضع ذالڈگر فرود آمد و یعقوب شاه بمیدان عیدگاه نزول نمود. چوں یعقوب شاه علی ڈار را بسیار دوست می داشت علی ڈار اعتماد بر کمالِ دوستی او نموده. در عیدگاه در ملازمت شتافته سخنانِ چند موافقِ ارادهٔ طبیعت خود بعرضِ یعقوب شاه رسانید. اما چوں مدبران و مشیران یعقوب شاه را دلپذیر نه افتاد ناچار از ملازمتِ ایشان خاسر[2] و خائب[3] شده با اتفاقِ رفیقان جهتِ تقویتِ خویش متوجه سوپور شده. علم شیر خاں را ایں طرف سوپور در موضع مله پوره گذاشته خود با جماعتِ مبارزان در سوپور نزول نمود. بعد ازاں یعقوب شاه با سرداران سپاه داعیهٔ جنگ آں جماعه بخاطر خود مصمم نموده بمقابلهٔ لشکر مخالفان بایں طرفِ شهر سوپور نزول فرموده. بعد از هفت شبانروز از آب مله پوره عبور نموده به علم شیر خاں جنگی عظیم و حربی بزرگ پیوستند. چنانکه نزدیک شده بود که علم شیر خاں از زخم مبارزت مبارزاں درمیان مقتول شود. اما باعانت و دستیاریِ رفیقانِ او را از آن رزمگاه بسلامت برآورده در کشتی سوار نموده بطرف سوپور نزد شمس چک رسانیدند

مکن تکیه بر گنج و تیغ و سپاه	ز فرزانگان رائے تدبیر خواه
شود رائے نیکو ترا دستگیر	بجائے که ضائع شود تیغ و تیر

بعد ازاں امرایان و مبارزانِ عساکرِ یعقوب شاه از موضع سوپور فتح کرده پائے مبارزت و مردانگی در بازار سوپور نهاده با مبارزانِ شمس چک دوکانِ محاربه گرم کرده نوعی بر لشکر او غلبه آوردند

---

[1] بازر کهنا [2] زیاں کار [3] ناامید

کہ بے اختیار فرار نمودہ۔ رو بسوے عبور جسر سوپور آوردند۔ چوں پہنائے جسر مذکور نہایت تنگ بود
وازدحام فراریان برد۔ بسیار شد ناچار بعضی مردم از صدمۂ ہمہ گیر در آب افتادہ غرق گشتند و برخی
بساحل سلامت پیوستند و شمس چک باتفاقِ مبارزانِ خویش فرزانگی نمودہ عنان عزیمت بجانب
شہر معروف داشت و یعقوب شاہ فرزند میرانِ سید مشارٌ الیہ شاہ ابو المعالی را متعاقب آنہا
فرستادہ خود باتفاق یوسف خاں و ابیہ خاں و سید حسین خاں از موضع سوپور الغار نمودہ پیش از
رسیدن شمس چک بشہر رسید۔ شمس چک و علم شیر خاں وغیرہما استماع ایں حال نمودہ در شہر در
آمدن مصلحت نہ دیدند و چند مردم بتعاقبِ علم شیر خاں شتاب زدہ گی نمودہ با جماعۂ خود از شمس
چک جدا شدہ بکوہستان کہامہ در آمد و میر حسین چاڈورہ بموضع شمہ ہال رفت و علی ڈار از ایشان جدا
شدہ پناہ بزمین دار برکل آوردہ۔ ناچار شمس چک بآستانۂ میر شمس الدین عراقی در آمدہ پنہاں گردید
و یاران و مبارزان از مصاحبت ایشان متفرق شدند ؎

ایں دغل دوستاں کہ می بینی	مگساند گرد شیرینی
تا طعام تو ہست می کوشند	ہمچو زنبور بر تو می جوشند
باز وقتے کہ دہ خراب شود	کیسہ چوں کلۂ رباب شود

ترک یاری کنند دیداری
دوستی خود نبود پنداری

چوں ایں خبر بسمع یعقوب شاہ رسید سوار شدہ۔ شمس چک را از آستانۂ مذکور برآوردہ حوالۂ ابیہ خاں
ولد ابدال خاں نمود۔ اگرچہ شمس چک صاحبِ تدبیرِ صائب و ذہن ثاقب بود۔ اماں چوں قضائے ربانی
و تقدیرِ رحمانی نازل شد۔ نوعی پردۂ بے فراستی بر دیدۂ بصیرت او فرو کشید کہ عقل از ادراک و حواس
از دریافت فرو ماند۔ و اسپ مبارزت گذاشتہ بمنزل مجادران تحصین و پناہ برد ؎

قضا دستست پنج انگشت دارد	چو خواہد کز یکے کامے برآرد
دو بر چشمش نہد دیگر دو بر گوش	یکے بر لب نہد گوید کہ خاموش

قاضی موسیٰ کی سازشیں بعد از تسکین ایں فتنہ زمام منصب وزارت بدست تدبیر
محمد بٹ سپردند۔ بعضی مردم ساعی و نمام تہمت ایں فتنہ انگیزی
تمام شمس چک در باب مخالفت یعقوب شاہ بر قاضی موسیٰ بستند و قبل ازیں نیز در زمانِ آمدنِ

راجہ بھگوانداس با عساکر بادشاہی یعقوب شاہ از خواجگان کشمیر پارۂ اسباب و آلات تیغ و تیز طلب فرمودہ بود۔ قاضی مذکور حمائت نمودہ نہ گذاشت کہ آن اسباب و آلات نزد ایشان فرستند فی الواقع قاضی ازاں بابت مرد خوش سلوک و نافذ الحکم بود۔ کہ سقف مسجد جامع کشمیر کہ در درست ساختن آن مرد صاحب تدبیر و بزرگان ممالک کشمیر بتقاعد و تقصیر خوش معترف بودند آن را باشتغال مردم شہر کشمیر در مدت یک سال تعمیر نمودہ درست ساخت۔ و تہمت ہائی دیگر در باب مذہب و ملت کہ ممکن الصدور از وے نبود در حق او گفتہ سعی بلیغ در خون او نمودہ او را بہ قتل رسانیدند۔ الحق اگر طائفۂ تمام با وجود قدرت تمام شفاعت و مرحمت شعار خویش ساختہ مثل فرزندان میران سید مبارک شاہ ازیں مہلکہ ناگاہ خلاص می ساختند۔ ہر آئینہ نقش نکوئی و کرم ایشان بر صفحۂ زمان تا قیام قیامت باقی می ماند ؎

نکوئی کن و اکنون می دہد دست	بدی بگذار اگرچہ قدرتت ہست
زنیکوئی نکوئی آیدت پیش	اگر بدمی کنی بد آیدت بیش

قتل موسیٰ زوال حکومت

از وقوع ایں قضیہ درمیان بزرگان و اعیان و اہالی ممالک کشمیر حادثہ واقعۂ حادث و حائل شد کہ مہابت آن حادثہ موجب نقصان بنیان قصر مملکت یعقوب شاہ گشت و در اثناء ایں حال از رائے رکیک ملا احسن اسود وغیرہم محمد بٹ کہ بکمال فراست آراستہ بود از مسند وکالت و وزارت معزول گردانیدہ در قید حبس نگاہداشت۔ ایں قضیہ نیز باعث زیادتی فتنہ و فساد شد و خلعت وزارت و مہام بر قامت بے اندام نازک بٹ پوشانید۔ چون نازک بٹ از حلیۂ عقل سادہ و از زیور فراست دور افتادہ بود. تدارک و تلافی فتنہ و فساد کہ در کشتن قاضی موسیٰ وقوع یافتہ نتوانست نمود و از خبرداری سپاہ و رعایائے حال تباہ واقف و آگاہ نتوانست شد۔ لاجرم سپاہ آن دیار از ولی نعمت ہائے کبار خویش منحرف المزاج شدہ ناچار راہ بیوفائی و جدائی پیمودند ؎

زر بدہ مرد سپاہی را تا سر بنہد	دگرش زر نہ دہی سر بنہد در عالم

شیخ یعقوب صرفی کی قیادت میں کشمیر پر اکبر کا حملہ

چون حقیقت حال برین منوال معاینۂ اہل آن دیار گردید۔ ناچار اشراف و اعیان آن روزگار حقیقت حال بہ پایہ سریر خلافت معروض داشتند۔ حضرت خلافت پناہ جماعۂ مبارزان صاحب شکوہ بالشکر

پرانبوہ بخلعت ہائی شاہنشاہی و انعامات بادشاہی سرافراز و ممتاز ساختہ بہ تسخیر ممالک کشمیر ہمراہ
قاسم خاں میر بحر روانہ گردید و جامع صورت و اسلوب شیخ یعقوب و حیدر چک را نیز ہمراہ قاسم خاں
میر بحر مرخص و مامور فرمود تا در ہر موضع و منزل رہبر ایشان بودہ ۔ بہر کدام طائفۂ اسمالت و مردانگی
می دادہ باشند تا ہیچ احدی ہراس و رعب بخاطر خود راہ نہ داد ۔ جلاوطنی اختیار نوروز د ۔ یعقوب شاہ
ازیں حال آگاہ شد ۔ برادر نانک بٹ را در شہر تعیین فرمودہ خود از شہر برآمد ۔ دریں اثنا سید یوسف
خاں بیہقی از سوپور برآمدہ ۔ از برادر نازک بٹ خلعت و اسپ و اسباب گرفتہ با علم شیر خاں بہ موضع
پکھامہ ملحق شدہ ۔ بر فاقت او عنان عزیمت جہت فتنت و فساد بطرف شہر مصروف داشت و یعقوب شاہ
بہ موضع ہیرہ پور رسیدہ ۔ پیش از وصول لشکر بادشاہی یوسف خان ولد حسین شاہ و ایبہ خان ولد
ابدال خان و ابراہیم خان ولد میران سید مبارک شاہ و غیرہم را جہت محافظت راہ کپل (بقول حسن
کونہ بل) تعیین نمود ۔

امرائے کشمیر کی ملک و قوم سے غداری

بعضے مبارزان از نفاق یعقوب شاہ و عدم اتفاق
ہمدیگر باہم اتفاق نمودہ ۔ فتح علی کہ بخطاب نورنگ
خاں ممتاز بود در قید کردہ متوجہ بطرف عساکر بادشاہی شدند از آں جملہ بہرام نیاتک ۔ اسماعیل
نیاتک و شنکی چاذورہ مسدودی رفتہ بہ لشکر بادشاہی پیوستند جرابے کہ جہت محافظت راہ پیر پنجال
فرستادہ بودند بہ لشکر بادشاہی پیوستند و مردم فراری مذکور مذبذب حال و پریشان مآل شدہ
لاالیٰ هٰؤلاءِ ولاالیٰ هٰؤلاءِ گردیدہ درمیان ماندند و یوسف خاں ولد حسین شاہ و ایبہ خاں
ولد ابدال خاں و ابراہیم خاں ولد میران سید مشار الیہ عنان مراجعت باز تافتہ بہ یعقوب شاہ
ملحق شدند ۔ چوں تفرق و انتشار یعقوب شاہ بحد و بسیار شد و اجتماع مردم متفرق و پریشان از
حیطۂ امکان متجاوز نمود لاجرم میران سید شاہ ابوالمعالی چہرہ دلکشائی فتح و فیروزی یعقوب شاہ در
آئینہ تدبیر بایں صورت پذیر دید کہ شمس چک و محمد بٹ کہ در قید حبس محبوس بودند ۔ چنانکہ سابقاً ذکر
آں مسطور شد از قید زنجیر خلاص نمودہ عہود و مواثیق از سر نو تازہ ساختہ در سلک عساکر یعقوب شاہ
انتظام باید داد تا قوت و حشمت ایشان متزاید گردد ۔ اگرچہ ایں مصلحت یعقوب شاہ را بسیار
مستحسن و دل پذیر واقع شدہ بود و بعضی نو دولتان ایشان نیز از روئے نفاق بزبان ظاہر در ین
باب سمعنا و اطعنا گفتہ ایشان را از حبس برآوردند ۔ اما چوں ایں مصلحت موافق ما فی الضمیر ایشان

بنود لاجرم یعقوب شاه زا بد درے نموده برآن آوردند که بے تامّل و تانّی وقتِ صبح عنان مراجعت بطرف چیز معروف داشتند ؎

گر بصورت ملکی در بہ لطافت حوری	چوں بمعنی نرسی از ہمہ دلہا دوری

شیخ صرفی کی گرفتاری

بضرورت سرداران و مبارزانِ عساکر فرصت وقت یافته باطراف و اکناف آں دیار متفرق شده رفتند چوں پریشانی و تفرقِ سپاہ یعقوب شاه بسمع عساکر خلافت و نصرت پناه رسید مجمع سیرت و سلوک شیخ یعقوب و میر حسی و شنگی چاڈوره کشمیری با جمعی مردم همراه ساخته بطرف آں دیار مرسل گردانیدند تا انواع استمالت و دلاسائے سکنۂ آں دیار نموده درد ہے حکومت و کلای بادشاهی بر مردم اطراف و اکناف نافذ و جاری سازند۔ چوں جماعۂ مذکور بموضع ہستی ورنج رسیدند مردم ایں دیار ہجوم بسیار بر ایشان آورده اکثر از ایشان بقتل آوردند و میر حسی را مجروح ساختند و شیخ یعقوب را بسبب فضیلت او و شنگی چاڈوره را بسبب خویشی و آشنائی حسین چک با وجود تعدّی و آزارِ ایشان تعرّض نه رسانده۔ دستگیر نموده امان دادند ؎

چو در مقابلۂ جرم لطف بیند کس	شود خجل زده و ایں خجالت او را بس

متعاقبِ ایں قضیۂ شمس چک باتفاق سید حسین خاں بیہقی و حسین خاں ولد ابیه شاه و علم شیر خاں و محمد بٹ و سائر مردم متفرقه را جمع نموده بالائے کوهِ کنزبل نزدل نموده به مقابله و محاربه عساکر بادشاہی پرداختند ؎

از سر گذشته پائے بمیدان نهه ببین	گوئے مراد در خم چوگانِ روزگار
خواہی که بخت کام نیاید بکام دل	بائد شدن بمعرکه با خصم رو برو

دوران حال محمد چک ولد ہمی چک که یکے از مبارزانِ نامدارِ ممالک کشمیر بود پائے مبادرت و سبقت در میدان محاربت پیش نهاده با یکی از مبارزان عساکر پادشاہی دست مردانگی در کمر ہمدیگر کرده در آں میدان چوں گوئے غلطاں از پہلو به پہلو یکدیگر را می گردانیدند تا آنکه مردم گکھر به تخصیص جلال خاں اسپ خود را بجولان در آورده۔ محمد چک مذکور را بعرصۂ عدم رسانید۔ از مشاہدۂ ایں حال عرق مردانگی در بدنِ فرزانگیِ ظفر خاں نائک در حرکت آمده حملاتِ مردانه و صولات شجاعانه از قبل محمد چک نموده۔ آخر بضرب تیر و تفنگ قنبر علی غلام میرزا حاکم در آں وقت نام او داخل طومار

توپخانۂ پادشاہی شدہ بود ۔ ودیعتِ حیات بقابضِ ارواح سپرد۔ باقی امرایان وسردارانِ عساکر ممالک کشمیر تقاعُد تمام وجبین لا کلام درزیدہ روئے ہزیمت باطرات وجوانب آوردہ متفرق شدہ رفتند ۔

فتحِ کشمیر

ولشکر بادشاہی با فتح وفیروزی بعیش وشادی بر کوہ ہستی و نج نزول نمودو نواب قاسم خاں بتاریخ نہصد و نود و چہارم ہجری با فتح وفیروزی عساکر بادشاہی در شہر کشمیر درآمد وحیدر چک را بگمان فتنہ انگیزی ومظنۂ اشور ورزی در قید حبس نگاہداشت۔ اہالی وسکنہ ومبارزانِ دیارِ کشمیر مشاہدۂ آنحال نمودہ از حرکات شنیعہ وافعالِ ذمیمہ کہ در شانِ حکامِ سابق از ازایشان بظہور می رسید پشیمان ونادم شدہ درزاویہ رعب وترسِ معتکف گشتند۔ چوں کیفیت گرفتن حیدر چک بسمع یعقوب شاہ رسید۔ علی الفور باتفاق مبارزان از موضع کشتواڑ در اہتزاز[1] وحرکت آمدہ در موضع چیرونی نشست ومردم مبارزانِ متفرقہ ایں دیار راجمع نمودہ بجنگ جماعۂ مغل تحریص نمود۔ چوں ایں خبر وحشت اثر بسمع قاسم خاں رسید مبارک خاں گکھر را باجمعی از مبارزانِ نامدار برسر ایشان تعین نمود ۔ چوں جماعۂ مبارزان اہتزاز نمودہ در قرب ایشان نزول نمودند۔ مصلحتِ مدبران ومشیرانِ سپاہ یعقوب شاہ برین تدبیر قرار یافت کہ پیش از وصول ایشان برسر قاسم خان در شہر کشمیر شبخون بریم تاچہرۂ دلکشائے فتح در آئینۂ ایں تدبیر بینیم۔ پس مقتضائی ایں رائے عمل نمودہ برسر لشکر قاسم خاں در شب شبخون آوردند ؎

برفتند نیمی گذشتہ زشب	نہ بانگ تبیرہ[2] نہ بوقِ[3] طلب
سپاہ اندر آمد بگرد سپاہ	یکے بانگ برخواست دررزمگاہ
سراسیمہ شد فتنہ از دار وگیر	برآمد یکے ابر بارانش تیر

یعقوب شاہ کی جدوجہد آزادی اور جذبۂ حب الوطنی

درضمن ایں محاربہ مخالفان ہلاکت یعقوب شاہ باعتقاد خود مصمم نمودہ بموضع تعینات خود درنیامدند بنابر آنکہ حکومت وریاست ومنصب سلطنت او بخاطر ہرکدام ایشان بسیار ناخوش بود ۔ لاجرم یعقوب شاہ بدین اندیشہ آگاہ شدہ جزم نمود کہ دوستی

---

[1] خوشی سے جھومنا، ہلنا [2] ڈھول، نقارہ [3] کرنائے، سرنائے۔ بڑی تُرہی جس میں سے آواز مہیب نکلتی ہے۔

اهل این زمانه چندان اعتبار ندارد و محبتِ ابناء روزگار ناپایدار. ناچار زبانِ گفتار در کام خاموشی کشیده از موضع ذالذکر بطرف چیراده‌ڈر عنانِ عزیمت مصروف گردانید ؎

چو بینی که یاران نباشند یار   هزیمت ز میدان غنیمت شمار

و میران سید شاه ابوالمعالی که سر دفتر مبارزانِ سادات بیهقی بود بے محابا بموضع تعین درآمده صولات مردافگن و حملات صف‌شکن نموده ذر دروازهٔ سرائے یوسف شاه راکه قاسم خان با لشکر فراوان در آن رخت اقامت انداخته بود آتش درکشیده و بعض مبارزانِ فرقه مانند میر حسین چاڈوره وغیره اعتماد بر مبارزت و دلاوری و تکیه بر شجاعت و تهوری او کرده باتفاق همدیگر صولاتِ مردانه و حملات مبارزانه نموده مخالفان را مجال راهِ محاربه بجوشش نداوند. درین اثنا قاسم خان حیدر چک راکه در قید نگاهداشته بود تعجیل نموده بقتل رسانیدند ؎

قلم به نیک و بد خلق در ازل رفتست   بگفت و گوئی خلایق دگر نخواهد شد

چون تاریکی شب از شعلهٔ آتش چون روز در فروزنشد در هر کوچه و بازار مردم عوام هجوم عام نموده مبارزان عساکر پادشاهی را بزخم چوب و کلوخ و سنگ بید رنگ مجروح ساختند و خزینهٔ پادشاهی که بوقوف میر عبدالرزاق معموری در آنجا بود. مبارزانِ کشمیری باتفاق میران سید مشارالیه بقصد تاراج و غارت او از دحام لاکلام آورده محاربه سخت و جنگی درشت با میر مذکور در پیوستند. درین اثنا اگرچه قاسم خان فرط نهضت و افراط شجاعت مبارزان این دیار دیده از ان منزل و مقام برآمده نزدیک ساحل سلامت دریا ایستاده باعانت و امداد میر عبدالرزاق معموری نه پرداخته تا او از آنجا که شجاعتِ طائفهٔ شریفهٔ هاشمیه روشن و هویدا است سر سرداران ساداتِ میر مشارالیه پائے دلاوری در معرکهٔ مبادرت فشرده با مبارزان این دیار جنگی عظیم پیوست. اکثر مردم طرفین از زخمهای همدیگر مجروح و خسته گردیدند. ناگاه درین حال مردم این دیار اطلاع یافتند که پاینده قزاق که یکے از مبارزانِ عساکرِ پادشاهی جمعی را از مبارزان ترتیب داده جهتِ کمک مردم خزانه دار عنانِ مبارزت بحرکت آورده است. چون خبر آمدن او مبارزان کشمیر استماع نمودند دست از محاربهٔ میر مذکور واپس کشیده از ان کوچه بیرون آمده بمقابله او رفتند و از آنجا که پاینده قزاق مرد مبارزِ نامدار و در حرب تجربه شعار بود پائے محاربه در میدان مقابله او افشردن کاری عظیم بود ؎

بهر جا که نیزه برافراختی   جهانی ز مردم تهی ساختی

بشمشیرِ خون یلان ریختی | بهر سو که مرکب بر انگیختی

ناچار گردهٔ مبارزِ این دیار مراکب مبارزت در میدان محاربت و بجولان در آوردند۔ علی میر بلواز ان میان سبقت نموده و پای مُباورت پیش نهاده زخمِ شمشیر بر وانداخت۔ آن مردِ مردانه زخم او را در هوا ردگردانیده بنوک نیزه اش از صدرِ زین بر زمین انداخت۔ عوام النّاس مشاهدهٔ مردانگی و چابک دستی او نموده فریاد بر آوردند که هیچ کس متوجهٔ مصاف او نه شود که پنجهٔ صولتِ او بر رستم دستان چیره و سام نریمان در مبارزت او خیره است و میران سید شاه ابو المعالی شیوهٔ مردی و مردانگی او معائنه نموده ذرهٔ نه اندیشند۔ غیرت ورزیده حمله بروئے آغاز کرد۔ مبارزان و نظارگانِ این دیار دیدگان بر مبارزتِ آن دو مبارز دوخته ایستادند۔ پائنده قزاق پائے سبقت در میدانِ مبارزت پیش نهاده حمله آورده زخمِ نیزهٔ جان شکار حوالهٔ میران سید مشارٌ الیه نمود۔ میران سید مشارٌ الیه بتائید عونِ الٰهی زخمِ نیزهٔ اژدر سارِ او رد کرده بیک زخمِ تیغ آبدار مغز از دمار بر آورده او را بر خاک نگونسار گردانید۔ باقی مبارزانِ او آن تهوّر و دلاوری دیده از محاربه پهلوتهی ساخته بعسکر خویش مراجعت نمودند۔ لاجرم مردم پادشاهی مانند ملخ و مور از خانها بیرون تاخته بر لشکرِ این دیار ریخته قریب هفتاد و هشتاد سوار میران سید شاه ابو المعالی را دایره کرده احاطه نموده قصدِ گرفتن او کردند۔ میران سید مشارٌ الیه تگاورِ خود را در جولان در آورده و دادِ مردانگی داده در خانهٔ کمان در آمده هر کدام دشمن را بضرب تیر از پهلوئے خویش دور می گردانید؎

شاهِ کماندار کمانی بدست | گر خم او چرخ شده در شکست
هر که ازان چاشنیٔ می چشید | رخصت بصحرائے عدم می کشید

آخر چون تیغِ جوهر دار از ان کارزار سرخ رو بر آمد؎

آفرین باد بر چنان پدری | که چنین پور نسل او می ماند

اگر در آن شب مانندِ آن سردارِ ساداتِ بیهقی مبارزانِ این دیار در محاربت و کارزار دست مخالفان می کشودند۔ هر آئینه بنصرت الٰهی درِ فتح و فیروزی برروئے ایشان می کشاد ولیکن بموجب فرموده که؎

کلیدِ گنجِ اقالیم در خزانهٔ اوست | کسے بقوّت بازوئے خویش نه کشاد است

چون تقدیرِ ربّانی بفتح و فیروزی ایشان متعلق نه شده بود توفیقِ موافقتِ اسباب

نصرت بایشان دران آوان دست نه داد۔ بعد ازیں معامله نواب قاسم خان مبارک خان گکهر را بر سر شمس چک و سید حسین خان بیهقی و شمس دونی در قصبهٔ سوپور تعین فرمود۔ چوں آں لشکر از شهر بر آمده بموضع دان واری نزدل نمودند۔ شمس چک باتفاق سید حسین خان بیهقی و شمس دونی وغیرهما در موضع مذکور بر سر ایشان شبخون آوردند و درمیان هر دو لشکر محاربه و مقاتله واقع شد چون تائید عون الهی مساعدت و موافقت ایشان نه نمود منهزم شده به قصبهٔ سوپور مراجعت نمودند و بواسطه موسم سردی از موضع سوپور کوچ نموده بکوه کرنا در آمدند و یعقوب شاه با جماعهٔ برادران در کوه کشتواڑ رفت و میران سید شاه ابو المعالی بموضع لده و کوهستان نایکان رجوع آورد۔ باقی مردم ایں دیار بسبب سردی سرما بیشمار در خانهائے مردم زمیندار ملجا و مقام گرفته بخدمت مردم پادشاهی نه پیوستند و یوسف خان ولد حسین شاه و حسین خان ولد ابیه شاه عهد و پیمان موکد بایمان از نواب قاسم خان گرفته به لشکر پادشاهی ملحق شدند۔ بعد از لحوق[1] ایشان نواب قاسم خان آنچه در فصول سابقه جماعه مذکوره از جاگیرات خویش متصرف شده بودند یک بیک از ایشان باز یافت نموده گرفتند۔ لاجرم مردم ایں دیار پریشان حال و متفرق البال شده۔ فرصت وقت سرمایهٔ غنیمت دانسته از عساکر بادشاهی فرار نموده جابجا رفتند۔

مجاہدین کشمیر کی جلاوطنی

بعد از انقضائے سرما نواب قاسم خان صلاح دولت درآں دید که میران سید مبارک شاه که اسباب جهانداری را پشت پا زده از دنیا و ما فیها بالکل اعراض نموده درزاویه تجرید و تفرید نشسته روی بعبادت معبود آورده و بابا خلیل الله و بابا مهدی که در توکل و تجرید یگانه بودند و حسین شاه ولد ابیه شاه و یوسف خان که بخطاب خان خانانی ممتاز بود همراه خنجر بیگ به پایهٔ سریر خلافت مصیر فرستد۔ تا بنیاد فتنه و فساد ایں دیار بیکبار متاصل گردد۔ چوں جماعهٔ مذکوره همراه خنجر بیگ رفته بخدمت پادشاه عالم پناه مشرف گشتند و موسم سرما نیز منقضی شد۔ هرکدام از ایشان از مقام و ماوائے خویش نهضت نموده به محاذات لشکر بادشاهی نزدل نمود۔

مغلوں کی شکست

چنانچه یعقوب شاه باتفاق برادر خود میرزا ابراهیم و ابیه خان ولد ابدال خان و زمین دار برنگ چهتر از موضع کشتواڑ بر آمده در موضع

---

[1] ایک دوسرے سے ملنا

ڈگون (پرگنۂ دلر) نزول نمود و میران سید شاہ ابوالمعالی باتفاق برادر خود میران سید ابراہیم خاں و نجی رینہ زمین دار بر قتل مع فرزندان و بہرام نیائک و احمد نیائک زمیداران ناگام و بیعت زئی زمیندار گیر و غیرہم از موضع لدہ خروج کردہ بکوہستان و بموضع غازی ناری ببروت[1] گرفتند و شمس چک باتفاق شمس دونی و زمینداران کمراج از کوہ کرناہ بیرون شدہ بکوہ کمراج فرود آمدند۔ چوں ایں خبر وحشت اثر بسمع نواب قاسم خاں رسید جلال خاں گکھر را بہ محاربۂ مقابلہ میران سید مشارٌالیہ و مبارک خاں گکھر را بہ محاربہ و شمس چک تعیین نمودہ۔ خود از شہر برآمدہ در موضع گیسو صفوف محاربہ آراستہ کردہ بہ یعقوب شاہ جنگی عظیم پیوست۔ چنانکہ میرزادہ علی خاں با بسیاری مبارزان عساکر بادشاہی بقتل رسید۔ چوں ایں قسم معاملۂ ہائلہ وقوع یافت نواب قاسم خاں تقاعد[2] و تہاون[3] ورزیدہ مراجعت نمودہ در شہر در آمدہ جلال خان و مبارک خاں گکھر را جہت تقویت و تائید از مواضع تعینات پیش خود طلبید و یعقوب شاہ از موضع ڈگون اہتزاز نمودہ در کوہ سلیمان در آمدہ۔ ایبہ خاں ولد ابدال خاں را بہ مصاحبت میران سید مشارٌالیہ روانہ گردانید تا میران سید مشارٌالیہ نیز پیش ایشان تشریف فرمایند۔ چوں میران سید مشارٌالیہ مصحوب ایبہ خاں بہ ملازمت یعقوب شاہ تشریف فرمودند حشمت و شوکت یعقوب شاہ مزید قوت و زیادت ابہت پذیر رفت و شمس چک و شمس دونی کہ از دائرۂ مصلحت یعقوب شاہ پائے ارادت بیرون نہادہ بودند ایشان نیز از سبب آمدن میران سید مشارٌالیہ بآنطرف توجہ نمودہ در موضع ہانجک آں روئے آب آمدہ نزول نمودند۔ نواب قاسم خاں چوں کثرت ازدحام مردم ایں دیار معائنہ نمود جہت محافظت قلعہ شرائط اہتمام بجا آوردہ ہر روز با مردم ایں دیار محاربہ می نمود مدت دو ماہ و پانزدہ روز علی الاتصال بہمین منوال علم محاربہ میان ہر دو گروہ برپا بود۔ نواب مذکور چوں آثار جبین بے حد و تقاعد بے عدد عساکر بادشاہی مشاہدہ نمود ناچار عرضۂ داشت مشتمل بر عسرت و تنگی ایشان بر پایۂ سریر خلافت مصیر مرسول گردانید۔ از استماع ایں حال حضرت خلافت پناہ از ارکان دولت تدبیر دفع ایں فتنت استفسار فرمود ہمہ متفق اللفظ والمعنی چنیں معروض داشتند کہ بغیر توجہ میران سید مشارٌالیہ سید مبارک شاہ فتنت و فساد مردم ایں دیار ارتفاع پذیر نیست۔

---

[1] بمعنی منزل [2] کسی کام سے باز رکھنا [3] خوار و ذلیل کرنا۔

سیّد مبارک بیہقی کی اکبر اعظم کی پیش کش کا ٹھکرانا اور بنگال میں اکبر کا قید کرنا

بناءً علیٰ ہذا حضرت خلافت پناہ میران سیّد مشارٌ الیہ را بانواع التفات بادشاہانہ ممتاز فرمودہ مامور گردانید کہ برفاقت میرزا یوسف خاں وغیرہ دران دیار رسیدہ برفع و دفع ایں فتنہ قیام نمائید۔ ہرچند بادشاہ پناہ دریں باب تکلیف و مبالغہ بسیار فرمود میران سید مشارٌ الیہ مقدمات عذر درمیان تمہید نمودہ قبول ایں امر نہ نمود لاجرم حضرت خلافت پناہ متغیر المزاج گردیدہ۔ میران سید مشارٌ الیہ را نزد شہباز خاں کنبوہ بصوب بنگال فرستاد۔ بعد از مدت یکسال چوں شہباز خاں بعزم عتبہ بوسی درگاہ خلافت پناہ مراجعت نمودہ بموضع فیروز آباد رسید ہاتف غیبی ندائے ارجعی بگوش ہوش میران سید مشارٌ الیہ رسانید بجواب اجابت لبیک تلقین نمود و تاریخ رحلت ایشان برین نہج یافتہ اند ؎

ہزار حیف کہ سید مبارک دیں دار	چو آفتاب فرو رفت از سر کہسار
برحمت و کرمش از سرِ فانی برد	بسوی جنت باقی مہیمنِ غفار
ز فرقتش دل احباب و دوستاں خوں شد	کہ بود پشت و پناہ ہمہ صغار و کبار
چو سال رحلت او عاقلے ز من پرسید	خرد بدانش گفتا "شہید رفت" ناچار[1]

و از نسل ایشان سہ فرزند گرامی باقی ماند۔ میران سید حسین خاں و میران شاہ ابو المعالی و میران سید ابراہیم خاں کہ ذکر ایشان در اوراق گذشتہ و بیشتر نیز بسمت تحریر خواہد پیوست انشاء اللہ وحدہٗ العزیز[2]

مرزا قاسم خاں کی برطرفی اور مرزا یوسف خاں کی تقرری

القصہ چون میران سیّد مبارک شاہ از قبول ایں امر امتناع نمود۔ بدمعاشی و بدسلوکی نواب قاسم خاں با سرداران کشمیر بہ پایہ سریر خلافت مصیر معلوم گردید۔ حضرت خلافت پناہ میرزا یوسف خان را بعنایات پادشاہانہ ممتاز فرمودہ برفاقت بابا خلیل اللہ و محمد بٹ در ممالک کشمیر تعین فرمود۔ چون محمد بٹ صاحب سیرت و خوش صورت و سلوک بود مردم آں دیار از صغار و کبار قدوم مسرت لزوم او را مغتنم دانستہ۔ لوہر چک ولد بہرام چک اسماعیل

---

[2] خدا کے ناموں میں سے ایک نام ہے [1] ۹۹۹ھ ہجری

نیالک دراثناء راه بوساطتِ آں مرد سر براه آمده به میرزا یوسف خاں ملحق شدند وعساکر پادشاهی بے مزاحمت جنگ وجدل بفراغبالی در شهر کشمیر نزولِ اجلال نمود۔ از استماع ایں حال یعقوب شاه باتفاقِ میران سید شاه ابو المعالی وایبه خاں ولد ابدال خاں وغیرہ ہمانھضت در کوہستان کشتواڑ نزول نمودند و شمس چک برفاقتِ شمس دونی وغیره در موضع پرونچ رفتند)

مرزا یوسف خاں کی رشوتیں اور اوچھے ہتھکنڈے

چوں بتاریخ نهصد و نود و پنجم ہجری میرزا یوسف خاں بر مسند حکومت ایں دیار متمکن گردید ناچار نواب قاسم خاں برخے مبارزان کشمیری را مانند علم شیر خاں وغیره همراه گرفته متوجه درگاه خلافت پناه شد۔ محمد بٹ خوش تدبیر تمام سپاه و سردارانِ ممالک کشمیر را الوداع استمالت داده واصناف مروّت و ملائمت کرده درخور هر کدام جائے و جاگیر مقرر ساخته در حیطهٔ تسخیر و فرمان برداری خود در آورده بر محاربه و مقاتلهٔ یعقوب شاه و میران سید مشارُ الیه نوعی حریص و راغب گردانید که مزیدی برآں متصوّر نیست۔ دراثناء ایں حال که سلطان انجم بافلاک سراپردهٔ نورِ اجلال بر قصر بیت الشرف حمل زده ممالک هفت اقلیم را بخلعت ہائے سُرخ و زرد زیبائی بهار مزین گردانیده بود۔ شمس چک و شمسی دوّنی از منازل خود برآمده در ممالک کشمیر بنیاد فتنت و فساد طرح نمودند۔ ازیں حال میرزا یوسف خاں واقف شده۔ محمد بٹ را با برخی از مبارزان کشمیر همراه سید بهاء الدّین ساخته به محاربهٔ ایشان فرستاد۔ سید مشارُ الیه باجمعِ مبارزانِ مذکور را هتزاز نموده در پرگنهٔ بیروه به موضع پنضو نزول نمود۔ شمس چک و شمس دونی فرصت وقت یافته مردانگی ورزیده بر سرِ ایشان شبخون آورده اکثر مردم کشمیری را درهم برهم ساخته۔ چون بر خیام باانتظام سیّد بهاالدّین رسید یحیٰ از برادران سیّد مشارُ پا پیاده از خیمه برآمده شمشیرے بر اسپ او حواله نموده۔ دوال عنان او را برید۔ عنانِ اختیار از قبضهٔ اقتدار سوار برآمد۔ اسپ بجذبهٔ آخور[1] خویش از آں معرکهٔ مهلکه او را بدر برده بسر حد پرونچ رسانید و باقی مبارزانِ کشمیر باہم در آں معرکه قتال عظیم نموده۔ مبارزان شمس چک بموضع پرونچ مراجعت نمودند و محمد بٹ باعساکر پادشاهی بخدمت میرزا یوسف خاں چون نفاق و تردد و عدم اتفاق مردم کشمیر محمد بٹ را

---

[1] واڈ ملفوظ سے مراد گھوڑوں کے چرنے کی جگہ

میرزا یوسف خاں بے نظیر یافت انواع الطاف مصلحت آمیز در بارۂ او مبذول داشتہ ہر کدام از مبارزان کشمیر را بہ تجویز مومی الیہ با نعامات شائستہ ممتاز فرمودہ بجنگ یعقوب شاہ راغب و مائل گردانید چوں انہزام شمس چک وغیرہ محمد بٹ بر تدبیر خویش مرتب دید سر بسر و راز باد غرور پُر کردہ انواع لاف وگذاف در بارہ یعقوب شاہ و مبارزان ایشان گفتن آغاز نہاد۔ یعقوب شاہ و میران سید شاہ ابو المعالی سخنان نخوت آمیز او شنیدہ غیرت ورزیدہ از موضع کشتواڑ برآمدہ باجمعی در پرگنۂ دچھن پارہ بموضع پنج یاری نزدل نمودند۔ چوں خبر آمدن ایشان میرزا یوسف خاں شنیدہ باتفاق محمد بٹ و حاجی میرک کہ یکی از امرایانِ نامدارِ عساکر ایشان بود با لشکر انبوہ بر شکوہ دغدغہ اسپ و خلعت و زر بے نہایت دادہ بطرف ایشان روانہ گردانید۔ چوں محمد بٹ باتفاق حاجی میرک بہ نزدیکِ آں لشکر رسید حقوق آشنائی یکسو نہادہ بعضی مردم خوب برسم رسالت بطریق عذر و فریب مصحوب پیغامہائے استمالت پیش ایشان فرستاد تا شاید کہ ایشان بحبل استمالت و دلاسا متمسک گردیدہ۔ نوعے از غفلت و تہاون بخویش راہ دہند کہ فرصت وقت یافتہ ایشان را بہر نوعی کہ میسر شود در قید خود درآوریم ؎

ہر کہ بیگانہ شد ز مہر و وفا	در دلش بوئے آشنائی نیست
سینۂ را کہ تیرہ گشت ز عذر	اندرو نور آشنائی نیست
بیوفائی مکن کہ مردم را	ہیچ عیبے چو بیوفائی نیست

بعضی از مبارزان بسخنانِ دلفریب او در ورطۂ تردد فرو ماندہ ارادۂ رفتن در ملازمت ایشان بخاطر اندیشیدند۔ اما میران سید شاہ ابو المعالی سخنان دلفریب او مکر و ریب انگاشتہ مصحوبِ قاصد سخنانِ دلپذیر و شیریں سخنان گفتہ رخصت انصراف نمودہ باہم مصلحت و تدبیر دفع ایں امر خطیر نمودند۔ تمام مدبران و مبارزان عنانِ اختیار بقبضۂ اقتدار میرانِ سید شاہ مشار الیہ سپردہ زبانِ مقال بمضمون ایں مصرع مترنم گردانیدکہ۔ ع

صلاح ما ہمہ آنست کاں ترا است صلاح

میرانِ سید مشارٌ الیہ بہ تدبیرِ صائب چناں فرمود کہ اگر امشب بہمیں نسق در اینجا توقف خواہیم نمود ناچار فردا بکام دشمنان اسیر خواہیم شد۔ پس انسب آنست کہ توکل بر الطافِ لطیف کارساز

لہ عساماں، لہ پھر آنا، واپس آنا

نموده بر ایشان دستبردے نمایم ۔ اگر بمدعا مقرون آمد فهو المراد و الّا نقش مردانگی ما بر صفحۀ جهان خواهد ماند

همیں نقش بر خون پس از عهد خویش   که دیدی تو از عهدِ شاهان پیش

لاجرم یعقوب شاه و سائر سرداران به مصلحت ایشان پیروی نموده ۔ قریب با پانصد سوار و پیاده کمر مردانگی بر میان دلاوری بسته ۔ روئے توجّه بعساکر بادشاهی آوردند ۔ چون نزدیک اُردوئے ایشان رسیدند ساعتی جهت تفحّص خان ایشان همانجا توقف نموده ۔ وقتِ دیگر که سه چهار گری (گھڑی) روز باقی مانده بود ۔ در اُردوئے محمد بٹ که هراولِ لشکر بادشاهی بود در آمده دادِ شجاعت داده دران میدان آنچنان جولان نمودند که محمد بٹ با مبارزان خود مضطرب شده فرار نموده به لشکر بادشاهی ملحق شد و میران سید ابراهیم خان زخمی شده در آن میدان از اسپِ مبارزت فرو افتاد ۔ ازیں جهت مبارزان و سرداران ساعتی عنانِ مبارزت از تردّد باز کشیده بطرف ایشان متوجه گردیدند که ناگهان دران دار و گیر ابر مطیر آنچنان باریدن گرفت که فلک باین همه دیدهٔ دوران حیران و خیره ماند ۔ لهذا دست از محاربه باز کشیده ۔ مبارزان بمقام ماوائے خویش مراجعت نمودند و محمد بٹ بر لشکر و سپاهِ خود اعراض و اعتراضِ گوناگون نموده تا دو روز در مقامِ خویش مقیم ماند و یعقوب شاه برائے رکیک بعضے ناتجربه کار عمل نموده ازان موضع کوچ کرده بطرف پرگنهٔ ادلر جهت جمع نمودن سپاه متوجه گشت دران اثنا جمعی از مبارزان ایشان از ترس و رعب عساکر بادشاهی از ایشان جدا شده به محمد بٹ ملحق گردیدند و جماعهٔ مبارزان باقی از آب لنگ گذشته در سرحد ادلر به موضع نارستان برکلهٔ کوتاهی که بغایت مرتفع و بلند بود سکونت اختیار نمود و محمد بٹ با سپاه افزون از نهایت نهضت نموده پائین آن کوهِ نارستان نزول کرده علی الصّباح رایت جنگ و جدال برافراخت ۔ چون لشکر بادشاهی از شمار فزون بود و ایشان بسیار اندک لاجرم طاقتِ محاربت و قوتِ مقاومت نیاورده یعقوب شاه و میرزا ابراهیم و ایبه خان ازان مهلکه جان ستان بزور تیر اندازی خود را اخلاص ساخته به کوه کشتواڑ رفتند و میران سید شاه ابو المعالی با معدودے چند بموضع تعینات خویش پلّے مبارزت در میدان محاربت فشرده ۔ همچنانکه با مخالفان محاربه و مقاتله می کرد ۔ عساکر بادشاهی قلّت مبارزان میران سید مشارٌ الیه دیده از اطراف و جوانب عقب هائے کوه جوق جوق و گروه گروه در آمده راه برآمد مسدود ساخته تا بموضع چرار تعاقب نموده ۔ در موضع مذکور از دحام عام و هجوم لاکلام

آورده میران سیّد مشارٌالیه را محاصره نموده درقید خود آورده و نزد میرزا یوسف خاں رسانیدند.
اگرچه میران سید مشارٌالیه آں روز دقیقهٔ از دقائق شجاعت و مردانگی نامرعی نه گذاشت - امّا چوں
تقدیر موافق تدبیر نه شد از دست آں جماعهٔ راهِ خلاصی نیافت ؎

با قضا کار زار نتواں کرد   گله از روزگار نتواں کرد
کردگار آں کند که خود خواهد   حکم بر کردگار نتواں کرد

چوں میران سیّد مشارٌالیه در مردم ایں دیار بحلیهٔ شجاعت و شهامت آراسته و بزیور
دیانت پیراسته بود - لاجرم میرزا یوسف خاں قدومِ مسرّت لزومِ او از جمله امورِ معظّمات دانسته
تعظیم و تکریم او بجا آورده خلعتِ فاخرهٔ بادشاهی که دران روز پوشیده بود بر قامت با استقامت
او پوشانده - حرفے از مقولهٔ معاملات گذشته برروئے ایشان مذکور نه ساخته منزلے جهت نزول
شریف ایشان متعین فرمود - چوں شمس چک و شمس دونی ازیں معامله اصلاح یافتند قصهٔ صلح خود نزد
سید بهاؤالدین مرافعه و آشکارا کردند - سید بهاالدین بحسن تدبیر ایشان را بعهود و مواثیقِ استمالتٌ
دلاسا نموده در صحبت میرزا یوسف خاں بمعرضِ بیان چناں رسانید که دشمنِ توانا را بکمند حیله و
لطف تواں بست و خصم غالب را بدانهٔ احسان در دام تواں افگند ؎

اگر دانهٔ لطف باشد کسے   بدام آورد مرغِ زیرک بسے

پس صلاح دولت آنست که شمس چک و شمس دونی را استمالت تمام بوَفق مرام نموده شود تا مطمئنٌ
القلب گردیده بملازمت شریفه آمده حاضر شوند - میرزا یوسف خاں ایں سخنان را بگوش و هوشِ اصغاٌ
نموده بقبولِ تلقی[1] نمود - بعدهٗ سید بهاؤالدین عهود تازه و شروطِ بے اندازه از میرزا یوسف خاں گرفته
ایشان را در حضور او حاضر گردانید - میرزا یوسف خان آن جماعهٔ را اسپ و خرچی وافر داده از
ملکِ مدردونی برآورده همراهِ سید بهاءالدین بخدمت پادشاه فرستاد ؎

هرکه را در راهِ غربت پائے درگل ماند   او مگر در خواب بیند آں دیارِ خویش را

کشمیریوں پر اکبر کے بے پناہ مظالم

پس حضرت پادشاه شرائط غریب پروری و
لوازم مرحمت گستری دربارهٔ ایشان مبذول

---

[1] ملاقات کرنا۔

فرموده هر کدام را در خورِ حالت به منصب معزز و ممتاز گردانید ـ بعد از آن بسبب بعضے مفتنانِ
سخن چینن ابیه خان ولد ابدال خان که جلیس و انیسِ صحبتِ یعقوب شاه بود بموجب فرمان
طلب شهزادهٔ شاه سلیم از ایشان جدائی و افتراق برگزیده از راه کشمیر بملاقات میرزا یوسف
خان سید حسین خان بیهقی و علی ڈار و لوہر چک ولد دولت چک و شمسی چک ولد لوہر چک و
اسماعیل دونی وغیرہم را برفاقت بعضی سپاه بطریق نظربندی بپایهٔ سریر جهان مصیر فرستاد ـ
حضرت خلافت پناه هر کدام ایشان را نیز در خورِ حالت و امدادِ بخت به منصب ممتاز فرمود بعضی
را به منصبِ بزرگ و بعضی را به عهدهٔ احدی گری ـ بعد از آن بهرام نیائک رامع فرزندان بزهر
ہلاہل جان ستان از دار فنا بدار البقا رسانیده ـ سیف خان بیهقی و علی خان دهن پاره و ابراہیم
ابیه شیطان برادر حیدر چک را چشمان از حدقه برآورده انور باصره معطل گردانید ـ لوہر چک
قرچی را نیز به عذر و بهانه بموقف سیاست آورده بقتل رسانید ـ چون محبت فضائے دلکشای
و دوستی هوائے روح افزائے ممالک کشمیر در دل میرزا یوسف خان باقتضائ بغایت غالب بود لاجرم
هر روز برخی از اعیانِ آن دیار بهر حیله و بهانهٔ بهوا و در معرض سیاست در آورده هلاک و معدوم
می گردانید ـ

اکبر اور سیر کشمیر

چون ضبط و ربطِ مهام ممالک کشمیر بوفقِ مرام انتظام پذیر رفت و
حقیقت حال بخدمت حضرت خلافت پناه کما ینبغی واضح و هویدا
گردید ـ لاجرم عنانِ عنایت بتماشائے ممالکِ کشمیر مصروف فرموده به نزول و اجلال ممالک
مذکور را ممتاز و معزز فرمود ـ یعقوب شاه که بموضع کشتوار بفراغت خاطر و نهایتِ ذوق و طرب با
فرزندانِ خویش بے مزاحمت بداندیش اوقات بسر می برد ـ چون جذبه بخدمت بادشاهئ اقبال
شاهنشاهی کمند گردن شوق او گردید ناچار بوساطت میرزا یوسف خان عهود و شروط گرفته آمده
بخدمت حضرت خلافت پناه مشرف گشت ـ در اثنائے این حال چون بادشاه خلافت پناه عزیمت
کابل مطلوب گردانید میرزا یوسف خان بموجب حکم بادشاهی برادر خود شاه باقر بجائی خویش گذاشته
خود باعساکر بادشاهی متوجه کابلستان گردید ـ او ستا لولکه بشیوهٔ حیله گری و گریزی شهرهٔ آفاق بود
بوفق ایماء و ارادهٔ میرزا یوسف خان شاه باقر را برآن آورد که میران سید شاه ابو المعالی و علم
شیر خان و لوہر چک وغیرہم را تا زمانِ آمدن یوسف خان در قید حبس مقید و محبوس باید کرد ـ تا علم

فتنت و فساد دریں دیار بلند و برپا نہ گردد ؎

زغمّاز عالم بر آید بہم — خلل راہ یابد بخیل و حشم
زغمّاز گردد جہاں سرنگوں — کہ ناپاک جان است و تیرہ درون

ناچار مُومیٰ الیہ بموجبِ راہ نمائی آں گمراہ عمل نمودہ۔ مشارُ الیہ ہم را در قید خود در آوردہ محبوس ساختہ عرضداشتے بخدمت پادشاہ خلائق پناہ بایں مضمون نوشتہ فرستاد کہ میران سید شاہ ابو المعالی و علم شیر خان و لوہر چک و بہادر خاں وغیرہ ہم در ممالک کشمیر باعث فتنہ و فساد اند اگر حضرتِ خلافت پناہ عجالت الوقت میرزا یوسف خاں را در این ولائت تعین فرمانید۔ ہر آئینہ تدارکِ ایں فتنہ میسّر است و اِلّا ممالک کشمیر از قبضۂ تسخیر بدر خواہد رفت۔ علی الفور حضرتِ خلافت پناہ میرزا یوسف خان را رخصتِ انصراف فرمود۔ میرزا یوسف خاں نیز صلاحِ مقتضائی وقت خود دیدہ بر جناحِ تعجیل راکب گردیدہ در کشمیر تشریف آوردہ میرانِ سید شاہ ابو المعالی را بضمانیت محمد بٹ از قید بر آوردہ بملازمتِ راجہ مان سنگھ فرستاد و علم شیر خاں و لوہر چک و بہادر خان وغیرہم را بخدمت بادشاہ عالم پناہ روانہ گردانید۔ چون اکثر سردارانِ کشمیر متفرق و منتشر ساختہ بلائے جلا[1] مبتلا گردانیدند۔ فتنت و آشوب آں ممالک بیکبار فرو نشست۔ لاجرم محمد بٹ را آں قرب و وقار و اعتماد و اعتبار در پیش نہ ماند۔ علی الخصوص او ستالولو کہ سر حلقہ مردم نجارانِ دیار و سخن تراش چاپلوسانِ روزگار بود بسبب خباثت جبلی و خباثت طبیعی[2] ہمیشہ در عیب جوئی و غرض گوئی محمد بٹ بجان کوشیدہ مزاج مرزا یوسف خاں بر او بغائت متغیر ساخت ؎

مدہ راہ صاحب غرض پیش خویش — ز صاحب غرض می شود سینہ ریش
کہ او جملہ نیرنگ مکر و فن است — بر دل دوست دارد درون دشمن است

و بہمین فنِ چاپلوسی و غمّازی در خدمتِ حضرتِ خلافت پناہ اشتہار پذیر رفتہ بود۔ پادشاہ جہاں پناہ او را در خدمتِ حضور طلب فرمودہ واقعات کشمیر از نقیر تا قطمیر[3] از و استفسار می فرمود۔ او در جوابِ سخنانِ شاہانِ ماضی و حال و استقبال در رشتۂ اتصال در کشیدہ۔ یک بیک بوجہ احسن خاطر نشان می ساخت۔ بایں تقریب روز بروز مرتبہ و منزلت او در خدمتِ خلافت پناہ می افزود تا رفتہ بخطاب نادر العصری ممتاز و سرفراز گردیدہ از انجاکہ میرزا یوسف خان و محمد بٹ بہ نیکو نہادی

[1] جلا وطن [2] نالائق [3] معنی اندک و بسیار

خویش آن ناجنس بداندیش را همراز خویش ساخته و از جملهٔ احباب خود دانسته حجاب دوئی از میان مرتفع گردانیده بودند. ناچار در وقت کار بحضور بادشاه خلافت پناه آنهمه معاملات سبب ترقی منزلت خود تصور نموده نقلیات و تصرفات واقعی و غیر واقعی میرزا یوسف خان بخدمت اقدس خاطرنشان ساختند. نوعی مزاج بادشاه خلافت پناه بر و متغیر ساخت که مزیدی بر آن متصور نیست والله در من قال.

مکن تا توانی بنا جنس یل[1] چو مستی که افعی نهد در بغل

عاقل کامل را لازم و واجب است که به مقتضای مضمون این مقال عمل نماید تا از دشمن دوست صورت افعی سیرت پیوسته محفوظ و مصئون ماند و در خلال این احوال بقضای مبرم ربانی و تقدیر سبحانی خلاصه خاندان مصطفیٰ و نقاوهٔ دودمان مرتضیٰ شاه میرزا ولد سرحلقه سالکان درین دیار مشهور و معروف است و تاریخ وفات او برین وجه یافتند... "روز جمعه اول وقت نماز که در مصاحبت میرزا یوسف خان قرب تمام و اعتبار لاکلام داشته همیشه در یار فروشی و محبت ورزی محمد بٹ دقیقهٔ نامرعی نمی گذاشت از سرائے فانی بجنت جاودانی شتافت و تاریخ رحلت او برین وجه یافته اند ع[2]

"شاه میرزا مقبول درگاه الٰہ[3]"

و بابا خلیل الله که ضامن محمد بٹ مذکور بود او نیز ازین زندان خانهٔ بے غم جاودانه خرامید و تاریخ وفات او "خلیل الرحمٰن" یافته اند. لاجرم محمد بٹ رُو در غایت تنزل نهاد. اُو دستالو لوکه سرحلقهٔ اهل غمّاز بود. رحلت بابا خلیل الله رخنهٔ عظیم در سد دولت محمد بٹ چنان خفیه بعرض خلافت پناه رسانید. که بابا خلیل الله که عنان توسن فتنت و فساد محمد بٹ را قائد و رائض بود اکنون چون از دار فنا بعالم بقا کشید ناچار محمد بٹ انواع فتنت و فساد بر پا خواهد نمود. پس صلاح دولت آنست که در خدمت حضور طلب نموده شود تا فساد و فتنه مجال وقوع در آن ممالک نه آید.

لهٰذا حضرت خلافت پناه محمد بٹ را بپایهٔ سریر خلافت مصیر طلب فرمودند. چون محمد بٹ در خدمت اقدس پادشاه مشرف شد بعد از چندگاه باتفاق و مصلحت میرزا یوسف حسین خان ولد

---

۱ کذا ۲ سنه ۹۹۹ هجری ۳ سنه ۹۹۹ هجری.

ابه شاه و لوہر چک برادر شمسی چک و حسین دیو وغیرہم را تحریک و تحریص نموده بطرف ممالک کشمیر فرستاد که در آنجا رسیده انواع فتنت و فساد و اصناف شوره انگیزی و عناد در میان اہل آن دیار تمهید نمایند تا پادشاه جهاں پناه باین واسطه میرزا یوسف خاں و محمد بٹ را بهمان دستور سابق جهتِ نگهبانی این ولائیت تعین فرمائد بنا بران آں جماعهٔ سادهٔ عقل به مصلحت ایشان عمل نموده روئے عزیمت بطرف ممالک مذکوره آورده در خانهٔ زمین دار برتھل علی رینه نزدل نمودند۔ علی رینه از دائرهٔ مروت و ناموس قدم بیرون نهاده و چشم فتوت و حیا پوشیده حقوق خویشی و حقِ نمک را به عقوق[1] بدل نموده۔ آں جماعه را گرفته بدست گماشتگان میرزا یوسف خان دریں حدود آمده ایم ۔ اصلاً بسخن ایشان التفات نه کرده بلکه آں سخن را موجب بدنامیِ میرزا یوسف خان دانسته۔ بے تحاشی و توقف به تیغ بے دریغ سر از بدن ایشان جُدا ساختند

چو از کمان قضا و قدر جهد تیرے | یقین که باز نه گردد بهیچ تدبیرے

علی رینه خود نیز متعاقب ایں حال بسبب کردار ناہموار خویش در اثنائے راه بلدهٔ لاہور به بلیه بد مبتلا گردیده ودیعت حیات بقابض ارواح سپرد۔ در جائے که ہیچ کس به تجهیز و تکفین او نپرداخت

حق و نان و نمک تبه کردن | بشکند شخص را سر و گردن
با ولی نعمت از بر دن آید | گر سپهر است سرنگوں آید

چوں ایں تدبیر محمد بٹ که بزعم خود پخته خیال نموده بود خام بر آمد۔ باز از سر نو رشتهٔ تحریک فتنت و فساد جنبانیده ۔ یوسف خاں کشمیری را به آں ممالک فرستادند که رخنه در میان آں دیار شور و غوغائی اندازد تا باین وسیله بادشاه خلافت پناه ایشان را در ممالک مذکور تعین فرماید۔ ایں مشورت در میان خود مقرر کرده یوسف خاں را از دار الخلافت لاہور به آں ممالک روانه گردانید۔ اقبال پادشاہی او را اگراه ساخته موی کشان باز بخدمت اقدس آورد ۔ ایں سخن اگرچه بسمع اقدس بادشاه کما حقه رسید اما پادشاه خلائق پناه از سر جریمه او در گذشته به پاداشِ آں نه پرداخت یعقوب شاه را نیز بریں تهمت (بهمیں تهمت گرفتار ساخته بودند) آوردند۔ چوں بادشاه خلافت پناه عهود و مواثیق فرموده در خدمت اقدس نگاه داشته بود او را برفاقت حسن بیگ ترکمان بخدمت

---

[1] نافرمانی

راجہ مان سنگھ در پیش پدر خود یوسف شاہ روانہ گردانید۔ در اثنای راہ میرزا ابراہیم برادر یعقوب شاہ بسبب تحریک بعضی اجلاف بے مصلحت واتفاق برادر خود چشم مروت بخاک بے مروتی انباشتہ۔ فرصت وقت یافتہ شمشیر علم نمودہ بفرق حسن بیگ ترکمان حوالہ نمود۔ چون آن عزیز نیک اندیش و خوش منش بود بعون حفظ الہی سر موی او را آزاری نرسید۔ مردم حسن بیگ آن حال معائنہ نمودہ ہجوم آوردہ میرزا ابراہیم را مقتول ساختند ؎

مرغ وحشی کہ می رمید از قید — باہمہ زیرکی بدام افتاد

بہار میں یوسف شاہ کی وفات بحالت کس مپرسی

ازین قضیہ یعقوب شاہ بسیار متالم گشتہ۔ سر حسرت بزانوی غم نہادہ۔ انگشت ندامت بدندان گزیدن گرفت۔ حسن بیگ آن حال را مشاہدہ کردہ رفت و رحمت نمودہ۔ یعقوب شاہ را بسلامت بے تعرض و مزاحمت بہ جون پور رسانیدہ۔ از یوسف شاہ خط ضمانیت گرفتہ او را از قید و حبس خلاص کردہ بملازمت راجہ مان سنگھ در رہطاس فرستاد۔ در اثنای این حال یوسف شاہ از آنجا کہ صفۂ جود حاتم جاہ بمرتبہ داشت کہ ہرچہ از جنس و نقد و خلعت، زر و زیور در نظر کیمیا اثر او در می آمد بے تحاشا و توقف می بخشید۔ مردمی کہ از خصلت خلیقہ و صفت جبلیہ او واقف نبودند این قسم سخاوت و کرم او را حمل بر اختلال دماغ او می کردند۔ بعد از فتح اڑیسہ بتاریخ ہشتم شہر ذی الحجہ روز سہ شنبہ وقت چاشت بیمار شد و بتاریخ چہاردہم شہر مذکور اسنہ الف در شب چہار شنبہ کہ سہ گری از شب گذشتہ بود جان بحق تسلیم نمود ؎

دہان مردہ بزیر زمیں ہمی گوید	اگرچہ نیست بصورت زبان گفتارش
کہ زینہار بدنیا و مال غرہ مشو	چو خواہدت بضرورت گذاشت بگذارش

و نعش آن مغفرت پناہ یوسف شاہ میران سید شاہ ابو المعالی باآئین شاہان ذی شوکت و تربیت بزرگان خداوند حشمت از موضع جگرناتھ کہ خانہ عزی و لات است برداشتہ مسافت دو ماہ قطع نمودہ ہر روز بخیر و خیرات و اعطاء ماکولات و مشروبات بحفاظ و مساکین پرداختہ بتاریخ بیست و سیوم شہر ربیع الاول روز دوشنبہ وقت نماز پیشین در صوبہ بہار بہ پرگنہ بسنگ (بسوک) بخاک سپردہ۔ گرد مزار متبرک ایشان باغی وسیع ترتیب دادہ و چاہ عمیق کندہ بخشت پختہ بستند و تاریخ وفات او بدین وجہ یافتہ اند کہ "یوسف شاہ مرد فریاد"

یعقوب شاہ کی ہلاکت اور مغل اعظم کا سنگین جرم

چوں یوسف شاہ ازیں عالمِ فانی بسرائے جاودانی شتافت راجہ مان سنگھ اصناف مہربانی وعنایت دربارۂ فرزندِ گرامی او یعقوب شاہ مبذول داشتہ۔ ہمان منصب و جاگیر پدر بزرگوار او بہ پسر نامدارش تفویض فرمود۔ بریں نسق مدت یکسال وکسرے گذشت کہ پادشاہ خلائق پناہ راجہ مان سنگھ را بخدمت حضور موفور السرور طلب فرمود۔ راجۂ مذکور عزم دربار کہ مرجع و مصیر اہل روزگار است مصمم نمود۔ دو نفر یزید سیر کہ داغ خدمت گاری یوسف شاہ بر رُخِ سیاہِ خویش داشتند باہم اتفاق نمودہ بعرض راجہ معروض داشتند کہ یعقوب شاہ دریں حدود باختیار خود گذاشتن از قسم مرغ از دام واکردن و شہباز از دست رہا کردن است۔ اولاً اورا محبوس باید فرمود تا طیران پرواز نہ نمودہ باشیانہ و مسکن مالوف خود نرسیدہ شکار مرغان شکستنِ آں دیار نہ کند

سفلہ نہ خواہد دگرے را بکام | خس نہ گذارد کسے را بجام
سفلہ سیہ رد بُوَد و بدنہاد | خاکِ سیہ بر سر ہر سفلہ باد

لاجرم راجہ متوہم شدہ بطریق نظر بندی یعقوب شاہ را در قلعہ رہتاس وگذاشتہ خود متوجہ درگاہ خلائق پناہ شد۔ بعد از چند گاہ بموجب رخصت حضرت خلافت پناہ عنان انصراف بطرف قلعہ رہتاس چوں مصروف داشت ہماں دو نفر بد سیر دلعنت اثر مصلحت و تدبیر ہلاکت او بہ قاسم خان کہ بفرزندی یوسف شاہ در افواہ اشتہار پذیرفتہ بود و مدت یکسال بشومی زشتی افعال خویش در حبس بادشاہی محبوس بود و راجہ مان سنگھ در آں حین شفیع او شدہ اورا از ان حبس برآوردہ و در حقیقت نسل مردِ قصاب بودہ درمیان آوردند۔ قاسم خان بواسطۂ بدنہادی وخباثت جبلی خود متعقل ایں معنی نہ شدہ۔ منتہزِ[1] فرصتِ وقت بود۔ بالآخر چوں راجہ در قلعۂ رہتاس رسید و ایں ہر دو نفر یزید سیر ہمراہ عساکر در آں حدود آمدند یعقوب شاہ جہت تماشا و سیر جاگیر خویش شہر بھیرا از خدمت راجہ التماس رخصت نمودہ مرخص شد و در خانۂ قاسم خانِ مذکور جہت وداعِ تشریف شریف ارزانی فرمود۔ آں مردِ قصاب کیش ہلاکت آں نیک اندیش مانندِ خون بز و میش حلال و آسان دانستہ فرصت وقت غنیمت شمردہ۔ چند بیڑۂ پان کہ بہ مصلحت آں بدکیشاں در یکے

---

[1] فرصت پانے والا، موقعہ غنیمت جاننا

ازیں زہر ہلاہل آلود بدست نامبارک خود بطور میزبانی و خدمت گمھتی وخصوصیت درست کردہ به یعقوب شاہ از صحبت آں مردِ جانکاہ وداع نمودہ بجائیگاہِ خویش تشریف فرمود۔ ثرائت اثر سم در بدنِ مبارک خود معائنہ و مشاہدہ نمود بعد از چند روز کہ بشہر بھیرا رسید۔ رنگ روئے ایشاں کہ رشک خورشید تاباں بود چناں بہ کبودی و سبزی متبدل گشت کہ چشم فلک باایں ہمہ کبودیِ خویش در آں حیران و خیرہ ماند و بتاریخ ہشتم ماہ محرم سنہ ہزار و دو وداعِ ایں عالم فانی نمودہ

دردا کہ بیخ گلشن شادی بُریدہ شد — واحسرتا کہ شاخ طرب بار در نماند
ای دل فغاں برآر کہ آرام جاں رفت — وے دیدہ خون ببار کہ نور بصر نماند

یعقوب شاہ کے بیٹوں کا المناک قتل

از استماع ایں قضیۂ ہائلہ راجہ جہت خبرداری و استمالتِ فرزندان تمہید بساطِ تعزیت ایشان بگمان برادری و دلسوزیِ قاسم خاں را بآن حدود تعین فرمود۔ آں ناخدا ترس بااتفاق عین رسن را از گلوئے آں بیگناہ چند از سر نو تافتہ متوجہ آں حدود گردیدہ در آنجا رسید مہما امکن فرزندان ایشان را بانواع خشونت و اصنافِ عقوبت معذب دانستہ آنچہ اسباب و املاک و زر و زیور کہ در سرکار منکوحہ او ماندہ بود گرفتہ بتصرف خود در آورد و ہیچ کس بغور رسیِ آں جماعۂ مظلومہ بدربار راجہ نہ پرداخت و رحلت آں پدر بزرگوار و پسرِ نامدار درمیان مردم ایں دیار باعثِ مصیبتِ عظیم و حادثۂ بزرگ گردید۔ بعد ازاں میران سید شاہ ابوالمعالی کہ نسبت خویشی باایشان داشتہ در رابطۂ محبت نیز نعش اورا بر داشتہ در جوار مزار پدر بزرگوارش در پرگنہ بنگ (ببوک) سپرد۔ غفران ملک منّان شامل حال او باد۔

بعد ازاں در عرصۂ سہ چار سال آں مرد ناہموار بقہر قہار و غضب ملک جبّار گرفتار گردیدہ دو دنبل[1] تبست آثار از بغل و مقعدگاہِ او سر زد و از شدتِ آزار آنہا از رفتار مدت یک سال عاطل ماند۔ چون بہ مرہم آں جراحت درماں می پرداخت در واقع مرد از غیب پیدا می شد از دست خود کس او را آں جراحت ہا را نوعی می خراشید و تر و تازہ می گردانید کہ اثر مرہم بالکل از آنہا مضمحل می شد و ایں صفت از روئے تاسف و حسرت خود با صغار و کبار اظہار

---

[1] پھوڑا

می نمود ۔ آخر ہمیں مرض قابض ارواح قبضش فرمود اکنون در صوبہ بنگالہ در موضع مانڈہ مدفون است

ہر کہ بدی کرد وبہ بد یار شد ۔۔۔ او بہ بدی خویش گرفتار شد

نقلست کہ یعقوب شاہ را شش ماہ پیش ازیں واقعہ بسبب غلبۂ مکیفات افیون خون از شکم نوعی جاری شدہ بود کہ اطبا ہند در علاج آں مرض دست نہ کردند و نزدیک بستر مرض او نہ رفتند ۔ دریں طور حالت یعقوب شاہ اندیشہ ناک نہ گشت و غم و غصہ نہ خورد و می گفت کہ اکنون وقت رحلت من نیست بلکہ رحلت روز جمعہ ماہ محرم (کذا) خواہد بود کہ روز قتل امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ است ۔ در آں وقت کسے از دوستان صادق و محبان موافق بر ما گریہ نہ آغازد و نوحہ و نالہ نکنند ۔ بلکہ چوں دوست بدوست پیوندد ۔ شادی و مبارک بادی نمائد کہ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب ۔ بعد از انقضائے آں مدت ساعتے چوں علامات و آثار رحلت بر حال خود معاینہ نمود ۔ یعقوب شاہ چشم رفاقت پوشیدہ واز دوستان و عزیزان نوحہ و نالہ چوں علم نو دولتان بلند شد در اثناء ایں حال چشم ہشیاری باز کردہ زبانی کہ از گویائی و حرف دنیا باز ماندہ بود جہت تہدید در میان دندان گرفتہ در منع گریہ و زاری آوازہا بر آوردہ باز چشم از نظارگی دنیا فرو بست ۔ میران سید شاہ ابو المعالی فی الحال دستے بر روئے و دستے بر زنخدان او نہادہ زبان از تہ دندان او اخلاص ساختہ قطرۂ چند شربت نخیال حیات او در کام او چکانیدہ دید کہ مرغ روحش از قفس قالب پرواز نمودہ ۔ آشیان اصلی شاخسار سدرۃ المنتہیٰ مسکن و نشیمن خود ساخت ؎

ز تیغ اجل اندریں خاکداں ۔۔۔ اگر خضر گردی نیابی امان

القصہ محمد بٹ خوش تدبیر محبت یوسف شاہ با قصص بغائت دلپذیر داشتہ و از رد باہ بازیہائے[1] اوستالولو و فراق کشمیر بے نہائت متاذی[2] بود ۔ متعاقب ایں حال رخت حیات بدار البقا کشیدہ بہ ایشان پیوست ؎

دریں کہنہ کاشانۂ بے ثبات ۔۔۔ نہ شد جاودان ہیچ کس را حیات

داعیان و اشراف ممالک کشمیر را برہم زدگی کلی رو نمود ۔ اوستالولوی مذکور در خدمت حضرت

---

[2] تکلیف پانے والا

خلافت پناه چناں بعرض رسانید که حاصلات ممالکِ مذکوره بسیار است ۔ اگر عاملے جهت تفحص و تجسس متعین شود هر آئینه حقیقتِ حال اضافه حاصلات ممالک مذکوره کما ینبغی بخدمت اقدس واضح و روشن گردد ۔ لهذا حضرت خلافت پناه حسن بیگ شیخ عمری و قاضی علی که یکی از اعمالِ نامدار عمله پادشاهی بود متعین فرمود ۔ ایشان بموجب فرمان در انجا رسیده ۔ اصناف عملداری برائے دولت خواهی خود طرح نموده ۔ انواع تشویش و تعرض بحال رعایا رسانیدند ناچار مردم آں دیار با میرزا یادگار برادر میرزا یوسف خاں متفق شده با حسن بیگ شیخ عمری جنگ عظیم پیوسته نوعی منهزم و مغلوبش گردانیدند که از یاران و معاونانِ خویش بیکبار جدا گردیده و سر و پا برهنه پا پیاده راههائے تنگ و تاریک قطع نموده خود را نزد راجه راجپل رسانید و قاضی علی در نواحی قلعه کاملنه بقتل آورده ۔ میرزا یادگار را بر مسند ایالت و حکومت آں دیار متمکن گردانیدند ۔ چوں ایں نوع حرکت شنیعه بسمع بندگان خلافت پناه رسید ۔ حضرت خلافت پناه با عساکر نصرت مآثر متوجه آں ممالک گردید ۔ و میرزا یادگار از استماع ایں حال از کشمیر بر آمده راه کنزبل محکم نموده بموضع هیره پور نزول نمود ۔ ناگاه به اراده الهی و اقبال پادشاهی ابراهیم خاں کاکر و سارو بیگ ترکمان که از جمله ملازمان میرزا یوسف خاں و در اردوئے میرزا یادگار بودند شبا شب هنگام فرصت جهت مجرائے خدمت خود یافته برخواسته میرزا یادگار بقتل آوردند ؎

بیت ۔

چنیں است رسم سرائے غرور	گهے ماتم است اندران گه سرور
غم و شادمانی است هر دو بهم	گهے شادمانی بود گاه غم
عروسی است ایں چرخ ماتم زده	یکے شاد ازو دیگرے غمزده
فلک همچو لولوے بازی گر است	که بر ساعتش بازیٔ دیگر است
گهے مهر آید ازو گاه کین	نه آتش بود پائدار و نه ایں
قرارے نه گیرد جهاں بر کسے	که دوران چو ما یاد دارد بسے
به نزدش چو نادان و دانا یکیست	اگر صد هزار ند دگر اند کیست

نه ابله بماند نه اهلِ خرد
بد و نیک چون بنگری بگذرد

مظلوم کشمیریوں کا قتلِ عام

وبواسطۂ ایں فترات اکثر مردم مبارز مانند میر محمد و بہادر ملک ولد عیدی رینہ وغیرہما متفرق و منتشر گشتند وسپاہ آں ممالک کمی وقلت پذیرفتند وبعد ازاں تمام سپاہیان ایں دیار تن در زبونی جہت طلب رزق وروزگار در خدمت جاگیر داران ایں دیار رجوع آوردند۔ محب علی کہ یکے از خدمت گاران میرزا یوسف خاں جہت فوجداری پرگنۂ دچھن پارہ وکھاور پارہ متعین بود۔ جماعۂ از سپاہیان ایں دیار بخدمت او رجوع آوردند۔ او درمیان عہد وپیمان معتبر بایمان نمودہ درچشمۂ مچھ بون بہ بہانۂ چہرہ نویسی ہمہ را جمع گردانیدہ بقتل رسانیدہ از خون مسلمانان جوئہائے خون چوں آب چشمہ مچھ بون جاری ساختہ خود را از برائے حطام دنیائے دوں بہ عذاب جاوید اخروی مغلوب وسرنگوں گردانید۔

نقلست بعد ازیں قضیہ نواب قاسم خاں ہمگی برہنمونی مصلحت وتدبیر بعضے مردم ایں دیار لوہر چک را با جمیع برادران وفرزندان خویش کہ از خدمت پادشاہ خلافت پناہ فرار نمودہ بکوہ دراو آمدہ بودند از موضع مذکور انواع عہود غیر مکرر واصناف مواثیق مجدد درمیان مستحکم نمودہ او را از گناہ وتقصیرات خود غافل ساختہ درحضور خود حاضر گردانیدہ از عہد وپیمان خود اعراض واغماض ورزیدہ ہمہ را در قصبۂ سوپور بقتل رسانید ؎

برتراچوں دو کار آید پیش	کہ ندانی کدام باید کرد
آنکہ دروے مظنۂ خطراست	آنست برخود حرام باید کرد
آنکہ بے خوف وخطر باشد	بہانت قیام باید کرد

وبعد ازیں واقعہ بعض مردم حسین چک ولد شمس چک کوپوارہ باتفاق مردم سرحد کمراج باجمیل بیگ را بقتل آوردہ ازرد باہ بازیہاء ملا جمیل بیگ بخواب خرگوش فریفتہ شدہ باز باستمالت ودلاسا ومشارٌ الیہ درملازمت درآمدہ فارغ البال نشستند وقضیہ محب علی کہ تجربہ ومعائنہ ایشان شدہ بود آں را نیز درعقدۂ نسیاں انداختہ ہیچ خطرہ واندیشہ را مجال خطور در دلہائے خویش راہ ندادند ناچار ملا جمیل بیگ فرصت وقت بکام دل دوستان یافتہ در موضع ریگی پورہ تمام دشمنان را بخاک تیرہ سپردند وبرابر ساختند۔ حبی چک پیش ازیں واقعہ در شکارگاہ بقضاء ناگاہ پائے او لغزیدہ نوعی افتاد کہ تا قیام قیامت برنخواست۔

بعد ازیں قضیہ در صوبۂ دکن شمس چک ولد دولت چک کہ قصۂ او در اوراق گذشتہ تحریر یافت وفات یافت و قبرش در برہان پور است و پسران او حسین چک و ظفر خاں از فوت عزیزان پریشان حال خویش مضطرب و حیران شدہ آب و ہوائے بہشت آسائے کشمیر یاد کردہ از ہندوستان فرار نمودہ در عقب ہائے کوہستان کراج و مراج در آمدہ خفیہ در مواشی و زراعتہاء رعایا آں دیار دست اندازی نمودہ اوقات می گذرانیدند۔ چوں حضرت جنت آشیانی بسریر جاودانی خوامید بادشاہی بجلوس جہانگیر پادشاہ مزین شد۔ ایبہ خاں ولد حسین خاں ابن ایبہ شاہ و حسین چک و ظفر خان و غیرہما باتفاق حاکم تبت کہ جہت کمک خود آوردہ بودند در پرگنۂ لار مقابلۂ عساکر بادشاہی نزدل نمودہ مدت دو ماہ و چندایام نشستند۔ چوں حاکم تبت نفاق جانبین از مردم کشمیر مشاہدہ کرد متغیر المزاج شدہ و ہم قدرے ترس و رعب بخاطرش راہ یافت و طبل بازگشت بطرف تبت زد و ایں جماعت در موضع شیرکوٹ خیال ایالت بخاطر مصمم نمودہ و غرور بے انداز ورزیدہ۔ انواع فتنت و فساد در آں ممالک بنیاد نہادہ شبہا بہ خانہائے رعایا و برایا و اہل سکنہ آں دیار در آمدہ۔ اسباب و مواشی و امتعۂ اخوت ایشان بتاراج و غارت بردہ بر شراب و کباب صرف می نمودند۔ لہذا در آں دیار چنداں قحط و گرانی رو نمود کہ مزیدی برآں متصور نیست و آں گروہ غفلت شیوہ از مردم پادشاہی کہ در آں نواحی بودند بالکل غافل و ناپرداشدہ ہر چہ مقتضائے نہاد بر فساد ایشان بود بوجود می آوردند۔ ناگاہ مردم پادشاہی منتہز وقت بودہ در شبے کہ سلطان منام بر قوائے آں گروہ بے انتظام غالب آمدہ بود از موضع سوپور برآمدہ بر سر ایشان تاخت آوردہ در موضع شیرکوٹ سر ہائے بعضی مردم ایشان را بہ حسام انتقام بریدہ در زورقے[1] انداختہ در شہر کشمیر فرستادہ۔ جہت عبرت متمردان از ان کلۂ منارہا ساختند۔ متعاقب ایں حال علی خاں ابن حسین خاں ایبہ شاہ و حسین چک را بموجب آنکہ دو شمشیر در یک غلاف نمی گنجند باعث وعید شد کہ از سر حد کراج انتقال نمودہ بجاے دیگرے سکونت ورزد۔ حسین چک از روئے نفاق و مصلحت در مقام مدارا در آمدہ متقبل ایں معنی شد۔ بعد از ساعتے علی خاں مذکورہ اعتماد غرور شجاعت خود باجماعت مردم کہ باو ہمراہ آمدہ بودند بقتل آوردہ۔ او را دستگیر کردہ بحضور مردم پادشاہی روانہ گردانید۔

---

[1] کشتی

ناگاه دراثنا راه ازیں حال مردم ایما غان آگاه گشته بموضع دان داری ادرا بقتل رسانیدند۔

بعدازاں ظفر خان جمعی از پیادگان و برخی از سواران ترتیب داده شبخون بر گرده ایماغان که در پرگنهٔ اڈون بموضع ڈورو آورده بایکدیگر مقابله و محاربه پیوستند و از طرف ظفر خان بسیار مردم کشمیر تلف و تباه گشتند و ظفر خان خود ازان موضع بزخم شمشیر مجروح گشته راه هزیمت پیش گرفته بجنگل پرگنهٔ بیروه در آمد۔

متعاقب این حال محمد قلی خان که حاکم کشمیر خوش تدبیر و دل پذیر مردم آن دیار بود بتقدیر لاریب برحمت الٰہی پیوست و بجائے او بموجب حکم نافذ خلافت پناه جهانگیر بادشاه میرزا علی اکبر شاهی بحکومت آن دیار متعین گردید آن مرد دراول از مذهب و ملت با مردم آن دیار بساط چاپلوسی و مکر و حیل گسترده بوساطت قاضی صالح عهود تازه و مواثیق بے اندازه با ایمان غلاظ مؤکد ساخته بطرف ظفر خان وغیره گفته فرستادند که محمد قلی و حکام سابقهٔ دیگر بسبب اختلاف مذاهب با ایں بدمعاشی و بدسلوکی می نمودند و من چون از جملهٔ سنیان متعصبم و شما نیز از آن سواد عظیم اید معاذالله که من در حق شما سر موئی بدسگالی و بداندیشی بوقوع آید۔ و این مدعا را با نواع قسم و سوگند چهار یار بزرگوار و سائر صحابهٔ کبار مؤکد ساخته آنجماعه را بفریب و ریو در دائرهٔ حضور خود در آورده باتفاق ملا جمیل بیگ محبوس داشته بے دریغ شمشیر سیاست در شهر کشمیر علم نموده هر که از سپاه و زمیندار و صنعت گر و جولاه وغیره در می یافتند از صباح تا دوپهر روز بقتل می آوردند۔ بعد از دو روز ظفر خان را با هفده نفر امراء زاده از حبس بر آورده بدست حاتم خان زمین داد سپرده بعالم عدم روانه گردانیدند وا و در حین سپردن ودیعت حیات بزبان حال و مقال مضمون این ابیات تکرار می نمود که ؎

افسوس که چرخ مستمندم بگرفت	شهباز بدم بیک کمندم بگرفت
صد خانه خراب کرده بودم بستم	تا آه کدام دردمندم بگرفت

و حبیب خان ابن حسین خان را از حسین نائک بمعرض هلاکت آورده۔ یوسف چک را بدست یعقوب شاه سپرده بانواع عقوبت تباه ساخت و علی خان ولد یوسف خان و علی خان ولد نوروز چک را بدست پسر حاتم خان بقتل آوردند۔ الغرض بهمین منوال آن هفده نونهال از گلبن آمال باغستان این جهان غدار بار منال برنه خورده بودند بسموم و صرصر عقوبات جانکاه از بیخ و بن مستاصل گردانیده و

رسوا و خوار زار در کوچه و بازار بموضع رنیوار (رینه داری) بر تابیده و ہیچ کس را به تجہیز و تعین آن جماعه مرخص نه گردانید و الّا مردم محله جہت دفع عفونت و فتن وطن از آنجا بر داشته در دشتگاه کوزه گران که در قرب آن مکان واقع بود در میان خاک و خاکستر لاشہائے آنہا را متواری ساختند لاجرم فلک کج رفتار بر حال زار آنجماعه رقت بسیار نموده ـ چندان قطرات باران از چشمان بارید و جوش و خروش رعد از جان برکشید که در وہم زلزله نفخ صور قیامت متصور شد ـ

چندان گریستیم که ہر کس بر و گذشت ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ در اشک من بدید رواں گفت ایں چه جو است

دیگر ـ

زیرکان گفته‌ند کاندر مرگ نوعی راحت است ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ از بیانِ این سخن بر خلقِ منت می نہند
گفته اند آنکس که میر داز د بیرون حال نیست ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ یا بدی باشد که خلق از جورِ او کمتر دہند
یا کم آزاری نکو خلقی که اہل روزگار ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ مہرِ او در زند او را در دل خود جا دہند

گر نکو کار است ازیں زندانِ محنت وا رہند
در بد اندیش است خلق از محنت او وا رہند

شیر افگن سے ایبه خاں اور ملک حیدر چاڈوره کی جنگ

وایبه خان دلدا بدال خاں یکے از مبارزانِ آن دیار بود ـ در جلوس حضرت جہانگیر بادشاه بموجب فرمان عالیشان بر جاگیر بردوان روانه گردید ـ و دران بیشه مردے شیر بیشه شیر افگن نام سابقا بعلت جاگیر داری آں موضع مقامِ آرام داشته است ـ قطب الدین خاں که صاحب صوبه بنگاله بود ـ در کار و بار آں مرد شجاعت شعار در زیده بخدمت حضرتِ خلافت پناه معروض داشت که تمامی مردم صوبه بنگاله منقاد و مطیع حاکم پادشاه جہاں پناه مطاع گردیدند الا شیر افگن ـ بہر چه حکم واجب الاذعان در بارهٔ او صادر شود بعمل آورد معاً حکم اقدس چنان نافذ گردید که به تیغ بیدریغ سر از تنِ او جدا نموده بدربار معلیٰ فرستند و ناچار قطب الدّین خاں با جمعیت لشکر قریب دو ہزار سوار متوجه بطرف آں مرد کارزار گردید آں مرد مردانه باوجود تہمت و مظنهٔ ہلاکت خویش از قلعهٔ خود قریب با ہفتاد ہشتاد سوار برسم استقبال شتافته بخدمت ایشان ملحق گردید و از حرکات و اوضاع عساکرِ ایشان نادانست که ایشان اندیشهٔ خبر و قتلِ او دیگری ندارند و در خلالِ ایں احوال فیل بان قطب الدین خاں فیل مست را بطرف او کجک زده در تحریک در آورده ـ اسپ

اورا از جائے خود رم کنانیده بیجا گردانیده. ناچار شیر افگن روئے توجه بقطب الدین آورده جهاں
معلوم مذکور کرد که اے سردار خوانین این چه قسم معاملهٔ سلوک و معاش است. چون خان مذکور از
پاسخ او تغافل ورزیده سکوت اختیار نمود. یاران بزبان ترکی به او عتاب و سرزنش آغاز
کرده گفتند که اگر سردار گرده مردے وزهره جوان مردے داری دیگر بکدام وقت بکار خواهد آورد.
لاجرم آں مرد مردانه تهوّر و دلاوری ورزیده پائے شجاعت پیش نهاده حمله بر قطب الدین خاں نمود.
بے تحاشا به تیغ بیدریغ بزخم اوّل بازوئے او را از کتف جدا ساخته بزخم دویم شکم او را از نافگاه
دریده رُود ہائے او را بیرون ساخته انداخته بعرصه گاهِ عدم رسانید و حیدر ملک چادوره مجادله و مخاصمه
کناں مقابلهٔ او در آمده او را نیز زخمی و مجروح ساخته خواست که خود را ازاں معرکه بسلامت بدر کشید.
ایبه خاں ولد ابدال خاں چوں آں حال معاینه نمود مردانگی نموده اسپ در جولان در آورده بر سر آں
مرد مردانه رسید. هر دو مبارز باهم نزدیک شدند امّا بسبب نزدیک فیل و اسپان هر دو مبارز پائے
بر جائے خویش استوار نتوانستند نمود. ناچار آں هر دو شجاع پیاده شده به محاربه پیوستند. ایبه خاں
ولد ابدال خان پائے سبقت در میدان مبارزت نهاده شمشیرے بر روئے او حواله نموده. کاسهٔ سر
او را تا نیمه بر آمد. آں مرد انه که بقوت رمقِ حیات که در بدنش باقی مانده بود. حملهٔ مردانه بر ایبه خاں
آورده بیک زخم شمشیر آبدار سیخگی طور در شکم او حواله نموده. کار عمرش بسر انجام رسانید. و خود نیز
در همان نفس جاں بحق تسلیم نمود. و مدفن ایبه خاں در آستانهٔ بهرام سقا در موضع بردوان واقع است.

یوسف خاں

و بعد از پنج و شش ماهِ دیگر یوسف خاں ولد حسین شاه بصوبهٔ بنگاله در نواحی
سلیم آباد بر فیل ماده سوار شده شکار نخچیر گوزن می نمود. ناگاه بتقدیر الهی
ازاں شکارگاه نرگاو میش صحرائی بر آمده در پی فیل ماده حمله شیرانه آورده. ماده فیل رو بفرار
نهاده. سوار خویش را دران جنگل زار از پشتِ خود انداخت. ناچار آں سوار شکار آن نرگاو میش
گشته. مرغ حیاتش از آشیانِ بدن پرواز نمود. القصه چوں کشتیٔ حیات امرایان این دیار از
گرداب دریائے هلاکت [illegible] بدستیاریِ بادبان سعی و کوشش بشر طلیکه امداد بخت ساحل نرسید
آفتاب بقائے ایشان در مغرب فنا غروب نموده

چو بر بنده ایزد بلائے گماشت — عنایت هم از حق توان چشم داشت
دگر رو نهد نعمتش بے قیاس — روا نیست غیر از خدا را سپاس

گہے نعمت دگہ بلا می دہد
خدا می ستاند خدا می دہد

وبعضی معاملاتِ سرداران آں دیار مانند حسین خاں، علی شاہ وحسین خاں، یوسف شاہ وغیرہ۔ بسبب آں اطناب بر بیاض ایں مختصر تحریر نیاوردہ۔

علی اکبر شاہی کی برطرفی

القصہ چوں ایں قسم معاملۂ ہا کہ از مرزا علی اکبر شاہی دریں دیار از مصلحت او بظہور رسیدہ بود از زبانِ گروہ دادخوردہ بسمع باریافتگانِ جہانگیر خلافت پناہ رسید وعتاب واعراض فرمودہ۔ میرزا علی اکبر شاہی را از حکومت آں دیار معزول گردانیدہ ایالت آں دیار بہ نواب قلیچ[1] خاں ارزانی فرمودند۔ زمام مہماتِ خواص وعوام ممالک ایں دیار بروجہی کہ لائق بود بہ حیدر ملک چاڈورہ سپردند تا مردم ایں دیار از فرطِ عدل وکثرت احسان پادشاہی از ظلم ظالمان وارہیدہ واوقات خود را بفراغت ورفاہیت گذرانند وموصی الیہ در تعمیر وآبادانی ممالک مذکورہ مساعی جمیلہ بجا آوردہ۔ نوعی اہتمام نماید کہ اقسام اغذیہ واطعمۂ ماکولات ومشروبات وارزانی غلہ وحبوبات بوفق خاطر خواہ فقیر وبے چارہ بودہ باشد۔ حیدر ملک چاڈورہ کہ بہ خطاب چغتائی ممتاز وسرفراز شدہ بود از روئے خیر اندیشی خلائق ودولت خواہی بادشاہ خلافت پناہ مہم سازیِ عامہ رعایا وملوک عظیم الشان وسلاطین رفیع المکان ایں دیار بموجب فرمان عالی شان متعہد[2] گردیدے

حارس[3] عدل وے از بس کہ سیاست فرمود فتنہ بگریز بصد مرحلہ از مشعلۂ دود

ضبط شان نوع کہ شاہان اقالیم دگر
وز گدائی نتواند زدنی سیلی جور

ودریں اثنا چوں فلک ستیزۂ انجام طومارِ عمر راجہ مان سنگھ بدستِ اختتام پیچیدہ بتاریخ ہفتم ماہ جمید آخر سنہ ۱۰۲۳ھ بعالم آخرت رسانید وتاریخ وفات او بدیں وجہ یافتہ اندے

آہ ازیں چرخ کج روئے سرکش	کہ زکشتن نہ گشت سیر اصلا
راجۂ جملہ راجہائے جہاں	مان سنگھ آنکہ رفت از دنیا

---

[1] قلی خاں [2] ذمہ دار [3] نگہبان، پاسبان

سالِ تاریخِ فوتِ راجه خرد
"شد با عـراف جایے" او گفتا[1]

شاه ابوالمعالی اور جهانگیر بادشاه

و میران سید شاه ابوالمعالی که مدت بست و
چهار سال کامل حسب الحکم جهان مطاع خلافت
پناه اکبر بادشاه در خدمت و ملازمت راجه مذکور بود و درین مدت بسبب شجاعتِ جبلی و شهامت
ذاتی که لازمه طائفه شریفهٔ هاشمی است بادشمنان بادشاهی انواع محاربه و اصناف مقاتله
در صوبه هائے بنگاله و اڑیسه و دکن نموده. در هر معرکه که بتائید الهی مظفر و منصور بود. اوقات فرخندهٔ
ساعات بناز و نعمت و عیش و عشرت باعتبار تمام و اقتدار لاکلام گذرانیده آمده باتفاق حیدر ملک
بشرف خدمت خلافت پناه جهانگیر بادشاه مشرف گردید. و ازآنجا که حضرت جهانگیر بادشاه
حسن اہلیت و شجاعت و خوبی لیاقت و شهامت بچشم ادراک و بصیرت در مرات ضمیر ذاتِ میران سید
مشارٌ الیه محسوس و معائنه نمود. لاجرم میران سید مشارٌ الیه را بالتفات شاهانه و عنایت خسروانه
ممتاز و مخصوص ساخته به منصب ارجمند سرفراز گردانیده و با برادران سید ابراهیم خان جاگیر از
سرکار سنده ارزانی داشته بآں طرف مرخص فرمود و چون میران سید مشارٌ الیه با طائفه
فضلائے سرکار ٹھٹه بواسطهٔ کمال اہلیت و فضیلت خویش نوعی سلوک و معاش فرمود که ایشان
میران سید مشارٌ الیه را چون جان عزیز بلکه از جان عزیز تر تصور نموده تشریف ایشان محض
فیض الهی و رحمت ایزدی دانستند و تاریخ قدوم عشرت لزوم ایشان در سرکار ٹھٹه بدین وجه
یافته اند

"ابر رحمت آمد ناگهان"
۱۰۲۳ ہجری

خاتمه:-

بحمد الله که گشت ایں نامه مختوم	به لطفِ ایزدی دانائے قیوم
در احوالِ شهانِ ملک کشمیر	که بودند از حشم هر یک جهانگیر
به ترتیبی که بایست بی کم و بیش	نه بر دفق خیالِ بیهده کیش
بهارستان شاهی کرده شد نام	بود در باغِ عالم تازه چون نام

---

[1] ماده تاریخ صحیح نهیں معلوم ہوتا ہے۔

چنان دارم توقع از سخندان　　که باشد در سخندانی چو سحبان

که گر یابد غلط اندر عبارت　　و یا در اصل معنی یا اشارت

بقدر وسع در اصلاح کوشد　　و با غیبم بذیل عفو پوشد

چون تاریخ تمام این خوب اتمام　　که بادا تا قیامت نیک فرجام

بپرسیدم ز عقل راست تدبیر
بگفتا نامهٔ شاهان کشمیر

سنه ۱۰۲۳

تمت تمام شد

جناب آغا صاحب غفران پناہ کی خواہش تھی کہ "بہارستان شاہی" کی رسم اجرا اسی مہینے میں جناب شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ کے ہاتھوں کرائی جائے۔ لیکن کسے معلوم تھا کہ ان دونوں ممتاز ترین ہستیوں کا چراغ زندگی ایک ہی ہفتے میں یکے بعد دیگرے موت کے بے رحم ہاتھوں سے ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جائے گا۔ شاعر نے خوب کہا ہے ؎

ہر گھڑی منقلب زمانہ ہے　　یہی دنیا کا کارخانہ ہے

موت سے کس کو رستگاری ہے　　آج وہ کل ہماری باری ہے

زندگی بے ثبات ہے اس میں　　موت عین حیات ہے اس میں

شیخ صاحب کا انتقال ۸ ستمبر بروز چہارشنبہ شام کو ہوا۔ افسوس صد ہزار افسوس! ایسے دیدہ ور مذہبی پیشوا اور قومی رہنما اب کہاں پیدا ہو سکتے ہیں۔ میر نے ایسے ہی لوگوں کے لیے کہا ہے ؎

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں

تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

غرضیکہ ان دونوں ہر دلعزیز رہنماؤں کے گزر جانے سے عالم شریعت اور نظام سیاست میں جو خلا پیدا ہو گیا ہے اس کا پر کرنا بے حد محال ہے۔ سال ۱۴۰۲ھ ہجری (۱۹۸۲ء) تاریخ کشمیر میں "قومی ماتم" کے طور پر ہمیشہ کے لیے یادگار رہے گا ؎

بہ ضبط گریہ مشغولم اگر بینی درونم را

ز دل تا پردۂ چشمم دو شاخ ارغواں بینی

اکبر حیدری

[illegible] ستمبر ۱۹۸۲ء

رہبر انقلاب حضرت آیت اللہ خمینی صاحب قبلہ، آیت اللہ مطہری اور صدر جمہوریہ ایران کی طرف سے آیت اللہ سید محمد جعفریان نے مجلس سوم میں نمائندگی کی تھی۔ انھوں نے آیت اللہ خمینی اور آغا صاحب مرحوم کی دینی خدمات پر روشنی ڈالی اور آغا صاحب کو ایک برگزیدہ روحانی پیشوا قرار دیا۔ فاتحہ خوانی کی تقریبات صبح ۷ بجے سے شام ۶ بجے تک مسلسل جاری رہیں۔ اس دن ڈسٹرکٹ بڈگام میں چھٹی کا اعلان کیا گیا تھا۔

۶ ستمبر وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی ریاستی گورنر جناب بی۔ کے۔ نہرو کے ہمراہ بڈگام گئیں اور آغا صاحب کے لواحقین کو تعزیت پیش کی۔ وزیر اعظم نے آغا صاحب کی عدالت میں ایک بڑے مجمع کے سامنے مرحوم کے تئیں شاندار الفاظ میں عقیدت کے پھول نچھاور کیے۔ اُن کے الفاظ یہ ہیں:

"آغا صاحب اعلیٰ پایہ کے روحانی رہنما تھے۔ میرے دل میں اُن کی بڑی قدر و منزلت تھی"

جناب شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ صاحب کو آغا صاحب فردوس آرام گاہ سے والہانہ عشق تھا۔ وہ ان کی روحانی قدروں کے زبردست قائل تھے اور اُنھیں اپنا مرشد سمجھتے تھے۔ موصوف سالہا سال سے اُن کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت پیش کر کے روحانی فیض حاصل کرتے تھے۔ اپریل ۱۹۸۰ء کے آخری ہفتے میں جناب شیخ صاحب عراقی حکومت کی دعوت پر مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کے لیے عراق گئے۔ جب انھیں جناب آغا صاحب کی علالت کے بارے میں اطلاع ملی تو فوراً مئی کے دوسرے ہفتے میں کشمیر واپس آئے۔ اور یہاں پہنچتے ہی مورخہ ۱۵ مئی کو جناب آغا صاحب کی خیریت دریافت کرنے کے لیے بڈگام تشریف لے گئے۔ اُنھوں نے مرحوم و مغفور سے سفر عراق کی روداد بیان کی اور فرمایا کہ اُنھیں شہدائے کربلا کے مقدس مقامات خاص کر جناب امام حسین علیہ السلام، جناب ابوالفضل حضرت عباس علیہ السلام اور نجف اشرف میں روضۂ حضرت علی علیہ السلام کی زیارت سے کس قدر سکونِ قلب اور روحانی فیض حاصل ہوا۔ شیخ صاحب نے مزید یہ بھی فرمایا کہ اُنھوں نے حکومت عراق کے وزیر اوقاف کے تعاون سے کربلائے معلیٰ میں مرقد امام حسین علیہ السلام سے خاک شفا حاصل کی۔ اس کے علاوہ شیخ صاحب تسبیح، سجدہ گاہ اور بڑے سائز کا عمدہ اور خوبصورت قرآن حکیم کا مطبوعہ نسخہ بھی اپنے ساتھ لائے تھے۔ قرآن شریف کا یہ نسخہ حکومت عراق نے شیخ صاحب کو بطور تحفہ دیا تھا۔ شیخ صاحب کے دل میں آغا صاحب کی جو محبت کوٹ کوٹ کر بھری تھی اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ اُنھوں نے یہ تینوں تبرکات، آغا صاحب کو اُن کے شریعت کدے پر جا کر بہ نفسِ نفیس پیش کیے۔ تصویر میں آغا صاحب کے ہاتھ میں مذکورہ قرآن کریم اور شیخ صاحب کے ہاتھ میں رومال میں خاکِ شفا دیکھی جا سکتی ہے۔ یہ تصویر آغا صاحب کے حجرۂ خاص میں ۱۵ مئی ۱۹۸۰ء کو اُتاری گئی تھی۔

جناب شیخ صاحب نے آغا صاحب مرحوم سے یہ بھی بیان فرمایا کہ کربلائے معلیٰ میں روضۂ مطہرہ کی خاک شفا ملنا بہت ہی دشوار ہے۔ بہر حال میں اسے حاصل کر کے سرخرو ہوا ہوں۔ شیخ صاحب نے مزید یہ بھی فرمایا کہ انھوں نے عراقی وزیر اوقاف مسٹر فیصل نوری سے کہا تھا کہ کشمیر میں میرے روحانی پیشوا اور محبوب مرشد آغا سید یوسف شریعت آباد بڈگام میں رہتے ہیں۔ یہ خاک شفا انہی کے لیے ہے۔ تصویر میں دوران گفتگو دونوں بزرگ ترین رہنماؤں کے ہونٹوں پر روحانی تبسم کی کیفیت دیکھی جا سکتی ہے جو اُن کے باہمی خلوص و اعتماد اور روابط کا آئینہ دار ہے۔

آخری دنوں میں جب آغا صاحب بسترِ علالت پر تھے تو شیخ صاحب کو بڑی تشویش لاحق ہوئی۔ وہ روز اُن کے بارے میں دریافت کرتے رہے۔ موصوف نے دلی سے اپنے معالج ڈاکٹر خلیل اللہ اور دوسرے ڈاکٹروں کو اپنے فرزند ڈاکٹر فاروق عبداللہ کی رہبری میں آغا صاحب کے علاج کے لیے بھیجا تھا۔

آغاصاحب مرحوم علی المقامہ کی مجلس سوم (رسم فاتحہ خوانی) ۲ر ستمبر بروز جمعہ امام باڑہ بڈگام میں انجام دی گئی۔ مجلس عزا کے بعد علمائے دین اور مختلف پارٹیوں کے تمام سیاسی رہنماؤں نے بلاتفریق مذہب وملت آغاصاحب کے تئیں حسن وعقیدت کا اظہار کیا شاعروں اور ادیبوں نے بھی مرحوم قبلہ وکعبہ کی سیرت وکردار پر اپنے بیش بہا خیالات کا مظاہرہ کیا۔ اس موقعہ پر وزیر اعلیٰ شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ کا وہ تعزیت نامہ بھی پڑھ کر سنایا گیا جو اُنھوں نے آغا سید محمد فضل اللہ کے نام بھیجا تھا۔ شیخ صاحب نے یہ بیان بستر علالت سے جاری کیا تھا۔ چونکہ یہ موصوف کا آخری پیغام اور آخری تحریر ان کے دستخط خاص سے تھی اس لیے ذیل میں لفظاً لفظاً درج کی جاتی ہے۔

نشان حکومت

چیف منسٹر
جموں اینڈ کشمیر (انگریزی)
CMS/Gen-15/82 (3)

محترم آغا سید فضل اللہ صاحب
السلام علیکم

"آپ کے والد بزرگوار کی وفات کی خبر سن کر مجھے انتہائی دکھ پہنچا ہے۔ تحریک آزادی کے دنوں سے لے کر آج تک وہ میرے قریبی رفیق تھے اور اُن کی وفات سے میں نے ایک عزیز اور قابل اعتماد دوست کھو دیا ہے اس طرح خود میرے لیے یہ ایک ایسا ذاتی نقصان ہے جس کی تلافی ممکن نہیں۔

مرحوم آغاصاحب کو اپنے حسن واخلاق، مجاہدانہ انداز فکر اور متوازن خیالات کی وجہ سے عوامی زندگی کے سبھی حلقوں میں عزت واحترام کا مقام حاصل تھا۔ ذاتی طور پر مجھے جب بھی اُن سے بات کرنے کا موقعہ ملا اُنھوں نے کھلے دل اور ذہن کے ساتھ ہر معاملہ پر سنجیدگی اور تدبر سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ وہ نہ صرف یہ کہ دوسروں کو نظم و ضبط اور اعتدال وتوازن کا درس دیتے تھے بلکہ خود اپنے کردار وعمل سے بھی عمر بھر اُن قدروں کی آبیاری کرتے رہے۔ اس بات نے ریاستی عوام اور بالخصوص اہل کشمیر کے لیے ان کی شخصیت کو انتہائی محبوب ومحترم بنا دیا تھا اور یہی وجہ ہے کہ آج ہر خاص وعام اُن کے غم میں سوگوار ہے۔

اپنی علالت کی وجہ سے اس موقعہ پر خود آپ کے پاس آکر تعزیت کرنا میرے لیے ممکن نہیں۔ لیکن پھر بھی دکھ کے ان لمحات میں میں آپ کے اور دیگر خاندان وجملہ احباب کے ساتھ برابر کا شریک ہوں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی ہمت عطا کرے۔ آمین۔

محترم آغا سید محمد فضل اللہ صاحب
شریعت آباد
بڈگام

مخلص
شیخ محمد عبداللہ
31-8-82

اس کے بعد امام باڑے میں نماز ظہرین با جماعت پڑھی گئی۔ اس میں اور لوگوں کے علاوہ ڈاکٹر فاروق عبداللہ نے بھی شمولیت کی۔ بعد نماز ڈاکٹر صاحب نے آغاصاحب کی خدمت میں زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ انھوں نے لاکھوں کی تعداد میں اعلان کیا کہ ڈسٹرکٹ بڈگام کا نام آغاصاحب کی یاد میں "یوسف آباد" رکھا جائے گا۔ اور یہاں جو جدید طرز کا اسپتال تعمیر کیا جائے گا وہ بھی ان ہی کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔

رہ رہ کے ہوا صبح کی بھرتی تھی دمِ سرد — خوبانِ چمن تھے صفتِ کاہ رُبا زرد

لالے میں تراوٹ نہ تبسم گل تر میں — (انیس)

کانٹا غمِ سرور کا کھٹکتا تھا جگر میں

جلوسِ تابوت کے ہمراہ لاکھوں کی تعداد میں سوگوار سینہ کوبی اور مرثیہ خوانی کرتے تھے۔ عورتیں منہ پیٹتی اور بال نوچتی تھیں۔ ان کے رخسار خون آلود تھے۔ ہر طرف واحُسینا واغریبا واآقا اور واظلمتا کی پکار بلند تھی۔ تابوت ۱۲ بجے دن تک شہرۂ آفاق امام باڑہ بڈگام میں رکھا گیا۔ جہاں آغا صاحب ہر جمعہ کو بعد نماز مجلس پڑھتے تھے۔ یہاں کئی ذاکرین نے مجالس پڑھیں۔ امام باڑہ ایک المناک اور دل خراش منظر پیش کر رہا تھا۔ لوگوں کے سمندر کے مقابلے میں یہ عزاخانہ اپنی وسعتوں کے اعتبار سے کوزے میں سما گیا تھا۔ آخر کار ازدحام خلائق کو دیکھ کر نمازِ جنازہ کریوہ بڈگام کے بہت بڑے میدان میں پڑھائی گئی۔ یہ میدان جو لاکھوں روپیہ کی مالیت کا ہے آغا صاحب مرحوم کی ذاتی ملک تھا۔ جسے انھوں نے اپنی زندگی میں باب العلم کے مصارف کے لیے وقف کیا تھا۔ ریاست کے گورنر جناب بی۔ کے۔ نہرو نے تابوت پر پھول برسائے۔ جنازہ گاہ بڈگام کی آبادی سے کوئی ایک ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ گورنر صاحب نے جنازے پر بھی گل پاشی کی۔ قریب سہ پہر آغا صاحب اپنے آبائی قبرستان میں سپردِ خاک کیے گئے۔ تف اس دنیائے دنی پر جس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ میر انیس نے اس کی بے ثباتی پر خوب کہا ہے ؎

دنیا بھی عجب گھر ہے کہ راحت نہیں جس میں — وہ گل ہے یہ گل بوئے محبت نہیں جس میں

وہ دوست ہے یہ دوست، مروت نہیں جس میں — وہ شہد ہے یہ شہد، حلاوت نہیں جس میں

بے درد و الم شام غریباں نہیں گذری

دنیا میں کسی کی کبھی یکساں نہیں گذری

گودی ہے کبھی ماں کی، کبھی قبر کا آغوش — گل پیرہن اکثر نظر آتے ہیں کفن پوش

سرگرم سخن ہے کبھی انساں کبھی خاموش — گہ تخت ہے اور گاہ جنازہ بسرِ دوش

اک طور پہ دیکھا نہ جواں کو نہ مسن کو

شب کو تو چھپر کھٹ میں ہیں تابوت میں دن کو

شادی ہو کہ اندوہ ہو، آرام ہو یا جور — دنیا میں گزر جاتی ہے انساں کی بہر طور

ماتم کی کبھی فصل ہے، عشرت کا کبھی دَور — ہے شادی و ماتم کا مرقع جو کرو غور

کس باغ پہ آسیب خزاں آ نہیں جاتا

گل کون سا کھلتا ہے جو مرجھا نہیں جاتا

آغا صاحب کی وفات کے سلسلے میں سرکاری طور پر ایک دن کا سوگ منایا گیا۔ اس دن تعطیل کا اعلان کیا گیا اور قومی پرچم سرکاری عمارتوں پہ سرنگوں رہا۔ بڈگام ڈسٹرکٹ میں تین دن تک تمام کاروباری ادارے اور سرکاری دفاتر بند رہے۔ انجمن شرعی نے چالیس دن تک سوگ منانے کا فیصلہ کیا ہے۔ وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے مورخہ ۱۲ اگست کو دلّی سے سرکاری طور پر آغا سید محمد فضل اللہ فرزند ارجمند آغا صاحب مرحوم کے نام تحریری پیغام ارسال فرمایا۔ کشمیر یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب ڈاکٹر وحید الدین ملک نے بھی اُن کی وفات پر گہرے دکھ کا اظہار کیا۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

وفاتِ حسرت آیات[1]

صبح کو طائرانِ خوش الحان　　　　پڑھتے ہیں کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَانٍ

کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا لکھا جائے اور کیا کہا جائے۔ دنیا آنکھوں میں سنسان نظر آرہی ہے۔ قلم لکھنے سے عاجز اور زبان ادا کرنے سے قاصر ہے ؎

کہہ دوں تو دل سے خون کا چشمہ اُبل پڑے　　　　اور چپ رہوں تو منہ سے کلیجہ نکل پڑے

آخر کار جی کڑا کر کے یہ خبرِ وحشت اثر انتہائی حزن و ملال اور رنج و غم کے ساتھ "بہارستان شاہی" میں درج کی جاتی ہے کہ حجۃ الاسلام، شریعتمدار، آقائے نامدار، جناب آغا سید یوسف الموسوی الصفوی النجفی صدر انجمن شرعی شیعیان جموں و کشمیر و بانیِ مدرسۃ باب العلم نے چند دنوں کی مختصر علالت کے بعد شبِ دوشنبہ (ایک بج کر اڑتالیس منٹ) مورخہ ۱۰ ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ ہجری مطابق ۳۰ اگست ۱۹۸۲ء کو اسّی برس کی عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آغا صاحب کی وفات کی خبر آنِ واحد میں جنگل کی آگ کی طرح کشمیر کے طول و عرض میں پھیل گئی اور وادی بھر سے لوگوں کا موجیں مارتا ہوا سمندر سرزمین بڈگام میں اُمنڈ آیا۔ رات محوِ پریشان، چاند تارے بے نور، فضا مغموم، اشجار و احجار سکتے میں، سڑکیں غم سے پامال، گلی کوچے سنسان، بازار اور دکان نوحہ خوان، چرند و پرند حیران، پیر و جوان ماتم کنان، یتیم، مسکین، فقیر، غربا، رانڈیں اور بے سہارے لوگ مرثیہ خوان کہ اب ہم جائیں کہاں۔ ایک آغا تھے۔ سو وہ بھی نہ رہے۔ ہر آنکھ اشک بار اور ہر چہرہ اُداس، ذرہ ذرہ خاک اُڑا رہا تھا۔ پورا کشمیر درد و کرب کی تاثیر میں ڈوبا ہوا تھا۔ صبحِ صادق سیاہ پوشی کے عالم میں اپنا گریبان چاک کر کے نمودار ہوئی۔ آفتاب تھرتھراتا ہوا طلوع ہوا۔ اس کا چہرہ بھی خون آلود تھا۔ یہ دن گویا قیامت سے کم نہ تھا۔ اگرچہ ماہِ عزا نہ تھا لیکن روزِ عاشور کی سی کیفیت نمایاں تھی۔ مومنین کے قلب و جگر مضطرب اور اُن کی آنکھوں میں دنیا تیرہ و تار تھی۔

جب صبح نو بجے آغا صاحب مرحوم کا تابوت شریعت کدے سے برآمد ہوا تو لوگوں نے اپنے گریبان چاک کیے۔ سر پہ خاک اُڑائی۔ ان کے گریہ اور فلک شگاف نعروں سے زمین بڈگام متزلزل ہوئی۔ چناروں کے پتے کفِ افسوس مل رہے تھے۔ باغ ویران، پھول اداس، شاخِ بار آور پُرخم اور ندی نالے سر پیٹتے تھے۔ پورا ماحول عزاخانہ بن گیا تھا ؎

پھولوں نے گریبانوں کو پھاڑا تھا جو غم سے　　　　گلشن میں اداسی تھی جو اعدا کے ستم سے

سب ڈالیاں جھک جھک گئی تھیں بارِ الم سے　　　　نرگس تھی بہ حسرت نگراں دیدۂ نم سے

ہر مرتبہ سرگرمِ فغاں ہوتی تھی بلبل

غنچوں کے جگر پھٹتے تھے یوں روتی تھی بلبل

نہریں ہمہ تن اشک تھیں گلشن ہمہ تن درد　　　　پھولوں کے سروں پہ جو اُڑاتی تھی صبا گرد

[1] کتاب چھپ چکی تھی اور اس کی جلد بننے جا رہی تھی کہ حجۃ الاسلام آقائے سید یوسف الموسوی کا انتقال ہو گیا۔ اس لیے یہ صفحے ان کی وفات کے بعد شامل کیے گئے ہیں (اکبر حیدری)